صراط الجنان
فی
تفسیر القرآن
جلد ہفتم
پارہ 19..تا..21
بفیضانِ نظر
سراج الامہ، کاشف الغمہ، امام اعظم، فقیہ افخم حضرت سیدنا
امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
بفیضانِ کرم
اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت شاہ
امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن
المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)

نام کتاب : صراط الجنان فی تفسیر القرآن (جلد ہفتم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار :

تعداد :

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر ''صراط الجنان فی تفسیر القرآن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ: ''نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/ ۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول

۞ بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

۞ جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(1) ہر بار تعوُّذ و (2) تسمیہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت وعقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین ومصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیٔ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیز گار شخصیت کی عَظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھاسکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰه مفتیٔ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجَوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کردیا گیا، افسوس! مفتیٔ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللّٰہ ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابوصالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی نے اس کام کا ازسرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیٔ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جاسکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجِنان '' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصُولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فَصیح ترجَمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقرنَین مَدَنی** سلّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد کے بعد اب پارہ نمبر 19، 20 اور 21 پر مبنی ساتویں جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ سمیت اِس کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَصِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

٩ جمادی الاخریٰ ١٤٣٤ھ

20-04-2013

پارہ نمبر...... 19

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ لوگ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہم پر فرشتے کیوں نہ اُتارے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے بیشک اپنے جی میں بہت ہی اُونچی کھینچی اور بڑی سرکشی پر آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جولوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا: ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھتے؟ بیشک انہوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا ہے اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی کی ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا: اور جولوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا۔﴾ اس آیت سے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا انکار کرنے والوں کے مزید اعتراضات ذکر کرکے ان کا رد کیا گیا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے ’’کفار جوکہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر نشر کو نہیں مانتے، اسی لئے وہ قیامت کے دن والی ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے رسول بنا کر یا رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت ورسالت کے گواہ بنا کر ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو کیوں نہیں دیکھتے جو ہمیں خود بتادے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کے رسول ہیں اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ بیشک انہوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا اور اُن کا تکبر انتہا کو پہنچ گیا ہے اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی کی اور وہ سرکشی میں حد سے گزر گئے ہیں کہ معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی فرشتوں کے اپنے اوپر اترنے اور اللہ تعالٰی کو دیکھنے کا سوال کر رہے ہیں۔[1]

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ

[1]......ابوسعود، الفرقان، تحت الآية: ۲۱، ۱۲۹/۴، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ۲۱، ۱۹۹/۶-۲۰۰، ملتقطاً.

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے وہ دن مجرموں کی کوئی خوشی کا نہ ہوگا اور کہیں گے الٰہی ہم میں ان میں کوئی آڑ کردے رُکی ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے تو اس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی اور وہ کہیں گے: (یا اللّٰہ! ہمارے درمیان) کوئی روکی ہوئی آڑ کردے۔

﴿یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓىٕكَةَ: یاد کرو جس دن لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے۔﴾ یعنی لوگ اپنی موت کے وقت روح نکالنے والے فرشتوں کو اِس حال میں دیکھیں گے یا قیامت کے دن عذاب دینے پر مامور فرشتوں کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ ان سے کہہ رہے ہوں گے ’’اس دن مجرموں کیلئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی۔‘‘[1]

یاد رہے کہ اس آیت میں مجرموں سے مراد کفار ہیں، مومنین کو قیامت کے دن جنت کی بشارت سنائی جائے گی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے (فرمایا جائے گا کہ) آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ: اور وہ کہیں گے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار جب فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ فرشتوں سے پناہ چاہتے ہوئے کہیں گے: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے اور ان فرشتوں کے درمیان کوئی روکی ہوئی آڑ

1 ...... بیضاوی، الفرقان، تحت الآیة: ٢٢، ٢١٣/٤، جلالین مع صاوی، الفرقان، تحت الآیة: ٢٢، ١٤٣٢/٤، ملتقطاً.

2 ...... حدید: ١٢.

کردے۔[1] **دوسری تفسیر** یہ ہے، حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''فرشتے (ان کفار سے) کہیں گے کہ مومن کے سوا کسی کے لئے جنت میں داخل ہونا حلال نہیں۔ (تو کافروں اور جنت کے درمیان روکی ہوئی آڑ ہے۔)[2] اسی لئے وہ دِن کفار کے لئے انتہائی حسرت وندامت اور رنج وغم کا دن ہوگا۔

وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ انہوں نے کام کیے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جوکوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کرکے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح بنادیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

﴿فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا: تو ہم اسے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح بنادیں گے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار نے کفر کی حالت میں جوکوئی ظاہری اچھے عمل کیے ہوں گے جیسے صدقہ، صلہ رحمی، مہمان نوازی اور یتیموں کی پرورش وغیرہ، **اللہ** تعالٰی ان کی طرف قصد کرکے روشندان کی دھوپ میں نظر آنے والے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح انہیں بے وقعت بنادے گا۔ مراد یہ ہے کہ وہ اعمال باطل کردیئے جائیں گے، ان کا کچھ ثمرہ اور کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اعمال کی مقبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اور وہ انہیں مُیَسَّر نہ تھا۔[3]

قیامت کے دن بعض مسلمانوں کے اعمال بھی بے وقعت کردیئے جائیں گے

اس آیت میں قیامت کے دن کفار کے اعمال باطل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ اَحادیث میں بعض ایسے مومنین کا ذکر بھی کیا گیا ہے جن کے اعمال قیامت کے دن بے وقعت کردیئے جائیں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں یہاں دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

1 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۲۲، ۶/۲۰۱.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۳۷۰.

3 ......جلالین، الفرقان، تحت الآیۃ: ۲۳، ص۳۰۴-۳۰۵، ملخصاً.

(1)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جانتا ہوں کہ جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان کی نیکیاں تہامہ کے پہاڑوں کی مانند ہوں گی لیکن اللّٰہ تعالیٰ انہیں روشندان سے نظر آنے والے غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) کر دے گا۔ حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے سامنے ان لوگوں کا صاف صاف حال بیان فرما دیجئے تاکہ ہم جانتے ہوئے ان لوگوں میں شریک نہ ہو جائیں۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ تمہارے بھائی، تمہارے ہم قوم ہوں گے، راتوں کو تمہاری طرح عبادت کیا کریں گے، لیکن وہ لوگ تنہائی میں برے اَفعال کے مُرتکب ہوں گے۔[1]

(2)......حضرت ابو حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ ان کے پاس تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی، یہاں تک کہ جب انہیں لایا جائے گا تو اللّٰہ تعالیٰ ان کے اعمال کو روشندان سے نظر آنے والے غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) کر دے گا، پھر انہیں جہنم میں ڈال دے گا۔ حضرت سالم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قربان ہو جائیں! ہمیں ان لوگوں کا حال بتا دیجئے؟ ارشاد فرمایا: ’’وہ لوگ نماز پڑھتے ہوں گے، روزے رکھتے ہوں گے، نیند سے بیدار ہو کر راتوں کو قیام کرتے ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے کوئی حرام چیز پیش کی جائے تو وہ اس پر کود پڑتے ہوں گے، تو اللّٰہ تعالیٰ ان کے اعمال باطل فرما دے گا۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کرنے اور قیامت کے دن اعمال باطل ہو جانے والوں میں شامل ہونے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا ﴿۲۴﴾

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب، ٤/٤٨٩، الحديث: ٤٢٤٥.

2 ......حلية الاولياء، ذكر الصحابة من المهاجرين، سالم مولى ابى حذيفة، ١/٢٣٣، الحديث: ٥٧٥.

ترجمۂ کنزالایمان: جنت والوں کا اس دن اچھا ٹھکانا اور حساب کے دو پہر کے بعد اچھی آرام کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنت والے اس دن ٹھکانے کے اعتبار سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے۔

﴿ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ : جنت والے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے کامل خسارے اور مکمل طور پر ناکامی کا ذکر کیا گیا، اب اس آیت میں قیامت کے دن اہلِ جنت پر ہونے والے انعامات کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ اُخروی کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت والے یعنی مومنین قیامت کے دن ان مغرور، متکبر مشرکوں کے مقابلے میں ٹھکانے کے اعتبار سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے۔ (1)

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓىٕكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادلوں سے اور فرشتے اُتارے جائیں گے پوری طرح۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتے پوری طرح اتارے جائیں گے۔

﴿ وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ : اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ’’(جب قیامت قائم ہوگی تو اس دن) پہلے آسمانِ دنیا پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے فرشتے زمین پر اتریں گے اور ان کی تعداد زمین کے جن و انس سب سے زیادہ ہوگی، پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے فرشتے اتریں گے، وہ آسمانِ دنیا کے رہنے والوں سے اور جن و انس سب سے زیادہ ہیں، اسی طرح آسمان پھٹتے جائیں گے اور ہر آسمان والوں کی تعداد اپنے ماتحتوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ ساتواں آسمان پھٹے گا، پھر کرّوبین (یعنی فرشتوں کے سردار) اتریں گے، پھر عرش اٹھانے والے فرشتے اتریں گے۔ (2)

---

1 ......تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیة: ۲۴، ۸/۴۵۱، خازن، الفرقان، تحت الآیة: ۲۴، ۳/۳۷۰، روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ۲۴، ۶/۲۰۲، ملتقطاً.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآیة: ۲۵، ۳/۳۷۰.

اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِؕ وَ كَانَ یَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہے اور وہ دن کافروں پر سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہوگی اور کافروں پر وہ بڑا سخت دن ہوگا۔

﴿ اَلْمُلْكُ : بادشاہی۔ ﴾ یعنی قیامت کے دن سچی بادشاہی رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی ہوگی اور اس دن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہ ہوگا اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت اور انتہائی شدید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان ہوگا

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان ہوگا۔‘‘[1]

احادیث میں بھی قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان ہونے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، چنانچہ یہاں اس سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کی مقدار کے برابر ہوگا تو یہ دن کتنا طویل ہوگا! نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اُن کے لئے ایک فرض نماز سے ہلکا ہوگا جو دنیا میں پڑھی تھی۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن لوگ سب جہانوں کے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور اس دن کے نصف تک کھڑے ہوں گے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، مسلمانوں کے لئے وہ دن اتنا آسان گزرے گا جتنا وقت سورج کے غروب کی طرف مائل ہونے

1......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳/۳۷۱.

2......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، ۴/۱۵۱، الحدیث: ۱۱۷۱۷.

سے لے کراس کے غروب ہونے تک لگتا ہے۔ [1]

وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبا چبالے گا کہ ہائے کسی طرح سے میں نے رسول کے ساتھ راہ لی ہوتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا، کہے گا: اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔

﴿وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى یَدَیْهِ: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ وقت یاد کریں جس دن ظالم حسرت وندامت کی وجہ سے اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا: اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ جنت و نجات کا راستہ اختیار کیا ہوتا، ان کی پیروی کیا کرتا اور ان کی ہدایت کو قبول کیا ہوتا۔

یہ حال اگر چہ کفار کے لئے عام ہے مگر عقبہ بن ابی معیط سے اس کا خاص تعلق ہے۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ عقبہ بن ابی معیط اُبی بن خلف کا گہرا دوست تھا، حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ارشاد فرمانے سے اُس نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دی اور اس کے بعد اُبی بن خلف کے زور ڈالنے سے پھر مُرتد ہو گیا، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے قتل ہو جانے کی خبر دی، چنانچہ وہ بدر میں مارا گیا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ قیامت کے دن اس کو انتہا درجہ کی حسرت وندامت ہوگی اور اس حسرت میں وہ اپنے ہاتھوں کو کاٹنے لگے گا۔ [2]

یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ

---

1 ......مسند ابو یعلی، مسند ابی هریرة، ٥/٣٠٨، الحدیث: ٥٩٩٩.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآیة: ٢٧، ص ٨٠٠، خازن، الفرقان، تحت الآیة: ٢٧، ٣/٣٧١، ملتقطاً.

بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بیشک اس نے مجھے بہکا دیا میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے اور شیطان آدمی کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہائے میری بربادی! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بیشک اس نے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے اس سے بہکا دیا اور شیطان انسان کو مصیبت کے وقت بے مدد چھوڑ دینے والا ہے۔

﴿یٰوَیْلَتٰى : ہائے میری بربادی!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کافر کہے گا: ’’ہائے میری بربادی! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا جس نے مجھے گمراہ کر دیا۔ بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے اس نصیحت یعنی قرآن اور ایمان سے بہکا دیا اور شیطان کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ انسان کو مصیبت کے وقت بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے اور جب انسان پر بلا و عذاب نازل ہوتا ہے تو اس وقت اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ (1)

بری صحبت اور دوستی سے بچنے کی ترغیب

اس سے معلوم ہوا کہ بد مذہبوں اور برے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، انہیں اپنا دوست بنانا اور ان سے محبت کرنا دنیا اور آخرت میں انتہائی نقصان دِہ ہے۔ اَحادیث میں بری صحبت اور دوستی سے بچنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، چنانچہ ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’برے ہم نشین سے بچو کہ تم اسی کے ساتھ پہچانے جاؤ گے۔ (2) یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔

---

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٢٨-٢٩، ٣/٣٧١، ملخصاً.

2 ......ابن عساكر، ذكر من اسمه الحسين، حرف الجيم في آباء من اسمه الحسين، الحسين بن جعفر بن محمد ... الخ، ٤٦/١٤ .
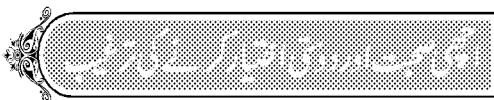
(2)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: فاجر سے بھائی بندی نہ کر کہ وہ اپنے فعل کو تیرے لیے مُزَیَّن کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تو بھی اس جیسا ہو جائے اور اپنی بدترین خصلت کو اچھا کر کے دکھائے گا، تیرے پاس اس کا آنا جانا عیب اور ننگ ہے اور احمق سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ وہ تیرے لئے خود کو مشقت میں ڈال دے گا اور تجھے کچھ نفع نہیں پہنچائے گا اور کبھی یہ ہوگا کہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر ہوگا یہ کہ نقصان پہنچادے گا، اس کی خاموشی بولنے سے بہتر ہے، اس کی دوری نزدیکی سے بہتر ہے اور موت زندگی سے بہتر ہے اور جھوٹے آدمی سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ اس کے ساتھ میل جول تجھے نفع نہ دے گی، وہ تیری بات دوسروں تک پہنچائے گا اور دوسروں کی تیرے پاس لائے گا اور اگر تو سچ بولے گا جب بھی وہ سچ نہیں بولے گا۔[1]

فی زمانہ بعض نادان لوگ بدمذہبوں سے تعلقات قائم کرتے اور یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ہمیں اپنے مسلک سے کوئی ہلا نہیں سکتا، ہم بہت ہی مضبوط ہیں، ہم نے ان سے تعلق اس لئے قائم رکھا ہوا ہے تاکہ انہیں اپنے جیسا بنالیں، یونہی بعض نادان تسکینِ نفس کی خاطر بدمذہب عورتوں سے نکاح کرتے اور یوں کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے نکاح اس لئے کیا ہے تاکہ انہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیں، اسی طرح کچھ نادان گھرانے ایسے بھی ہیں جو صرف دنیا کی اچھی تعلیم کی خاطر اپنے نونہالوں کو بدمذہب استادوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور بالآخر یہی بچے بڑے ہو کر بدمذہبی اختیار کر جاتے ہیں، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے اس کلام سے عبرت حاصل کریں، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: غیر مذہب والیوں (یا والوں) کی صحبت آگ ہے، ذی علم، عاقل، بالغ مردوں کے مذہب (بھی) اس میں بگڑ گئے ہیں۔ عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے، یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا، خارجی مذہب کی عورت (سے شادی کر کے اس) کی صحبت میں (رہ کر) مَعَاذَ اللّٰہ خود خارجی ہو گیا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ (اس سے شادی کر کے) اسے سنی کرنا چاہتا ہے۔ جب صحبت کی یہ حالت (کہ اتنا بڑا محدث گمراہ ہو گیا) تو (بدمذہب کو) استاد بنانا کس درجہ بدتر ہے کہ استاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے، تو غیر مذہب عورت (یا مرد) کی سپردگی یا شاگردی میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ (خود ہی) دین سے واسطہ نہیں رکھتا اور اپنے بچوں کے بددین ہو جانے کی پرواہ نہیں رکھتا۔[2]

---

1 ......ابن عساکر، حرف الطاء فی آباء من اسمہ علی، علی بن ابی طالب... الخ، ۵۱۶/۴۲.

2 ......فتاویٰ رضویہ، علم وتعلیم، ۶۹۲/۲۳۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بدمذہبوں اور برے لوگوں سے دوستی رکھنے اوران کی صحبت اختیار کرنے سے محفوظ فرمائے اور نیک و پرہیز گار لوگوں سے میل جول رکھنے اوران کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین ۔یہاں ایک مسئلہ یادرکھیں کہ بے دین اور بدمذہب کی دوستی اوراس کے ساتھ صحبت واختلاط اورالفت واحترام ممنوع ہے۔

اچھی صحبت اور دوستی اختیار کرنے کی ترغیب

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرے اوراپنا دوست بھی اچھے لوگوں کو ہی بنائے۔ کثیر احادیث میں اچھی صحبت اختیار کرنے اوراچھے ساتھیوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، ترغیب کے لئے یہاں ان میں سے 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کامل مومن کے علاوہ کسی کو ہم نشین نہ بناؤ اورتمہارا کھانا پرہیز گار ہی کھائے۔ [1]

(2)......حضرت ابوجحیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بڑوں کے پاس بیٹھا کرو، علماء سے باتیں پوچھا کرو اورحکمت والوں سے میل جول رکھو۔ [2]

(3)......حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کون سا ساتھی اچھا ہے؟ ارشاد فرمایا’’ اچھا ساتھی وہ ہے کہ جب تو خدا کو یاد کرے تو وہ تیری مدد کرے اور جب تو بھولے تو وہ یاد دلائے۔ [3]

(4)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اچھا ہم نشین وہ ہے کہ اسے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے اوراس کی گفتگو سے تمہارے عمل میں زیادتی ہو اوراس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔ [4]

1......ابوداؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس، ٤/٣٤١، الحدیث: ٤٨٣٢.

2......معجم الکبیر، سلمۃ بن کھیل عن ابی جحیفۃ، ٢٢/١٢٥، الحدیث: ٣٢٤.

3......رسائل ابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب من امر بصحبتہ ورغب فی اعتقاد مودتہ، ٨/١٦١، الحدیث: ٤٢.

4......جامع صغیر، حرف الخاء، ص٢٤٧، الحدیث: ٤٠٦٣.

وَقَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رسول نے عرض کی: اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل بنالیا ہے۔

﴿وَقَالَ الرَّسُوۡلُ: اور رسول نے عرض کی۔﴾ جب کفار کے اعتراضات اور طعن وتشنیع حد سے زیادہ ہو گئے تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میری قوم نے اس قرآن کو ایک چھوڑ دینے کے قابل چیز بنالیا ہے کہ کسی نے اس کو جادو کہا، کسی نے شعر اور یہ لوگ قرآن مجید پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ (1)

اس آیت میں چھوڑنے سے اصل مراد تو اس پر ایمان نہ لانا ہے۔ لیکن چھوڑنے کی اس کے علاوہ بھی صورتیں ہیں لہٰذا قرآن مجید کے حوالے سے مسلمان کا حال ایسا نہیں ہونا چاہئے جس سے یہ لگے کہ اس نے قرآن مجید کو چھوڑ رکھا ہے، بلکہ اسے چاہئے کہ روزانہ تلاوتِ قرآن کرے، قرآن مجید کی آیات کو سمجھنے کی کوشش کرے اور ان میں غور و تدبُّر کیا کرے، نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو احکامات دیئے ہیں ان پر عمل کرے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے باز رہے تاکہ وہ قرآن مجید کو عملی طور پر چھوڑ رکھنے والے لوگوں میں شامل نہ ہو۔

وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ؕ وَکَفٰی بِرَبِّکَ هَادِیًا وَّ نَصِیۡرًا ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنادیئے تھے مجرم لوگ اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت کرنے اور مدد دینے کو۔

(1)......تفسير كبير، الفرقان، تحت الآية: ٣٠، ٨/٤٥٥، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لیے مجرم لوگوں کو دشمن بنادیا تھا اور ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے تمہارا رب کافی ہے۔

﴿ وَ كَذٰلِكَ: اور اسی طرح۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مدد کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ غم نہ کریں کیونکہ اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بدنصیب کافروں کا یہی معمول رہا ہے، تو جس طرح گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کرتے رہے، اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی صبر فرمائیں اور آپ کی تسلی کیلئے یہی بات کافی ہے کہ دین و دنیا کی مَصلحتوں کی طرف ہدایت دینے اور دشمنوں کے خلاف مدد کرنے کیلئے آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ کافی ہے۔ (1)

آزمائش میں مبتلا کرکے درجات بلند کئے جاتے ہیں

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہر نبی اور ولی کا کوئی دشمن ہوتا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کے شرف و مقام کو ظاہر فرماتا ہے۔ حضرت ابوبکر بن طاہر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: دشمنوں اور مخالفت کرنے والوں کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کر کے اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ (2)

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ﴿۳۲﴾

مع

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا ہم نے یونہی بتدریج اسے اُتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔

1 ......تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ۳۱، ۸/۴۵۵-۴۵۶، ملخصاً.

2 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۳۱، ۶/۲۰۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: ان پر سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں اتار دیا گیا؟ (ہم نے) یونہی (اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا) تاکہ اس کے ساتھ ہم تمہارے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔

﴾وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴿ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے والے کفارِ مکہ نے کہا، اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ گمان ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں لے کر آئے جیسے تورات حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر، انجیل حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اور زبور حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی۔[1]

کفار کا یہ اعتراض بالکل فضول اور مُہمَل ہے کیونکہ قرآن کریم کا عاجز کردینے والا ہونا ہر حال میں یکساں ہے، چاہے وہ ایک ہی مرتبہ نازل ہو یا تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہو۔[2] بلکہ قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہونے میں اس کے معجزہ ہونے کی بڑی دلیل ہے کہ اس طرح ہر آیت کا مقابلہ کرنے سے کفار کا عاجز ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔

﴾كَذٰلِكَ: یونہی۔﴿ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالٰی قرآن پاک کو بتدریج نازل فرمانے کی حکمت ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے یونہی اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا تاکہ اس کے ساتھ ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں اور پیام کا سلسلہ جاری رہنے سے آپ کے قلب مبارک کو تسکین ہوتی رہے اور کفار کو ہر ہر موقع پر جواب ملتے رہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی فائدہ ہے کہ قرآن پاک کو حفظ کرنا سہل اور آسان ہو۔[3]

﴾وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا: اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے قرآن پاک کو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی زبان سے تھوڑا تھوڑا کرکے تئیس برس کی مدت میں پڑھا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے ایک آیت کے بعد دوسری آیت بتدریج نازل فرمائی اور بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے ہمیں قراءت میں ترتیل کرنے یعنی ٹھہر ٹھہر کر، اطمینان کے ساتھ پڑھنے اور قرآن شریف کو اچھی طرح ادا کرنے کا حکم فرمایا جیسا کہ دوسری آیت میں

1 ......تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیة: ۳۲، ۸/۴۵۷.

2 ......بیضاوی، الفرقان، تحت الآیة: ۳۲، ۴/۲۱۶.

3 ......مدارك، الفرقان، تحت الآیة: ۳۲، ص۸۰۱-۸۰۲، ملخصاً.

ارشاد ہوا:

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔[1]

وَ لَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہتر بیان لے آئیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ آپ کے پاس کوئی بھی مثال لے آئیں، ہم آپ کے پاس حق اور بہتر بیان لے آئیں گے۔

﴿ وَ لَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ: اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہ لائیں گے۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ مشرکین آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین کے خلاف یا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر جو بھی اعتراض قائم کریں گے ہم اس کا انتہائی نفیس جواب دیں گے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بارگاہِ الٰہی میں وہ قُرب حاصل ہے کہ جب اعتراض حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہو تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾

ع ۳ ۱۴ ۱

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اپنے منہ کے بل ان کا ٹھکانا سب سے بُرا اور وہ سب سے گمراہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہیں ان کے چہروں کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا ان کا ٹھکانہ سب سے بدتر اور وہ سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔

---

1 ......ابو سعود، الفرقان، تحت الآية: ۳۲، ۴/۱۳۵.

2 ......صاوی، الفرقان، تحت الآية: ۳۳، ۴/۱۴۳۶.

﴿ اَلَّذِیۡنَ یُحۡشَرُوۡنَ عَلٰی وُجُوۡهِهِمۡ : جن لوگوں کو ان کے چہروں کے بل ہانکا جائے گا۔﴾ قیامت کے دن چہروں کے بل ہانکے جانے سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’آدمی روزِ قیامت تین طریقے پر اُٹھائے جائیں گے ایک گروہ سواریوں پر، ایک گروہ پیادہ پا اور ایک جماعت منہ کے بل گھسٹتی ہوئی۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ منہ کے بل کیسے چلیں گے؟ ارشاد فرمایا: ’’جس نے انہیں پاؤں پر چلایا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ انہیں منہ کے بل چلائے۔[1]

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ وَزِیۡرًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اس کے بھائی ہارون کو وزیر کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا۔

﴿ وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡكِتٰبَ : اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات اِجمالی طور پر بیان فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفار کی مخالفت اور سازشوں کا غم نہ کریں، جس نے آپ کی مخالفت کی اور آپ سے دشمنی مول لی تو اسے بھی ہلاک و برباد کر دیا جائے گا جیسے آپ سے پہلی امتوں میں سے انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مخالفین کو ہلاک کر دیا گیا۔[2] چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے انہیں جھٹلایا گیا اور انہیں جو معجزات عطا کئے ان کا انکار کیا گیا، بے شک ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تورات عطا فرمائی اور اس کے بھائی حضرت ہارون عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے ہم نے اس کا بازو مضبوط کیا لیکن اس کے باوجود ان کی مخالفت کی گئی۔[3]

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، ۹٦/٥، الحدیث: ۳۱۵۳.
2 ......صاوی، الفرقان، تحت الآیۃ: ۳۵، ١٤٣٦/٤، ملخصاً.
3 ......تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ۳۵، ٤۵۸/۸.

فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے فرمایا تم دونوں جاؤ اس قوم کی طرف جس نے ہماری آیتیں جھٹلائیں پھر ہم نے انہیں تباہ کر کے ہلاک کر دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے فرمایا: تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جس نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے تو ہم نے انہیں مکمل طور پر تباہ کر دیا۔

﴿فَقُلْنَا: تو ہم نے فرمایا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں قومِ فرعون کی طرف جاؤ، ان لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، چنانچہ وہ دونوں حضرات ان کی طرف گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا اور اپنی رسالت کی تبلیغ کی، لیکن ان بدبختوں نے ان حضرات کو جھٹلایا اور اپنے کفر پر ڈٹے رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ [1]

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿ۚۖ۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے ان کو ڈبو دیا اور انہیں لوگوں کے لیے نشانی کر دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور انہیں لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٣٦، ص٨٠٣، ملخصاً.

﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ :اورنوح کی قوم۔﴾ ارشادفرمایا کہ ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو بھی ہلاک کر دیا، جب انہوں نے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کردیا۔ یہاں رسولوں سے مراد حضرت نوح، حضرت ادریس اور حضرت شیث عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں یا یہ بات ہے کہ ایک رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب تمام رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب ہے تو جب انہوں نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو گویا سب رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا تاکہ بعد والوں کے لئے عبرت ہوں اور ہم نے کفر و تکذیب میں حد سے بڑھنے والے ظالموں کے لیے دنیا کے عذاب کے علاوہ آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [1]

وَّعَادًا وَّ ثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ٘ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں۔ اور ہم نے سب سے مثالیں بیان فرمائیں اور سب کو تباہ کرکے مٹا دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والے اور ان کے درمیان کی بہت سی قومیں (ہم نے ہلاک کردیں۔) اور ہم نے ہر قوم کیلئے مثالیں بیان فرمائیں اور ہم نے سب کو مکمل طور پر تباہ کردیا۔

﴿ وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَا۠ : اور عاد اور ثمود۔﴾ یعنی ہم نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود کو بھی ہلاک کر دیا اور کنوئیں والوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم تھی جو کہ بت پرستی کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُنہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے سرکشی کی، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٣٧، ص٨٠٣، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٣٧، ٦/٢١١، ملتقطاً.

السَّلام کو ایذا دی، اُن لوگوں کے مکان ایک کنوئیں کے گرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا اور یہ تمام قوم اپنے مکانوں سمیت اس کنوئیں کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔ کنویں والوں کے بارے میں اس کے علاوہ اور اَقوال بھی ہیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ قومِ عاد و ثمود اور کنوئیں والوں کے درمیان میں بہت سی امتیں ہیں جنہیں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔[1]

﴿ وَكُلًّا: اور سب سے۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہر قوم کو سمجھانے کیلئے مثالیں بیان فرمائیں، ان پر حجتیں قائم کیں اور ان میں سے کسی کو ڈر سنائے بغیر ہلاک نہ کیا اور جب انہوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو ہم نے سب کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔[2]

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور یہ ہو آئے ہیں اس بستی پر جس پر برا برساؤ برسا تھا تو کیا یہ اسے دیکھتے نہ تھے بلکہ انہیں جی اٹھنے کی امید تھی ہی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک یہ اس بستی پر ہو آئے ہیں جس پر بری بارش کی گئی تو کیا یہ اس بستی کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ یہ مرنے کے بعد اٹھنے کی امید نہیں رکھتے۔

﴿ وَلَقَدْ اَتَوْا: اور ضرور یہ ہو آئے ہیں۔ ﴾ یعنی کفارِ مکہ شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں بار بار اس بستی سے گزر چکے ہیں جس پر پتھروں کی بری بارش کی گئی تھی تو کیا کفارِ مکہ سفر کے دوران اس بستی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے تھے تاکہ ان کے انجام سے عبرت پکڑتے اور ایمان لاتے، بلکہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ یہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے قائل ہی نہیں کہ انہیں آخرت کے ثواب و عذاب کی کوئی پرواہ ہوتی، تو پھر ہلاکت کے آثار دیکھ کر یہ کس طرح

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ۳۸، ۳/۳۷۳.

2 ......جلالين، الفرقان، تحت الآية: ۳۹، ص۳۰۶.

عبرت حاصل کرتے اور ایمان لاتے۔

اِس آیت میں جس بستی پر پتھروں کی بارش ہونے کا ذکر ہوا اس سے مراد ''سدوم'' نامی بستی ہے جو کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی پانچ بستیوں میں سب سے بڑی بستی تھی۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیوں کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ پانچوں بستیوں کو ہلاک کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ ان بستیوں میں سب سے چھوٹی بستی کے لوگ تو اس خبیث بدکاری کے عامل نہ تھے جس میں باقی چار بستیوں کے لوگ مبتلا تھے، اس لئے انہوں نے تو نجات پائی جبکہ بقیہ چار بستیاں اپنی بدعملی کے باعث آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک کر دی گئیں۔ حقیقت میں چار یا پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں لیکن یہاں صرف ایک کا ذکر اس لئے ہے کہ کفارِ مکہ کا تجارتی سفروں کے درمیان جس بستی سے گزر ہوتا تھا وہ یہی تھی۔

وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًاؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَاؕ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا کیا یہ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔ قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے بہکا دیں اگر ہم ان پر صبر نہ کرتے اور اب جانا چاہتے ہیں جس دن عذاب دیکھیں گے کہ کون گمراہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو ٹھٹھا مذاق بنا لیتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) کیا یہ وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (اور کہتے ہیں کہ) قریب تھا کہ اگر ہم اپنے معبودوں پر ڈٹے نہ رہتے تو یہ (رسول) ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتے اور (اللہ فرماتا ہے کہ) عنقریب یہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون گمراہ تھا؟

﴿وَ اِذَا رَاَوْكَ: اور جب آپ کو دیکھتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن مشرکین کے سامنے آپ نے سابقہ قوموں کے واقعات بیان فرمائے ہیں، یہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو ٹھٹھا مذاق بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟[1]

﴿اِنْ كَادَ: قریب تھا۔﴾ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ وہ مشرکین مزید یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے ان معبودوں پر ڈٹے نہ رہتے اور ان کی عبادت پر ثابت قدم نہ رہتے تو قریب تھا یہ نبی ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوت اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اظہارِ معجزات نے کفار پر اتنا اثر کیا تھا اور دینِ حق کو اس قدر واضح کر دیا تھا کہ خود کفار کو اقرار ہے کہ اگر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر جمے نہ رہتے تو قریب تھا کہ بت پرستی چھوڑ دیں اور دینِ اسلام اختیار کریں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دینِ اسلام کی حقانیت اُن پر خوب واضح ہو چکی تھی اور شکوک و شُبہات مٹا ڈالے گئے تھے لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے ایمان قبول کرنے سے محروم رہے۔[3]

﴿وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ: اور عنقریب یہ جان لیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ عنقریب جب یہ لوگ آخرت کا عذاب دیکھیں گے تو اس وقت جان لیں گے کہ کون گمراہ تھا۔ یہ کفار کی اس بات کا جواب ہے جو انہوں نے کہی تھی کہ قریب ہے کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے بہکا دیں۔ یہاں بتایا گیا کہ بہکے ہوئے تم خود ہو اور آخرت میں یہ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف تم نے جو بہکانے کی نسبت کی ہے وہ محض بے جا ہے۔[4]

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿٤٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے۔

1 ......تفسیر طبری، الفرقان، تحت الآية: ٤١، ٩/٣٩٢.

2 ......تفسیر طبری، الفرقان، تحت الآية: ٤٢، ٩/٣٩٣.

3 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٢، ص٨٠٤.

4 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٢، ص٨٠٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیاتم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے تو کیا تم اُس پر نگہبان ہو؟

﴿اَرَءَیْتَ: کیاتم نے دیکھا۔﴾ زمانۂ جاہلیت میں عرب کے مشرکین کا دستور تھا کہ ان میں سے ہر ایک کسی پتھر کو پوجتا تھا اور جب کہیں اُسے کوئی دوسرا پتھر اس سے اچھا نظر آتا تو پہلے کو پھینک دیتا اور دوسرے کو پوجنے لگتا۔ اس آیت میں اسی چیز کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیاتم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اپنے نفس کی خواہش کو پوجنے لگا اور اسی کا فرمانبردار ہوگیا، وہ ہدایت کس طرح قبول کرے گا۔ تو کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُس پر نگہبان ہو کہ انہیں خواہش پرستی سے روک دو؟[1]

[illegible]

یاد رہے کہ بعض اوقات خواہشات کے سامنے بندے کی عقل مغلوب ہو کر چھپ جاتی ہے اور خواہش غالب آکر آدمی کو اپنا غلام بنالیتی ہے، ایسا کیسے اور کس طرح ہوتا ہے؟ اسے جاننے کے لئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام ملاحظہ ہو، چنانچہ آپ فرماتے ہیں ''ایک دل وہ ہوتا ہے جو خواہشات سے بھرا ہوا اور بری عادات سے آلودہ ہو اور اس میں ایسی خباثتیں ہوتی ہیں جن میں شیطانوں کے دروازے کھلتے اور فرشتوں کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ ایسے دل میں شر کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ اس میں نفسانی خواہشات کا خیال پیدا ہوتا اور کھٹکتا ہے تو دل حاکم یعنی عقل کی طرف دیکھ کر اس سے حکم پوچھنا چاہتا ہے تاکہ صحیح بات واضح ہو جائے اور چونکہ عقل نفسانی خواہشات کی خدمت سے مانوس ہوتی ہے لہٰذا وہ اس کے لیے طرح طرح کے حیلے تلاش کرتی اور خواہش کو پورا کرنے پر اس کی مدد کرتی ہے۔ جب وہ دل کی مدد کرتی ہے تو سینہ خواہش کے ساتھ کھلتا ہے اور اس میں خواہش کا اندھیرا پھیلتا ہے کیونکہ عقل کے لشکر اس کا مقابلہ کرنے سے رک جاتے ہیں اور خواہش پھیلنے کی وجہ سے شیطان کی سلطنت مضبوط ہو جاتی ہے اور اس وقت وہ ظاہری زینت، دھوکہ اور جھوٹی تمناؤں کے ذریعے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دھوکہ دینے کے لیے من گھڑت باتیں دل میں ڈالتا ہے اور یوں ایمان کی حکومت کمزور پڑ جاتی ہے یعنی وعدہ اور وعید پر یقین نہیں رہتا اور اُخروی خوف کے یقین کا نور ٹھنڈا پڑ جاتا ہے کیونکہ خواہش سے ایک سیاہ دھواں دل کی طرف اٹھتا ہے جو اس کے اَطراف کو بھر دیتا ہے حتّٰی کہ اس کے انوار مٹ جاتے ہیں اور اس وقت عقل اس آنکھ کی طرح ہوتی ہے جس کے پپوٹے

[1] ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٣، ص٨٠٤.

دھوئیں سے بھر جائیں اور اس وجہ سے بندہ دیکھنے پر قدرت نہیں رکھتا، شہوت کے غلبے سے بھی دل کی یہی حالت ہوتی ہے حتّٰی کہ دل سوچ و بچار کرنے کے قابل نہیں رہتا اور اس کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے اور اگر کوئی واعظ اسے حق بات بتا اور سنا دے تو وہ سمجھنے سے اندھا اور سننے سے بہرہ ہو جاتا ہے اور جب شہوت میں ہیجان ہوتا ہے تو شیطان اس پر حملہ کرتا ہے، پھر اَعضاء خواہش کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور یوں گناہ عالَمِ غیب سے ظاہر کی طرف آتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہوتا ہے۔ اسی قسم کے دل کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی میں اشارہ ہے۔

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے تو کیا تم اُس پر نگہبان ہو؟ یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان میں اکثر پر (اللہ کے عذاب کی) بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا اُنہیں ڈرانا اور نہ ڈرانا ان پر برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اور کئی دل ایسے ہیں کہ بعض خواہشات کی طرف نسبت کی صورت میں ان کی یہ حالت ہوتی ہے جیسے کوئی شخص بعض چیزوں سے پرہیز کرتا ہے لیکن جب وہ کسی حسین چہرے کو دیکھتا ہے تو اس کی آنکھ اور دل اس کے قابو میں نہیں رہتے، اس کی عقل چلی جاتی ہے اور دل کا ٹھہراؤ باقی نہیں رہتا یا وہ شخص جاہ ومرتبے، حکومت اور تکبر کے سلسلے میں اپنے دل کو قابو میں نہیں رکھ سکتا اور جب ان باتوں کے اسباب ظاہر ہوتے ہیں تو ضبط نہیں کرسکتا یا اس شخص کی طرح ہے جس

1 ......فرقان: ۴۳، ۴۴.

2 ......یس: ۷.

3 ......یس: ۱۰.

کے عیب بیان کیے جائیں یا اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ اپنے غصہ پر قابو نہیں پا سکتا یا وہ شخص جو درہم یا دینار لینے کی طاقت رکھتے وقت اپنے اوپر کنٹرول نہیں کر سکتا بلکہ وہ اس پر ایک دیوانے کی طرح گرتا ہے اور تقویٰ ومُرُوَّت کو بھی بھول جاتا ہے یہ سب باتیں اس لیے ہوتی ہیں کہ خواہش کا دھواں دل کی طرف چڑھتا ہے حتّٰی کہ وہ تاریک ہوجاتا ہے اور اس سے معرفت کے انوار مٹ جاتے ہیں اور یوں حیاء، مروت اور ایمان مٹ جاتا ہے اور وہ شیطانی مراد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگ جاتا ہے۔[1]

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں۔

﴿اَمْ تَحْسَبُ: یا یہ سمجھتے ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ مشرکین اپنی شدتِ عناد کی وجہ سے نہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات سنتے ہیں، نہ دلائل و براہین کو سمجھتے ہیں بلکہ یہ بہرے اور ناسمجھ بنے ہوئے ہیں، یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں کیونکہ چوپائے بھی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کرتے ہیں اور جو انہیں کھانے کو دے اس کے فرمانبردار رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے اور تکلیف دینے والے سے گھبراتے ہیں، نفع دینے والی چیز کی طلب کرتے، نقصان دینے والی چیز سے بچتے اور چراگاہوں کی راہیں جانتے ہیں، یہ کفار ان سے بھی بدتر ہیں کہ نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، نہ اس کے احسان کو پہچانتے ہیں، نہ شیطان جیسے دشمن کی ضَرَر رسانی کو سمجھتے ہیں، نہ ثواب جیسی عظیم نفع والی چیز کے طالب ہیں نہ عذاب جیسی سخت نقصان دہ اور ہلاکت

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان سرعة تقلب القلب وانقسام القلوب فی التغییر والثبات، ٣/٥٧-٥٨.

میں مبتلا کرنے والی چیز سے بچتے ہیں۔[1]

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ اس نے سائے کو کیسا دراز کیا؟ اور اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا بنا دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ: اے محبوب! کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو نہ دیکھا کہ اس کی صَنعت وقدرت کیسی عجیب ہے، اس نے سائے کو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کیسا دراز کیا کہ اس وقت ساری روئے زمین میں سایہ ہی سایہ ہوتا ہے نہ دھوپ ہے، نہ اندھیرا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سائے کو ایک ہی حالت پر ٹھہرا ہوا بنا دیتا کہ سورج طلوع ہونے سے بھی سایہ زائل نہ ہوتا۔ پھر ہم نے سورج کو سائے پر دلیل بنایا کیونکہ اگر سورج نہ ہوتو سائے کا پتہ ہی نہ چلے۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیا کہ طلوع کے بعد سورج جتنا اُونچا ہوتا گیا اتنا ہی سایہ سمٹتا گیا۔[2]

اشیاء کی طبعی تاثیریں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی طبعی تاثیریں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں، آگ کا جلانا، پانی کا پیاس

---

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٤٤، ٣/٣٧٤، مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٤، ص٨٠٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٥-٤٦، ص٨٠٤-٨٠٥.

بجھانا،ثقیل بدن کا سایہ بننا،سورج کا سایہ اٹھا دینا سب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے،اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو یہ تاثیریں ختم جائیں۔

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ کیا اور نیند کو آرام اور دن بنایا اُٹھنے کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھنے کے لیے بنایا۔

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ: اور وہی ہے جس نے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے اپنی تاریکی سے سب کچھ ڈھانپ دینے والا پردہ اور نیند کو تمہارے بدنوں کے لئے راحت اور کام کاج چھوڑ دینے کا وقت بنایا اور دن کو نیند سے اٹھنے کے لیے بنایا تا کہ تم دن میں روزی تلاش کرو اور کام کاج میں مشغول ہو۔[1]

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اور اس آیت میں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے کیونکہ رات کی تاریکی سے سب کچھ ڈھانپ دینے میں بے شمار دینی اور دُنْیَوی فوائد ہیں۔اس آیت میں نیند کو موت سے اور بیداری کو زندگی سے تشبیہ دینے میں نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے بڑی نصیحت ہے (اور اس کے ذریعے وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔) ایک مرتبہ حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے فرزند سے فرمایا: ''جیسے سوتے ہو پھر اُٹھتے ہو، ایسے ہی مرو گے اور موت کے بعد پھر اُٹھو گے۔[2]

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٤٧، ٣/٣٧٤.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٧، ص ٨٠٥.

مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں اپنی رحمت کے آگے مژدہ سناتی ہوئی اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا پاک کرنے والا۔ تاکہ ہم اس سے زندہ کریں کسی مُردہ شہر کو اور اسے پلائیں اپنے بنائے ہوئے بہت سے چوپائے اور آدمیوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجا جو خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ذریعے کسی مردہ شہر کو زندہ کریں اور وہ پانی اپنی مخلوق میں سے جانوروں اور بہت سے لوگوں کو پلائیں۔

﴿وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ: اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ معبود صرف وہی ہے جس نے بارش ہونے سے پہلے ہواؤں کو بھیجا جو بارش آنے کی خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں اور ہم نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا جو کہ حَدَث ونجاست سے پاک کرنے والا ہے تاکہ ہم اس پانی کے ذریعے خشکی سے بے جان ہو جانے والی سرزمین کو سرسبز وشاداب کر کے زندہ کر دیں اور وہ پانی اپنی مخلوق میں سے جانوروں اور بہت سے لوگوں کو پلائیں۔ [1]

بارش اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ بارش اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے اور اس کے بے شمار فوائد ہیں کہ اس کے ذریعے خشکی کی وجہ سے بے جان کھیتیاں سرسبز ہو کر زندہ ہوتی ہیں، لوگوں کو پاکی حاصل کرنے اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے کیلئے پانی ملتا ہے اور مخلوقِ خدا سیراب ہوتی ہے۔

1 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ٤٨-٤٩، ٦/٢٢٣-٢٢٤.

وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ﳲ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا(۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ان میں پانی کے پھیرے رکھے کہ وہ دھیان کریں تو بہت لوگوں نے نہ مانا مگر ناشکری کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے تا کہ وہ یادرکھیں تو بہت سے لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کردیا۔

﴿وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ: اور بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے۔﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ ہم نے بادل پیدا کرنے اور بارش نازل کرنے کا ذکر قرآن پاک (کی متعدد سورتوں) میں اور سابقہ رسولوں پر نازل ہونے والی تمام کُتب میں کیا تا کہ لوگ غوروفکر کر کے نصیحت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو پہچان کر اس کا شکر ادا کریں لیکن بہت سے لوگوں نے نعمت کی ناشکری کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کردیا۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے کہ کبھی کسی شہر میں بارش ہو کبھی کسی میں، کبھی کہیں زیادہ ہو اور کبھی کہیں حکمت کے تقاضے کے مطابق مختلف طور پر ہو تا کہ لوگ ہمارے اس احسان کو یاد رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت ونعمت میں غور کریں لیکن بہت سے لوگوں نے اس احسان کی ناشکری کرنے کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کردیا کیونکہ وہ بارش کے نزول کو صرف ظاہری اسباب کی طرف منسوب کرنے لگ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کو یاد نہ کیا۔[1]

اللہ تعالیٰ کی نعمت ملنے کو صرف مادی اسباب کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ملنے کو صرف مادی اسباب کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے یوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اصلاً اس کی نسبت نہ ہو کہ یہ بھی بعض اوقات ایک قسم کی ناشکری ہے اور بطورِ خاص کفار جن چیزوں کو حقیقی مُؤَثِّر مان کر نسبت کرتے ہیں ان کی طرف تو تنہا نسبت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت زید بن خالد جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے حُدَیْبِیَہ کے مقام پر صبح کی نماز فجر پڑھائی جس

[1]......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٥٠، ص٨٠٦، خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥٠، ٣/٣٧٥-٣٧٦، ملتقطاً.

کی رات کو بارش ہوئی تھی۔ جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے کیا فرمایا؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: ''اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہتر جانتے ہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے بندوں نے صبح کی تو کچھ مومن رہے اور کچھ کافر ہو گئے، جس نے کہا ہم پر اللّٰہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا ہے اور جس نے کہا ہم پر فلاں ستارے نے بارش برسائی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر یقین رکھا۔[1] حدیث پاک میں کفر سے مراد حقیقی کفر اس صورت میں ہے جب ستاروں کو مُؤثِّرِ حقیقی اعتقاد کر کے یہ بات کہی گئی ہو۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیجتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیج دیتے۔

﴿وَلَوْ شِئْنَا: اور اگر ہم چاہتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم چاہتے تو پہلے زمانے کی طرح ہر بستی اور شہر میں ایک جدا جدا ڈر سنانے والا بھیج دیتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سے ڈر سنانے کا بوجھ کم کر دیتے لیکن ہم نے تمام بستیوں کو ڈر سنانے کا بوجھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی پر رکھا تا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام جہان کے رسول ہو کر سب رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فضیلتوں کے جامع ہوں اور نبوت آپ پر ختم ہو کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہو۔[2]

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾

---

1 ……بخاری، کتاب الاذان، باب یستقبل الامام الناس اذا سلّم، ۱/۲۹۵، الحدیث: ۸۴۶.

2 ……روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ۵۱، ۶/۲۲۶.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کافروں کا کہا نہ مان اور اس قرآن سے ان پر جہاد کر بڑا جہاد۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں اور اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ: تو آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں۔﴾ کفارِ قریش حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہتے کہ آپ ہمارے آباء و اَجداد کا دین اختیار کر لیں، ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے اور آپ کے لئے ایک عظیم خزانہ جمع کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں تاکہ ان پر اچھی طرح ظاہر ہو جائے کہ ان چیزوں کی طرف آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو کوئی رغبت نہیں بلکہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی رغبت اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دینے میں ہے۔ (1)

﴿ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا: اور اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کے سامنے قرآنِ پاک میں موجود وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ پر مشتمل آیات کی تلاوت کر کے اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں کے حالات بیان کر کے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔ اس طور پر پوری دنیا میں دین کی دعوت عام کرنا جہادِ کبیر ہے اور کوئی دوسرا جہاد کمیت و کیفیت کے اعتبار سے اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ (2)

وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کیے دو سمندر یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے

1 ......البحر المحيط، الفرقان، تحت الآية: ٥٢، ٦/٤٦٤.

2 ......ابو سعود، الفرقان، تحت الآية: ٥٢، ٤/١٤٤-١٤٥، ملخصاً.

نہایت تلخ اوران کے بیچ میں پردہ رکھا اور روکی ہوئی آڑ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا (ان میں) یہ (ایک) میٹھا نہایت شیریں ہے اور یہ (ایک) کھاری نہایت تلخ ہے اوران کے بیچ میں اس نے ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنادی۔

﴿وَ هُوَ:اوروہی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، ان میں سے ایک (کا پانی) میٹھا نہایت شیریں ہے اور دوسرے کا کھاری نہایت تلخ ہے اوران دونوں کے بیچ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے نظر نہ آنے والا ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنادی تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں مل نہ سکے یعنی نہ میٹھا کھاری ہو، نہ کھاری میٹھا، نہ کوئی کسی کے ذائقہ کو بدل سکے، جیسے کہ دجلہ دریائے شور میں میلوں تک بہتا چلا جاتا ہے اوراس کے ذائقہ میں کوئی تغیر نہیں آتا۔[1] عجب شانِ الٰہی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿٥٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے آدمی کو پانی سے بنایا پھر اس کے (نسلی) رشتے اور سسرالی رشتے بنادیے اور تمہارا رب بڑی قدرت والا ہے۔

﴿وَ هُوَ:اوروہی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے گوشت، ہڈیوں، پٹھوں، رگوں اور خون سے مُرَکَّب، اچھی صورت پر آدمی کو پانی یعنی نطفہ سے بنایا، پھر اس کے نسلی رشتے اور سسرالی رشتے بنادیے تاکہ اس کی نسل

1 ......ابو سعود، الفرقان، تحت الآية: ٥٣، ٤/١٤٥.

چلے اور تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ بڑی قدرت والا ہے کہ اس نے ایک نطفہ سے مختلف اَعضاء والے، جدا جدا طبیعتوں والے، طرح طرح کے اَخلاق والے اور مذکر و مؤنث دو قسم کے انسان پیدا کئے، تو جو ایسے انسانوں اور ان کے علاوہ اور بے شمار چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ [1]

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَ لَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کا بھلا برا کچھ نہ کریں اور کافر اپنے رب کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (مشرک) اللّٰہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نفع دیں اور نہ نقصان پہنچائیں اور کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار رہے۔

﴿وَ یَعْبُدُوْنَ: اور وہ عبادت کرتے ہیں۔﴾ توحید کے دلائل بیان فرمانے کے بعد اس آیت سے اللّٰہ تعالٰی نے بتوں کی پوجا کرنے میں مشرکین کی مذمت بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ مشرک اللّٰہ تعالٰی کے سوا ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کرنے کی صورت میں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور ان کی عبادت کرنا چھوڑ دینے کی صورت میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جبکہ وہ لوگ اس رب تعالٰی کی عبادت کو چھوڑے ہوئے ہیں جس نے انہیں ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان میں سے چھوٹی سی نعمت بھی اللّٰہ تعالٰی کے سوا کوئی اور عطا نہیں کر سکتا۔ [2]

﴿وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِیْرًا: اور کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار رہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کافر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے مقابلے میں شیطان کا مددگار رہے کیونکہ بت پرستی کرنا شیطان کو مدد دینا ہے۔ [3]

1 ...... جلالين مع صاوى، الفرقان، تحت الآية: ٥٤، ٤/١٤٤٢-١٤٤٣.
2 ...... تفسير كبير، الفرقان، تحت الآية: ٥٥، ٨/٤٧٥، تفسير طبرى، الفرقان، تحت الآية: ٥٥، ٩/٤٠١، ملتقطاً.
3 ...... خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥٥، ٣/٣٧٦-٣٧٧.

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا(۵۶) قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا(۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا۔ تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ لے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا لیکن جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کو ایمان وطاعت پر جنت کی خوشخبری دینے والا اور کفر ومَعصیت پر جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔[1]

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکوں سے فرما دیں کہ میں وحی کی تبلیغ پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا لیکن جو چاہے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف راستہ اختیار کرے اور اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرے۔ مراد یہ ہے کہ ایمانداروں کا ایمان لانا اور ان کا طاعتِ الٰہی میں مشغول ہونا ہی میرا اجر ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اس پر جزا عطا فرمائے گا اس لئے کہ اُمت کے نیک لوگوں کے ایمان اور اُن کی نیکیوں کے ثواب اُنہیں بھی ملتے ہیں اور اُن کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جن کی ہدایت سے وہ اس رتبہ پر پہنچے۔[2]

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا(۵۸) ۚۛ

مع ٨

1 ……خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥٦، ٣/٣٧٧.

2 ……روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٥٧، ٦/٢٣٣.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا اور اسے سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور وہی کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں پر خبردار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس زندہ پر بھروسہ کرو جو کبھی نہ مرے گا اور اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے وہی کافی ہے۔

﴿وَتَوَكَّلْ: اور بھروسہ کرو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان مشرکوں سے فرما دیں: ''میں وحی کی تبلیغ پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، اور اس آیت میں حکم فرمایا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام اُمور میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ فرمائیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس زندہ پر بھروسہ کریں جو کبھی نہ مرے گا اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے، کیونکہ مرنے والے پر بھروسہ کرنا عقلمند کی شان نہیں اور آپ اس کی حمد کرتے ہوئے پاکی بیان کریں اور اس کی طاعت اور شکر بجالائیں۔ اور اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے وہی کافی ہے، اس سے کسی کا گناہ چھپ سکتا ہے اور نہ کوئی اُس کی گرفت سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ [1]

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے وہ بڑی مہر والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے پھر اس نے عرش پر

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥٨، ٣/٣٧٧، مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٥٨، ص٨٠٨، ملتقطاً.

استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ نہایت رحم فرمانے والا ہے تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔

﴿فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ: چھ دن میں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ چھ دن کی مقدار میں بنائے، کیونکہ اس وقت رات، دن اور سورج تو تھے ہی نہیں اور اتنی مقدار میں پیدا کرنا اپنی مخلوق کو آہستگی اور اطمینان کی تعلیم دینے کے لئے ہے، ورنہ وہ ایک لمحہ میں سب کچھ پیدا کر دینے پر قادر ہے۔[1]

نوٹ: آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کرنے کے بارے میں مزید تفصیلی معلومات کے لئے سورۂ اعراف آیت نمبر 54 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ: عرش پر اِستواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔﴾ علماء فرماتے ہیں کہ استواء اور اس طرح کی جو چیزیں قرآن پاک کی آیات میں ذکر ہوئی ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کے درپے نہیں ہوتے، ان کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بعض مفسرین اِستواء کو بلندی اور برتری کے معنی میں لیتے ہیں اور بعض اِستیلاء کے معنی میں لیکن پہلا قول ہی زیادہ مضبوط اور سلامتی والا ہے یعنی یہ کہ اس کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ کے عرش پر استواء فرمانے کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۂ اعراف آیت نمبر 54 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿فَسْــٴَـلْ بِهٖ خَبِیْرًا: تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔﴾ اس آیت میں انسان سے خطاب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کسی ایسے شخص سے دریافت کرے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو۔[2]

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ ۚ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ۩ (۶۰)

ع ۵ السجدۃ ۳

---

1 ……روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ۵۹، ۶/۲۳۴.

2 ……مدارك، الفرقان، تحت الآیة: ۵۹، ص۸۰۸.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے کیا ہم سجدہ کرلیں جسے تم کہو اور اس حکم نے انہیں اور بدکنا بڑھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں: رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کرلیں جس کا تم ہمیں کہہ دو اور اس حکم نے ان کی نفرت کو اور بڑھا دیا۔

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ: اور جب ان سے کہا جائے۔﴾ یعنی جب رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مشرکین سے فرمائیں کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں: رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کرلیں جس کا تم ہمیں کہہ دو۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ رحمٰن کو جانتے نہیں اور عناد کی وجہ سے ان کا یہ کہنا باطل ہے کیونکہ لغتِ عرب کو جاننے والا خوب جانتا ہے کہ رحمٰن کے معنی نہایت رحمت والا ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ مشرکوں کو سجدہ کرنے کا حکم دینا اُن کے لئے اور زیادہ ایمان سے دوری کا باعث ہوا۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ اور روشن کرنے والا چاند بنایا۔

﴿بُرُوْجًا: بُرج۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کے بارے میں بیان کیا گیا کہ سجدے کے حکم نے کافروں کی نفرت اور

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٠، ص٨٠٨.

ایمان سے دوری میں اضافہ کیا اور اس آیت سے ان چیزوں کو بیان کیا جارہا ہے جن میں اگر کافر غور وفکر کریں تو وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اسے سجدہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان برجوں میں سورج اور روشن کرنے والا چاند بنایا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ بروج سے سات سَیّارہ ستاروں کی منزلیں مراد ہیں اور ان برجوں کی تعداد بارہ ہے۔ (1) حَمَل۔ (2) ثَور۔ (3) جَوزاء۔ (4) سَرطان۔ (5) اَسد۔ (6) سُنبُلہ۔ (7) میزان۔ (8) عَقرَب۔ (9) قَوس۔ (10) جَدی۔ (11) دَلو۔ (12) حُوت۔[2] مِرِّیخ کے برج حَمَل اور عَقرَب ہیں، زُہَرہ کے ثَور اور میزان، عُطارِد کے جَوزاء اور سُنبُلہ، چاند کا سَرطان، سورج کا اسد، مشتری کے قَوس اور حُوت اور زُحَل کے جَدی اور دَلو ہیں۔[3]

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کیلئے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا (یہ) اس کیلئے (نشانی) ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے یا جو (اللہ کا) شکر ادا کرنا چاہتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ معبود وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا کہ ان میں سے ایک کے بعد دوسرا آتا اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے تاکہ جس کا عمل رات یا دن میں سے کسی ایک میں قضا ہو جائے

1 ......تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ٦١، ٨/٤٧٩.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ٦١، ٣/٣٧٨.

3 ......جلالین، الفرقان، تحت الآیۃ: ٦١، ص٣٠٧-٣٠٨.

تو وہ دوسرے میں ادا کرلے۔ یہ رات اور دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا اور قائم مقام ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کی دلیل ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن میں ایسا نظام قائم فرمایا کہ جب رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور اس نے کوئی دن ایسا نہیں بنایا جس کے لئے رات نہ ہو اور کوئی رات ایسی نہیں بنائی جس کے لئے دن نہ ہوتا کہ لوگوں کو سالوں کی گنتی معلوم رہے اور انہیں وہ وقت معلوم ہو جس میں کاروبار وغیرہ کے لئے نکلنا ہے اور وہ وقت بھی معلوم ہو جس میں انہیں راحت و آرام کرنا ہے اور یہ عظیم الشّان نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے کمال کی دلیل ہے۔[1]

﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ: اس شخص کیلئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے۔﴾ یعنی رات اور دن کی تبدیلی اور ان کا ایک دوسرے کے قائم مقام ہونے میں اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت پر نشانی موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور وفکر کر کے نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے، جب وہ ان میں غور وفکر کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان چیزوں کو پیدا کرنے اور ایسے بہترین نظام کو قائم کرنے کے لئے کوئی ایک ایسی ہستی ہونا ضروری ہے جو مکمل قدرت رکھتی ہو، کامل حکمت والی ہو، واجب بِالذّات ہو اور بندوں پر رحیم و مہربان ہو، اسی طرح ان میں اس شخص کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کی نشانی موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے رات اور دن میں موجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے۔[2]

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

---

1 ……خازن، الفرقان، تحت الآیة: ۶۲، ۳/۳۷۸، روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ۶۲، ۶/۲۳۸، ملتقطاً.

2 ……روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ۶۲، ۶/۲۳۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''بس سلام''۔

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ: اور رحمٰن کے وہ بندے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار و منافقین کے احوال اور ان کا انجام ذکر ہوا، اب یہاں سے کامل مومنین کے تقریباً 12 اَوصاف بیان کئے گئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے۔ (1) وہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ (2) جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''بس سلام'' (3) وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔ (4) جہنم کا عذاب پھر جانے کی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں۔ (5) اِعتدال سے خرچ کرتے ہیں، اس میں نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں۔ (6) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے۔ (7) جس جان کو ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، اسے قتل نہیں کرتے۔ (8) بدکاری نہیں کرتے۔ (9) جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (10) جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ (11) جب انہیں ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ (12) وہ یوں دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا: جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔﴾ اس آیت میں بیان ہوا کہ کامل ایمان والوں کا اپنے نفس کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ اطمینان اور وقار کے ساتھ، عاجزانہ شان سے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ مُتکبرانہ طریقے پر جوتے کھٹکھٹاتے، پاؤں زور سے مارتے اور اتراتے ہوئے نہیں چلتے۔[1] کہ یہ متکبرین کی شان ہے اور شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ جائے گا۔

---

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٣، ص٨٠٩، ملخصاً.

2 ......بنی اسرائیل: ٣٧.

سکون اور وقار سے چلنے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن کو آہستہ، سکون واطمینان اور وقار کے ساتھ چلنا چاہئے۔ اَحادیث میں بھی اس چیز کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ یہاں 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تمہارے لئے سکون (سے چلنا) ضروری ہے کیونکہ دوڑنے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تیز چلنا ایمان والوں کی ہیبت ختم کر دیتا ہے۔‘‘[2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تیز چلنا چہرے کے حسن کو ختم کر دیتا ہے۔‘‘[3]

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس طرح چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو شریعت کا پسندیدہ طریقہ ہے اور اس طرح چلنے سے محفوظ فرمائے جس سے شریعت نے منع کیا اور اسے ناپسند فرمایا ہے، اٰمین۔

﴿ وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں۔﴾ یہاں یہ بیان ہوا کہ کامل ایمان والے دوسروں کے ساتھ کیسے پیش آتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں اور کوئی ناگوار کلمہ یا بے ہودہ یا ادب وتہذیب کے خلاف بات کہتے ہیں تو کہتے ہیں ’’بس سلام‘‘ اس سے مراد مُتارَکت کا سلام ہے اور معنی یہ ہے کہ جاہلوں کے ساتھ جھگڑا کرنے سے اِعراض کرتے ہیں یا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہیں۔[4]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی معاملے میں کوئی جاہل جھگڑا کرنا شروع کرے تو اس سے اعراض کرنے

1......بخاری، کتاب الحج، باب امر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالسکینۃ عند الافاضۃ... الخ، ۱/۵۵۸، الحدیث: ۱٦۷۱.

2......حلیۃ الاولیاء، ذکر جماعۃ من العارفین العراقیین، محمد بن یعقوب، ۱۰/۳۰۸، الحدیث: ۱۵۳۰۹.

3......کنز العمال، کتاب المعیشۃ والآداب، قسم الاقوال، آداب المشی، ۸/۱۷۵، الحدیث: ٤۱٦۱٤، الجزء الخامس عشر.

4......ابو سعود، الفرقان، تحت الآیۃ: ٦۳، ٤/۱٤۸.

کی کوشش ہی کرنی چاہئے اوراس کی جاہلانہ گفتگو کے جواب میں اگر کوئی بات کریں تو وہ ایسی ہو جس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو اور وہ اس جاہل کے لئے اَذِیَّت کا باعث بھی نہ ہو، ترغیب اور تربیت کے لئے یہاں ایک واقعہ ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت نعمان بن مقرن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ایک شخص نے دوسرے شخص کو برا بھلا کہا تو جسے برا بھلا کہا گیا، اس نے یہ کہنا شروع کر دیا: تم پر سلام ہو۔ اس پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سنو! تم دونوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے جو (اے برا بھلا کہے گئے شخص!) تمہاری طرف سے دفاع کرتا ہے، جب یہ تمہیں برا بھلا کہتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے: نہیں، بلکہ تم ایسے ہو اور تم اس کے زیادہ حق دار ہو، اور جب تم اس سے کہتے ہو ’’تم پر سلام ہو‘‘ تو فرشتہ کہتا ہے: نہیں، بلکہ تمہارے لئے سلامتی ہو اور تم اس کے زیادہ حق دار ہو۔[1]

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ: اور وہ جو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کامل ایمان والوں کی مجلسی زندگی اور مخلوق کے ساتھ پاکیزہ معاملے کا بیان ہوا اور اب یہاں سے اُن کی خَلْوَت کی زندگانی اور حق کے ساتھ رابطے کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کامل ایمان والوں کی خلوت وتنہائی کا حال یہ ہے کہ ان کی رات اللّٰہ تعالٰی کے لئے اپنے چہروں کے بل سجدہ کرتے اور اپنے قدموں پر قیام کرتے ہوئے گزرتی ہے۔[2]

رات میں عبادت کرنے کی ترغیب

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ آرام کرنے کے بعد رات میں کچھ نہ کچھ نفلی عبادت ضرور کیا کرے تاکہ اس میں

1 ......مسند امام احمد، حدیث النعمان بن مقرن رضی اللّٰہ عنہ، ۱۹۱/۹، الحدیث: ۲۳۸۰۶.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۶۴، ۳۷۸/۳.

کامل ایمان والوں کے اوصاف پیدا ہوں اور آخرت کے لئے نیکیوں کا کچھ ذخیرہ جمع ہو۔ ایک اور مقام پر کامل ایمان والوں کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا٘ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں اور وہ ڈرتے اور امید کرتے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خیرات کرتے ہیں۔

اور پرہیزگار لوگوں کی جزا اور ان کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَؕ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے، بیشک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرنے والے تھے۔ وہ رات میں کم سویا کرتے تھے۔ اور رات کے آخری پہروں میں بخشش مانگتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دن میں بھی اور رات میں بھی اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

رات میں عبادت کرنے کے فوائد

یاد رہے کہ جو عبادت جس وقت کرنا فرض ہے اسے اس وقت ہی کیا جائے گا البتہ نفلی عبادت رات میں کرنا دن کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہے، اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ رات میں کچھ دیر سونے کے بعد اٹھ کر عبادت کرنا دن کی نماز کے مقابلے میں زبان اور دل کے درمیان زیادہ موافقت کا سبب ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور سمجھنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس وقت شور وغل نہیں ہوتا بلکہ سکون اور اطمینان ہوتا ہے جو کہ دل جمعی حاصل ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس وقت عبادت کرنے میں کامل اخلاص نصیب ہوتا ہے اور عبادت میں ریاکاری، نمود و نمائش اور دکھلاوا نہیں ہوتا کیونکہ عام طور پر اس وقت لوگ بیدار نہیں

1 ......السجدة:١٦.

2 ......الذاريات:١٥-١٨.

ہوتے جس کی وجہ سے ریاکاری کا موقع نہیں ہوتا۔ یہ تینوں فوائد قرآن مجید میں انتہائی جامع انداز میں بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ سورۂ مُزَّمِّل میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک رات کو قیام کرنا زیادہ موافقت کا سبب ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

راتیں عبادت میں گزارنے والی دو بزرگ خواتین

ہمارے بزرگانِ دین اپنی راتوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے گزارا کرتے تھے اور ان کی شب بیداری کے ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات ہیں کہ انہیں سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، یہاں بطورِ خاص دو بزرگ خواتین کے واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......امام محمد بن سیرین رَحْمَةُاللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کی بہن حضرت حفصہ بن سیرین رَحْمَةُاللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهَا بصرہ میں ایک انتہائی عبادت گزار خاتون تھیں، آپ رَحْمَةُاللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهَا ساری رات نماز پڑھتے ہوئے گزار دیتیں اور نماز میں آدھا قرآن پاک تلاوت فرماتیں۔ بسا اوقات اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر اتنی دیر نماز میں کھڑی رہتیں کہ آپ کا چراغ بجھ جاتا، لیکن آپ کے لئے صبح تک (چراغ کی روشنی کے بغیر) گھر روشن رہتا۔

(2)......حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَةُاللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهَا کی اپنی وفات تک یہ عادت رہی کہ آپ ساری رات نماز پڑھتی رہتیں اور جب فجر کا وقت قریب ہوتا تو تھوڑی دیر کے لئے سو جاتیں، پھر بیدار ہو کر کہتیں: اے نفس! تم کتنا سوؤ گے اور کتنا جاگو گے، عنقریب تم ایسی نیند سو جاؤ گے کہ اس کے بعد قیامت کی صبح کو ہی بیدار ہو گے۔[2]

ان واقعات میں مسلمان خواتین کے لئے بڑی نصیحت ہے، انہیں چاہئے کہ اپنی راتیں غفلت کی نیند سو کر اور عبادت سے خالی نہ گزاریں بلکہ رات میں اٹھ کر کچھ نہ کچھ عبادت کیا کریں اور اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اپنی، اپنے اہلِ خانہ اور دیگر مسلمانوں کی بخشش و مغفرت کی دعائیں مانگا کریں۔

تھوڑی عبادت کرنے والے کو بھی شب بیداری کا ثواب

یاد رہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور وہ اپنے کرم سے رات میں تھوڑی عبادت کرنے پر بھی

1 ......المزمل: ٦.

2 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ٦٤، ٦/٢٤٢.

شب بیداری کا ثواب عطا فرما دیتا ہے، چنانچہ یہاں تھوڑی عبادت کرنے پر شب بیداری کا ثواب ملنے سے متعلق دو روایات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اُس نے آدھی رات کے قیام کا ثواب پایا اور جس نے نمازِ فجر بھی باجماعت ادا کی وہ ساری رات عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔‘‘(1)

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ جس کسی نے عشاء کے بعد دو رکعت یا اس سے زیادہ نفل پڑھے وہ شب بیداری کرنے والوں میں داخل ہے۔(2)

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖۗ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب بیشک اس کا عذاب گلے کا غُل ہے۔ بیشک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا ہے۔ بیشک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔

﴿رَبَّنَا: اے ہمارے رب!﴾ کامل ایمان والوں کی شب بیداری اور عبادت کا ذکر فرمانے کے بعد اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ان کی ایک دعا کا بیان فرمایا کہ وہ اپنی نمازوں کے بعد اور عام اوقات میں یوں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے جو کہ انتہائی شدید دردناک ہے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا اور

---

1 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ص٣٢٩، الحدیث: ٢٦٠(٦٥٦).

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ٦٤، ٣/٣٧٨.

کافروں سے جدا نہ ہونے والا ہے، بیشک جہنم بہت ہی بری ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔[1]

آیت [illegible] سے معلوم ہونے والی باتیں

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......اپنی عبادت و ریاضت پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اس کی خفیہ تدبیر سے خوفزدہ رہنا چاہئے کہ یہ کامل ایمان والوں کا طریقہ ہے۔ چنانچہ امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان کی اس دعا سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ کثرتِ عبادت کے باوجود اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں عاجزی، اِنکساری اور گریہ وزاری کرتے ہیں۔[2]

(1)......علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کامل ایمان والے مخلوق کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خوب کوشش کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بہت ڈرتے ہیں اور اپنے اوپر سے عذاب پھیر دیئے جانے کی گریہ وزاری کے ساتھ التجائیں کرتے ہیں، گویا کہ وہ انتہائی عبادت گزاری اور پرہیزگاری کے باوجود جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں تو خود کو گناہگاروں میں شمار کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کو شمار نہیں کرتے اور اپنے احوال پر بھروسہ نہیں کرتے۔[3]

(1)......بطورِ خاص نماز کے بعد دعا کرنی چاہئے، نماز پڑھنے والا تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ، امام ہو یا مقتدی اور عمومی طور پر جب بھی موقع ملے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہنا چاہئے۔

وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

---

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٥-٦٦، ص ٨١٠، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٦٥-٦٦، ٦/٢٤٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٥، ص ٨١٠.

3 ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٦٦، ٦/٢٤٣-٢٤٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال سے رہتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں۔**﴾** یہاں کامل ایمان والوں کے خرچ کرنے کا حال ذکر فرمایا جارہا ہے کہ وہ اسراف اور تنگی دونوں طرح کے مذموم طریقوں سے بچتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال سے رہتے ہیں۔

اسراف اور تنگی کرنے سے مراد

اسراف مَعصِیَت میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ایک بزرگ رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے کہا کہ اسراف میں کوئی بھلائی نہیں تو دوسرے بزرگ رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے کہا: ''بھلائی کے کام میں اسراف ہوتا ہی نہیں۔ اور تنگی کرنے کے بارے میں حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ''اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللّٰہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے حقوق ادا کرنے میں کمی کرے۔ مروی ہے کہ جس نے کسی حق کو منع کیا اُس نے اِقتار یعنی تنگی کی اور جس نے ناحق میں خرچ کیا اس نے اسراف کیا۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں جن حضرات کا ذکر ہے وہ سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بڑے بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ ہیں جو لذت اور ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنے کے لئے کھاتے، نہ خوبصورتی اور زینت کے لئے پہنتے۔ بھوک روکنا، ستر چھپانا، سردی گرمی کی تکلیف سے بچنا بس یہی ان کا مقصد تھا۔ [1]

[illegible]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ دنیا سے بے رغبت رہتے اور دنیا سے صرف اتنا ہی لیا کرتے تھے جتنا ان کی اہم ضروریاتِ زندگی کے لئے کافی ہو، نیز وہ عیش و عشرت اور ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنے کی بجائے سادہ زندگی گزارتے اور اپنے نفس کو دنیا کی سختی اور مشقت برداشت کرنے کا عادی بناتے اور دُنْیَوی زندگی کے قیمتی لمحات کو اپنی آخرت کی زندگی بہتر سے بہتر بنانے میں صَرف کیا کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: میں نے ستر بدری

---

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٧، ص ٨١٠، خازن، الفرقان، تحت الآية: ٦٧، ٣/٣٧٩، ملتقطاً.

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو دیکھا، وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اَشیاء سے اس قدر اِجتناب کرتے تھے جتنا تم حرام اشیاء سے پرہیز نہیں کرتے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جس قدر تم فراخی کی حالت پر خوش ہوتے ہو اس سے زیادہ وہ آزمائشوں پر خوش ہوا کرتے تھے، اگر تم انہیں دیکھ لیتے تو کہتے یہ مجنون ہیں، اور اگر وہ تمہارے بہترین لوگوں کو دیکھتے تو کہتے: ان لوگوں کا کوئی اخلاق نہیں، اور اگر وہ تم میں سے برے لوگوں کو دیکھتے تو کہتے: ان کا قیامت کے دن پر ایمان نہیں۔ ان میں سے ایک کے سامنے حلال مال پیش کیا جاتا تو وہ نہ لیتا اور کہتا: مجھے اپنے دل کے خراب ہونے کا ڈر ہے۔[1]

یہاں ان کی زُہد و تقویٰ سے بھرپور زندگی کے 4 واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اہلِ بصرہ کا ایک وفد حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی معیت میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور (کچھ دنوں میں) انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روزانہ ایک چھوٹی روٹی تناول فرماتے ہیں اور یہ روٹی کبھی گھی کے ساتھ، کبھی زیتون کے ساتھ اور کبھی دودھ کے ساتھ کھاتے ہیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کبھی خشک گوشت کے ٹکڑے ملتے جنہیں کوٹ کر پانی سے تر کیا ہوا ہوتا اور کبھی تھوڑا سا تازہ گوشت ملتا۔ ایک دن آپ نے اہلِ بصرہ سے فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تم سے اچھا کھانا کھا سکتا ہوں، آسائش والی زندگی گزار سکتا ہوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں سینے کے گوشت، گھی، آگ پر بھنے ہوئے گوشت، چٹنی اور چپاتیوں سے ناواقف نہیں ہوں (لیکن میں انہیں اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے استعمال نہیں کرتا) کیونکہ ایسی چیزوں کو استعمال کرنے پر اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو عار دلائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے۔

(اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن مجھ سے بھی یہ نہ فرما دیا جائے۔)[3]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: قحط سالی کے دنوں میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خود کو گھی کھانے سے روک رکھا تھا اور آپ صرف زیتون پر گزارا کیا کرتے تھے۔ ایک دن زیتون کھانے کی

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب الفقر والزهد، بیان تفصیل الزهد فیما هو من ضروریات الحیاة، ٤/٢٩٧.

2 ......الاحقاف: ٢٠.

3 ......الزهد لابن مبارك، باب ما جاء فی الفقر، ص٢٠٤، روایت نمبر: ٥٧٩، الجزء الاوّل.

وجہ سے آپ کے پیٹ میں تکلیف ہونے لگی تو آپ نے پیٹ پر انگلی مار کر فرمایا: ’’تجھے جتنی تکلیف ہوتی ہے ہوتی رہے، جب تک لوگوں سے فاقہ کی سختی ختم نہیں ہوجاتی تیرے لئے میرے پاس یہی کچھ ہے۔‘‘[1]

(3)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے اپنے دورِ خلافت میں تین درہم کا ایک کپڑا خریدا اور اسے پہنا، آپ نے اس کی آستینیں کلائیوں سے کاٹ کر فرمایا: ’’تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنے عمدہ لباس میں سے یہ لباس پہنایا۔‘‘[2]

(4)......جب حمص کے گورنر حضرت عمیر بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: ’’تم کیا کچھ لے کر آئے ہو؟ حضرت عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ’’میرے پاس میرا تھیلا ہے جس میں اپنا زادِ راہ رکھتا ہوں، ایک پیالہ ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں اور اسی سے اپنا سر اور کپڑے وغیرہ دھوتا ہوں، ایک پانی کا برتن ہے جس میں پانی پیتا ہوں اور وضو وغیرہ کرتا ہوں اور ایک لاٹھی ہے جس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اگر کوئی دشمن آجائے تو اسی لاٹھی سے اس کا مقابلہ کرتا ہوں، خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس کے علاوہ میرے پاس دُنْیَوی مال و مَتاع نہیں۔‘‘[3]

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے

1......الزهد لابن حنبل، زهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه، ص١٤٥، روایت نمبر: ٦٠٨.
2......احیاء علوم الدین، کتاب الفقر والزهد، بیان تفصیل الزهد فیما هو من ضروریات الحیاة، ٢٨٨/٤.
3......عیون الحکایات، الحکایة الاولی، ص١٣.

جسے **اللّٰہ** نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا وہ سزا پائے گا۔

﴿وَالَّذِیْنَ: اور وہ جو۔﴾ کامل ایمان والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ فضیلت والے اعمال سے مُتَّصِف ہونے کے ساتھ ساتھ قبیح اور برے کاموں سے بھی بچتے ہیں جیسے وہ **اللّٰہ** تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے، شرک سے بَری اور بیزار ہیں اور وہ اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے قتل کرنے کو **اللّٰہ** تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اور اس کا خون مُباح نہیں کیا جیسے کہ مومن اور معاہدہ کرنے والا کافر، یونہی وہ بدکاری نہیں کرتے اور جو شخص بھی ان کاموں میں سے کوئی کام کرے گا تو وہ اس کی سزا پائے گا۔(1)

یاد رہے کہ **اللّٰہ** تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا اور زنا کرنا بہت بڑے گناہ ہیں، جیسا کہ حضرت **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میں نے رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا ’’کونسا گناہ سب میں بڑا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’یہ کہ تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک کرے، حالانکہ تجھے اُس نے پیدا کیا۔ میں نے عرض کی: پھر اس کے بعد کونسا گناہ؟ ارشاد فرمایا ’’یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس لیے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے عرض کی: پھر کونسا؟ ارشاد فرمایا ’’یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔ **اللّٰہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق میں یہ آیت ’’ **وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ** ‘‘ نازل فرمائی۔(2)

اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب بیعت لیتے تو بطورِ خاص یہ تین گناہ یعنی شرک، کسی کو ناحق قتل اور زنا نہ کرنے پر بیعت لیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک مجلس میں تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا ’’تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ **اللّٰہ** تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، زنا نہیں کرو گے، چوری نہیں کرو گے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرو گے جسے قتل کرنا **اللّٰہ** تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ تم میں سے جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر **اللّٰہ** تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور جس نے ان حرام کردہ چیزوں میں سے کسی کا اِرتکاب کر لیا اور اسے (دنیا میں ہی اس کی شرعی) سزا دے دی گئی تو وہ اس کا

---

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٨، ص ٨١٠-٨١١، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٦٨، ٢٤٦/٦-٢٤٧، ملتقطاً.

2 ......بخاری، كتاب الادب، باب قتل الولد خشية ان يأكل معه، ١٠٠/٤، الحديث: ٦٠٠١.

کفارہ ہے اور جس نے ان میں سے کسی حرام کام کو کیا اور اللہ تعالیٰ نے (دنیا میں) اس کا پردہ رکھا تو (آخرت میں) اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو اسے معاف کر دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے۔[1]

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے لئے قیامت کے دن عذاب بڑھا دیا جائے گا اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿يُضٰعَفْ: بڑھا دیا جائے گا۔﴾ یعنی جو شخص شرک کے ساتھ ساتھ ناحق قتل کرنے اور زنا کاری وغیرہ گناہوں کا مُرتکب ہو گا تو وہ قیامت کے دن شرک کے عذاب میں گرفتار ہو گا اور اس کے ساتھ دیگر گناہوں کے عذاب میں بھی مبتلا ہو گا اور یوں اس کا عذاب بڑھا دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس دگنے عذاب میں ذلت سے رہے گا۔[2]

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ: مگر جو توبہ کرے۔﴾ یعنی جو شخص شرک، ناحق قتل، زنا اور دیگر کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور توبہ کے بعد نیک کام کرے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اس کی بخشش و مہربانی کے آثار میں سے یہ ہے کہ وہ

1 ......مسلم، کتاب الحدود، باب الحدود کفارات لاھلها، ص٩٣٩، الحديث: ٤١(١٧٠٩).

2 ......تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآية: ٦٩، ٤٨٤/٨.

گناہوں سے توبہ کرنے والوں، ایمان لانے والوں اور توبہ وایمان کے بعد نیک عمل کرنے والواں کی برائیاں نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور نیک اعمال کرنے پر انہیں ثواب عطا فرماتا ہے۔[1]

برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے کے معنی

مفسرین نے برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں، ان میں سے تین معنی درج ذیل ہیں،

(1)......اس کا معنی یہ ہے کہ برائی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نیکی کرنے کی توفیق دیدے گا۔

(2)......اس کا یہ معنی ہے کہ برائیوں کو توبہ سے مٹادے گا اور ان کی جگہ ایمان وطاعت وغیرہ نیکیاں ثبت فرمائے گا۔

(3)......اس کا یہ معنی ہے کہ آیت میں بیان گئے اوصاف سے مُتَّصِف لوگوں سے حالتِ اسلام میں جو گناہ ہوئے ہوں گے انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔[2]

اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی اور شانِ کرم

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں یقیناً جانتا ہوں سب کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا اور سب سے آخر میں جہنم سے کون نکلے گا۔ ایک شخص ایسا ہوگا جسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا ''اس شخص کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو چنانچہ اس کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا ''تو نے فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا؟ وہ شخص اقرار کرے گا اور کہے گا ''میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار کی سکت نہیں پاتا، اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ان کا حساب نہ شروع ہو جائے۔ اس شخص سے کہا جائے گا: جا تجھے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جاتی ہے۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''یہ بیان فرماتے ہوئے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو (اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی اور اس کی شانِ کرم پر) خوشی ہوئی اور چہرۂ اقدس پر سُرور سے تبسُّم کے آثار نمایاں ہوئے۔[3]

---

1 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۰، ٦/۲٤۷، مدارك، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۰، ص ۸۱۱، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۰، ص ۸۱۱، خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۰، ۳/۳۸۰، ملتقطاً.

3 ......مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنّۃ منزلۃ فیھا، ص۱۱۹، الحدیث: ۳۱٤(۱۹۰).

وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللّٰہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللّٰہ کی طرف ایسا ہی رجوع کرتا ہے جیسا کرنا چاہیے تھا۔

﴿وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا : اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے۔﴾ یعنی جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف ایسا ہی رجوع کرتا ہے جیسا کرنا چاہیے تھا کیونکہ ایسا رجوع اللّٰہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے، گناہوں کو مٹانے والا ہے اور ثواب حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ [1]

یاد رہے کہ حقیقی اور سچی توبہ یہ ہے کہ بندہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہ کا اقرار کرتے، اس پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتے اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی طلب کرے۔ ایسی توبہ ہی اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے اور ایسی توبہ ہی حقیقی طور پر فائدہ مند اور گناہوں کو مٹانے والی ہے، چنانچہ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری بُرائیاں تم سے مٹا دے اور تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللّٰہ نے اپنے

1 ……روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۱، ۶/۲۴۸-۲۴۹.

2 ……التحریم: ۸.

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا [1]

فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آیت میں بوقتِ موت توبہ قبول نہ ہونے سے مراد وہ وقت ہے جب موت کے بعد کے احوال نظر آنا شروع ہوجائیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ گناہوں سے ایسی توبہ کرے جیسی توبہ کرنے کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ سے ویسی توبہ کرنے کی توفیق بھی مانگتا رہے جیسی توبہ اس کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب بیہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔﴾ یعنی کامل ایمان والے گواہی دیتے ہوئے جھوٹ نہیں بولتے اور وہ جھوٹ بولنے والوں کی مجلس سے علیحدہ رہتے ہیں، اُن کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے۔ [2]

---

1 ......النساء: ۱۷، ۱۸.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ۷۲، ص ۸۱۱.

جھوٹی گواہی دینے کی مذمت پر 4 احادیث

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی نہ دینا اور جھوٹ بولنے سے تعلق نہ رکھنا کامل ایمان والوں کا وصف ہے۔
یاد رہے کہ جھوٹی گواہی دینا انتہائی مذموم عادت ہے اور کثیر اَحادیث میں اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کبیرہ گناہ یہ ہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شریک کرنا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ اور جھوٹی گواہی دینا۔‘‘[1]

(2)......حضرت عبد **اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ **اللّٰہ** تعالٰی اس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔‘‘[2]

(3)......حضرت عبد **اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے ایسی گواہی دی جس سے کسی مسلمان مرد کا مال ہلاک ہو جائے یا کسی کا خون بہایا جائے، اس نے (اپنے اوپر) جہنم (کا عذاب) واجب کر لیا۔‘‘[3]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص لوگوں کے ساتھ یہ ظاہر کرتے ہوئے چلا کہ یہ بھی گواہ ہے حالانکہ یہ گواہ نہیں وہ بھی جھوٹے گواہ کے حکم میں ہے اور جو بغیر جانے ہوئے کسی کے مقدمہ کی پیروی کرے وہ **اللّٰہ** تعالٰی کی ناخوشی میں ہے جب تک اس سے جدا نہ ہو جائے۔‘‘[4]

﴿وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ: اور جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں۔﴾ یعنی جب وہ کسی لغو اور باطل کام میں مصروف لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے وہاں سے گزر جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو لہو و باطل سے مُلَوَّث نہیں ہونے دیتے اور ایسی مجالس سے اعراض کرتے ہیں۔[5]

---

1 ......بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالی: ومن احیاھا، ۳۵۸/٤، الحدیث: ٦٨٧١.
2 ......ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب شهادة الزور، ۱۲۳/۳، الحدیث: ۲۳۷۳.
3 ......معجم الکبیر، عکرمة عن ابن عباس، ۱۷۲/۱۱، الحدیث: ۱۱٥٤۱.
4 ......سنن الکبری للبیهقی، کتاب الوکالة، باب اثم من خاصم او اعان فی خصومة بباطل، ۱۳٦/٦، الحدیث: ۱۱٤٤٤.
5 ......مدارک، الفرقان، تحت الآیة: ۷۲، ص ۸۱۱.

وَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کہ انہیں ان کے رب کی آیتیں یاددلائی جائیں تو ان پر بہرے اندھے ہوکر نہیں گرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہوکر نہیں گرتے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ: اور وہ لوگ۔﴾ یعنی جب کامل ایمان والوں کو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر غفلت کے ساتھ بہرے اور اندھے ہوکر نہیں گرتے کہ نہ سوچیں نہ سمجھیں بلکہ ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے سنتے ہیں اور چشمِ بصیرت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور اس نصیحت سے ہدایت حاصل کرتے ہیں، نفع اٹھاتے ہیں اور ان آیتوں میں دیئے گئے احکام پر عمل کرتے ہیں۔[1]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب قرآن مجید کی آیات کے ذریعے اللہ تعالٰی کی نعمتیں یاددلائی جائیں، اللہ تعالٰی کی طاعت وفرمانبرداری کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی ترغیب دی جائے اور اس کی نافرمانی کرنے پر اس کے غضب وعذاب سے ڈرایا جائے، یونہی جو کام کرنے کا اللہ تعالٰی نے حکم دیا ہے انہیں کرنے اور جن کاموں سے بچنے کا فرمایا ہے ان سے رک جانے پر ابھارا جائے تو ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان چیزوں کو بے توجہی کے ساتھ نہ سنے بلکہ کامل توجہ کے ساتھ اور ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے سنے اور ان آیات کے ذریعے جو نصیحت کی گئی اس پر عمل کرے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میرے ان بندوں کوخوشخبری سنادو۔ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کی بہتر بات کی پیروی

[1] ……روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۳، ۶/۲۵۲، خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۳، ۳/۳۸۰، ملتقطاً۔

اللّٰهُ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ[1] | کرتے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ: اور وہ جو عرض کرتے ہیں۔﴾ یعنی کامل ایمان والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں بیویاں اور اولاد نیک، صالح، متقی عطا فرما تاکہ ان کے اچھے عمل اور ان کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہوں۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اور پرہیزگار بیوی اور اولاد مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے۔ نیک بیوی کے بارے میں حضرت **عبداللہ بن عمرو** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......الزمر: ١٧، ١٨.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٧٤، ص ٨١٢.

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دنیا متاع (یعنی فائدہ اٹھانے کی چیز) ہے اور دنیا کی بہتر متاع نیک عورت ہے۔‘‘[1]

اور حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے بعد مومن کے لیے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر اسے حکم دیتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے اور اگر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کر دے اور کہیں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے (یعنی اس کی عزت میں خیانت نہ کرے اور اس کا مال ضائع نہ کرے۔)‘‘[2]

اور نیک اولاد کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ اس کے عمل مُنقطع ہو جاتے ہیں۔ **(1)** صدقہ جاریہ۔ **(2)** وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو۔ **(3)** نیک بچہ جو اس کے لئے دعا کرے۔‘‘[3]

﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا: اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔﴾ یعنی ہمیں ایسا پرہیزگار، عبادت گزار اور خدا پرست بنا کہ ہم پرہیزگاروں کی پیشوائی کے قابل ہوں اور وہ دینی اُمور میں ہماری اِقتدا کریں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ آدمی کو دینی پیشوائی اور سرداری کی رغبت رکھنی اور طلب کرنی چاہیے۔[4] لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب مقصد اچھا ہو نہ یہ کہ حبِ دنیا اور حبِ جاہ کی وجہ سے ہو۔

اُولٰٓىٕكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ یُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّ سَلٰمًاۙ(۷۵) خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ-حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا(۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ انعام ملے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہاں مجرے اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ۔

---

1 ......مسلم، كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة، ص٧٧٤، الحديث: ٥٩(١٤٦٧).

2 ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب افضل النساء، ٢/٤١٤، الحديث: ١٨٥٧.

3 ......مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ص٨٨٦، الحديث: ١٤(١٦٣١).

4 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٧٤، ٣/٣٨١.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہیں ان کے صبر کے سبب جنت کا سب سے اونچا درجہ انعام میں دیا جائے گا اور اس بلند درجے میں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے، کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔

﴿ اُولٰٓىِٕكَ: انہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے صالحین بندوں کے اوصاف ذکر فرمائے، اس کے بعد یہاں اُن کی جزا ذکر فرمائی جارہی ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ڈٹے رہنے، گناہوں سے بچنے، کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کرنے، اِستقامت کے ساتھ عبادت کرنے اور فقر و فاقہ پر صبر کرتے رہنے کے سبب جنت کا سب سے اونچا درجہ انعام میں دیا جائے گا اور اس بلند درجے میں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ یہ استقبال یوں ہوگا کہ فرشتے دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کی تعظیم وتکریم کریں گے یا یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سلام بھیجے گا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ وہ اس بلند درجے میں ہمیشہ رہیں گے، وہ کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔[1]

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تمہاری کچھ قدر نہیں میرے رب کے یہاں اگر تم اسے نہ پوجو تو تم نے تو جھٹلایا تو اب ہوگا وہ عذاب کہ لپٹ رہے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میرا رب تمہاری کوئی قدر نہیں فرمائے گا اگر تم اس کی عبادت نہ کرو تو تم نے تو جھٹلایا تو اب عذاب (تم پر) ہمیشہ رہے گا۔

[1] ...... مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٧٥، ص ٨١٢، خازن، الفرقان، تحت الآية: ٧٥-٧٦، ٣/٣٨١، ملتقطاً.

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اہلِ مکہ سے فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی اطاعت اور عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اگر تم نے میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت نہ کی تو وہ تمہاری کوئی قدر نہیں فرمائے گا اور وہ تمہاری قدر کیسے فرمائے گا حالانکہ تم نے اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس کی کتاب کو جھٹلایا ہے تو اب تم پر دنیا میں ہلاکت کے بعد آخرت کا دائمی عذاب ہوگا۔ (1)

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۳۸۱، جلالین، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۷، ص۳۰۹، ملتقطاً.

سورۂ شعراء آخری چار آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے، وہ چار آیتیں ”وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ“ سے شروع ہوتی ہیں۔ [1]

اس سورت میں 11 رکوع، 227 آیتیں، 1279 کلمے اور 5540 حروف ہیں۔ [2]

شعراء، شاعر کی جمع ہے جس کا معنی واضح ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر 224 سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف شاعری کرنے والے مشرکین کی مذمت بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورۂ شعراء“ رکھا گیا۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے تورات کی جگہ (قرآن پاک کی ابتدائی) سات (لمبی) سورتیں عطا کیں اور انجیل کی جگہ راءات (یعنی وہ سورتیں) عطا کیں (جن کے شروع میں لفظ ”ر“ موجود ہے) اور زبور کی جگہ طواسین (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں ”طٰسٓمّٓ“ ہے) اور حوامیم (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں حٰمٓ ہے) کے مابین سورتیں عطا فرمائیں اور مجھے حوامیم اور مُفَصَّل سورتوں کے ذریعے (ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر) فضیلت دی گئی اور مجھ سے پہلے ان سورتوں کو کسی نبی نے نہیں پڑھا۔ [3]

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کے واحد و یکتا ہونے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

❶ ......خازن، تفسير سورة الشعراء، ٣/٣٨١.

❷ ......خازن، تفسير سورة الشعراء، ٣/٣٨١-٣٨٢.

❸ ......كنز العمال، كتاب الاذكار، قسم الاقوال، ١/٢٨٥، الحديث: ٢٥٧٨، الجزء الاول.

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اللہ تعالٰی کا نبی اور رسول ہونے، موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اسلام کے دیگر عقائد کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، نیز اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں قرآن پاک کی عظمت وشان اور ہدایت کے معاملے میں اس کا ہدف بیان کیا گیا۔

(2)......نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قرآن پاک وحی کی صورت میں نازل ہونے کو ثابت کیا گیا اور کفارِ مکہ کے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لانے سے اِعراض کرنے پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی۔

(3)......نباتات کی تخلیق سے اللہ تعالٰی کے وجود اور اس کی وحدانیت پر اِستدلال کیا گیا۔

(4)......سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والے کفار کو نصیحت کرنے کے لئے پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی امتوں کے واقعات بیان کئے گئے اور اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا اور اس واقعے میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات، اللہ تعالٰی کی وحدانیت کے بارے میں فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہونے والا مُکالمہ، روشن نشانیوں کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تائید ومدد کئے جانے اور جادوگروں کے ایمان لانے کو ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وہ واقعہ بیان کیا گیا جس میں انہوں نے اپنے عُرفی باپ آزر اور اپنی قوم کا بتوں کی پوجا کرنے کے معاملے میں رد کیا اور اللہ تعالٰی کی وحدانیت ویکتائی کو ثابت کیا۔ اس کے بعد حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کئے گئے اور انہی واقعات کے ضمن میں رسولوں کو جھٹلانے والوں کا عبرتناک انجام بیان کیا گیا۔

(5)......نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور آخرت کا انکار کرنے والے کافروں کو برے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(6)......اس بات کو ثابت کیا گیا کہ قرآن مجید شیطانوں کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کا کلام اور اس کی وحی ہے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوئی شاعر یا کاہن نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کے عظیم رسول ہیں جو اس کے احکام اپنے خاندان والوں اور پوری امت تک پہنچاتے ہیں۔

سورۂ شعراء کی اپنے سے ماقبل سورت ’’فرقان‘‘ کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ فرقان کی ابتداء قرآن پاک کی تعظیم سے ہوئی اور سورۂ شعراء کی ابتداء بھی قرآن پاک کی تعظیم سے ہوئی۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ فرقان میں جس ترتیب سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات اِجمالی طور پر بیان کئے گئے اُسی ترتیب سے سورۂ شعراء میں ان کے واقعات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، اور **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ فرقان کے آخر میں کفار کی مذمت اور مسلمانوں کی مدح بیان ہوئی اور سورۂ شعراء کے آخر میں بھی کفار کی مذمت اور مسلمانوں کی مدح بیان ہوئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ظاہر کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں۔

﴿ طٰسٓمّٓ ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے اور اس کی مراد اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی بہتر جانتے ہیں۔

﴿ تِلْكَ: یہ۔ ﴾ یعنی اِس سورت کی آیتیں اُس قرآن کی آیتیں ہیں جس کا مُعْجِز یعنی دوسروں کو مقابلے سے عاجز کر دینے والا نیز اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہونا روشن و ظاہر ہے اور جس کا حق کو باطل سے ممتاز کرنے والا ہونا واضح ہے۔ اگر اس کی یہ شان

نہ ہوتی تو لوگ اس کی مثل لانے پر ضرور قادر ہو جاتے اور اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز نہ رہتے ۔[1]

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) کہیں آپ اپنی جان کو ختم نہ کردو اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿لَعَلَّكَ: کہیں آپ۔﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس بات کی شدید خواہش تھی کہ اہلِ مکہ ایمان لے آئیں، لیکن جب وہ ایمان نہ لائے اور کفارِ مکہ نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلایا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی ایمان سے محرومی کی وجہ سے قلبی طور پر بہت دکھ ہوا، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے رحمت و کرم کے انداز میں خطاب فرمایا کہ ’’اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قرآن مجید حق کو بیان کرنے میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور کفارِ مکہ میں سے جو لوگ اللّٰہ تعالیٰ کے علم میں ایمان سے محروم ہیں وہ قرآنِ کریم کی آیات سن کر بھی ایمان نہیں لائیں گے، اس لئے آپ ان کے ایمان قبول نہ کرنے پر اتنا غم نہ کریں کہ آپ کی جان ہی چلی جائے۔[2]

اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے انتہائی محبوبیت کے اظہار کے ساتھ ساتھ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخلوق پر انتہائی کرم نوازی کا بھی ذکر ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر کرم نوازی دنیا میں تو ہے ہی، آخرت میں یہ رحمت و شفقت اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہوگی۔

اِدھر امّت کی حسرت پر اُدھر خالق کی رحمت پر ۔۔۔ نرالا طور ہوگا گردشِ چشمِ شفاعت کا

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲، ۲۶۱/۶، جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲، ص۳۰۹، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۳، ۳۸۲/۳، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۳، ۴۹۰/۸، ملتقطاً.

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ ان کے اونچے اونچے اس کے حضور جھکے رہ جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتاریں تو ان کے بڑے بڑے سردار اُس نشانی کے آگے جھکے رہ جائیں۔

﴿اِنْ نَّشَاْ: اگر ہم چاہیں۔﴾ اس آیت میں مزید تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کے ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں، اگر ہمیں ان کا ایمان قبول کر لینا منظور ہوتا تو ہم ضرور ان پر ایسی نشانی اتار دیتے جس کی وجہ سے ان کے بڑے بڑے بھی اس نشانی کے سامنے جھک جاتے، لیکن ہمیں ان کی شقاوت معلوم ہے، اس لئے ہم ان کے سامنے ایسی کوئی نشانی نہیں اتارتے، لہٰذا آپ زیادہ غم فرما کر اپنی جان کو مشقت میں نہ ڈالیں۔

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ﴿۵﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہیں آتی ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تو بیشک انہوں نے جھٹلایا تو اب ان پر آیا چاہتی ہیں خبریں ان کے ٹھٹھے کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تو

بیشک انہوں نے جھٹلایا تو اب ان پر اس کی خبریں آئیں گی جس کا یہ مذاق اُڑاتے تھے۔

﴿وَمَا یَاْتِیْهِمْ: اوران کے پاس نہیں آتی۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تنبیہ اور نصیحت پر مشتمل ایک کے بعد ایک آیت نازل فرمائی اوران کفار کا حال یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی نصیحت اور وحی نازل ہوتی ہے تو وہ اس کا انکار کرتے چلے جاتے ہیں اور یوں دم بدم ان کا کفر بڑھتا جاتا ہے۔[1]

﴿فَقَدْ كَذَّبُوْا: تو بیشک انہوں نے جھٹلایا۔﴾ اس آیت میں قرآن مجید کا انکار کرنے پر مشرکوں کو وعید سنائی گئی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قرآن لے کر ان مشرکوں کے پاس تشریف لائے ہیں، انہوں نے اسے جادو، شعر اور سابقہ لوگوں کی کہانیاں کہہ کر جھٹلایا تو عنقریب جب انہیں (دنیا میں قتل یا آخرت میں جہنم کا) عذاب پہنچے گا تب انہیں خبر ہوگی کہ قرآن مجید اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے کا یہ انجام ہے اور جب جھٹلانے کا نتیجہ ظاہر ہوگیا تو اس کے بعد ان کی شرمندگی اور ندامت کوئی فائدہ نہ دے گی۔[2]

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۹﴾ ع

ع ١/٩ ٥

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے زمین کو نہ دیکھا ہم نے اس میں کتنے عزت والے جوڑے اُگائے۔ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ اور بیشک تمہارا رب ضرور وہی عزت والا مہربان ہے۔

---

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٥، ٦/٢٦٢-٢٦٣، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٥، ص٨١٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٦، ص٨١٤، تفسیر طبری، الشعراء، تحت الآیة: ٦، ٩/٤٣٣، روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٦، ٦/٢٦٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے زمین کی طرف نہ دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی قسموں کے اچھے جوڑے اگائے۔ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اوران کے اکثر ایمان والے نہیں۔ اور بیشک تمہارا رب ہی یقیناً بہت عزت والا، مہربان ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ: کیا انہوں نے زمین کی طرف نہ دیکھا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیرنے والے، انہیں جھٹلانے والے اوران کا مذاق اڑانے والے مشرکین نے کیا زمین کے عجائبات کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی قسموں کی نباتات کے اچھے جوڑے اگائے اوران سے انسان و جانور دونوں نفع اٹھاتے ہیں۔ (1)

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ: بیشک اس میں۔﴾ یعنی زمین میں کتنی قسموں کے اچھے جوڑے اگائے جانے میں عظیم نشانی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال، اس کے علم کی کثرت اوراس کی رحمت کی وسعت پر دلالت کرتی ہے اور یہ چیزیں ایمان قبول کرنے کی طرف راغب کرنے والی اور کفر سے روکنے والی ہیں اوراس کے باوجود ان مشرکوں میں سے اکثر ایمان قبول کرنے والے نہیں کیونکہ یہ کفر و گمراہی میں ڈوبے ہوئے اور سرکشی و جہالت میں مُنہمِک ہیں۔ (2)

بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جو قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں ان کیلئے زمین میں مختلف قسموں کی بہترین اور نفع بخش چیزوں کی پیدائش میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ قیامت میں لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ جو رب تعالیٰ مردہ زمین سے ایسی بہترین نباتات پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ ہرگز اس بات سے عاجز نہیں کہ مردوں کے بکھرے ہوئے اَجزاء جمع کر کے قبروں سے انہیں زندہ اٹھائے۔ لیکن ان میں سے اکثر قیامت کے دن اٹھائے جانے پر ایمان نہیں لاتے۔ (3)

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی یقینی طور پر عزت والا ہے، وہی غالب اور کافروں کو سزا دینے پر قدرت رکھنے والا ہے اور وہی بہت بڑا مہربان ہے اور اسی نے اپنی رحمت سے مشرکوں کی فوری گرفت نہیں فرمائی بلکہ انہیں (اپنا حال سنوار لینے کی) مہلت دی ہے۔ (4)

---

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ٧، ٦/٢٦٣.

2 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ٨، ٦/٢٦٣.

3 ......تفسیر طبری، الشعراء، تحت الآیۃ: ٨، ٩/٤٣٤.

4 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ٩، ٦/٢٦٤.

وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۙ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کوندا فرمائی کہ ظالم لوگوں کے پاس جا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کوندا فرمائی کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ۔

﴾وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰى: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کوندا فرمائی۔﴿ یہاں سے مشرکوں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوتسلی دینے کے لئے **اللہ** تعالیٰ نے پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوموں کے واقعات بیان فرمائے ہیں، ان کی ترتیب یہ ہے۔ **(1)** حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ **(2)** حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ **(3)** حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ **(4)** حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ **(5)** حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ **(6)** حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ **(7)** حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ اس سے پہلے (متعدد سورتوں میں) ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات گزر چکے ہیں، ان واقعات کو بار بار ذکر کرنے سے (ایک) مقصود یہ (بھی) ہے کہ مومن کے ایمان میں اضافہ ہو اور کافر پر مزید حجت قائم ہو جائے۔[1]

اس آیت سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کی ابتداء کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ وہ وقت یاد کریں جب آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس وقت ندا فرمائی جب وہ مَدیَن سے لوٹے اور انہوں نے رات میں درخت اور آگ دیکھی، **اللہ** تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اے موسیٰ! تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔[2]

نوٹ: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کا واقعہ سورۂ اَعراف، سورۂ یونس، سورۂ ہود، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ

---

1 ......البحر المحيط، الشعراء، تحت الآية: ١٠، ٧/٧، صاوی، الشعراء، تحت الآية: ١٠، ١٤٥٣/٤، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٠، ٢٦٥/٦.

مؤمنون میں گزر چکا ہے۔

قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو فرعون کی قوم ہے کیا وہ نہ ڈریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو فرعون کی قوم ہے، کیا وہ نہیں ڈریں گے؟

﴿قَوْمَ فِرْعَوْنَ: جو فرعون کی قوم ہے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بنی اسرائیل کی طرف بھی رسول بنا کر بھیجا گیا تھا مگر یہاں جو پیغام مذکور ہے وہ خاص فرعون کی قوم قِبط کی طرف ہے تا کہ اُنہیں اُن کی بدکرداری پر زَجر فرمائیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا کہ تم ظالم لوگوں کے پاس جاؤ اور وہ فرعون کی قوم ہے، انہوں نے کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر اور انہیں طرح طرح کی ایذائیں پہنچا کر اُن پر ظلم کیا۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈریں گے اور اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اور اس کی فرمانبرداری کر کے اس کے عذاب سے نہ بچائیں گے؟[1]

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ ؕ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تو ہارون کو بھی رسول کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ اور میرا سینہ

[1]......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۱، ۳/۳۸۳.

تنگ ہوگا اور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول بنادے۔

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور ان کے جھٹلانے سے میرا سینہ تنگ ہوگا اور میں نے بچپن میں جو آگ کا انگارہ منہ میں رکھا تھا اس کی وجہ سے مجھے گفتگو کرنے میں بھی کچھ تکلُّف ہوتا ہے تو تو میرے بھائی ہارون کو بھی رسول بنادے تاکہ وہ رسالت کی تبلیغ میں میری مدد کریں۔ جس وقت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شام میں نبوت عطا کی گئی اس وقت حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر میں تھے۔ (1)

وَ لَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل کردیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کردیں۔

﴿وَ لَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ: **اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے۔**﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید عرض کی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، ان فرعونیوں کا مجھ پر قتل کا ایک الزام ہے کہ میں نے قبطی کو مارا تھا تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میں اکیلا گیا تو کہیں وہ مجھے رسالت کی ادائیگی سے پہلے ہی اس کے بدلے میں قتل نہ کردیں جبکہ حضرت ہارون پر ان کا کوئی الزام نہیں۔ (2)

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا یوں نہیں تم دونوں میری آیتیں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں۔

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٢-١٣، ٣/٣٨٣، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٢-١٣، ص٨١٥، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٤، ص٨١٥، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٤، ٦/٢٦٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللہ نے) فرمایا: ہرگز نہیں، تم دونوں میرے معجزات لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں، خوب سننے والے ہیں۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: ''وہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کرسکیں گے کیونکہ میں انہیں آپ پر مُسَلَّط نہیں ہونے دوں گا بلکہ آپ کو ان پر غالب فرما دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی درخواست منظور فرما کر حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی نبی بنا دیا اور دونوں کو حکم دیا کہ ''تم دونوں میرے دیئے ہوئے معجزات لے کر جاؤ، ہم اپنی مدد و نصرت کے ذریعے تمہارے ساتھ ہیں اور جو تم کہو اور جو تمہیں جواب دیا جائے اسے خوب سننے والے ہیں۔ [1]

فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو رب ہے سارے جہاں کا۔ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو: بیشک ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔

﴿اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا: کہ تو ہمارے ساتھ بھیج دے۔﴾ فرعون نے چار سو برس تک بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھا تھا اور اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تیس ہزار تھی اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پا کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر کی طرف روانہ ہوئے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پشمینہ کا جبہ پہنے ہوئے تھے، دستِ مبارک میں عصا تھا اور عصا کے سرے میں زنبیل لٹکی

---

[1] ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۵، ۳/ ۳۸۳، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۵، ص۸۱۵-۸۱۶، روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۵، ۶/ ۲۶۶، ملتقطاً.

ہوئی تھی جس میں سفر کا توشہ تھا۔اس شان سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر میں پہنچ کر اپنے مکان میں داخل ہوئے۔ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وہیں تھے،آپ نے انہیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر فرعون کی طرف بھیجا ہے اور آپ کو بھی رسول بنایا ہے کہ فرعون کو خدا کی طرف دعوت دو۔یہ سن کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ صاحبہ گھبرائیں اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہنے لگیں کہ فرعون تمہیں قتل کرنے کے لئے تمہاری تلاش میں ہے، جب تم اس کے پاس جاؤ گے تو وہ تمہیں قتل کردے گا لیکن حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اُن کے یہ فرمانے سے نہ رکے اور حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ساتھ لے کر رات کے وقت فرعون کے دروازے پر پہنچے۔دروازہ کھٹکھٹایا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میں سب جہانوں کے رب کا رسول موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوں۔فرعون کو خبر دی گئی اور صبح کے وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بلائے گئے۔آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کے پاس پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا کی اور فرعون کے پاس جو حکم پہنچانے پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مامور کئے گئے تھے وہ پہنچایا۔فرعون نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہچان لیا کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی کے گھر میں پلے بڑھے تھے۔(1)

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے۔اور تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکر تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) کہا: کیا ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں نہ پالا؟ اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی سال گزارے۔اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ جب فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہچان لیا تو احسان جتاتے ہوئے آپ سے کہا: کیا ہم

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٧، ٣/٣٨٣-٣٨٤.

نے تمہیں اپنے شاہی محل میں بچپن میں نہ پالا؟ اور تم نے ہمارے محل میں اپنی عمر کے کئی سال گزارے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کے محل میں تیس سال گزارے اور اس زمانے میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون کے عمدہ لباس پہنتے تھے اور اس کی سواریوں میں سوار ہوتے تھے اور اس کے فرزند کے طور پر مشہور تھے۔[1]

﴿وَفَعَلْتَ: اور تم نے کیا۔﴾ فرعون نے مزید یہ کہا کہ اے موسیٰ! تم نے ہمارے احسانات کے باوجود قبطی کو قتل کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو کیونکہ تم نے ہماری نعمت کی شکر گزاری نہ کی اور ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔[2]

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿٢١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔ تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب کہ تم سے ڈرا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں سے کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جبکہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا تو میں تمہارے پاس سے نکل گیا تو میرے رب نے مجھے حکمت عطا فرمائی اور مجھے رسولوں میں سے کر دیا۔

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون سے فرمایا ”میں نے قبطی والا وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں نہ جانتا تھا کہ گھونسہ مارنے سے وہ شخص مر جائے گا کیونکہ میرا مارنا ادب سکھانے کیلئے تھا نہ کہ قتل کرنے کیلئے۔ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا کہ اس کے بدلے تم مجھے قتل کر دو گے تو میں تمہارے پاس سے مَدیَن شہر کی طرف نکل گیا اور مدین سے مصر آتے وقت کوہِ طور کے پاس مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے کر دیا۔ یہاں حکم سے نبوت یا علم مراد ہے۔[3]

1 ...... جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ١٨، ص ٣١٠، روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ١٨، ٦/٢٦٧، ملتقطاً.
2 ...... خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ١٩، ٣/٣٨٤، ملتقطاً.
3 ...... خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ٢٠-٢١، ٣/٣٨٤، مدارك، الشعراء، تحت الآیۃ: ٢٠-٢١، ص٨١٦، ملتقطاً.

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتاتا ہے کہ تو نے غلام بنا کر رکھے بنی اسرائیل۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کون سی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتارہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا۔

﴿وَتِلْكَ: اور یہ۔﴾ فرعون نے جو احسان جتایا تھا اس کے جواب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''اس میں تیرا کیا احسان ہے کہ تم نے میری تربیت کی اور بچپن میں مجھے اپنے پاس رکھا، کھلایا اور پہنایا کیونکہ میرا تجھ تک پہنچنے کا سبب تو یہی ہوا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا اور اُن کی اولادوں کو قتل کیا، تیرے اس عظیم ظلم کی وجہ سے میرے والدین میری پرورش نہ کرسکے اور مجھے دریا میں ڈالنے پر مجبور ہوئے، اگر تو ایسا نہ کرتا تو میں اپنے والدین کے پاس ہی رہتا، اس لئے یہ بات کیا اس قابل ہے کہ اس کا احسان جتایا جائے۔[1] اسے دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ کوئی شخص کسی بچے کے باپ کو قتل کرکے بچہ گود میں لے اور اس کی پرورش کرے پھر بڑا ہونے پر اسے احسان جتلائے کہ بیٹا تو یتیم ولاوارث تھا میں نے تجھ پر احسان کیا اور تجھے پال پوس کر بڑا کیا۔ تو اس کے جواب میں وہ بچہ کیا کہے گا۔ وہ یہی کہے گا کہ اپنا احسان اپنے پاس سنبھال کر رکھ۔ مجھے پالنا تو تجھے یاد ہے لیکن یہ تو بتا کہ مجھے یتیم ولاوارث بنایا کس نے تھا؟

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرعون بولا اور سارے جہان کا رب کیا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۲۲، ۶/۲۶۸، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون نے کہا: اور سارے جہان کا رب کیا چیز ہے؟ موسیٰ نے فرمایا: آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وہ سب کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ: فرعون نے کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس تقریر سے فرعون لاجواب ہو گیا اور اس نے اُسلوبِ کلام بدلا اور یہ گفتگو چھوڑ کر دوسری بات شروع کر دی کہ سارے جہان کا رب کیا چیز ہے جس کے تم اپنے آپ کو رسول بتاتے ہو۔[1]

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا سوال چیز کی جنس کے بارے میں تھا اور اللہ تعالیٰ چونکہ جنس اور ماہیت سے پاک ہے اس لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کی قدرت کے وہ آثار ذکر فرمائے جن کی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہے، چنانچہ فرمایا کہ سارے جہان کا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، ان سب کو پیدا کرنے والا ہے، اگر تم لوگ اَشیاء کو دلیل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہو تو ان چیزوں کی پیدائش اُس کے وجود کی کافی دلیل ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص سے اس کے لائق گفتگو کرنی چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔"[2]

بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا سوال اللہ تعالیٰ کی صفت کے بارے میں تھا اس لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہاں جو جواب دیا وہ فرعون کے سوال کے مطابق ہے۔ یاد رہے کہ اِیقان اس علم کو کہتے ہیں جو اِستدلال سے حاصل ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ کی شان میں مُوْقِن نہیں کہا جاتا۔[3]

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿٢٦﴾

---

1 ......ابو سعود، الشعراء، تحت الآیة: ٢٣، ٤/١٥٩، ملخصاً.

2 ......مسند الفردوس، باب الالف، ١/٣٩٨، الحدیث: ١٦١١.

3 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٢٤، ٣/٣٨٤، مدارک، الشعراء، تحت الآیة: ٢٤، ص٨١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے آس پاس والوں سے بولا کیا تم غور سے سنتے نہیں۔ موسیٰ نے فرمایا رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) اپنے آس پاس والوں سے کہا: کیا تم غور سے نہیں سن رہے؟ موسیٰ نے فرمایا: وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ داداؤں کا رب ہے۔

﴾**قَالَ: کہا۔**﴿ اس آیت اور بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کے آس پاس اس کی قوم کے سرداروں میں سے پانچ سو شخص زیوروں سے آراستہ زریں کرسیوں پر بیٹھے تھے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جواب سن کر تعجب کرتے ہوئے فرعون نے ان سے کہا ''کیا تم غور سے نہیں سنتے'' اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سارے جہان کے رب کی ماہیت پوچھی ہے اور یہ اِس کے جواب میں اُس کے افعال اور آثار بتا رہے ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا یہ کہنا اس معنی میں تھا کہ وہ لوگ آسمان اور زمین کو قدیم سمجھتے تھے اور ان کے حادث ہونے کا انکار کرتے تھے اور مطلب یہ تھا کہ جب یہ چیزیں قدیم ہیں تو ان کے لئے ربّ کی کیا حاجت ہے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان چیزوں سے اِستدلال پیش کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی جن کا حادث ہونا اور جن کا فنا ہوجانا ان کے مشاہدہ میں آچکا تھا، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ اگر تم دوسری چیزوں سے استدلال نہیں کر سکتے تو خود تمہاری جانوں سے استدلال پیش کیا جاتا ہے، سنو! تم لوگ اپنے آپ کے بارے میں جانتے ہو کہ پیدا ہوئے ہو اور اپنے باپ دادا کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ فنا ہوگئے تو تمہاری اپنی پیدائش اور تمہارے باپ دادا کے فنا ہوجانے میں اس رب تعالیٰ کے وجود کا ثبوت موجود ہے جو پیدا کرنے والا اور فنا کردینے والا ہے۔[1]

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے۔

[1] ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ۲۵-۲۶، ۳/۳۸۵، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۲۵-۲۶، ص۸۱۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جوتمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جواب سن کر فرعون نے کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جوتمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے کہ یہ سوال ہی نہیں سمجھ سکا تو اس کا جواب کیا دے گا۔ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون نے یہ اس لئے کہا کہ وہ اپنے سوا کسی معبود کے وجود کا قائل نہ تھا اور جو اس کے معبود ہونے کا اعتقاد نہ رکھے اس کو وہ خارج از عقل کہتا تھا اور حقیقۃً اس طرح کی گفتگو آدمی کی زبان پر اس وقت آتی ہے جب وہ عاجز ہو چکا ہو، لیکن حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہدایت کے فریضہ کو علیٰ وجہِ الکمال ادا کیا اور اس کی اس تمام لایعنی گفتگو کے باوجود پھر مزید بیان کی طرف متوجہ ہوئے۔

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے فرمایا رب پورب اور پچھم کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں عقل ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تمہیں عقل ہو۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: سارے جہان کا رب وہ ہے جو مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے، اگر تمہیں عقل ہو تو جو بات میں نے بیان کی اس سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال کر سکتے ہو کیونکہ مشرق سے سورج کا طلوع کرنا اور مغرب میں غروب ہو جانا اور سال کی فصلوں میں ایک مُعَیَّن حساب پر چلنا اور ہواؤں اور بارشوں وغیرہ کے نظام یہ سب اس کے وجود وقدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ (1)

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿٢٩﴾

1 ……ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ٢٨، ٤/١٦٠، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٨، ص٨١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) کہا: (اے موسیٰ!) اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ جواب سن کر فرعون حیران رہ گیا اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار کا انکار کرنے کی کوئی راہ باقی نہ رہی اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اس نے کہا: اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔ فرعون کی قید قتل سے بدتر تھی، اس کا جیل خانہ تنگ و تاریک اور گہرا گڑھا تھا، اس میں اکیلا ڈال دیتا تھا، نہ وہاں کوئی آواز سنائی دیتی تھی اور نہ کچھ نظر آتا تھا۔ (1)

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں۔ کہا تو لاؤ اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لے آؤں۔ (فرعون نے) کہا: (اے موسیٰ!) اگر تم سچوں میں سے ہو تو وہ نشانی لے آؤ۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون سے فرمایا: کیا تو مجھے قید کرے گا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی حق اور باطل میں فرق واضح کرنے والا کوئی معجزہ لے کر آؤں اور یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور میری رسالت کی دلیل ہو۔ اس پر فرعون نے کہا: اے موسیٰ! اگر تم اپنے دعوے کی صداقت پر دلیل پیش کرنے میں سچوں میں سے ہو تو وہ نشانی لے آؤ۔ (2)

1 ......مدارک، الشعراء، تحت الآیة: ۲۹، ص۸۱۸.

2 ......مدارک، الشعراء، تحت الآیة: ۳۰-۳۱، ص۸۱۸، روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۳۰-۳۱، ۶/۲۷۰، ملتقطاً.

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

ع ٢٤ - ٢

ترجمۂ کنزالایمان: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا جبھی وہ صریح اژدہا ہوگیا۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو جبھی وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ بالکل واضح ایک بہت بڑا سانپ ہوگیا۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔

﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کے نشانی طلب کرنے پر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو اچانک وہ بالکل واضح ایک بہت بڑا سانپ بن گیا اور فرعون کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، مجھے جو چاہے حکم دیجئے۔ فرعون نے گھبرا کر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے کہا: اس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنایا، اس کو پکڑ لو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اس کو اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ فرعون کہنے لگا: اس کے سوا اور بھی کوئی معجزہ ہے؟ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''ہاں! اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو اچانک اس سے سورج کی سی شعاع ظاہر ہوئی جس سے دیکھنے والوں کی نگاہیں چکا چوند ہوگئیں۔ (1)

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ﴿ۖ﴾ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٣٢-٣٣، ٣/٣٨٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اپنے گرد کے سرداروں سے کہ بیشک یہ دانا جادوگر ہیں۔ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اپنے جادو کے زور سے تب تمہارا کیا مشورہ ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: (فرعون نے) اپنے اردگرد موجود سرداروں سے کہا: بیشک یہ بڑے علم والا جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو (اب) تم کیا مشورہ دیتے ہو؟

﴿قَالَ: کہا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دونشانیاں دیکھنے کے بعدفرعون کی حالت یہ ہوئی کہ اسے اپنی خدائی کا دعویٰ بھول گیا اور وہ خوف کی وجہ سے تھرتھرانے لگا۔ اپنے گمان میں خود کو معبود اور لوگوں کو اپنا بندہ سمجھنے کے باوجود اپنے اردگرد موجود سرداروں سے مشورہ مانگتے ہوئے کہنے لگا ''بیشک موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بڑے علم والا جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ اس زمانے میں چونکہ جادو کا بہت رواج تھا اس لئے فرعون نے خیال کیا کہ یہ بات چل جائے گی اوراس کی قوم کے لوگ اس دھوکے میں آ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مُتَنَفِّر ہو جائیں گے اوران کی بات قبول نہ کریں گے۔ [1]

[illegible]

آیت کی تفسیر میں فرعون کا جوطریقہ بیان ہوا، حقیقت میں یہ وہی طریقہ ہے جسے ہم سیاسی چالبازی کہتے ہیں کہ جھوٹا پروپیگنڈا کر کے کسی کو بدنام اور غیر مقبول کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ کوئی اس کی بات نہ سنے۔ فی زمانہ ہمارے معاشرے میں دُنْیَوی اعتبار سے بڑے منصب والوں کو اور دینی اعتبار سے بڑے رتبے والی شخصیات کو اسی طریقے کے ذریعے بدنام کرنے کی بھرپور کوششیں کی جاتی ہیں تا کہ لوگ ان کی طرف مائل نہ ہوں اور دینی شخصیات کی صحبت وقرب اوران کے وعظ ونصیحت سے محروم رہیں اوراس مقصد کے لئے پرنٹ، الیکٹرونک اور سوشل میڈیا کو بطورِ خاص استعمال کیا جاتا اور بے حد پیسہ خرچ کیا جاتا ہے، ایسے حضرات کے لئے درجِ ذیل دو اَحادیث میں بڑی عبرت ہے،

(1)......حضرت معاذ بن انس جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام عائد کرے تو اللّٰہ تعالیٰ جہنم کے پل پر اسے روک لے

1......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٣٤-٣٥، ص٨١٨، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٣٤-٣٥، ٣/٣٨٦، ملتقطاً.

گا یہاں تک کہ وہ اپنے کہنے کے مطابق عذاب پالے۔[1]

(2)......حضرت مستورد بن شداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص کو کسی مسلمان مرد کی برائی کرنے کی وجہ سے کھانے کو ملا، اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی جہنم سے کھلائے گا اور جس کو کسی مسلمان مرد کی برائی کرنے کی وجہ سے کپڑا پہننے کو ملا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کا اتنا ہی کپڑا پہنائے گا۔[2]

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور مسلمان بھائیوں کو بدنام کرنے کے ارادے اور منصوبے بنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَۙ (۳۶) یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ (۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ بولے انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرائے رہو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو۔ کہ وہ تیرے پاس لے آئیں ہر بڑے جادوگر دانا کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو۔ وہ تمہارے پاس ہر بڑے علم والے جادوگروں کو لے آئیں گے۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کے مشورہ طلب کرنے پر سرداروں نے اس سے کہا ’’تم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اس کے بھائی ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مہلت دو اور جب تک ان کا جھوٹا ہونا ظاہر نہیں ہو جاتا اس وقت تک انہیں قتل کرنے میں جلدی نہ کرو تا کہ لوگ تمہارے بارے میں برا گمان نہ کریں اور تمہارے پاس انہیں قتل کرنے کا عذر بھی ہو جائے، اس کے لئے تم یوں کرو کہ مختلف شہروں میں

---

1 ......ابو داود، كتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غيبة، ۴/۳۵۴، الحديث: ۴۸۸۳.

2 ......ابو داود، كتاب الادب، باب فى الغيبة، ۴/۳۵۴، الحديث: ۴۸۸۱.

جادوگروں کو جمع کرنے والے بھیجو اور وہ تمہارے پاس ہر بڑے علم والے جادوگر کو لے آئیں جو جادو کے علم میں (بقول اُن کے) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بڑھ کر ہو اور وہ لوگ اپنے جادو سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات کا مقابلہ کریں تاکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے اور فرعونیوں کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ یہ کام جادو سے ہوجاتے ہیں، لہٰذا یہ نبوت کی دلیل نہیں ہیں۔[1]

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جمع کیے گئے جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر۔ اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہوگئے۔ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جادوگروں کو ایک مقرر دن کے وعدے پر جمع کرلیا گیا۔ اور لوگوں سے کہا گیا: کیا تم جمع ہوگے؟ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب ہوجائیں۔

﴿فَجُمِعَ: تو جمع کرلیا گیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جادوگروں کو فرعونیوں کی عید کے دن جمع کرلیا گیا اور اس مقابلے کے لئے چاشت کا وقت مقرر کیا گیا اور فرعون کی جانب سے لوگوں سے کہا گیا: کیا تم بھی جمع ہوگے تاکہ دیکھو کہ دونوں فریق کیا کرتے ہیں اور اُن میں سے کون غالب آتا ہے۔ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر غالب ہوجائیں۔ اس سے ان کا مقصود جادوگروں کی پیروی کرنا نہ تھا بلکہ غرض یہ تھی کہ اس حیلے سے لوگوں کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنے سے روکیں۔[2]

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٣٦-٣٧، ٦/٢٧١-٢٧٢، ملخصاً.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٣٨-٤٠، ص٨١٩، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٣٨-٤٠، ٣/٣٨٦، ملتقطاً.

الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب جادوگر آئے فرعون سے بولے کیا ہمیں کچھ مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے۔ بولا ہاں اوراس وقت تم میرے مقرب ہوجاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: کیا ہمارے لئے کوئی معاوضہ بھی ہے اگر ہم غالب ہوگئے۔ (فرعون نے) کہا: ہاں اوراس وقت تم میرے نہایت قریبی لوگوں میں سے ہوجاؤ گے۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ: پھر جب جادوگر آئے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادوگر فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر غالب ہوگئے تو کیا ہمارے لئے کوئی معاوضہ بھی ہے؟ فرعون نے کہا: ہاں ہے اورکوئی معمولی معاوضہ نہیں بلکہ اس وقت تم میرے نہایت قریبی لوگوں میں سے ہوجاؤ گے، تمہیں درباری بنالیا جائے گا، تمہیں خاص اعزاز دیئے جائیں گے، سب سے پہلے داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی اور سب سے بعد تک دربار میں رہو گے۔[1]

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِیَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے ان سے فرمایا ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے۔تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور بولے فرعون کی عزت کی قسم بیشک ہماری ہی جیت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے ان سے فرمایا: تم ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو۔تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں (زمین

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٤١-٤٢، ص٨١٩، ملخصاً.

پر) ڈال دیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی قسم! بیشک ہم ہی غالب ہوں گے۔

﴿قَالَ لَهُمْ: موسیٰ نے ان سے فرمایا۔﴾ فرعون سے معاوضے کا وعدہ لینے کے بعد جادوگروں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: کیا آپ پہلے اپنا عصا ڈالیں گے یا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اپنا جادو کا سامان ڈالیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان جادوگروں سے فرمایا: تم اپنا وہ سامان زمین پر ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو تا کہ تم اس کا انجام دیکھ لو۔ (1)

﴿فَاَلْقَوْا: تو انہوں نے ڈال دیں۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کہنے پر جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی قسم: بیشک ہم ہی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر غالب ہوں گے۔ جادوگروں نے فرعون کی عزت کی قسم اس لئے کھائی کہ انہیں اپنے غلبہ کا اطمینان تھا کیونکہ جادو کے اعمال میں سے جو انتہا کے عمل تھے یہ اُن کو کام میں لائے تھے اور کامل یقین رکھتے تھے کہ اب کوئی جادو اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (2)

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا جبھی وہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا۔ اب سجدہ میں گرے جادوگر۔ بولے ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو موسیٰ نے اپنا عصا (زمین پر) ڈالا تو جبھی وہ ان کی جعلسازیوں کو نگلنے لگا۔ تو جادوگر سجدے میں گرادیے گئے۔ انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

1 ......جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٤٣، ص ٣١١، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٤٣، ص ٨١٩، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٤٤، ٦/٢٧٣، ملخصاً.

﴿فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادوگروں نے رسیاں ڈال دیں تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اسی وقت بہت بڑا سانپ بن کر اُن رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا جو جادو کی وجہ سے اژدھے بن کر دوڑتے نظر آ رہے تھے، جب وہ اُن سب کو نگل گیا اور اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا تھا۔ جادوگروں نے جب یہ منظر دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے اور یہ دیکھنے کے بعد ان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے اور یوں لگتا تھا جیسے کسی نے انہیں پکڑ کر سجدے میں گرا دیا ہو، پھر جادوگروں نے سچے دل سے کہا: ہم اس پر ایمان لائے جو سارے جہان کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اور جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے۔[1]

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرعون بولا کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو اب جانا چاہتے ہو مجھے قسم ہے بیشک میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی دوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون نے کہا: کیا تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بیشک یہ (موسیٰ) تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو جلد تم جان جاؤ گے تو مجھے قسم ہے میں ضرور ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو پھانسی دوں گا۔

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٤٥-٤٨، ٣/٣٨٦، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٤٥-٤٨، ٦/٢٧٣-٢٧٤، ملتقطاً.

﴿قَالَ: فرعون نے کہا۔﴾ جب جادوگر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان سے کہا: ''کیا تم میری اجازت کے بغیر ہی اس پر ایمان لے آئے ۔ بیشک موسیٰ تمہارا بڑا استاد ہے، جس نے تمہیں جادو سکھایا، اسی لئے وہ تم پر غالب آ گئے اور تم نے آپس میں مل کر میرے خلاف سازش کی اور میرے ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کی، اب تم جان جاؤ گے کہ تمہارے اس عمل کی وجہ سے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ مجھے قسم ہے! عنقریب میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔ اس گفتگو سے فرعون کا ایک مقصد یہ تھا کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ جادوگروں پر حق ظاہر ہو گیا اسی لئے وہ ایمان لے آئے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ عام مخلوق ڈر جائے اور لوگ جادوگروں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان نہ لے آئیں۔ (1)

قَالُوْا لَا ضَیْرَ٘ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ؗ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾ؑ

ع ۳ / ۱۸ / ۷

ترجمۂ کنزالایمان: وہ بولے کچھ نقصان نہیں ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ ہمیں طمع ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جادوگروں نے کہا: کچھ نقصان نہیں، بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ ہم اس بات کی لالچ کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

﴿قَالُوْا: وہ بولے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کی دھمکی سن کر ان جادوگروں نے کہا ''اللہ تعالیٰ کی خاطر جان دینے میں کچھ نقصان نہیں خواہ دنیا میں کچھ بھی پیش آئے کیونکہ ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ایمان کے ساتھ پلٹنے والے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید ہے اور ہمیں اس بات کا لالچ ہے کہ ہمارا

(1)......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۴۹، ۶/۲۷۴-۲۷۵، مدارك، الشعراء، تحت الآیۃ: ۴۹، ص۸۱۹-۸۲۰، ملتقطاً.

ربعَزَّوَجَلَّ اس بنا پر ہماری خطائیں بخش دے کہ ہم فرعون کی رعایہ میں سے یا اس مجمع کے حاضرین میں سے سب سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والے ہیں۔ (1)

اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کئی سال تک وہاں ٹھہرے رہے اور ان لوگوں کو حق کی دعوت دیتے رہے، لیکن اُن کی سرکشی بڑھتی گئی۔

وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے نکل بیشک تمہارا پیچھا ہونا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

﴿وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰی: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی۔﴾ جب ایک عرصے تک حق کی دعوت دینے اور پے در پے نشانیاں دکھانے کے باوجود فرعونی ایمان نہ لائے اور اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو مصر سے لے چلو، بیشک فرعون اور اس کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے اور وہ لوگ تمہارے پیچھے پیچھے دریا میں داخل ہو جائیں گے، اس کے بعد ہم تمہیں نجات دیں گے اور فرعون کو اس کے لشکر کے ساتھ دریا میں غرق کر دیں گے۔ (2)

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآىٕظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾

---

1 ……خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۵۰-۵۱، ۳/۳۸۶-۳۸۷، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۵۰-۵۱، ص ۸۲۰، ملتقطاً.

2 ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۵۲، ۶/۲۷۶ ملخصًا.

ترجمۂ کنزالایمان: اب فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے۔ کہ یہ لوگ ایک تھوڑی جماعت ہیں۔ اور بیشک وہ ہم سب کا دل جلاتے ہیں۔ اور بیشک ہم سب چوکنے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے۔ (اور کہا:) یہ لوگ ایک تھوڑی سی جماعت ہیں۔ اور بیشک یہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں۔ اور بیشک ہم سب ہوشیار ہیں۔

﴿فَاَرْسَلَ: تو اس نے بھیجے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر سے نکل گئے اور جب فرعون نے ان کے مصر سے نکلنے کی خبر سنی تو اس نے لشکر جمع کرنے کے لئے شہروں میں قاصد بھیجے، جب لشکر جمع ہو گئے تو ان کی کثرت کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی تعداد تھوڑی معلوم ہونے لگی، چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بارے میں کہا: یہ لوگ ایک تھوڑی سی جماعت ہیں اور بیشک یہ ہماری مخالفت کر کے اور ہماری اجازت کے بغیر ہماری سرزمین سے نکل کر ہم سب کا دل جلاتے اور ہمیں غصہ دلانے والے ہیں اور بیشک ہم سب ہتھیاروں سے لیس اور ہوشیار ہیں۔ (1)

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے انہیں باہر نکالا باغوں اور چشموں۔ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے۔ ہم نے ایسا ہی کیا اور ان کا وارث کر دیا بنی اسرائیل کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے انہیں (فرعون اور اس کی قوم کو) باغوں اور چشموں (کی زمین) سے باہر نکالا۔ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے۔ ہم نے ایسے ہی کیا اور بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا۔

1 ......جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ٥٣-٥٦، ص ٣١١، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٥٣-٥٦، ص ٨٢٠، خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٥٣-٥٦، ٣/٣٨٧، ملتقطاً.

﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ : تو ہم نے انہیں باہر نکالا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اوراس کی قوم کو باغوں اور چشموں کی سرزمین مصر سے اور سونے چاندی کے خزانوں اور عمدہ مکانوں سے باہر نکالا تا کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بنی اسرائیل تک پہنچیں اور اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو ایسے ہی ان کے وطن سے نکالا جیسا کہ بیان ہوا، پھر فرعون اوراس کی قوم کو غرق کردیئے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں کی سرزمین اوران کے خزانوں اور مکانوں کا وارث بنادیا۔[1]

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝۶۰ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝۶۱ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝۶۲

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا دن نکلے۔ پھر جب آمنا سامنا ہوا دونوں گروہوں کا موسیٰ والوں نے کہا ہم کو انہوں نے آلیا۔ موسیٰ نے فرمایا یوں نہیں بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو دن نکلنے کے وقت فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: بیشک ہمیں پالیا گیا۔ موسیٰ نے فرمایا: ہرگزنہیں، بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راستہ دکھادے گا۔

﴿فَاَتْبَعُوْهُمْ : تو فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب سورج طلوع ہوا تو فرعونیوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا، پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا اوران میں سے ہر ایک نے دوسرے کو دیکھا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھیوں نے کہا: بیشک اب وہ ہم پر قابو پالیں گے، نہ ہم ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہمارے پاس بھاگنے کی کوئی جگہ ہے کیونکہ آگے دریا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر پورا بھروسہ تھا اس لئے آپ عَلَیْہِ

[1] ……جلالین،الشعراء،تحت الآیۃ:۵۷-۵۹،ص۳۱۱-۳۱۲، روح البیان،الشعراء،تحت الآیۃ:۵۷-۵۹، ۶/۲۷۷-۲۷۸،ملتقطاً.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے برا گمان نہ رکھو، وہ لوگ ہرگز تمہیں نہ پاسکیں گے بیشک میرے ساتھ میرا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اور وہ ابھی مجھے بچنے کا راستہ دکھا دے گا۔[1]

فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہوگیا جیسے بڑا پہاڑ۔ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنا عصا مارو تو اچانک وہ دریا پھٹ گیا تو ہر راستہ بڑے پہاڑ جیسا ہوگیا۔ اور وہاں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔

﴿فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى: تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا عصا دریا پر مارو، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دریا پر عصا مارا تو اچانک وہ دریا بارہ راستوں میں تقسیم ہوکر پھٹ گیا، ہر راستہ بڑے پہاڑ جیسا ہوگیا اور ان کے درمیان خشک راستے بن گئے جن پر چل کر بنی اسرائیل دریا سے پار ہوگئے۔[2]

﴿وَاَزْلَفْنَا: اور ہم قریب لے آئے۔﴾ یعنی ہم فرعون اور اس کے لشکر کو بنی اسرائیل کے قریب لے آئے، یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کے راستوں میں چل پڑے جو اُن کے لئے دریا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے تھے۔[3]

وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾

---

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٦٠-٦٢، ٦/٢٧٨، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٦٠-٦٢، ص٨٢١، ملتقطاً.

2 ......جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٦٣، ص٣١٢.

3 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٦٤، ٦/٢٧٩-٢٨٠.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے بچالیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو بچالیا۔ پھر دوسروں کو غرق کردیا۔

﴿وَ اَنْجَیْنَا: اور ہم نے بچالیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے سب ساتھ والوں کو دریا سے سلامت نکال کر بچالیا اور فرعون اور اس کی قوم کو اس طرح غرق کردیا کہ جب بنی اسرائیل سارے کے سارے دریا سے باہر ہوگئے اور تمام فرعونی دریا کے اندر آ گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا مل گیا اور پہلے کی طرح ہوگیا، یوں فرعون اپنی قوم کے ساتھ ڈوب گیا۔ [1]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ-وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان (فرعونیوں) میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔﴾ یعنی دریا میں جو کچھ واقع ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ضرور نشانی ہے اور یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معجزہ ہے۔ [2]

﴿وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ: اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔﴾ یعنی فرعونیوں میں سے اکثر مسلمان نہ تھے۔ مصر والوں میں سے صرف تین حضرات ایمان لائے۔ **(1)** فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا۔ **(2) حِزْقِیل۔** انہیں آلِ فرعون کا مؤمن کہتے ہیں، یہ اپنا ایمان چھپائے رہتے تھے اور فرعون کے چچازاد تھے۔ **(3)** مریم۔ یہ ایک بوڑھی خاتون تھیں، انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جنت کا وعدہ لے کر دریائے نیل میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبرِ انور کا محلِ وقوع بتایا تھا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت یوسف عَلَیْہِ

1 ......جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ٦٥-٦٦، ص ٣١٢.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٦٧، ٣/٣٨٨.

الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کا تابوت شریف دریا سے نکال ملکِ شام لے گئے تھے۔ [1]

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿٦٨﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب وہی غالب، مہربان ہے۔

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ اقدس سے معجزات ظاہر ہونے کے باوجود جب آپ کی قوم جھٹلاتی تو بعض اوقات آپ کا قلبِ منیر غمزدہ ہوجاتا، اس پر اللّٰہ تعالٰی نے گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرما کر آپ کو تسلی دی اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی غالب اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر کے ان سے انتقام لیا اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ایمان والوں پر مہربان ہے اور اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دے کر ان پر مہربانی فرمائی، لہٰذا آپ اپنی قوم کی اَذِیَّتوں پر اس طرح صبر فرمائیں جس طرح پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صبر فرمایا۔ [2]

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ ﴿٧١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان پر پڑھو خبر ابراہیم کی۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو۔ بولے

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٦٧، ٣٨٨/٣، صاوی، الشعراء، تحت الآية: ٦٧، ١٤٦١/٤، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٦٨، ٢٨٠/٦-٢٨١، جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٦٨، ص٣١٢، ملتقطاً.

ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھران کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے سامنے ابراہیم کی خبر پڑھو۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پھر ان کے سامنے جم کر بیٹھے رہتے ہیں۔

﴿وَاتْلُ عَلَیْهِمْ :اوران کے سامنے پڑھو۔﴾ اس رکوع میں سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان فرمایا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کے سامنے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وہ واقعہ بیان کریں کہ جب انہوں نے اپنے (عُرفی) باپ اور اپنی قوم سے فرمایا ''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جانتے تھے کہ وہ لوگ بت پرست ہیں، اس کے باوجود آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ان سے یہ سوال فرمانا اس لئے تھا تاکہ اُنہیں دکھادیں کہ جن چیزوں کو وہ لوگ پوجتے ہیں وہ کسی طرح بھی عبادت کے مستحق نہیں۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ آیت میں باپ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا چچا آزر مراد ہے۔ اس بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے سورۂ مریم آیت نمبر **42** کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں، نیز اس واقعے کی بعض تفصیلات سورۂ اَنعام، آیت نمبر **74** تا **83**، سورۂ توبہ، آیت نمبر **114**، سورۂ مریم، آیت نمبر **41** تا **49** اور سورۂ اَنبیاء، آیت نمبر **51** تا **70** میں گزر چکی ہیں۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سوال کرنے پر قوم نے جواب دیا ''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، اس کے بعد فخریہ انداز میں کہنے لگے کہ ہم ان کے سامنے سارا دن جم کر بیٹھے رہتے ہیں۔[2]

قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو۔ یا تمہارا کچھ بھلا برا کرتے ہیں۔

---

[1] ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٦٩-٧٠، ص٨٢٢، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٦٩-٧٠، ٣/٣٨٨، ملتقطاً.

[2] ......ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ٧١، ٤/١٦٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: جب تم پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری سنتے ہیں؟ یا تمہیں کوئی نفع یا نقصان دیتے ہیں؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: جب تم ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا تمہیں عبادت کرنے پر کوئی نفع یا عبادت نہ کرنے پر کوئی نقصان دیتے ہیں؟ جب ایسا کچھ نہیں ہے تو تم نے انہیں معبود کس طرح قرار دے دیا![1]

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔

﴿قَالُوْا: بولے۔﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیش کردہ دلیل کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگے: ’’بت اگرچہ نہ کسی کی بات سنتے ہیں، نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی سے کوئی نقصان دور کر سکتے ہیں لیکن بتوں کی عبادت کرنے میں ہم نے اپنے باپ دادا کی پیروی کی ہے کیونکہ ہم نے انہیں ایسا ہی کرتے پایا ہے (اس لئے ہم آپ کے کہنے پر اپنے آباؤ اَجداد کے طریقے کو نہیں چھوڑ سکتے۔)[2]

قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو کیا دیکھتے ہو جنہیں پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم نے فرمایا: کیا تم نے ان (بتوں) کے بارے میں غور کیا جن کی تم اور تمہارے پہلے

1 ......جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٧٢-٧٣، ص٣١٢، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٧٢-٧٣، ٣٨٩/٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٧٤، ٣٨٩/٣.

آبا وَاَجداد عبادت کرتے رہے ہیں؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان لوگوں سے فرمایا: جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو اور جن کی تمہارے پہلے آبا وَاَجداد عبادت کرتے رہے ہیں، کیا تم نے ان کے بارے میں غور کیا؟ اگر تم حقیقی طور پر ان سے متعلق غور کرلو تو جان جاؤ گے کہ جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو ان کی عبادت کرنا پرانی گمراہی اور باطل کام ہے اور کوئی باطل کام پرانا ہو یا نیا، یونہی اس باطل کام کو کرنے والے تھوڑے ہوں یا زیادہ، اس سے اس کام کے باطل ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ باطل کام باطل ہی رہتا ہے۔ [1]

[illegible]

اس تفسیر کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہیے جو غمی خوشی کے موقع پر شریعت کے خلاف رسمیں بجالانے اور دیگر اَفعال کرنے پر کوئی شرعی دلیل پیش کرنے کی بجائے یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے عرصۂ دراز سے یہ رسم و کام کرتے چلے آرہے ہیں اور ہمارے خاندان میں شاید ہی کوئی گھرایسا ہو جو غمی خوشی کے موقع پر ان رسموں اور کاموں کو نہ کرتا ہو، پھر ہم کسی کے کہنے پر ان چیزوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں! اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دیئے ہوئے احکام کو سامنے رکھ کر اپنے طرزِ عمل پر صحیح طریقے سے غور کریں تو انہیں بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان کی کچھ رسمیں اور اَفعال شریعت کے سراسر خلاف ہیں اور یہ ان کے کندھوں پر اپنے اور دوسروں کے گناہوں کا بہت بھاری بوجھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرنے اور ان کے خلاف کام کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾

1 ......روح المعانی، الشعراء، تحت الآیۃ: ۷۵-۷۶، ۱۰/۱۲۶، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۷۵-۷۶، ۸/۵۱۰، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگارِ عالَم۔ وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے راہ دے گا۔ اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے سارے جہانوں کے پالنے والے کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔

﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْ: بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا: ''بیشک وہ سب بت میرے دشمن ہیں، میں گوارا نہیں کرسکتا کہ میں یا کوئی دوسرا ان کی عبادت کرے، البتہ پروردگارِ عالَم وہ ہستی ہے جو میرا رب عَزَّوَجَلَّ ہے، میں صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں کیونکہ وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے اَوصاف یہ ہیں کہ وہ مجھے عدم سے وجود میں لایا اور اپنی طاعت کے لئے بنایا، تو وہی میری رہنمائی کرتا ہے اور مجھے ہدایت پر رکھتا ہے اور وہی مجھے اپنا خلیل بننے کے آداب کی ہدایت دے گا جیسا کہ پہلے دین و دنیا کی مَصلحتوں کی ہدایت فرما چکا ہے، وہی مجھے کھلاتا، پلاتا ہے اور مجھے روزی دینے والا ہے، جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی میرے اَمراض دور کر کے مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے وفات دے گا، پھر آخرت میں مجھے زندہ کرے گا کیونکہ موت اور زندگی اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔[1]

﴿وَ اِذَا مَرِضْتُ: اور جب میں بیمار ہوں۔﴾ یہاں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ادب کی وجہ سے بیماری کو اپنی طرف اور شفاء کو اللّٰہ تعالٰی کی طرف منسوب فرمایا اگرچہ بیماری اور شفا دونوں اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے ہوتی ہیں۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ برائی کی نسبت اپنی طرف اور خوبی و بہتری کی نسبت اللّٰہ تعالٰی کی طرف کرنی چاہیے۔

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٧٧-٨١، ٣٨٩/٣، جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٧٧-٨١، ص٣١٢، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٧٧-٨١، ص٨٢٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٨٠، ٣٨٩/٣.

وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ؕ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری خطائیں بخش دے گا۔

﴿وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ: اور وہ جس سے مجھے امید ہے۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آخر میں **اللہ** تعالیٰ کا یہ وصف بیان فرمایا کہ میں اس رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہ میری خطائیں بخش دے گا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا **اللہ** تعالیٰ کی ان صفات کو بیان کرنا اپنی قوم پر حجت قائم کرنے کے لئے ہے کہ معبود صرف وہی ہوسکتا ہے جس کی یہ صفات ہوں۔ یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں، اُن سے گناہ صادِر نہیں ہوتے۔ اُن کا استغفار کرنا دراصل اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و اِنکساری کا اظہار ہے اور اس میں امت کو یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ وہ مغفرت طلب کرتے رہا کریں۔ (1)

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۙ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے حکم عطا کر اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے قربِ خاص کے سزاوار ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں۔

﴿رَبِّ: اے میرے رب!﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے **اللہ** تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے بعد دعا مانگی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے حکم عطا کر اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں۔ آیت میں مذکور ''حکم'' کے بارے میں مفسرین کا **ایک قول** یہ ہے کہ اس سے مراد علم ہے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ اس سے

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٨٢، ٣/٣٨٩، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٨٢، ص٨٢٣، ملتقطاً.

مرادحکمت ہے۔قرب کے لائق خاص بندوں سے مرادانبیاءِکرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ہیں۔آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی یہ دعاقبول ہوئی،چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک وہ آخرت میں ہمارا خاص قرب پانے والوں میں سے ہے۔[2]

یہاں سے دعامانگنے کاایک ادب بھی معلوم ہوا کہ دعامانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کی جائے،اس کے بعددعامانگی جائے۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔اور مجھے ان میں کر جو چین کے باغوں کے وارث ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بعدوالوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے۔اور مجھے ان میں سے کردے جو چین کے باغوں کے وارث ہیں۔

﴿وَاجْعَلْ لِّیْ: اور رکھ دے۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے دوسری دعا یہ مانگی کہ اے میرے رب! میرے بعد آنے والی امتوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے،چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو یہ عطا فرمایا کہ ہر دین والے اُن سے محبت رکھتے ہیں اوراُن کی ثنا کرتے ہیں۔[3]

﴿وَاجْعَلْنِیْ: اور مجھے کردے۔﴾ دنیا کی سعادتیں طلب کرنے کے بعدآخرت کی سعادتیں طلب کرتے ہوئے حضرت

1 ......البقرة: ١٣٠.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٨٣، ص٨٢٣.

3 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٨٤، ص٨٢٣.

ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے ان لوگوں میں سے کردے جنہیں تو اپنے فضل وکرم سے چین کے باغوں اور نعمت کی جنت کا وارث بنائے گا۔[1]

جنت کی دعا مانگنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ سے قیامت کے دن جنت ملنے کی دعا کرنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔حدیث پاک میں بھی جنت الفردوس کی دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے،جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب تم **اللہ** تعالیٰ سے مانگو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرنا کیونکہ یہ جنت کا درمیانی حصہ اور اعلیٰ درجہ ہے،اس کے اوپر **اللہ** تعالیٰ کا عرش ہے اور جنت کی نہریں اسی سے نکلتی ہیں۔[2]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ **اللہ** تعالیٰ سے قیامت کے دن جنت الفردوس عطا ہونے کی دعا مانگا کرے۔انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَکابر بزرگانِ دین کی طلبِ جنت کی دعائیں درحقیقت **اللہ** تعالیٰ کے دیدار اور ملاقات کے لئے تھیں۔

[illegible]

حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''جب بندہ فرض نماز کے لئے وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے،پھر مسجد جانے کے ارادے سے اپنے گھر کے دروازے سے نکلے اور کہے:''**بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ**'' تو اللہ تعالیٰ اسے درست راستے کی ہدایت دے گا۔اور یہ کہے:''**وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ**'' تو اللہ تعالیٰ اسے جنتی کھانا کھلائے گا اور جنتی مشروبات پلائے گا۔اور یہ کہے:''**وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ**'' تو اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے گا اور اس کے مرض کو اس کے گناہوں کے لئے کفارہ بنادے گا۔اور یہ کہے:''**وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ**'' تو اللہ تعالیٰ اسے سعادت مندوں والی زندگی کے ساتھ زندہ رکھے گا اور شہیدوں والی موت عطا فرمائے گا۔اور یہ کہے:''**وَ الَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــٴَـتِیْ**

---

1 ......تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵۱۶/۸، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۳۸۹/۳، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب درجات المجاهدین فی سبیل اللّٰہ... الخ، ۲۵۰/۲، الحدیث: ۲۷۹۰.

یَوْمَ الدِّیْنِ" تواللہ تعالیٰ اس کی ساری خطائیں معاف کردے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ اور یہ کہے:"**رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ** " تواللہ تعالیٰ اسے علم وحکمت عطا فرمائے گا اور جو صالح بندے گزر چکے اور جو باقی ہیں اسے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ملا دے گا۔ اور یہ کہے:"**وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ**" تو ایک سفید کاغذ میں لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں صادقین میں سے ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے صدق کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ اور یہ کہے:"**وَ اجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ**" تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مکانات اور محلات بنا دے گا۔ (1)

وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔

﴿**وَاغْفِرْ لِاَبِیْ: اور میرے باپ کو بخش دے۔**﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک دعا یہ مانگی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میرے باپ کو توبہ وایمان کی توفیق عطا کر کے بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ دعا اس لئے فرمائی کہ آپ کے باپ نے جدا ہوتے وقت آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا۔ جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ظاہر ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے اور اس کا وعدہ جھوٹا تھا تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے بیزار ہو گئے، جیسا کہ سورۂ براءت میں ہے:

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا پھر جب ابراہیم کے لئے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ

1 ......در منثور، الشعراء، تحت الآية: ۸۵، ۳۰۶/۶.

2 ......التوبة: ۱۱۴.

وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہاں آیت میں باپ سے مراد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا چچا آزر ہے حقیقی والد مراد نہیں ہیں۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کیلئے سورۂ اَنعام آیت نمبر **74** کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل کے ساتھ حاضر ہو گا۔

﴿ وَلَا تُخْزِنِیْ: اور مجھے رسوا نہ کرنا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک دعا یہ مانگی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے قیامت کے اس دن رسوا نہ کرنا جس دن سب لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے البتہ اس دن جو اللہ تعالیٰ کے حضور کفر، شرک اور نفاق سے سلامت دل کے ساتھ حاضر ہو گا تو اسے راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی نفع دے گا اور اس کی نیک اولاد بھی اسے نفع دے گی۔[2]

آخرت میں مسلمانوں کو ان کے مال اور اولاد سے نفع حاصل ہو گا

یاد رہے کہ کافر و مشرک جو مال نیک کاموں میں خرچ کرے گا آخرت میں وہ جہنم کے عذاب سے نجات دلانے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب حاصل کرنے میں اس کے کوئی کام نہ آئے گا البتہ مسلمان جو مال اللہ تعالیٰ کی

1 ......جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ۸۶، ص۳۱۲-۳۱۳، مدارک، الشعراء، تحت الآیة: ۸۶، ص۸۲۳، ملتقطاً۔

2 ......مدارک، الشعراء، تحت الآیة: ۸۷-۸۹، ص۸۲۳، ملخصاً۔

راہ میں خرچ کرے گا اور جو نیک اولاد چھوڑ کر مرے گا وہ مال اور اولاد اس کے کام آئے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مسلمان کو اس کے صدقات و خیرات کا ثواب عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے تین اعمال کے علاوہ باقی عمل مُنْقَطِع ہو جاتے ہیں۔ **(1)** صدقۂ جاریہ۔ **(2)** وہ علم جس سے لوگ نفع اٹھائیں۔ **(3)** نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی دعا میں قیامت کے دن کی رسوائی سے جو پناہ مانگی یہ دعا بھی لوگوں کی تعلیم کے لئے ہے تاکہ وہ اس کی فکر کریں اور قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لئے دعا بھی مانگیں۔

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَؕ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَ الْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَ جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَؕ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَ هُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شٰفِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

[1] ......مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ص۸۸۶، الحدیث: ۱۴(۱۶۳۱).

ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب لائی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے لیے۔اور ظاہر کی جائے گی دوزخ گمراہوں کے لیے۔اوران سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم پوجتے تھے اللہ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا بدلہ لیں گے۔تو اوندھا دیئے گئے جہنم میں وہ اور سب گمراہ اور ابلیس کے لشکر سارے۔کہیں گے اور وہ اس میں باہم جھگڑتے ہوں گے۔ خدا کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے۔جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔اور ہمیں نہ بہکایا مگر مجرموں نے۔تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں۔اور نہ کوئی غم خوار دوست۔تو کسی طرح ہمیں پھر جانا ہوتا کہ ہم مسلمان ہوتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی۔اور دوزخ گمراہوں کے لیے ظاہر کردی جائے گی۔اوران سے کہا جائے گا: وہ (بت) کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے؟ کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا کیا وہ بدلہ لے سکتے ہیں؟ تو انہیں اور گمراہوں کو اور ابلیس کے سارے لشکروں کو جہنم میں اوندھے کردیا جائے گا۔وہ گمراہ کہیں گے اس حال میں کہ وہ اس میں باہم جھگڑ رہے ہوں گے۔خدا کی قسم، بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے۔جب ہم تمہیں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر قرار دیتے تھے۔اور ہمیں مجرموں نے ہی گمراہ کیا۔تو اب ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں۔اور نہ ہی کوئی غم خوار دوست ہے۔تو اگر کسی طرح ہمارے لئے ایک مرتبہ لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم مسلمان ہوجاتے۔

﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ: اور جنت قریب لائی جائے گی۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی دعا مانگنے کے بعد اس دن کے کچھ اوصاف بیان فرمائے جن کا ذکر اس آیت اور اس کے بعد والی 12 آیات میں ہے، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(1)......قیامت کے دن جنت سعادت مندوں کے مقام سے قریب کردی جائے گی، وہ جنت کی طرف دیکھیں گے اور اس میں موجود طرح طرح کی عظیم الشّان نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے اور اس لئے خوش ہوں گے کہ انہیں اس میں جمع کیا جائے گا، جبکہ حق راستے سے گمراہ ہوجانے والے بدبختوں پر جہنم ظاہر کردی جائے گی، وہ اس میں موجود طرح طرح کے ہَولناک اَحوال کو دیکھیں گے اور انہیں اس بات کا یقین ہوجائے گا کہ اب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور وہ کسی صورت اس سے چھٹکارا نہ پاسکیں گے۔اللہ تعالیٰ ایسا اس لئے فرمائے گا کہ ایمان والوں کو جلد خوشی نصیب ہو اور کافروں کو عظیم غم ملے۔

(2)......کافروں کو ان کے کفر وشرک پر ڈانٹتے ہوئے سختی سے کہا جائے گا کہ تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کی دنیا میں تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ تمہاری شفاعت کریں گے؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا کر تمہاری مدد کریں گے یا وہ اپنے دوزخ میں ڈالے جانے کا بدلہ لے سکتے ہیں؟ سن لو! وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔

(3)......بت اور ان کے پجاری اور ابلیس کے سارے لشکر سب اوندھے کر کے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ یاد رہے کہ بت جہنم میں عذاب پانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے کے لئے ڈالے جائیں گے اور ابلیس کے لشکروں سے مراد اس کی پیروی کرنے والے ہیں چاہے وہ جن ہوں یا انسان اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ابلیس کے لشکروں سے اس کی ذُرِّیَّت مراد ہے۔

(4)......جب ان گمراہوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو وہ جہنم میں اپنے جھوٹے معبودوں سے جھگڑتے ہوئے کہیں گے ''خدا کی قسم، بیشک ہم اس وقت کھلی گمراہی میں تھے جب ہم تمہیں عبادت کا مستحق ہونے میں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر قرار دیتے تھے حالانکہ تم اس کی ایک ادنیٰ، کمترین اور انتہائی عاجز مخلوق تھے اور ہمیں مجرموں نے ہی گمراہ کیا اور اب یہ حال ہے کہ ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں جیسے کہ مومنین کے لئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیاء، فرشتے اور مومنین شفاعت کرنے والے ہیں، اور نہ ہی ایمان والوں کی طرح ہمارا کوئی غم خوار دوست ہے جو اس مشکل ترین وقت میں ہمارے کام آئے، پس اگر کسی طرح ہمیں ایک مرتبہ دنیا کی طرف لوٹ کر جانا نصیب ہو جائے تو ہم ضرور مسلمان ہو جائیں گے۔[1]

﴿اَلْمُجْرِمُوْنَ: مجرموں۔﴾ مجرموں سے مراد وہ ہیں جنہوں نے بت پرستی کی دعوت دی یا وہ پہلے لوگ مراد ہیں جن کی ان گمراہوں نے پیروی کی یا ان سے ابلیس اور اس کی ذریت مراد ہے۔[2]

﴿وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ: اور نہ ہی کوئی غم خوار دوست ہے۔﴾ کفار یہ بات اس وقت کہیں گے جب دیکھیں گے کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ، فرشتے اور صالحین ایمان داروں کی شفاعت کر رہے ہیں اور ان کی

1......تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۹۰-۱۰۲، ۸/۵۱۸-۵۱۹، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۹۰-۱۰۲، ۳/۳۹۰-۳۹۱، ابو سعود، الشعراء، تحت الآیۃ: ۹۰-۱۰۲، ۴/۱۶۹-۱۷۱، ملتقطاً۔

2......مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۹۹، ص ۸۲۴۔

دوستیاں کام آ رہی ہیں۔ [1]

قیامت کے دن پرہیزگاروں کی دوستی مسلمانوں کے کام آئے گی

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن نیک، صالح اور پرہیزگار مسلمانوں کی دوستی مسلمانوں کے کام آئے گی اور وہ قیامت کے انتہائی سخت ہولناک دن میں مسلمانوں کی غم خواری اور شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پرہیزگاروں کے علاوہ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جنتی کہے گا: میرے فلاں دوست کا کیا حال ہے؟ اور وہ دوست گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ہوگا۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ اس کے دوست کو نکالو اور جنت میں داخل کر دو تو جو لوگ جہنم میں باقی رہ جائیں گے وہ یہ کہیں گے کہ ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے اور نہ کوئی غم خوار دوست۔ [3]

حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''ایماندار دوست بڑھاؤ کیونکہ وہ روزِ قیامت شفاعت کریں گے۔ [4]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نیک اور پرہیزگار مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے اور فاسق و فاجر لوگوں کی دوستی سے بچے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ [5]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾

1. خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۱، ۳/۳۹۰.
2. الزخرف: ۶۷.
3. تفسیر بغوی، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۱، ۳/۳۳۴.
4. خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۱، ۳/۳۹۱.
5. ترمذی، کتاب الزھد، ۴۵-باب، ۴/۱۶۷، الحدیث: ۲۳۸۵.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت ایمان والے نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس بیان میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان والے نہ تھے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً : بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔﴾ یعنی حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا اپنی قوم کے ساتھ جو واقعہ بیان کیا گیا اس میں ان سب کے لئے عبرت کی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اوروں کی عبادت کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ قیامت کے دن ان کے یہی جھوٹے معبود ان سے بیزاری ظاہر کر دیں گے اور کسی کو کوئی نفع بھی نہیں پہنچا سکیں گے۔[1]

﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ: اور ان میں اکثر ایمان والے نہ تھے۔﴾ یعنی جس طرح کفارِ قریش میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے اسی طرح حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم میں سے بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لائے تھے (لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ قریش کے ایمان نہ لانے پر غم نہ فرمائیں)[2]

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

ع ۵ / ۳۶ / ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی عزت اور غلبے والا ہے اور وہی توبہ کرنے والوں کو بخش کر اور کافروں کو مہلت دے کر مہربانی فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع رحمت کی وجہ سے ہی کفارِ قریش کو مہلت دی تاکہ وہ ایمان لے آئیں یا ان کی اولاد میں سے کوئی ایمان لے آئے۔[3]

---

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۳، ۶/۲۹۱.

2 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۳، ۶/۲۹۱.

3 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۴، ۶/۲۹۱.

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِالْمُرْسَلِيْنَ : نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔﴾ سیّد العالَمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد یہاں سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں فرمایا گیا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دین ایک ہے اور ہر ایک نبی لوگوں کو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں اس لئے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانا تمام پیغمبروں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانا ہے۔(1)

نوٹ: یہ واقعہ سورۂ اَعراف آیت نمبر **59** تا **64**، سورۂ یونس آیت نمبر **71** تا **73**، سورۂ ہود آیت نمبر **25** تا **49**، سورۃُ الانبیاء آیت نمبر **76** تا **77** اور سورۂ مؤمنون آیت نمبر **23** تا **30** میں بیان ہو چکا ہے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ ان سے ان کے ہم قوم نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے اللّٰہ کا بھیجا ہوا امین ہوں۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

(1) تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیة: ١٠٥، ٨/٥٢٠، خازن، الشعراء، تحت الآیة: ١٠٥، ٣/٣٩١، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان سے ان کے ہم قوم نوح نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ بیشک میں تمہارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ: جب ان سے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم نے اس وقت جھٹلایا جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں تاکہ کفر اور گناہوں کو ترک کردو۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے ایک ایسا رسول ہوں جس کی امانت داری تم میں مشہور ہے اور جو دُنْیوی کاموں پر امین ہے وہ وحی اور رسالت پر بھی امین ہوگا لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو میں تمہیں توحید و ایمان اور اللہ تعالیٰ کی طاعت کے بارے میں حکم دیتا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔[1]

﴿رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ: امانتدار رسول۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امانت داری آپ کی قوم کو اسی طرح تسلیم تھی جیسا کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت داری پر عرب کو اتفاق تھا۔[2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شانِ امانت داری

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی میں دیگر اَوصاف کے ساتھ ساتھ امانت و دیانت داری کا وصف بھی انتہائی اعلیٰ پیمانے پر موجود تھا اور آپ کی امانت داری کے اپنے پرائے سبھی قائل تھے اور آپ صادق و امین کے لقب سے مشہور تھے، یہاں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت داری سے متعلق تین واقعات کا خلاصہ درج ذیل ہے جن سے آپ کی امانت و دیانت داری کی شان واضح ہوتی ہے۔

(1)...... پچیس سال کی عمر شریف میں سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت و صداقت کا چرچا دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ آپ کے اسی وصف کی وجہ سے حضرت خدیجہ نے اپنا تجارتی سامان لے جانے کے لئے آپ کو منتخب کیا اور آپ کی بارگاہ میں یہ عرض پیش کی کہ آپ میرا تجارت کا مال لے کر ملکِ شام جائیں، جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت و دیانت داری کی بنا پر میں آپ کو اس کا دوگنا دوں گی۔

(2)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت و دیانت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ...... خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۶-۱۰۸، ۳۹۱/۳، مدارک، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۶-۱۰۸، ص۸۲۵، روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۶-۱۰۸، ۲۹۱/۶-۲۹۲، ملتقطاً.

2 ...... مدارک، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۷، ص۸۲۵.

کو مخلوق میں انتہائی مقبول بنا دیا اور عقلِ سلیم اور بے مثل دانائی کا عظیم جوہر عطا فرما دیا، چنانچہ جب تعمیرِ کعبہ کے وقت حجرِ اسود کو نصب کرنے کے معاملے میں عرب کے بڑے بڑے سرداروں کے درمیان جھگڑا کھڑا ہو گیا اور قتل و غارت گری تک نوبت پہنچ گئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے جھگڑے کا ایسا لاجواب فیصلہ فرما دیا کہ بڑے بڑے دانشوروں اور سرداروں نے اس فیصلہ کی عظمت کے آگے سر جھکا دیا اور سبھی کفار پکار اُٹھے کہ وَاللہ یہ امین ہیں اور ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔

(3)......کفارِ مکہ اگرچہ رحمتِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال و سامان کو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس امانت رکھتے تھے اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت داری کی یہ شان تھی کہ آپ نے اس وقت بھی ان کفار کی امانتیں واپس پہنچانے کا انتظام فرمایا جب وہ جان کے دشمن بن کر آپ کے مقدس مکان کا مُحاصرہ کئے ہوئے تھے۔

وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَۚ(۱۰۹) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِؕ(۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ: اور میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی امانت داری کا وصف بیان کر کے لوگوں کو اللہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرایا اور

اپنی اطاعت کرنے کی ترغیب دلائی اور یہاں سے یہ بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے لالچ وطمع سے خالی ہونے کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور اطاعت کی طرف راغب کیا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں رسالت کی ادائیگی پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر وثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمہارے ساتھ کمینے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (قوم نے) کہا: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی گھٹیا لوگوں نے کی ہے۔

﴿قَالُوْا: بولے۔﴾ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی ہماری قوم کے صرف گھٹیا لوگوں نے کی ہے۔ یہ بات انہوں نے غرور کی وجہ سے کہی تھی کیونکہ انہیں غریبوں کے پاس بیٹھنا گوارا نہ تھا اور اس میں وہ اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے، اس لئے ایمان جیسی نعمت سے محروم رہے۔ کمینے اور گھٹیا لوگوں سے ان کی مراد غریب اور پیشہ ور لوگ تھے اور انہیں رذیل اور کمین کہنا یہ کفار کا مُتکبّرانہ فعل تھا ورنہ درحقیقت صَنعت اور ردی پیشہ ایسی چیز نہیں کہ جس سے آدمی دین میں ذلیل ہو جائے۔ مالداری اصل میں دینی مالداری ہے اور نسب در اصل تقویٰ کا نسب ہے۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رہے کہ مومن کو گھٹیا کہنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی محتاج و نادار ہو یا وہ کسی بھی نسب کا ہو۔ (1)

عزت و ذلت کا معیار دین اور پرہیزگاری ہے

اس سے معلوم ہوا کہ عزت وذلت کا معیار مال و دولت کی کثرت نہیں بلکہ دین اور پرہیزگاری ہے چنانچہ جس کے پاس دولت کے انبار ہوں لیکن دین اور پرہیزگاری نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت والا نہیں اور اس کی

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١١١، ص ٨٢٥.

بارگاہ میں ان کے مال ودولت کی حیثیت مچھر کے پر برابر بھی نہیں اگرچہ دُنْیَوی طور پر وہ کتنا ہی عزت دار شمار کیا جاتا ہو، اسی طرح جو شخص غریب اور نادار ہے لیکن دین اور پرہیزگاری کی دولت سے مالا مال ہے، وہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت والا ہے اگرچہ دنیوی طور پر اسے کوئی عزت داروں میں شمار نہ کرتا ہو اور لوگ اسے کمتر، حقیر اور ذلیل سمجھتے ہوں۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللّٰہ جاننے والا خبردار ہے۔

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اے لوگو! تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ ایک ہے اور تمہارے والد ایک ہیں، سن لو! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں البتہ جو پرہیزگار ہے وہ دوسروں سے افضل ہے، بیشک اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ [2]

اور غریب، پرہیزگار مسلمانوں کی قدر و قیمت سے متعلق حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بہت سے پَراگندہ بالوں والے ایسے ہوتے ہیں جنہیں (حقیر سمجھ کر) لوگ دروازوں سے دھکے دیتے ہیں (لیکن اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا یہ مقام ہوتا ہے کہ) اگر وہ کسی کام کے لئے قسم اٹھالیں تو اللّٰہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دے۔ [3]

افسوس ہمارے معاشرے میں بھی عزت کے قابل اسے ہی سمجھا جاتا ہے جس کے پاس دولت کی کثرت ہو،

---

1 ......حجرات:۱۳.

2 ......شعب الایمان، الرابع والثلاثون من شعب الایمان...الخ، فصل فی حفظ اللسان عن الفخر بالآباء، ۲۸۹/۴، الحدیث: ۵۱۳۷.

3 ......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الضعفاء والخاملین، ص۱۴۱۲، الحدیث: ۱۳۸(۲۶۲۲).

گاڑیاں، بنگلے، عہدے اور منصب ہوں اگرچہ اس کے پاس یہ سب چیزیں سود، جوئے، رشوت اور دیگر حرام ذرائع سے حاصل کی ہوئی آمدنی سے آئی ہوں اور جو شخص محنت مزدوری کر کے اور طرح طرح کی مشقتیں برداشت کر کے گزارے کے لائق حلال روزی کماتا ہو اسے لوگ کمتر اور حقیر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، امین۔

قَالَ وَ مَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا مجھے کیا خبر ان کے کام کیا ہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اگر تمہیں حس ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نوح نے فرمایا: مجھے ان کے کاموں کا علم نہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی (کے ذمہ) پر ہے اگر تمہیں شعور ہو۔

﴿ قَالَ : فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: جن لوگوں نے میری پیروی کی ہے مجھے ان کے کاموں کا علم نہیں اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی غرض اور مطلب ہے کہ وہ کیا پیشے کرتے ہیں؟ میری ذمہ داری انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے (اور وہ میں نے پوری کر دی ہے) اگر تم ان کے گھٹیا پیشوں کو جانتے ہو تو اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کا حساب تو میرے رب عَزَّوَجَلَّ ہی کے ذمہ پر ہے، وہی انہیں جزا دے گا، تو نہ تم انہیں عیب لگاؤ اور نہ پیشوں کے باعث ان سے عار کرو۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے ایمان لانے والوں کے پیشے پر اعتراض کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان پر بھی اعتراض کیا اور یہ کہا تھا کہ جو لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں وہ دل سے ایمان نہیں لائے بلکہ صرف ظاہری طور پر ایمان لائے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''میری ذمہ داری ظاہر پر اعتبار کرنا ہے باطن کی تفتیش مجھ پر لازم نہیں، اگر تمہیں ان کے دل کا حال معلوم ہے تو جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اس کا ان سے حساب لینا میرے رب عَزَّوَجَلَّ ہی کے ذمہ پر ہے۔'' (1)

(1)......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١١٢-١١٣، ٣/٣٩١، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١١٢-١١٣، ص٨٢٥، ملتقطاً.

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں۔ میں تو نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔ بولے اے نوح اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کیے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں۔ میں تو صرف صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ قوم نے کہا: اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

﴿**وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ:** اور میں دور کرنے والا نہیں۔﴾ قوم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر کہا کہ پھر آپ کمینوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے تاکہ ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ کی بات مانیں۔ اس کے جواب میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''یہ میری شان نہیں کہ میں تمہاری ایسی خواہشوں کو پورا کروں اور تمہارے ایمان کے لالچ میں غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکال دوں۔[1]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور غریب پروری

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غریبوں فقیروں کے ساتھ بیٹھنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ غریب مسلمانوں سے بھی ہم نشینی رکھے، ان کی دلجوئی کرے اور ان کی مشکلات دور کرنے کے لئے عملی طور پر اِقدامات کرنے کی کوشش کرے، ترغیب کے لئے یہاں غریب پروری اور مسکین نوازی سے متعلق تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات اور آپ کی مبارک سیرت ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ دعا مانگی: ''اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، قیامت کے دن مجھے مسکینوں کی جماعت سے ہی اٹھانا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی:

[1] ......تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ١١٤، ٨/٥٢١، مدارك، الشعراء، تحت الآیۃ: ١١٤، ص٨٢٦، ملتقطاً۔

کیوں (ایسا ہو؟) ارشاد فرمایا: ’’مسکین لوگ امیر لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! مسکین کے سوال کو کبھی رد نہ کرنا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو، اے عائشہ! مسکینوں سے محبت رکھو اور انہیں اپنے قریب کرو (ایسا کرنے سے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ [1]

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’(اگر تم مجھے ڈھونڈنا چاہو تو) مجھے اپنے کمزور اور غریب لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں کمزور اور غریب لوگوں کے سبب رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ [2]

حضرت ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’یہ (غلام) تمہارے بھائی اور خادم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے تو جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اسے وہ چیز کھلائے جسے خود کھاتا ہو، وہ لباس پہنائے جسے خود پہنتا ہو اور تم انہیں ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان کے لئے دشوار ہو اور اگر انہیں ایسے کام کے لئے کہو تو اس میں ان کی مدد کرو۔ [3]

اسی طرح کثیر اَحادیث میں یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی کرنے، مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دینے، غریب مقروض کو مہلت دینے یا قرض معاف کر دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اب غریب پَروری سے متعلق سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کا عالَم ملاحظہ ہو، چنانچہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی مشہور تصنیف ’’شفا شریف‘‘ میں ہے کہ ’’حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسکینوں کی عیادت فرماتے، فقیروں کے پاس بیٹھتے اور کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو اسے قبول فرما لیتے تھے۔ [4]

علامہ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی محتاج کو ملاحظہ فرماتے تو اپنا کھانا پینا تک اٹھا کر عنایت فرما دیتے حالانکہ اس کی آپ کو بھی ضرورت ہوتی، آپ کی عطا مختلف قسم کی ہوتی جیسے کسی کو تحفہ دیتے، کسی کو کوئی حق عطا فرماتے، کسی سے قرض کا بوجھ اتار دیتے، کسی کو صدقہ عنایت

---

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء انّ فقراء المھاجرین یدخلون الجنّۃ قبل اغنیاءھم، ۴/۱۵۷، الحدیث: ۲۳۵۹.

2 ......ترمذی، کتاب الجھاد، باب ما جاء فی الاستفتاح بصعالیك المسلمین، ۳/۲۶۸، الحدیث: ۱۷۰۸.

3 ......مسلم، کتاب الایمان والنذور، باب اطعام المملوك ممّا یأکل... الخ، ص۹۰۶، الحدیث: ۴۰(۱۶۶۱).

4 ......الشفا، القسم الاول، الباب الثانی، فصل وامّا تواضعہ، ص۱۳۱، الجزء الاول.

فرماتے، کبھی کپڑا خریدتے اور اس کی قیمت ادا کر کے اس کپڑے والے کو وہی کپڑا بخش دیتے، کبھی قرض لیتے اور (اپنی طرف سے) اس کی مقدار سے زیادہ عطا فرما دیتے، کبھی کپڑا خرید کر اس کی قیمت سے زیادہ رقم عنایت فرما دیتے اور کبھی ہدیہ قبول فرماتے اور اس سے کئی گُنا زیادہ انعام میں عطا فرما دیتے۔[1]

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک تعلیمات کو اپنانے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیاری سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے

اس آیت میں ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کفار کے اس مطالبے کو تسلیم نہیں کیا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غریبوں کو خود سے دور کر دیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کسی کی طرف سے ہونے والی باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس سے بے پرواہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور حق بات کو بیان کرنا چاہئے۔ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بطورِ خاص صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اس بات کا حکم دیتے اور اس پر بیعت لیتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈریں گے نہ اس کی پرواہ کریں گے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا یہ حال تھا کہ وہ اس عہد کی پاسداری میں اپنی جان تک چلی جانے کی بھی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔ افسوس! فی زمانہ حق بات بیان کرنے کے حوالے سے مسلمانوں کا حال انتہائی نازک ہے، یہ اپنے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانیاں ہوتی دیکھ کر، دین کا مذاق اڑتا ہوا اور شریعت کے احکامات پر عمل پیرا حضرات کی تذلیل ہوتی دیکھ کر، دینِ اسلام کے احکام اور اس کی تعلیمات پر انگلیاں اٹھتی دیکھ کر اتنی ہمت بھی نہیں کر پاتے کہ ایسے لوگوں کو زبان سے ہی روک دیں بلکہ الٹا ان کی ہاں میں ہاں ملاتے اور ان کی الٹی سیدھی اور جاہلانہ باتوں کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے اور حق بات کہنے اور اس میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿نَذِیْرٌ: ڈر سنانے والا۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میری ذمہ داری تمہیں صحیح دلیل کے ساتھ صاف صاف ڈر سنانا ہے جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جائے، تو جو ایمان لائے وہی میرا مُقرّب ہے اور جو ایمان نہ لائے

[1] ......مدارج النبوه، باب دوم در بیان اخلاق وصفا، وصل در جود وسخاوت، ۱/۴۹.

وہی مجھ سے دور ہے۔[1]

﴿قَالُوْا: بولے۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے کہا: اے نوح! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اگر تم دعوت دینے اور ڈرسنانے سے باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔[2]

النصف

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلایا۔ تو مجھ میں اوران میں پورا فیصلہ کردے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نوح نے عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلایا۔ تو مجھ میں اوران میں پورا فیصلہ کردے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے تیری وحی و رسالت میں مجھے جھٹلایا ہے، پس تو مجھ میں اوران میں وہ فیصلہ کردے جس کا ہم میں سے ہر کوئی حق دار ہے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو ان کافروں کی اَذِیَّتوں سے نجات دے۔

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی دعا میں جو ذکر کیا کہ میری قوم نے تیری وحی اور رسالت میں مجھے جھٹلایا ہے، اس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مراد یہ تھی کہ میں جو اِن کے بارے میں ہلاکت کی دعا کر رہا ہوں اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے مجھے سنگسار کرنے کی دھمکی دی اور نہ ہی یہ سبب ہے کہ انہوں نے میری پیروی کرنے والوں کو

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۱۱۵، ص۸۲۶، خازن، الشعراء، تحت الآية: ۱۱۵، ۳۹۱/۳، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۱۶، ۲۹۳/۶.

گھٹیا کہا بلکہ میری دعا کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے تیرے کلام کو جھٹلایا اور تیری رسالت کے قبول کرنے سے انکار کیا۔[1]

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے بچالیا اسے اوراس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں ۔ پھراس کے بعد ہم نے باقیوں کو ڈبو دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے اوراس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں بچالیا۔ پھراس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کردیا۔

﴿فَاَنْجَیْنٰهُ: تو ہم نے اسے بچالیا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اوراس نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کواوران کے ساتھ والوں کوانسانوں، پرندوں اور جانوروں سے بھری ہوئی کشتی میں سوار کر کے طوفان سے بچالیا اور انہیں نجات دینے کے بعد باقی لوگوں کو طوفان میں غرق کردیا۔[2]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾

ع ۱۸ / ۶ / ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اوران میں اکثر مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

---

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۱۷-۱۱۸، ۶/۲۹۳، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۱۷-۱۱۸، ۸/۵۲۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۱۹-۱۲۰، ۳/۳۹۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً : بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔﴾ یعنی حق سے تکبر کرنے اور غریب مسلمانوں کو حقیر جاننے کی وجہ سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا جو انجام ہوا اس میں بعد والوں کے لئے عبرت کی نشانی ہے۔[1]

﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ: اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم میں سے مسلمان ہونے والے مرد و عورت کی تعداد 80 تھی اور اس آیت میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے کہ ہمیشہ تھوڑے لوگ ہی ایمان اور ہدایت قبول کرتے ہیں۔[2]

كَذَّبَتْ عَادُ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ ﴿١٢٣﴾ۚۖ

ترجمۂ کنزالایمان: عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔

﴿كَذَّبَتْ عَادُ : عاد نے جھٹلایا۔﴾ یہاں سے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا نام عاد ہے، یہ ایک قبیلہ ہے اور دراصل یہ ایک شخص کا نام ہے جس کی اولاد سے یہ قبیلہ ہے۔[3]

نوٹ: یہ واقعہ سورۂ اَعراف، آیت نمبر 65 تا 72، سورۂ ہود 50 تا 60 میں بھی گزر چکا ہے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ۚ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٢٥﴾ۙ

---

1 ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ١٢١، ٦/٢٩٣.

2 ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ١٢١، ٦/٢٩٣.

3 ……مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ١٢٣، ص٨٢٦.

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ ان سے ان کے ہم قوم ہود نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے اللّٰہ کا امانت دار رسول ہوں۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان سے ان کے ہم قوم ہود نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿ اِذْ قَالَ لَهُمْ: جب ان سے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ’’عاد‘‘ نے انہیں اس وقت جھٹلایا جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ’’تم جس کفر وشرک میں مبتلا ہو، کیا اس پر تم اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں۔ بیشک میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا رسول ہوں جس کی امانت داری تم میں مشہور ہے اور میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحی کا امین ہوں تو تم مجھے جھٹلانے میں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میں تمہیں جو حکم دوں اس میں میری اطاعت کرو۔[1]

وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَؕ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَۙ﴿۱۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب۔ کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں تم سے اِس (تبلیغ) پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

1 ......مدارك،الشعراء،تحت الآية: ۱۲۴-۱۲۶، ص۸۲۶، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۲۴-۱۲۶، ۶/۲۹۴، ملتقطاً۔

کیاتم ہر بلند جگہ پر ایک نشان بناتے ہو (راہگیروں کا) مذاق اڑاتے ہو۔

﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ: اور میں تم سے اِس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا۔﴾ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم سے فرمایا: ''میں رسالت کی ادائیگی پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے کیونکہ اسی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ [1]

﴿اَتَبْنُوْنَ: کیاتم بناتے ہو۔﴾ اس قوم کا معمول یہ تھا کہ انہوں نے سرِ راہ بلند عمارتیں بنالی تھیں، وہاں بیٹھ کر راہ چلنے والوں کو پریشان کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان کے اسی عمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''کیاتم راہگیروں کا مذاق اڑانے کے لئے ہر بلند جگہ پر ایک نشان بناتے ہو تاکہ اس پر چڑھ کر گزرنے والوں سے مذاق مسخری کرو۔ [2]

حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی اس روش کے نظارے ہمارے آج کے معاشرے میں بھی بکثرت دیکھے جا رہے ہیں، جیسے چوراہوں یا گلیوں میں کھڑے ہو کر وہاں سے گزرنے والوں کو تنگ کرنا، کسی معذور شخص کو آتا دیکھ کر اس کا مذاق اڑانا، راستے سے گزرنے والی خواتین پر آوازیں کسنا، راہ چلتی عورتوں سے ٹکرانا، کوئی راستہ معلوم کرے تو اسے غلط راستہ بتا دینا، راستے میں کوڑا کرکٹ پھینک دینا، گلیوں میں گندا پانی چھوڑ دینا، گلیوں میں کھدائی کر کے کئی دنوں تک بلا وجہ چھوڑے رکھنا، راستوں میں غیر قانونی تعمیرات کرنا، گلی محلوں میں کرکٹ یا کوئی اور کھیل کھیلنا اور غلط جگہ گاڑی پارک کر دینا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ راستوں میں بیٹھنے سے متعلق حدیث پاک میں ہے، حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمیں راستے میں بیٹھنے سے چارہ نہیں، ہم وہاں آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ فرمایا: جب تم نہیں مانتے اور بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے عرض کی، راستے کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''(1) نظر نیچی رکھنا۔ (2) اَذِیَّت کو دور کرنا۔

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٢٧، ٦/٢٩٤.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٢٨، ٣/٣٩٢، ملخصاً.

(3) سلام کا جواب دینا (4) اچھی بات کا حکم کرنا اور (5) بری باتوں سے منع کرنا۔[1]

ایک اور روایت میں راستے کے یہ دو حق بھی بیان کئے گئے ہیں: (1) فریاد کرنے والے کی فریاد سننا۔ (2) بھولے ہوئے کو ہدایت کرنا۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ''راستوں کے بیٹھنے میں بھلائی نہیں ہے، مگر اس کے لیے جو راستہ بتائے، سلام کا جواب دے، نظر نیچی رکھے اور بوجھ لادنے پر مدد کرے۔''[3]

وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مضبوط محل چنتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی سے گرفت کرتے ہو۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مضبوط محل بناتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو بڑی بیدردی سے پکڑتے ہو۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿وَ تَتَّخِذُوْنَ: اور بناتے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں قومِ عاد کے دو اور معمولات کے بارے میں حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام ذکر ہوا، چنانچہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: ''تم اس امید پر مضبوط محل بناتے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے اور کبھی مرو گے نہیں اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی کے ساتھ تلوار سے قتل کر کے اور دُرّے مار کر انتہائی بے رحمی سے گرفت کرتے ہو، تو تم اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور ان کاموں

1 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب افنیة الدور والجلوس فیھا... الخ، ۱۳۲/۲، الحدیث: ۲۴۶۵.

2 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الجلوس فی الطرقات، ۳۳۷/۴، الحدیث: ۴۸۱۷.

3 ......شرح سنہ، کتاب الاستئذان، باب کراھیة الجلوس علی الطرق، ۳۶۵/۶، الحدیث: ۳۲۳۲.

کو چھوڑ دو اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے اور عدل وانصاف وغیرہ کی دعوت دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔[1]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مکانات کی سادگی

اس آیت میں قومِ عاد کے مضبوط محلات بنانے کا ذکر ہوا، فی زمانہ بھی لوگوں کی عمومی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ انتہائی خوبصورت، مضبوط اور بڑا گھر بنائیں۔ جائز ذرائع اور حلال مال سے اس خواہش کو پورا کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن اگر ضرورت کے مطابق مناسب سا گھر بنایا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ دو جہاں کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے پیارے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مکانات کی سادگی ملاحظہ ہو، چنانچہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسجدِ نَبوی کے مُتَّصِل ہی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے لئے مکانات بنوائے تھے۔ ان مکانات کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ صرف دس دس گز لمبے اور چھ چھ، سات سات گز چوڑے تھے، کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کی پتیوں کی چھت اور وہ بھی اتنی نیچی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو لیتا، دروازوں میں لکڑی کے تختوں کی بجائے کمبل یا ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے۔[2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے لئے بھی مکانات کی شان وشوکت پسند نہ فرماتے اور اگر کوئی شاندار مکان تعمیر کرتا یا اپنے مکان کی تزئین وآرائش میں مصروف ہوتا تو اس کی تربیت فرماتے، چنانچہ ایک بار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک راستے سے گزرے، راستے میں ایک اونچا سا گنبد (نما مکان) دیکھا تو فرمایا: ''یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ شان وشوکت ناگوار ہوئی، مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا، کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے، اور سلام کیا، لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رخِ انور پھیر لیا، بار بار یہ واقعہ پیش آیا تو انہوں نے دوسرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ناراضگی کا ذکر کیا، جب سبب معلوم ہوا تو انہوں نے اس قبے کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میرے پاس

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۲۹-۱۳۱، ۳/۳۹۲، روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۲۹-۱۳۱، ۶/۲۹۵-۲۹۶، ملتقطاً.

2 ......شرح الزرقانی، ذکر بناء المسجد النبوی وعمل المنبر، ۲/۱۸۵، ملخصاً.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی البناء، ۴/۴۶۰، الحدیث: ۵۲۳۷.

سے اس وقت گزرے جب میں اور میری والدہ دیوار کی لپائی کر رہے تھے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی ''یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں دیوار کو درست کر رہا ہوں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''موت اس سے زیادہ قریب ہے۔ [1]

وَاتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں۔ تمہاری مدد کی چوپایوں اور بیٹوں۔ اور باغوں اور چشموں سے۔ بیشک مجھے تم پر ڈر ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جو تمہیں معلوم ہیں۔ اس نے جانوروں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی۔ اور باغوں اور چشموں سے۔ بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

﴿وَ اتَّقُوْا: اور ڈرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم سے فرمایا: ''اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان نعمتوں سے مدد کی جنہیں تم جانتے ہو، جیسے اس نے جانوروں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی، باغوں اور چشموں سے تمہاری مدد کی، اگر تم نے میری نافرمانی کر کے ان نعمتوں کی ناشکری کی تو بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ [2]

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی البناء، ۴/۴۵۹، الحدیث: ۵۲۳۵.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۳۲-۱۳۵، ۳/۳۹۲.

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہمیں برابر ہے چاہے تم نصیحت کرو یا ناصحوں میں نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قوم نے کہا: ہمارے اوپر برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

﴿**قَالُوْا: بولے۔**﴾ قومِ عاد نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحتوں کا جواب یہ دیا کہ ’’آپ ہمیں نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں، ہمارے لئے دونوں چیزیں برابر ہیں، ہم کسی طرح آپ کی بات نہ مانیں گے اور نہ آپ کی دعوت قبول کریں گے۔ (1)

نصیحت قبول کرنا مسلمان اور نہ ماننا کافر کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نصیحت قبول کرنا مسلمان کا کام ہے اور نہ ماننا کافر کا۔ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ

اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے پھر (بھی) نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت مانتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْاؕ-وَ مَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا تاکہ وہ سمجھیں اور یہ سمجھانا ان کے دور ہونے کو ہی بڑھا رہا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہاری

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٣٦، ٣/٣٩٢، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٣٦، ص٨٢٧، ملتقطاً.

2 ......التوبة: ١٢٦.

3 ......بني اسرائيل: ٤١.

اَلْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (1)

طرف تمہارے رب کے پاس سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے جو اندھا ہے؟ صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔

نیز کامل ایمان والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جب ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ساتھ انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر غفلت کے ساتھ بہرے اندھے ہوکر نہیں گرتے کہ نہ سوچیں نہ سمجھیں بلکہ ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے سنتے ہیں اور چشمِ بصیرت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور اس نصیحت سے ہدایت حاصل کرتے ہیں، نفع اُٹھاتے ہیں اور ان آیتوں پر فرمانبردارانہ گرتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہوکر نہیں گرتے۔

فی زمانہ نصیحت قبول کرنے کے حوالے سے مسلمانوں کی حالت ایسی ہوچکی ہے کہ اگر کسی کو سمجھایا جائے تو وہ ماننے کو تیار نہیں ہوتا اور اگر سمجھانے والا مرتبے میں اپنے سے کم ہو تو جسے سمجھایا جائے وہ اپنی بات پر اڑ جاتا ہے اور دوسرے کی بات ماننا اپنے لئے توہین سمجھتا ہے اور نصیحت کئے جانے کو اپنی عزت کا مسئلہ بنالیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اب چھوٹے خاندان والے بڑے خاندان والوں کو نہیں سمجھا سکتے، عام آدمی کسی چودھری کو نہیں سمجھا سکتا، غریب شخص کسی مالدار آدمی کو نہیں سمجھا سکتا، عوام کسی دُنْیَوی منصب والے کو نہیں سمجھا سکتے، مسجدوں میں کوئی نوجوان عالم یا دینی مُبَلِّغ کسی پرانے بوڑھے کو نہیں سمجھا سکتا بلکہ جسے سمجھایا جائے وہی گلے پڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے، انہیں چاہئے کہ ان آیاتِ کریمہ پر غور کرکے اپنی حالت سدھارنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے ضد مزید گناہ پر ابھارتی ہے تو ایسے کو جہنم کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا ٹھکانا ہے۔

---

(1)……رعد:۱۹۔ (2)……الفرقان:۷۳۔ (3)……بقرہ:۲۰۶۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے اور ان اعمال کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔

اور مسلمانوں کو منافقین اور مشرکین کے حال سے دُور رہنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ تو نہیں مگر وہی اگلوں کی رِیت۔ اور ہمیں عذاب ہونا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو صرف پہلے لوگوں کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں ہیں۔ اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

﴿اِنْ هٰذَاۤ: یہ تو نہیں۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ قوم نے کہا: جن چیزوں کا آپ نے خوف دلایا یہ پہلے لوگوں کی باتیں ہیں، وہ بھی ایسی ہی باتیں کہا کرتے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم ان باتوں کا اعتبار نہیں کرتے اور انہیں جھوٹ جانتے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ قوم نے کہا: ہماری یہ موت و حیات اور ہمارا عمارتیں بنانا پہلوں کے طریقہ پر ہے یعنی جس طرح وہ زندہ تھے اسی طرح ہم زندہ ہیں، جس طرح وہ مر گئے اسی طرح ہم بھی مر جائیں گے اور جس طرح وہ عمارتیں بنایا کرتے تھے اسی طرح ہم بھی عمارتیں بنا رہے ہیں تو یہ مرنا جینا اور عمارتیں بنانا کوئی نئی بات نہیں بلکہ ایسا تو

1 ...... کہف: ۵۷.

2 ...... انفال: ۲۱.

شروع سے ہوتا آرہا ہے۔[1]

﴿وَمَا نَحْنُ: اور ہمیں نہیں۔﴾ قوم نے مزید یہ کہا کہ ہمارے اعمال اور ہماری عادات پر دنیا میں ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ مرنے کے بعد ہمیں اٹھنا ہے اور نہ آخرت میں حساب دینا ہے۔[2]

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۴۰﴾

ع ١٨ ١١

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کیا بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کردیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا مہربان ہے۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ: تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔﴾ قومِ عاد نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحتوں کو نہ مانا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور اس جھٹلانے پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے انہیں دنیا میں ہوا کے عذاب سے ہلاک کر دیا۔ بے شک قومِ عاد کی ہلاکت و بربادی میں ضرور عبرت کی نشانی ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں کا انجام بڑا دردناک ہے اور قومِ عاد کے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے جو بچا لئے گئے۔[3]

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو شخص نصیحت قبول نہ کرے اور جابر و مُتکبّر لوگوں جیسے اعمال کرے تو بیشک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی اس پر غالب اور اسے سزا دینے والا ہے اور جو ایمان

1 ......جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ۱۳۷، ص۳۱٤، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیة: ۱۳۷، ۸/ ۵۲۳، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۳۷، ص۸۲۷، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۳۸، ٦/ ۲۹٦، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۳۸، ص۸۲۷، ملتقطاً.

3 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۳۹، ٦/ ۲۹٦، جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ۱۳۹، ص۳۱٤، ملتقطاً.

لے آئے اسے عذاب سے نجات دے کر اس پر مہربانی فرمانے والا ہے۔[1]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قومِ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ :قومِ ثمود نے جھٹلایا۔﴾ یہاں سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قومِ ثمود کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس وقت جھٹلا کر انہیں اور ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا جب انہوں قومِ ثمود سے فرمایا: کیا تم شرک کرنے پر اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں۔[2]

نوٹ: یہ واقعہ سورہِ اَعراف، آیت نمبر **73** تا **79** اور سورہِ ہود، آیت نمبر **61** تا **68** میں گزر چکا ہے۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک میں تمہارے لیے اللّٰہ کا امانت دار رسول ہوں۔تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔تو اللّٰہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿ اَمِیْنٌ :امانتدار۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قومِ ثمود سے فرمایا: مجھے اللّٰہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر اس کے عذاب سے ڈراؤں اور جس رسالت کے ساتھ اس نے مجھے تمہاری طرف بھیجا میں اس پر امین ہوں، تو اے

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۴۰، ۶/۲۹۶-۲۹۷.

2 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۴۱-۱۴۲، ۶/۲۹۷.

میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرکے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر عمل کرو۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ حضراتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اَسرارِ اِلٰہیہ اور لوگوں کی عزت، مال آبرو وغیرہ سب کے امین ہوتے ہیں۔ خیانت اور نبوت جمع نہیں ہوسکتیں۔ ہمارے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اہلِ مکہ بچپن شریف سے محمد امین پکارتے تھے اور اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی آپ کے پاس امانتیں رکھتے رہے اور اپنے فیصلے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کرواتے تھے۔

وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَؕ﴿۱۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں تم سے کچھ اس پر اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

﴿ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ: اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔﴾ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: میں تمہیں نصیحت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے پر تم سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمۂ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اور جس نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ [2]

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيْنَۙ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍۙ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌۚ﴿۱۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم یہاں کی نعمتوں میں چین سے چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں

1 ...... تفسیر طبری، الشعراء، تحت الآیة: ١٤٣-١٤٤، ٩/٤٦٤۔

2 ...... روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ١٤٥، ٦/٢٩٧۔

میں جن کا شگوفہ نرم نازک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم یہاں (دنیا) کی نعمتوں میں امن وامان کی حالت میں چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ باغوں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک ہوتا ہے۔

﴿اَتُتْرَكُوْنَ: کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید نصیحت کرتے ہوئے اپنی قوم سے فرمایا: ''کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ تم دنیا کی نعمتوں جیسے باغوں اور چشموں میں، کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک ہوتا ہے، امن و امان کی حالت میں چھوڑ دیئے جاؤ گے کہ یہ نعمتیں تم سے کبھی زائل نہ ہوں گی، تم پر کبھی عذاب نہ آئے گا اور تمہیں کبھی موت نہ آئے گی۔ (تمہارا یہ گمان غلط ہے اور ایسا کبھی نہیں ہوگا۔)[1]

وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو استادی سے۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم بڑی مہارت دکھاتے ہوئے پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو۔

﴿فٰرِهِیْنَ: بڑی مہارت دکھاتے ہوئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم سے فرمایا: تم بڑی مہارت دکھاتے ہوئے، اپنی صَنعت پر غرور کرتے اور اِتراتے ہوئے پہاڑوں

---

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٤٦-١٤٨، ٦/٢٩٧-٢٩٨، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٤٦-١٤٨، ص٨٢٧، ملتقطاً.

میں سے گھر تراشتے ہو اور ان گھروں کو بنانے سے تمہارا مقصد رہائش اختیار کرنا نہیں بلکہ صرف اپنی مہارت پر غرور کرنا ہے تو تم اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرتے ہوئے وہ اعمال کرو جن کا تمہیں دنیا اور آخرت میں فائدہ ہو اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ **مُسْرِفِیْنَ** سے مراد مشرکین ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ **مُسْرِفِیْنَ** سے مراد وہ نو شخص ہیں جنہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔[1]

الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا یُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور بناؤ نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

﴿یُفْسِدُوْنَ: فساد پھیلاتے ہیں۔﴾ یعنی حد سے بڑھنے والے وہ ہیں جو کفر، ظلم اور گناہوں کے ساتھ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور ایمان لا کر، عدل قائم کر کے اور اللّٰہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو کر اصلاح نہیں کرتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بعض فساد پھیلانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کچھ فساد بھی کرتے ہیں اور ان میں کچھ نیکی بھی ہوتی ہے، لیکن یہ ایسے نہیں بلکہ ان کا فساد مضبوط ہے جس میں کسی طرح نیکی کا شائبہ تک نہیں۔[2]

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ۚ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے تم پر تو جادو ہوا ہے۔ تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تو کوئی نشانی لاؤ اگر سچے ہو۔

---

1 ......ابن کثیر، الشعراء، تحت الآیة: ۱۴۹-۱۵۱، ۶/۱۴۰، خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۴۹-۱۵۱، ۳/۳۹۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۵۲، ۳/۳۹۳، مدارک، الشعراء، تحت الآیة: ۱۵۲، ص۸۲۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قوم نے کہا: تم ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے۔ تم تو ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو، اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ۔

﴿قَالُوْۤا: قوم نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحتوں کے جواب میں کہا ''تم ان میں سے ہو جن پر بار بار بکثرت جادو ہوا ہے جس کی وجہ سے عقل و حواس قائم نہیں رہے۔ (مَعَاذَ اللّٰه) تم تو ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو کہ جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں اسی طرح تم بھی کھاتے پیتے ہو، اگر تم رسالت کے دعوے میں سچے ہو تو اپنی سچائی کی کوئی نشانی لے کر آؤ۔ [1]

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۚ﴿۱۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا یہ ناقہ ہے ایک دن اس کے پینے کی باری اور ایک معیّن دن تمہاری باری۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صالح نے فرمایا: یہ ایک اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک معیّن دن تمہارے پینے کی باری ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم کے مطالبے پر فرمایا: ''یہ ایک اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے، تو اس میں اس کے ساتھ مزاحمت نہ کرو اور ایک مُعیّن دن تمہارے پینے کی باری ہے، تو وہ اس میں تمہارے ساتھ مزاحمت نہ کرے گی۔ یہ اونٹنی قوم کے معجزہ طلب کرنے پر ان کی خواہش کے مطابق حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے پتھر سے نکلی تھی۔ اس کا سینہ ساٹھ گز کا تھا، جب اس کے پینے کا دن ہوتا تو وہ وہاں کا تمام پانی پی جاتی اور جب لوگوں کے پینے کا دن ہوتا تو اس دن نہ پیتی۔ [2]

وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵۶﴾

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٥٣-١٥٤، ٣/٣٩٣، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٥٣-١٥٤، ص٨٢٨، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٥٥، ص٨٢٨، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے برائی کے ساتھ نہ چھوؤ کہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ لے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ: اور تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا۔﴾ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس اونٹنی کے بارے میں مزید فرمایا کہ تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا، نہ اس کو مارنا اور نہ اس کے پاؤں کی رگیں کاٹنا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔ اس دن کو عذاب نازل ہونے کی وجہ سے بڑا فرمایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ عذاب اس قدر عظیم اور سخت تھا کہ جس دن میں وہ واقع ہوا اس کو اس کی وجہ سے بڑا فرمایا گیا۔(1)

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پھر صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اس کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں پھر صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔

﴿فَعَقَرُوْهَا: تو انہوں نے اس کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سمجھانے کے باوجود اس اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں تو صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔ پاؤں کی رگیں کاٹنے والے شخص کا نام قدار تھا اور چونکہ لوگ اس کے اس فعل سے راضی تھے اس لئے پاؤں کی رگیں کاٹنے کی نسبت ان سب کی طرف کی گئی اور ان کا پچھتانا پاؤں کی رگیں کاٹ دینے پر عذاب نازل ہونے کے خوف سے تھا، نہ کہ وہ مَعصِیَت پر توبہ کرتے ہوئے نادم ہوئے تھے یا وہ عذاب کا مُعایَنہ کر کے نادم ہوئے تھے اور ایسے وقت کی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں۔(2)

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۸﴾

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٥٦، ص٨٢٨.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٥٧، ص٨٢٨.

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں عذاب نے آ لیا بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔

﴿ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ : تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا۔﴾ یعنی جس عذاب کی انہیں خبر دی گئی تھی اس نے انہیں پکڑ لیا اور وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ قومِ ثمود پر آنے والے عذاب میں ضرور عبرت کی نشانی ہے کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی صداقت پر نشانی ظاہر ہو جانے کے بعد بھی کفر پر قائم رہنا عذاب نازل ہونے کا سبب ہے اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی انتہائی تبلیغ کے باوجود بہت تھوڑے لوگ ان پر ایمان لائے۔ [1] تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ پر سارے عرب والے ایمان نہ لائیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غم نہ فرمائیں، اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تبلیغ میں کوتاہی ہے بلکہ یہ خود بدنصیب ہیں۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع

ع ۸ ۱۹ ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔

﴿ وَ اِنَّ رَبَّكَ : اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی کافروں پر عذاب نازل کرنے میں غلبے والا اور ایمان لانے والوں کو نجات دے کر ان پر مہربانی فرمانے والا ہے جیسا کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو اللّٰہ تعالٰی نے ان پر ایسا عذاب نازل فرمایا جس نے انہیں جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا، اس لئے سابقہ قوموں کے عذابات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو بھی اللّٰہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ [2]

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۵۸، ۶/۳۰۰.

2 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۶/۳۰۰.

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ(۱۶۰) اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ(۱۶۱) اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ(۱۶۲) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ(۱۶۳) وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۱۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے اللّٰہ کا امانت دار رسول ہوں۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا: کیا تم نہیں ڈرتے ؟ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف ربُّ العٰلمین کے ذمے ہے۔

﴿ کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ :لوط کی قوم نے جھٹلایا۔﴾ یہاں سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے اس وقت آپ کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا جب آپ نے ان سے فرمایا: ’’اے میری قوم: کیا تم شرک اور دیگر گناہوں پر اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے ، بیشک میں تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہارے لیے اس کی وحی اور رسالت پر امانتدار رسول ہوں تو تم اللّٰہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلا کر اپنے اوپر اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے ڈرو اور جس سیدھے راستے پر چلنے کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ اور میں اس تبلیغ اور تعلیم پر تم سے کچھ اجرت اور دُنْیَوی مَنافع کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر وثواب تو صرف ربُّ العٰلمین کے ذمہ کرم پر ہے۔[1]

1 ......روح البيان،الشعراء،تحت الآية: ١٦٠-١٦٤، ٦/ ٣٠١،تفسير طبرى،الشعراء،تحت الآية: ١٦٠-١٦٤، ٩/ ٤٦٩،ملتقطاً.

نوٹ: یہ واقعہ سورۂ اَعراف، آیت نمبر 80 تا 84۔ سورۂ ہود، آیت نمبر 74 تا 83۔ سورۂ حجر، آیت نمبر 58 تا 77 میں گزر چکا ہے۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا مخلوق میں مَردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم لوگوں میں سے مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔

﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ: کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کیا مخلوق میں ایسے قبیح اور ذلیل فعل کے لئے تمہیں رہ گئے ہو، دنیا جہاں کے اور لوگ بھی تو ہیں، انہیں دیکھ کر تمہیں شرمانا چاہئے۔ اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ کثیر عورتیں موجود ہوتے ہوئے اس قبیح فعل کا مُرتکِب ہونا انتہا درجہ کی خباثت ہے۔ مروی ہے کہ اس قوم کو یہ خبیث عمل شیطان نے سکھایا تھا۔[1]

وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ﴿۱۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے جورُوئیں بنائیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔ بولے اے لوط اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہو جو تمہارے لیے تمہارے رب نے بنائی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔ انہوں نے کہا: اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٦٥، ص٨٢٨، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٦٥، ٣٠١/٦، ملتقطاً.

﴿وَتَذَرُوْنَ: اور چھوڑتے ہو۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم سے فرمایا کہ تمہارے لیے تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے جو بیویاں بنائی ہیں، کیا تم ان حلال طیب عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے بدفعلی جیسی حرام اور خبیث چیز میں مبتلا ہوتے ہو بلکہ تم لوگ اس خبیث عمل کی وجہ سے حد سے بڑھنے والے ہو۔[1]

آیت میں مردوں کے ساتھ بدفعلی کے حرام ہونے کا بیان ہے، یہاں اس کی مناسبت سے عورت کے ساتھ بھی بدفعلی یعنی پچھلے مقام میں جماع کرنے کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یاد رہے کہ بیوی سے جماع کرنا بھی صرف اسی جگہ حلال ہے جہاں کی شریعت نے اجازت دی ہے اور اس سے بدفعلی کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مردوں سے بدفعلی کرنا حرام ہے، یہاں بیویوں کے ساتھ بدفعلی کرنے کی وعید پر مشتمل **4** اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت خزیمہ بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالٰی حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا، تم میں سے کسی کے لئے حلال نہیں کہ وہ عورتوں کے پچھلے مقام میں وطی کرے۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں وطی کرے وہ ملعون ہے۔[3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالٰی (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جو اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں جماع کرے۔[4]

(4)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالٰی (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جو کسی مرد یا عورت کے پچھلے مقام

1......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٦٦، ص٨٢٩، ملتقطاً

2......معجم الكبير، باب من اسمه: خزيمة، خزيمة بن ثابت الانصاری ذو الشهادتين، هرمی بن عبد الله الخطمی عن خزيمة بن ثابت، ٤/٨٨، الحديث: ٣٧٣٦.

3......ابو داؤد، كتاب النكاح، باب فی جامع النكاح، ٢/٣٦٢، الحديث: ٢١٦٢.

4......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب النهی عن اتيان النساء فی ادبارهنّ، ٢/٤٤٩، الحديث: ١٩٢٣.

میں وطی کرے۔ [1]

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحت کے جواب میں ان لوگوں نے کہا اے لوط! اگر تم نصیحت کرنے اور اس فعل کو برا کہنے سے باز نہ آئے تو ضرور اس شہر سے نکال دیئے جاؤ گے اور تمہیں یہاں رہنے نہ دیا جائے گا۔ [2]

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا میں تمہارے کام سے بیزار ہوں۔ اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے بچا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوط نے فرمایا: میں تمہارے کام سے شدید نفرت کرنے والوں میں سے ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال سے محفوظ رکھ۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ’’میں تمہارے کام سے بیزار اور اس سے شدید نفرت کرنے والوں میں سے ہوں اور مجھے اس سے شدید دشمنی ہے۔ پھر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال پر آنے والے عذاب سے محفوظ رکھ۔ [3]

فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿١٧١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی۔

---

1 ......ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراهية اتيان النساء فی ادبارهنّ، ٢/٣٨٨، الحديث: ١١٦٨.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٦٧، ص٨٢٩.

3 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٦٨-١٦٩، ٣/٣٩٤، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٦٨-١٦٩، ص٨٢٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

﴿فَنَجَّیْنٰهُ: تو ہم نے اسے نجات بخشی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ان کی بیٹیوں اور ان تمام لوگوں کو جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے تھے عذاب سے نجات بخشی لیکن ایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اسے نجات نہ بخشی۔ یہ بڑھیا حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی تھی، یہ چونکہ اپنی قوم کے فعل پر راضی تھی اور جو گناہ پر راضی ہو وہ بھی گناہ کرنے والے کے حکم میں ہوتا ہے اسی لئے وہ بڑھیا عذاب میں گرفتار ہوئی اور اس نے نجات نہ پائی۔[1]

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کردیا۔ اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا تو کیا ہی بُرا برساؤ تھا ڈرائے گیوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کردیا۔ اور ہم نے ان پر ایک خاص بارش برسائی تو ڈرائے جانے والوں کی بارش کتنی بری تھی۔

﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا: پھر ہم نے ہلاک کردیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دینے کے بعد دوسروں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیاں الٹ کر ہلاک کردیا اور ان پر پتھروں کی یا گندھک اور آگ کی خاص بارش برسائی تو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا اور وہ ایمان نہ لائے، ان پر کی جانے والی یہ بارش کتنی بری تھی۔[2]

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۱۷۰-۱۷۱، ص۸۲۹.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۷۲-۱۷۳، ۶/۳۰۲، ملتقطاً.

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ-وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۱۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

﴿ **اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً : بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔** ﴾ یعنی جو کچھ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے ساتھ کیا گیا، اس میں ان کے بعد والوں کے لئے ضرور عبرت کی نشانی ہے تا کہ وہ اس قوم کے جیسا گندا ترین کام نہ کریں اور ان پر بھی ویسا عذاب نازل نہ ہو جیسا حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر نازل ہوا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم میں سے بھی بہت تھوڑے لوگ ہی آپ پر ایمان لائے تھے۔[1] اس لئے اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کم لوگوں کے ایمان لانے پر غمزدہ نہ ہوں۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۠(۱۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔

﴿ **وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔** ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ کا رب ہی دشمنوں پر قہر فرمانے میں غالب ہے اور وہی تنبیہ اور نصیحت سے پہلے عذاب نازل نہ فرما کر مہربانی فرمانے والا ہے۔[2]

اغلام بازی کی حرمت اور مذمت

یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے ہمارے لئے ہر وہ چیز جائز اور حلال رکھی ہے

[1] ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ١٧٤، ٦/٣٠٢.

[2] ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ١٧٥، ٦/٣٠٢.

جو ہمارے لئے دنیا اور آخرت کے اعتبار سے فائدہ مند، نفع بخش، ہماری بقا و سلامتی اور اُخروی نجات کے لئے ضروری ہے اور ہر اس چیز کو ہمارے لئے حرام اور ممنوع کر دیا ہے جو ہماری دنیا یا آخرت کے لئے نقصان کا باعث ہے۔ یاد رہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے انسان کی فطری خواہش یعنی شہوت کی تسکین کا ذریعہ عورت کو بنایا ہے اور اس میں بھی ہر انسان کو کھلی چھٹی نہیں دی کہ وہ جب چاہے اور جس عورت سے چاہے اپنی فطری خواہش پوری کر لے بلکہ اللّٰہ تعالٰی نے انسانوں کو اپنی شہوت کی تسکین کے لئے ’’نکاح‘‘ کا ایک مقدس نظام دیا ہے تاکہ انسانوں کو اپنے جذبات کی تکمیل کے لئے جائز اور مناسب راہ مل سکے، اخلاقی طور پر بے راہ روی کا شکار نہ ہوں، نسلِ انسانی کی بقا کا سامان مہیا ہو اور لوگ ایک خاندانی نظام کے تحت معاشرے میں امن و سکون کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکیں۔ لیکن فی زمانہ عالمی سطح پر تہذیب وتمدُّن کے دعوے دار کئی غیر مسلم ممالک نے اللّٰہ تعالٰی کے اس نظام سے بغاوت کرتے ہوئے اپنے معاشروں میں لواطت کو قانوناً جائز قرار دے رکھا ہے بلکہ کئی مسلم ممالک میں بھی یہ وبا پھیلتی چلی جا رہی ہے اور جن ملکوں میں اسے قانوناً اگرچہ جائز قرار نہیں دیا گیا وہاں بھی تقریباً ہر گاؤں اور شہر میں بہت سے لوگ اس غیر فطری عادت اور حرام کاری میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اس حرام کاری کو قانوناً جائز قرار دینے والے ملکوں میں اخلاقی اور خاندانی نظام کی تباہی کا حال یہ ہوا ہے کہ وہاں پر لوگوں میں حیا اور شرم نام کی چیز باقی نہیں رہی اور لوگ سرِ عام اس حرام کاری میں مصروف ہو جاتے ہیں اور ان میں خاندانی نظامِ حیات تقریباً ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ مَردوں کی مردوں اور عورتوں کی عورتوں سے باہم لذت آشنائی کے باعث ان ملکوں میں نسلِ انسانی تیزی سے کم ہو رہی ہے اور آبادی کی شرح خطرناک حد تک کم ہو چکی ہے۔ شہوت پرست لوگ بچے جننے اور ان کی تربیت کرنے پر راضی نہیں۔ یہ لواطت اور ہم جنس پرستی کا عمومی نقصان ہے بطورِ خاص لواطت اور ہم جنس پرستی کا عادی انسان آتشک، سوزاک، سیلان، خارش اور خطرناک پھوڑے پھنسیوں جیسے اَمراض کا شکار ہو جاتا ہے اور ایڈز کا سب سے بڑا سبب بھی یہی حرام کاری ہے۔ ایڈز وہ انتہائی خطرناک مرض ہے کہ جس کی ہَولناکی کی وجہ سے اس وقت ساری دنیا کے لوگ لرزہ براندام ہیں، یہ وہ عالمگیر مرض ہے جس سے پوری دنیا کا کوئی خطہ، کوئی ملک محفوظ نہیں ہے۔ کروڑوں افراد اس مُہلِک مرض میں مبتلا ہیں اور آئے دن اس کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ اب تک لاکھوں افراد اس مرض کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں اور جو زندہ ہیں وہ انتہائی کَرب کی زندگی گزار رہے ہیں۔ میڈیکل سائنس اور طب کے دیگر شعبوں میں تمام تر ترقی کے باوجود ابھی تک اس مرض کا کوئی مُؤثّر علاج دریافت نہیں

کیا جاسکا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس حرام کاری سے محفوظ رکھے، امین۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـئَیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۶﴾ۚۖ

ترجمۂ کنزالایمان: بَن والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اَیکہ (جنگل) والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔

﴿ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـئَیْكَةِ: اَیکہ (جنگل) والوں نے جھٹلایا۔﴾ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اس آیت میں جس جنگل کا ذکر ہوا یہ مَدیَن شہر کے قریب تھا اور اس میں بہت سے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اہلِ مدین کی طرح اُن جنگل والوں کی طرف بھی مبعوث فرمایا تھا اور یہ لوگ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم سے تعلق نہ رکھتے تھے۔[1]

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ۚ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ۚ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: جب ان سے شعیب نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا امانت دار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ اور میں اس پر کچھ تم سے اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

[1] ......جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ۱۷۶، ص۳۱۵، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۷۶، ص۸۲۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان سے شعیب نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرواور میری اطاعت کرو۔اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ: جب ان سے شعیب نے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگل والوں نے اس وقت حضرت شعیب عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا جب حضرت شعیب عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ''کیا تم کفر وشرک پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے! بے شک میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی وحی اور رسالت پر امانت دار رسول ہوں تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میں تمہیں جو حکم دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔

﴿وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ: اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔﴾ ان تمام انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعوت کا یہی عنوان رہا کیونکہ وہ سب حضرات اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی اطاعت اور عبادت میں اخلاص کا حکم دیتے اور رسالت کی تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں لیتے تھے، لہٰذا سب نے یہی فرمایا۔[1]

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ناپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو۔اور سیدھی ترازو سے تولو۔اور لوگوں کی چیزیں کم کرکے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔اور اس سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے لوگو!) ناپ پورا کرو اور ناپ تول کو گھٹانے والوں میں سے نہ ہوجاؤ۔اور بالکل درست ترازو

[1] ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٨٠، ٣/٣٩٤.

سے تولو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔

﴿ اَوْفُوا الْكَيْلَ: (اے لوگو!) ناپ پورا کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنا، لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے دینا، رہزنی اور لوٹ مار کر کے اور کھیتیاں تباہ کر کے زمین میں فساد پھیلانا ان لوگوں کی عادت تھی اس لئے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اِن کاموں سے منع فرمایا اور ناپ تول پورا کرنے کا حکم دیا اور اس کے بعد ساری مخلوق کو پیدا کرنے والے رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام صرف عبادات ہی سکھانے نہیں آتے بلکہ اعلیٰ اَخلاق، سیاسیات، معاملات کی درستگی کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے تم پر جادو ہوا ہے۔ تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بیشک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قوم نے کہا: (اے شعیب!) تم تو ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے۔ تم تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہی ہو اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔ تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو اگر تم سچے ہو۔

﴿ قَالُوْا: قوم نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحت سن کر کہا: اے شعیب! تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے اور تم کوئی فرشتے نہیں بلکہ ہمارے

جیسے ایک آدمی ہی ہو اور تم نے جو نبوت کا دعویٰ کیا بے شک ہم تمہیں اس میں جھوٹا سمجھتے ہیں ۔ اگر تم نبوت کے دعوے میں سچے ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ عذاب کی صورت میں ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے۔ (1)

﴿وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا: تم تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہی ہو۔﴾ صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''نبوت کا انکار کرنے والے اَنبیاء (عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کی نسبت میں بالعموم یہی کہا کرتے تھے۔ جیسا کہ آج کل کے بعض فاسد العقیدہ کہتے ہیں۔ (2)

قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک ہیں۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آلیا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شعیب نے فرمایا: میرا رب تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان لوگوں کا جواب سن کر ان سے فرمایا: میرا رب عَزَّوَجَلَّ تمہارے اعمال کو اور جس عذاب کے تم مستحق ہو اسے خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے گا تو آسمان کا کوئی ٹکڑا تم پر گرا دے گا یا تم پر کوئی اور عذاب نازل کرنا اس کی مَشِیَّت میں ہوگا تو میرا رب عَزَّوَجَلَّ وہ عذاب تم پر نازل فرما دے گا۔ (3)

﴿فَكَذَّبُوْهُ: تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جنگل والوں نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو انہیں شامیانے کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا جو کہ اس طرح ہوا کہ انہیں شدید گرمی

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٨٥-١٨٧، ص ٨٣٠، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٨٥-١٨٧، ٦/٣٠٤، ملتقطاً.

2 ......خزائن العرفان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۸۶، ص ۶۹۵۔

3 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٨٨، ص ٨٣٠.

پہنچی، ہوا بند ہوئی اور سات دن گرمی کے عذاب میں گرفتار رہے۔ تہ خانوں میں جاتے وہاں اور زیادہ گرمی پاتے۔ اس کے بعد ایک بادل آیا سب اس کے نیچے آ کے جمع ہو گئے تو اس سے آگ برسی اور سب جل گئے۔ (1)

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۹۱﴾ؑ

ع ۱۰ ۱۶ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔﴾ یعنی حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور جنگل والوں کا جو یہ واقعہ بیان کیا گیا اس میں عقلمندوں کے لئے ضرور عبرت کی نشانی ہے اور ان جنگل والوں کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔ (2)

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی غالب اور ہر ممکن چیز پر قادر ہے اور اس کی ایک دلیل انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمانا ہے اور بے شک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی لوگوں کو مہلت دے کر مہربانی فرمانے والا ہے۔ (3)

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۹۲﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک یہ قرآن ربُّ العالمین کا اتارا ہوا ہے۔

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٨٩، ص ٨٣٠.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩٠، ٦/٣٠٤-٣٠٥.

3 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩١، ٦/٣٠٥.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک یہ قرآن ربُّ العالمین کا اتارا ہوا ہے۔

﴿**وَ اِنَّهٗ: اور بیشک یہ قرآن۔**﴾ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کرنے کے بعد یہاں سے **اللہ** تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت و رسالت پر دلالت کرنے والی چیز کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن سب جہانوں کے رب تعالٰی کا اتارا ہوا ہے کسی شاعر، جادوگر یا کاہن کا کلام نہیں جیسا کہ اے کفار تم گمان کرتے ہو۔[1]

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسے روحُ الامین لے کر اترا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسے روحُ الامین لے کر نازل ہوئے۔

﴿**نَزَلَ بِهِ: اسے لے کر نازل ہوئے۔**﴾ قرآن پاک کو روح الامین یعنی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام لے کر نازل ہوئے۔

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو روح الامین کہنے کی وجوہات

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو روح کہنے کی ایک وجہ مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام روح سے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو روح کہا گیا۔ دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح روح بدن کی زندگی کا سبب ہوتی ہے اسی طرح حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مُکَلَّف لوگوں کے دلوں کی زندگی کا سبب ہیں کیونکہ علم اور معرفت کے نور سے دل زندہ ہوتے ہیں جبکہ بے علمی اور جہالت سے مردہ ہوتے ہیں اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے وحی نازل ہوتی ہے جس سے **اللہ** تعالٰی کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس معرفت کے ذریعے بے علمی اور جہالت کی وجہ سے مردہ ہو جانے والے دل زندہ ہو جاتے ہیں، اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو روح فرمایا گیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو امین اس لئے کہتے ہیں کہ **اللہ** تعالٰی نے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک اپنی وحی پہنچانے کی امانت ان

1 ......تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹۲، ۸/۵۳۰، صاوی، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹۲، ۴/۱۴۷۴، ملتقطاً۔

کے سپرد فرمائی ہے۔[1]

[illegible]

یادرہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو عربی الفاظ کے لبادے میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل فرمایا اور انہیں ان الفاظ پر امین بنایا تا کہ وہ اس کے حقائق میں تَصَرُّف نہ کریں، اس کے بعد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ان الفاظ کو حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ اَطہر پر نازل کیا۔[2]

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے دل پر تا کہ تم ڈر سنانے والوں میں سے ہو جاؤ۔

﴿عَلٰى قَلْبِكَ: تمہارے دل پر۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ کے سامنے اس قرآن کی تلاوت کی، یہاں تک کہ آپ نے اسے اپنے دل میں یاد کرلیا کیونکہ دل ہی کسی چیز کو یاد رکھنے اور اسے محفوظ رکھنے کا مقام ہے، وحی اور الہام کا مَعدِن ہے اور انسان کے جسم میں دل کے علاوہ اور کوئی چیز خطاب اور فیض کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔[3] نیز اس لئے کہ آپ اسے محفوظ رکھیں اور سمجھیں اور نہ بھولیں۔ دل کی تخصیص اس لئے ہے کہ درحقیقت وہی مُخاطَب ہے اور تمیز، عقل اور اختیار کا مقام بھی وہی ہے، تمام اَعضاء اس کے آگے مُسَخَّر اور اطاعت گزار ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ دل کے درست ہونے سے تمام بدن درست ہو جاتا اور اس کے خراب ہونے سے سب جسم خراب ہو جاتا ہے، نیز فَرحت و سُرُور اور رنج و غم کا مقام دل ہی ہے، جب دل کو خوشی ہوتی

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ۱۹۳، ۳/۳۹۵، تفسير كبير، الشعراء، تحت الآية: ۱۹۳، ۸/۵۳۰، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۹۳، ۶/۳۰۶، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۹۳، ۶/۳۰۶.

3 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۹۴، ۶/۳۰۶.

ہے تو تمام اعضاء پر اس کا اثر پڑتا ہے، پس دل ایک رئیس کی طرح ہے اور وہی عقل کا مقام ہے تو وہ امیرِ مُطلَق ہوا اور مُکلَّف ہونا جو کہ عقل وفہم کے ساتھ مشروط ہے، اسی کی طرف لوٹا۔

﴿لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ: تا کہ تم ڈر سنانے والوں میں سے ہو جاؤ۔﴾ یہاں قرآن پاک کو نازل کرنے کی حکمت اور مَصلحت بیان کی جارہی ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ پر قرآن پاک اس لئے نازل ہوا تا کہ آپ اس کے ذریعے اپنی امت کو ان کاموں سے ڈرائیں جنہیں کرنے یا نہ کرنے سے وہ عذاب میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: روشن عربی زبان میں۔ اور بیشک اس کا چرچا اگلی کتابوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: روشن عربی زبان میں۔ اور بیشک اس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔

﴿بِلِسَانٍ: زبان میں۔﴾ یعنی قرآنِ پاک کو عربی زبان میں نازل کیا جس کے معنی ظاہر اور الفاظ کی اپنے معنی پر دلالت واضح ہے تا کہ عرب کے رہنے والوں اور کفارِ قریش کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم اس کلام کو سن کر کیا کریں گے جسے ہم سمجھ ہی نہیں سکتے۔[1]

عربی زبان کی فضیلت

اس آیت سے عربی زبان کی دیگر زبانوں پر فضیلت بھی ثابت ہوئی کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے کسی اور زبان میں نہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تین وجہوں سے عربوں سے محبت رکھو، کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور اہلِ جنت کی زبان بھی عربی ہے۔''[2]

حضرت فقیہ ابو لیث سمرقندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''جان لو کہ عربی زبان تمام زبانوں سے افضل ہے

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩٥، ٦/٣٠٦.

2 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ٤/١٦٤، الحديث: ٥٥٨٣.

تو جس نے عربی زبان خود سیکھی یا کسی اور کو سکھائی اسے اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔[1]

﴿وَ اِنَّهٗ: اور بیشک اس کا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کا ذکر تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ سابقہ کتابوں میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت اور صفت مذکور ہے۔[2]

اَوَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَؕ﴿۱۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا یہ ان کے لیے نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو جانتے ہیں بنی اسرائیل کے عالم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا یہ بات ان کے لیے نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں۔

﴿اَوَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً: اور کیا یہ بات ان کے لیے نشانی نہ تھی۔﴾ یہاں کفارِ مکہ پر ایک اور حجت بیان کی گئی کہ کیا یہ بات کفارِ مکہ کے لیے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت ورسالت کی صداقت پر نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو بنی اسرائیل کے علماء اپنی کتابوں سے جانتے ہیں اور لوگوں کو ان کی خبریں دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اہلِ مکہ نے مدینہ کے یہودیوں کے پاس اپنے بااعتماد بندوں کو یہ دریافت کرنے بھیجا کہ کیا نبی آخر الزّمان، سیّدِ کائنات، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں اُن کی کتابوں میں کوئی خبر ہے؟ اس کا جواب یہودی علماء نے یہ دیا کہ یہی ان کا زمانہ ہے اور اُن کی نعت وصفت توریت میں موجود ہے۔'' یاد رہے کہ یہودی علماء میں سے حضرت عبداللہ بن سلام، ابنِ یامین، ثعلبہ، اسد اور اُسید، یہ حضرات جنہوں نے توریت میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف پڑھے تھے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے تھے۔[3]

وَ لَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَۙ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۹۵، ۶/۳۰۷.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۹۶، ص۸۳۱، خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۹۶، ۳/۳۹۵، ملتقطاً.

3 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۹۷، ۳/۳۹۵، ملخصاً.

مُؤْمِنِیْنَ ﴿١٩٩﴾ؕ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿٢٠٠﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے۔ کہ وہ انہیں پڑھ سناتا جب بھی اس پر ایمان نہ لاتے۔ ہم نے یونہی جھٹلانا پیرا دیا ہے مجرموں کے دلوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے۔ پھر وہ ان کے سامنے قرآن کو پڑھتا جب بھی وہ اس پر ایمان لانے والے نہ تھے۔ یونہی ہم نے مجرموں کے دلوں میں اس قرآن کے جھٹلانے کو داخل کر دیا ہے۔

﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ: اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے یہ قرآن کریم ایک فصیح، بلیغ اور عربی نبی پر اُتارا جس کی فصاحت سب اہلِ عرب مانتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم عاجز کر دینے والا کلام ہے اور اس کی مثل ایک سورت بنانے سے بھی پوری دنیا عاجز ہے۔ علاوہ بریں اہلِ کتاب کے علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن پاک کے نزول سے پہلے اس کے نازل ہونے کی بشارت اور اس نبی کی صفت اُن کی کتابوں میں انہیں مل چکی ہے، اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ نبی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور یہ کتاب اس کی نازل فرمائی ہوئی ہے اور کفار جو طرح طرح کی بے ہودہ باتیں اس کتاب کے متعلق کہتے ہیں سب باطل ہیں اور خود کفار بھی حیران ہیں کہ اس کے خلاف کیا بات کہیں، اس لئے کبھی اس کو پہلوں کی داستانیں کہتے ہیں، کبھی شعر، کبھی جادو اور کبھی یہ کہ **مَعَاذَ اللہ** اس کو خود رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بنالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی غلط نسبت کر دی ہے۔ اس طرح کے بے ہودہ اعتراض عناد رکھنے والا ہر حال میں کر سکتا ہے حتّٰی کہ اگر بالفرض یہ قرآن کسی غیر عربی شخص پر نازل کیا جاتا جو عربی کی مہارت نہ رکھتا اور اس کے باوجود وہ ایسا عاجز کر دینے والا قرآن پڑھ کر سناتا جب بھی لوگ اسی طرح کفر کرتے جس طرح انہوں نے اب کفر و انکار کیا کیونکہ اُن کے کفر و انکار کا باعث عناد ہے۔(1)

عناد قبولِ حق میں رکاوٹ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ عناد حق بات کو قبول کرنے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ جس شخص کے دل میں

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٩٨-١٩٩، ص ٨٣٢.

کسی کے بارے میں عناد بھرا ہوا ہو وہ اس کے اعتراضات کے جتنے بھی تسلی بخش جوابات دے لے اور حق بات پر جتنے بھی ایک سے ایک دلائل پیش کر دے عناد رکھنے والے کے حق میں سب بے سود ہوتے ہیں اور عناد رکھنے والا ان سے کوئی فائدہ اٹھاتا ہے اور نہ ہی ان کی وجہ سے حق بات کو قبول کرتا ہے۔ یہی چیز ہمارے معاشرے میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ جس شخص کے بارے میں دشمنی دل میں بیٹھ جائے تو اس پر طرح طرح کے بیہودہ اعتراضات شروع کر دیئے جاتے ہیں اور وہ اپنی صداقت وصفائی پر جتنے چاہے دلائل پیش کرے اسے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ كَذٰلِكَ : یونہی۔ ﴾ یعنی ہم نے اسی طرح ان کافروں کے دلوں میں اس قرآن کے جھٹلانے کو داخل کر دیا ہے جن کا کفر اختیار کرنا اور اس پر مُصِر رہنا ہمارے علم میں ہے، تو اُن کے لئے ہدایت کا کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے کسی حال میں وہ کفر سے پلٹنے والے نہیں۔ (1)

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿٢٠١﴾ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ دیکھیں دردناک عذاب۔ تو وہ اچانک ان پر آ جائے گا اور انہیں خبر نہ ہوگی۔ تو کہیں گے کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی۔ تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ تو وہ (عذاب) اچانک ان پر آ جائے گا اور انہیں خبر (بھی) نہ ہوگی۔ پھر کہیں گے: کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی؟ تو کیا ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟

﴿ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ : وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ قرآن پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ان پر اچانک عذاب آ جائے گا اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی اور جب وہ عذاب کو

(1)......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٠٠، ص ٨٣٢.

دیکھیں گے تو حسرت زدہ ہو کر کہیں گے ''کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی اگرچہ پلک جھپکنے کے برابر ہی سہی تاکہ ہم ایمان لے آئیں؟ ان سے کہا جائے گا: اب تم سے عذاب مؤخر ہوگا اور نہ تمہیں کوئی مہلت ملے گی۔[1]

﴿اَفَبِعَذَابِنَا: تو کیا ہمارے عذاب کو۔﴾ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو اس عذاب کی خبر دی تو وہ مذاق اڑانے کے طور پر کہنے لگے کہ یہ عذاب کب آئے گا؟ اس پر اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟ مراد یہ ہے کہ عذاب دیکھ کر کفار کا حال تو یہ ہوگا کہ وہ مہلت مانگتے پھریں گے اس کے باوجود وہ دنیا میں عذاب نازل ہونے کی جلدی مچا رہے ہیں، ان کے دونوں طریقوں میں کتنا فرق ہے۔[2]

اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو اگر کچھ برس ہم انہیں برتنے دیں۔ پھر آئے ان پر وہ جس کا وہ وعدہ دیئے جاتے ہیں۔ تو کیا کام آئے گا ان کے وہ جو برتتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلا دیکھو تو کہ اگر ہم کچھ سال انہیں فائدہ اٹھانے دیں۔ پھر ان پر وہ (عذاب) آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو کیا وہ سامان ان کے کام آئے گا جس سے انہیں فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا گیا تھا۔

﴿اَفَرَءَیْتَ: بھلا دیکھو تو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا معنی یہ ہے کہ کفار کا عذاب نازل ہونے کی جلدی مچانے کا ایک سبب ان کا یہ عقیدہ ہے کہ انہیں کوئی عذاب نہیں ہوگا اور وہ ایک طویل عرصے تک امن و سلامتی کے ساتھ دنیا سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ ان کے عقیدے کے مطابق اگر انہیں لمبے عرصے تک دنیا سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے، اس کے بعد ان پر وہ عذاب آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو اس وقت ان کی

1 ......جمل، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۰۱-۲۰۳، ۵/۴۱۰۔

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ۳/۳۹۶، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ۸/۵۳۴، ملتقطاً۔

لمبی عمر اور عیش وعشرت انہیں کیا فائدہ دے گی۔ دنیا کی زندگانی اور اس کا عیش خواہ طویل بھی ہو لیکن نہ وہ عذاب کو دور کر سکے گا اور نہ اس کی شدت کم کر سکے گا۔[1]

[illegible]

ان آیات میں اگرچہ کفار کے بارے میں بیان ہوا کہ دنیا کی طویل زندگی اور عیش وعشرت کی بہتات ان سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دور کر سکے گی اور نہ ان سے عذاب کی شدت میں کوئی کمی کر سکے گی، لیکن ان آیات سے ان مسلمانوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہئے جو دنیا اور اس کی آسائشوں کے حصول میں تو مگن ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل ہیں۔ انہیں ڈر جانا چاہئے کہ دنیا کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے غفلت کہیں ان کی بھی آخرت تباہ نہ کردے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کردیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ ہاں ہاں اب جلد جان جاؤ گے۔ پھر یقیناً تم جلد جان جاؤ گے۔ یقیناً اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو مال سے محبت نہ رکھتے)۔ بیشک تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔ پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آدمی اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے لہٰذا فنا ہونے والی پر باقی رہنے والی کو ترجیح دو۔''[3]

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٠٥-٢٠٧، ص٨٣٢-٨٣٣، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٢٠٥-٢٠٧، ٣/٣٩٦، ملتقطاً.

2 ......التكاثر: ١-٨.

3 ......مسند امام احمد، مسند الكوفيين، حديث ابى موسى الاشعرى رضى الله تعالى عنه، ٧/١٦٥، الحديث: ١٩٧١٧.

حضرت یحیٰ بن معاذ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ’’لوگوں میں سب سے زیادہ غافل شخص وہ ہے جو اپنی فانی زندگی پر مغرور رہا، اپنی من پسند چیزوں کی لذت میں کھویا رہا اور اپنی عادتوں کے مطابق زندگی بسر کرتا رہا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلا دیکھو تو کہ اگر ہم کچھ سال انہیں فائدہ اٹھانے دیں۔ پھران پر وہ (عذاب) آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو کیا وہ سامان ان کے کام آئے گا جس سے انہیں فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا گیا تھا۔[1]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور دنیا کی بجائے اپنی آخرت سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مع ٩

وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں۔ نصیحت کے لیے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے جو بستی بھی ہلاک کی اس کیلئے ڈر سنانے والے تھے۔ نصیحت کرنے کے لیے اور ہم ظالم نہ تھے۔

﴿وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ: اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی۔**﴾** اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم پہلے ظالم لوگوں کے پاس ڈر سنانے والے بھیج کر ان پر حجت قائم کر دیتے ہیں، اس کے بعد بھی جو لوگ راہِ راست پر نہیں آتے اور حق کو قبول نہیں کرتے ان پر عذاب نازل کر دیتے ہیں تاکہ ان کی ہلاکت دوسروں کے لئے عبرت اور نصیحت کا سامان ہو اور وہ ان جیسی نافرمانی کرنے سے بچ جائیں۔[2]

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٠٧، ص٨٣٣.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٠٨-٢٠٩، ص٨٣٢.

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے۔ اور وہ اس قابل نہیں اور نہ وہ ایسا کرسکتے ہیں۔ وہ تو سننے کی جگہ سے دور کردیئے گئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے۔ اور نہ ہی وہ اس قابل تھے اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ تو سننے کی جگہ سے دور کردیئے گئے ہیں۔

﴾وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ: اور اس قرآن کو لے کر نہ اترے۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں ان کفار کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے تھے کہ جس طرح شیاطین کاہنوں کے پاس آسمانی خبریں لاتے ہیں اسی طرح وہ (مَعَاذَاللّٰہ) رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس قرآن لاتے ہیں۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے اور نہ ہی وہ اس قابل تھے کہ قرآن لے کر آئیں اور نہ وہ ایسا کرسکتے ہیں کیونکہ یہ اُن کی طاقت سے باہر ہے۔ وہ تو فرشتوں کا کلام سننے کی جگہ آسمان سے شعلے مار کر دور کردیئے گئے ہیں یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف جو وحی ہوتی ہے، اسے اللّٰہ تعالیٰ نے محفوظ کردیا ہے۔ جب تک کہ فرشتہ اس کو بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں پہنچا نہ دے اس سے پہلے شیاطین اس کو نہیں سن سکتے۔ [1]

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ﴿۲۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تو اللّٰہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔

---

1 ......ابو سعود، الشعراء، تحت الآیة: ۲۱۰-۲۱۲، ۱۸۱/۴، جلالین مع جمل، الشعراء، تحت الآیة: ۲۱۰-۲۱۲، ۴۱۲/۵، ملتقطًا۔

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرنا ورنہ تو عذاب والوں میں سے ہوجائے گا۔

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: تو اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرنا۔﴾ اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (اے لوگو!) جب کافروں کا حال تم نے جان لیا تو تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرنا، اگر تم نے ایسا کیا تو تم عذاب پانے والوں میں سے ہوجاؤ گے۔[1]

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے۔ تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ اور اپنے پیروکار مسلمانوں کے لیے اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ۔ پھر اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔

﴿وَ اَنْذِرْ: اور اے محبوب! ڈراؤ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلیاں دی گئیں، پھر آپ کی نبوت پر دلائل قائم کئے گئے، پھر منکرین کے سوالات ذکر کرکے ان کے جوابات دیئے گئے، اب یہاں سے چند وہ اُمور بیان کئے جا رہے ہیں جن کا تعلق اسلام کی تبلیغ اور رسالت کے ساتھ ہے۔[2]

قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم

ابتداء میں دینِ اسلام کی دعوت پوشیدہ طور پر جاری تھی، پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ

1 ……خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٣، ٣/٣٩٧، جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٣، ص٣١٦، ملتقطاً.

2 ……تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٤، ٨/٥٣٦.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوقریبی رشتہ داروں کواسلام کی تبلیغ کرنے کاحکم دیا۔حضوراکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریبی رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی مُطَّلِب ہیں۔حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُنہیں اعلانیہ **اللہ** تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور خدا کا خوف دلایا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ’’جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوہِ صفا پر چڑھے اور آپ نے آواز دی ’’اے بنی فہر، اے بنی عدی، قریش کی شاخو! یہاں تک کہ تمام لوگ جمع ہوگئے اور جو خود نہ جاسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ آکر بتائے کہ بات کیا ہے۔ابولہب بھی آیا اور سارے قریش آئے۔(جب سب جمع ہوگئے تو) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ وادی کے اس طرف ایک لشکرِ جرّار ہے جو آپ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا آپ مجھے سچا جانو گے؟ سب نے کہا: ہاں! کیونکہ ہم نے آپ سے ہمیشہ سچ بولنا ہی سنا ہے۔رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں آپ لوگوں کو قیامت کے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو سب کے سامنے ہے۔یہ سن کر ابولہب بکواس کرتے ہوئے کہنے لگا ’’کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا ہے۔اس وقت یہ سورت نازل ہوئی:

تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّؕ(۱) مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی۔[2]

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ: اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس کے بعد جو لوگ صدق و اخلاص کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں خواہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے رشتہ داری رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں، ان پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لطف و کرم فرمائیں اور جو لوگ آپ کا حکم نہ مانیں تو آپ ان سے اور ان کے اعمال سے بیزاری کا اظہار کردیں۔[3]

1 ......جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٢١٤، ص٣١٦.

2 ......بخارى، كتاب التفسير، سورة الشعراء، باب وانذر عشيرتك الاقربين ... الخ، ٢٩٤/٣، الحديث: ٤٧٧٠.
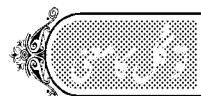
3 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٢١٥-٢١٦، ٣٩٧/٣-٣٩٨، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢١٥-٢١٦، ص٨٣٤، ملتقطاً.

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا مہر والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا، رحم فرمانے والا ہے۔

﴿وَ تَوَكَّلْ : اور بھروسہ کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دیں جو کہ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرنے اور اپنے محبوب بندوں کی مدد کرنے پر قادر ہے، ان مشرکین میں سے یا ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے جو کوئی بھی آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو آپ کی طرف سے اللہ تعالیٰ اسے کافی ہوگا۔[1]

توکل کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنا کام اس کے سپرد کر دے جو اس کے کام کا مالک اور اسے نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جو کہ تمہارے دشمنوں پر اپنی قوت سے غالب ہے اور اپنی رحمت سے ان کے خلاف تمہاری مدد فرماتا ہے۔[2]

الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ۙ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔ بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے دورہ فرمانے کو (دیکھتا ہے۔)

---

1 ......ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ٢١٧، ٤/١٨١، ملخصاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٢١٧، ٣/٣٩٨.

بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْ یَرٰىكَ: جو تمہیں دیکھتا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس پر بھروسہ کریں جو آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ آدھی رات کے وقت تہجد کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں قیام سے دعا کے لئے کھڑا ہونا مراد ہے اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی ہر اس مقام پر آپ کو دیکھتا ہے جہاں آپ ہوں۔[1]

﴿وَتَقَلُّبَكَ: اور تمہارے دورہ فرمانے کو۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالٰی آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے رات کے وقت گھومتے ہیں۔ مفسرین نے اس آیت کے اور معنی بھی بیان کئے ہیں۔

(1)......اس کا معنی یہ ہے: ''اللّٰہ تعالٰی آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ امام بن کر نماز پڑھاتے ہیں اور قیام، رکوع، سجود اور قعدہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔

(2)......اس کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نمازوں میں آپ کی آنکھ کی گردش کو دیکھتا ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے آگے اور پیچھے سے یکساں ملاحظہ فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث میں ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع مخفی نہیں، میں تمہیں اپنے پسِ پُشت دیکھتا ہوں۔[2]

(3)......بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ساجدین سے مومنین مراد ہیں اور معنی یہ ہیں کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے زمانے سے لے کر حضرت عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا تک مومنین کی پشتوں اور رحموں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تمام آباء واَجداد سب کے سب مومن ہیں۔[3]

﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ: بیشک وہی سننے والا ہے۔﴾ یعنی بے شک اللّٰہ تعالٰی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گفتگو سننے

1......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۱۸، ٦/۳۱۲، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۱۸، ۳/۳۹۸، ملتقطاً.

2......بخاری، کتاب الصلاۃ، باب عظۃ الامام الناس فی اتمام الصلاۃ... الخ، ۱/۱٦۱، الحدیث: ٤۱۸.

3......مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۱۹، ص۸۳٤، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۱۹، ۳/۳۹۸، جمل، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۱۹، ٥/٤۱۳، ملتقطاً.

والا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عمل اور نیت کو جاننے والا ہے۔[1]

هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ عَلٰى مَنۡ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيۡنُ ؕ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ ۙ﴿۲۲۲﴾ يُّلۡقُوۡنَ السَّمۡعَ وَاَكۡثَرُهُمۡ كٰذِبُوۡنَ ؕ﴿۲۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان۔ اترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گناہگار پر۔ شیطان اپنی سنی ہوئی ان پر ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا میں تمہیں بتادوں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ شیطان بڑے بہتان باندھنے والے، گناہگار پر اترتے ہیں۔ شیطان اپنی سنی ہوئی باتیں (ان پر) ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

﴿هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ: کیا میں تمہیں بتادوں۔﴾ بعض مشرکین یہ کہتے تھے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر (مَعَاذَ اللّٰہ) شیطان اُترتے ہیں۔ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے اُن مشرکوں کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اے مشرکین! کیا میں تمہیں بتادوں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ یہ فرمانے کے بعد بتایا کہ شیطان بڑے بہتان باندھنے والے، گناہگار جیسے مُسَیْلِمَہ وغیرہ کاہنوں پر اترتے ہیں اور شیطان فرشتوں سے سنی ہوئی باتیں ان کاہنوں کے سامنے ذکر کرتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں سے سنی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے بہت سی جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں۔[2]

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الۡغَاوٗنَ ؕ﴿۲۲۴﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّهُمۡ فِىۡ كُلِّ وَادٍ يَّهِيۡمُوۡنَ ۙ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا يَفۡعَلُوۡنَ ۙ﴿۲۲۶﴾

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۲۲۰، ص۸۳٤.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۲۲۱-۲۲۳، ص۸۳٤-۸۳۵، جلالين، الشعراء، تحت الآية: ۲۲۱-۲۲۳، ص۳۱٦، ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ۲۲۱-۲۲۳، ٤/۱۸۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیاتم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیاتم نے نہ دیکھا کہ شاعر ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔

﴿وَ الشُّعَرَآءُ: اور شاعر۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت کفار کے ان شاعروں کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف شعر بناتے اور یہ کہتے تھے کہ جیسا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور اُن کی قوم کے گمراہ لوگ اُن سے ان اَشعار کو نقل کرتے تھے۔ اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے کہ شاعروں کی اُن کے اشعار میں پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں کہ اُن اشعار کو پڑھتے ہیں، رواج دیتے ہیں حالانکہ وہ اشعار جھوٹے اور باطل ہوتے ہیں۔[1]

جھوٹے اشعار لکھنے، پڑھنے اور سنانے کی مذمت

اس سے معلوم ہوا کہ شاعروں کا جھوٹے اور باطل اَشعار لکھنا، انہیں پڑھنا، دوسروں کو سنانا اور انہیں معاشرے میں رائج کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے، اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو ایسے اشعار لکھتے ہیں جن میں اللّٰہ تعالیٰ اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی توہین، دینِ اسلام اور قرآن کا مذاق اڑانے اور اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقَرَّب بندوں کی شان میں گستاخی کے کلمات ہوتے ہیں، یونہی بے حیائی، عُریانی اور فحاشی کی ترغیب پر مشتمل نیز عورت اور مرد کے نفسانی جذبات کو بھڑ کانے والے الفاظ کے ساتھ شاعری کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی نصیحت حاصل کریں جو ان کی بیہودہ شاعری سنتے، پڑھتے اور دوسروں کو سناتے ہیں۔

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے بھرا ہوا ہو۔''[2]

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٢٢٤، ٣/٣٩٨-٣٩٩، ملخصاً.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب ما يكره ان يكون الغالب على الانسان الشعر... الخ، ٤/١٤٢، الحديث: ٦١٥٤.

حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اسلام میں فحش اور بے حیائی پر مشتمل اشعار کہے تو اس کی زبان ناکارہ ہے۔''[1] اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا خون رائیگاں گیا۔[2]

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿فِیۡ کُلِّ وَادٍ یَّهِیۡمُوۡنَ: شاعر ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔﴾ یعنی عرب کے شاعر کلام اور فن کی ہر قسم میں شعر کہتے ہیں، کبھی وہ اشعار کی صورت میں کسی کی تعریف کرتے ہیں اور کبھی کسی کی مذمت و برائی بیان کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں اکثر بے حیائی کی باتیں، گالی گلوچ، لعن طعن، بہتان اور الزام تراشی، فخر و تکبر کا اظہار، حسد، خود پسندی، فضیلت کا اظہار، تذلیل، توہین، برے اخلاق اور ایک دوسرے کے نسبوں میں طعن کرنا وغیرہ مذموم چیزیں ہوتی ہیں۔[3]

﴿وَ اَنَّهُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ: اور وہ ایسی بات کہتے ہیں۔﴾ یہاں شاعروں کے قول اور عمل میں تضاد بیان کیا گیا کہ وہ اپنے اشعار میں سخاوت کی تعریف بیان کرتے اور اس کی ترغیب دیتے ہیں لیکن خود سخاوت کرنے سے اِعراض کرتے ہیں اور بخل کی مذمت بیان کرتے ہیں جبکہ خود انتہائی کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ اگر کسی کے آباء و اَجداد میں سے کسی نے کوئی چھوٹی سی غلطی کی ہو تو اس کی وجہ سے لوگوں کی برائی بیان کرتے ہیں اور پھر خود بے حیائی کے کام کرنے لگ جاتے ہیں۔[4]

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَکَرُوا اللّٰهَ کَثِیۡرًا وَّ انۡتَصَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا ؕ وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾ ع

ع ۱۱ / ۳۶ / ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

---

1 ......شعب الایمان، الرابع و الثلاثون من شعب الایمان ... الخ، فصل فی حفظ اللسان عن الشعر الکاذب، ٤ / ٢٧٦، الحدیث: ٥٠٨٨.

2 ......کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ٢ / ٢٣٠، الحدیث: ٧٩٧٢، الجزء الثالث.

3 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٢٢٥، ٦ / ٣١٦، ملخصاً.

4 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٢٢٦، ٣ / ٣٩٩، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیة: ٢٢٦، ٨ / ٥٣٨، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے اور اللّٰہ کو کثرت سے یاد کیا اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: مگر وہ جو ایمان لائے۔﴾ اس آیت میں مسلمان شاعروں کا اِستثناء فرمایا گیا کیونکہ ان کے کلام میں کافر شاعروں کی طرح مذموم باتیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ اشعار کی صورت میں اللّٰہ تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت لکھتے ہیں، دینِ اسلام کی تعریف لکھتے ہیں، وعظ و نصیحت لکھتے ہیں اور اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔[1]

دربارِ رسالت کے شاعر حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجدِ نبوی شریف میں حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے منبر رکھواتے تھے۔ حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس پر کھڑے ہو کر (اشعار کی صورت میں) رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعریف و توصیف بیان کرتے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (ان کے حق میں) فرماتے تھے کہ جب تک حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کفار کی بدگوئیوں کا جواب دے رہے ہوتے ہیں اللّٰہ تعالیٰ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔[2]

ایک اور روایت میں ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرماتے: ’’تم اللّٰہ تعالیٰ کے رسول کی طرف سے (کفار کی بدگوئیوں کا) جواب دو۔ (پھر دعا فرماتے) اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے مدد فرما۔‘‘[3]

اشعار کی شرعی حیثیت

یاد رہے کہ اشعار فی نفسہ برے نہیں کیونکہ وہ ایک کلام ہے، اگر اشعار اچھے ہیں تو وہ اچھا کلام ہے اور برے اشعار ہیں تو وہ برا کلام ہے، جیسا کہ حضرت عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۲۷، ۳/۳۹۹، ملخصاً.

2 ......ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی انشاد الشعر، ۴/۳۸۵، الحدیث: ۲۸۵۵.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب ھجاء المشرکین، ۴/۱۴۲، الحدیث: ۶۱۵۲.

نے ارشاد فرمایا: ’’شعر ایک کلام ہے، اچھے اشعار اچھے کلام کی طرح ہیں اور برے اشعار برے کلام کی طرح ہیں۔ ‘‘(1)

اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں ’’بعض اشعار اچھے ہوتے ہیں اور بعض برے ہوتے ہیں، اچھے اشعار کو لے لو اور برے اشعار کو چھوڑ دو۔ ‘‘(2)

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ ‘‘(3)

رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس مبارک میں بھی شعر پڑھے جاتے تھے جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے۔ (4)

اور امام شعبی رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا شعر کہتے تھے اور حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم ان دونوں سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے۔ (5)

﴿ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا : اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا۔﴾ یعنی صالحین کیلئے شاعری اللہ تعالٰی کو کثرت سے یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن کرنے سے غفلت کا سبب نہ بن سکی بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہے بھی تو ان میں اللہ تعالٰی کی حمد وثناء اور اس کی توحید بیان کی۔ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت، صحابۂ کرام اور امت کے نیک لوگوں کی تعریف بیان کی اور اپنے اشعار میں حکمت، وعظ و نصیحت اور زہد و اَدب پر مشتمل باتیں ذکر کیں۔ (6)

ایسی شاعری کی اردو میں بہترین مثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کا لکھا ہوا کلام بنام ’’حدائقِ بخشش‘‘ ہے، جس میں آپ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے اچھی شاعری کے تمام پہلو انتہائی احسن انداز میں بیان کئے ہیں۔ اس کلام کا مطالعہ کرنا بھی دل میں اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا عشق، صحابۂ کرام رَضِیَ

---

1 ......سنن الكبرى للبيهقي، كتاب الحج، باب لايضيق على واحد منهما ان يتكلّم بما لا يأثم فيه... الخ، ۵/۱۱۰، الحديث: ۹۱۸۱.

2 ......ادب المفرد، باب الشعر حسن كحسن الكلام ومنه قبيح، ص۲۳۵، الحديث: ۸۹۰.

3 ......بخاری، كتاب الادب، باب ما يجوز من الشعر والرجز... الخ، ۲/۱۳۹، الحديث: ۶۱۴۵.

4 ......ترمذی، كتاب الادب، باب ما جاء فی انشاد الشعر، ۴/۳۸۶، الحديث: ۲۸۵۹.

5 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ۲۲۷، ۳/۴۰۰.

6 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۲۲۷، ص۸۳۵-۸۳۶.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ کی عظمت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے، لہٰذا اس کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔

﴿وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا: اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا۔﴾ یعنی اگر ان کے اشعار میں کسی کی برائی بیان بھی ہوئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار نے مسلمانوں کی اور اُن کے پیشواؤں کی جھوٹی برائی بیان کرکے ان پر ظلم کیا تو ان حضرات نے شعروں کے ذریعے اس ظلم کا بدلہ لیا اور کافروں کو اشعار کی صورت میں ان کی بدگوئیوں کے جواب دیئے، لہٰذا وہ مذموم نہیں ہیں۔ [1] بلکہ وہ اس پر اجر و ثواب کے مستحق ہیں کیونکہ یہ ان حضرات کا زبان سے جہاد ہے۔

زبانی جہاد سے متعلق احادیث

آیت کی مناسبت سے یہاں زبانی جہاد سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم اپنے مالوں، اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ مشرکوں سے جہاد کرو۔‘‘ [2]

(2)......حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی، اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم اسی شعر سے ان کفار کو تیروں کے مارنے کی طرح مارتے ہو۔‘‘ [3]

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا: اور عنقریب ظالم جان لیں گے۔﴾ یعنی جن مشرکین نے حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جھوٹی برائیاں بیان کی ہیں حالانکہ ان کی شان تو یہ ہے کہ وہ پاک ہیں اور پاک کرنے والے ہیں تو یہ مشرکین عنقریب مرنے کے بعد جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: ’’وہ جہنم کی طرف پلٹا کھائیں گے اور جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔‘‘ [4]

1......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۲۷، ۶/۳۱۶، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۲۷، ۳/۴۰۰، جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۲۷، ص۳۱۷.

2......سنن نسائی، کتاب الجھاد، باب وجوب الجھاد، ص۵۰۳، الحدیث: ۳۰۹۳.

3......مسند امام احمد، من مسند القبائل، حدیث کعب بن مالک رضی اللّٰہ عنہ، ۱۰/۳۳۵، الحدیث: ۲۷۲۴۴.

4......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۲۷، ۳/۴۰۰.

سورۂ نمل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

اس میں 7 رکوع، 93 آیتیں، 1317 کلمے اور 4799 حروف ہیں۔[2]

نَمل کا معنی ہے چیونٹی، اور اس سورت کی آیت نمبر 18 میں ایک چیونٹی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ نمل'' رکھا گیا۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں وہ اُمور بیان کئے گئے ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے، اسے اپنا رب اور اپنا واحد معبود مان لے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر و نشر کی تصدیق کرے اور قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانے، مزید اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس کی ابتداء میں قرآن پاک کے اوصاف بیان کئے گئے، نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور آخرت کا انکار کرنے والوں کو آخرت میں سب سے بڑے نقصان اور برے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(2)...... یہ پانچ واقعات بیان کئے گئے ہیں۔(1) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔(2) حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور چیونٹی کا واقعہ۔(3) حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ملکۂ بلقیس کا واقعہ۔(4) حضرت صالح

1......مدارك، سورة النمل، ص۸۳۷.

2......مدارك، سورة النمل، ص۸۳۷، خازن، تفسير سورة النمل، ۳/۴۰۰، ملتقطاً.

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ۔(5) حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل بیان کئے گئے کہ اس نے زمین و آسمان اور بحر و بَر کو پیدا کیا، زمین کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کا انسان کو اِلہام کیا، خشکی اور تری کی اندھیریوں میں انسان کو راہ دکھائی اور اسے کثیر رزق عطا کیا۔ یہ بتایا گیا کہ قیامت کی ہَولناکیاں اچانک آجائیں گی، نیز اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور دن اور رات کے آنے جانے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر اِستدلال کیا گیا۔

(4)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر و نشر کا انکار کرنے والے مشرکین کا رد کیا گیا۔

(5)......قیامت کی چند علامات بیان کی گئی جیسے دَآبَّةُ الْاَرْضِ کا نکلنا، پہاڑوں کا اُڑنا اور صُور میں پھونک ماری جانا وغیرہ۔

(6)......قیامت کے دن لوگوں کی دو اَقسام اور ان کی جزاء بیان کی گئی۔

سورۂ نمل کی اپنے سے ماقبل سورت ''شعراء'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کی ابتداء میں قرآنِ پاک کا وصف بیان ہوا ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ شعراء کی طرح سورۂ نمل میں بھی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان ہوئے البتہ سورۂ نمل میں مزید حضرت سلیمان اور حضرت داؤد عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا تو گویا کہ سورۂ نمل سورۂ شعراء کا تتمّہ ہے۔ تیسری مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کر کے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر تسلی دی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

﴿طٰسٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ: یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ سورت قرآن اور اس روشن کتاب کی آیتیں ہیں جو حق اور باطل میں امتیاز کرتی ہے اور جس میں علوم اور حکمتیں امانت رکھی گئی ہیں۔ یہاں روشن کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے یا اس سے مراد بھی قرآنِ پاک ہی ہے اور یہ قرآنِ مجید کی صفت ہے۔[(1)]

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کو۔ وہ جو نماز برپا رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایمان والوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

﴿هُدًى وَّبُشْرٰى: ہدایت اور خوشخبری ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن ان لوگوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں، فرض نمازیں ہمیشہ پڑھتے ہیں اور نماز کی شرائط و آداب اور

1 ......جلالين، النمل، تحت الآية: ١، ص٣١٧، مدارك، النمل، تحت الآية: ١، ص٨٣٧، ملتقطاً.

جملہ حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور جب ان کے مال پر زکوٰۃ فرض ہو جائے تو خوش دلی سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (1)

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے کوتک ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے ہیں تو وہ بھٹک رہے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے بڑھ کر نقصان میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے برے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے ہیں تو وہ بھٹک رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ: بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں ایمان والوں کے حالات بیان کیے گئے اور اس آیت سے کافروں کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو آخرت پر اور قرآن پاک میں قیامت کے دن ملنے والے نیک اعمال کے جو ثواب اور برے اعمال کے جو عذاب بیان کیے گئے ہیں، ان پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کے برے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے ہیں کہ وہ اپنی برائیوں کو خواہشات کی وجہ سے بھلائی جانتے ہیں، پس وہ اپنی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں اور ان کے پاس بصیرت نہیں جس کے ذریعے وہ اچھائی اور برائی میں امتیاز کر سکیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے دنیا میں قتل اور گرفتاری

(1)……تفسیر طبری، النمل، تحت الآیة: ۲-۳، ۹/۴۹۴، خازن، النمل، تحت الآیة: ۲-۳، ۳/۴۰۱، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۲-۳، ۶/۳۱۹، ملتقطاً.

کا برا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں کہ ان کا انجام دائمی عذاب ہے۔[1]

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم قرآن سکھائے جاتے ہو حکمت والے علم والے کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے محبوب!) بیشک آپ کو قرآن سکھایا جاتا ہے حکمت والے، علم والے کی طرف سے۔

﴿وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ: اور (اے محبوب!) بیشک آپ کو قرآن سکھایا جاتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی طرف سے قرآن مجید کی آیات نہیں بناتے بلکہ آپ کو اس رب تعالیٰ کی طرف سے قرآن سکھایا جاتا ہے جو حکمت والا اور علم والا ہے، لہٰذا کفار کا یہ اعتراض غلط اور باطل ہے کہ آپ اپنی طرف سے قرآن پاک کی آیتیں بناتے ہیں۔[2]

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے استاذ نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے استاذ نہیں بلکہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ سے سیکھا ہے جبکہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام خادم اور قاصد بن کر تشریف لاتے رہے۔ یہ بھی پتہ لگا کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرح قرآن کوئی نہیں سمجھ سکتا کیوں کہ سب لوگ مخلوق سے قرآن سیکھتے ہیں اور حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خالق سے سیکھا۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًاؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی

---

1 ......ابو سعود، النمل، تحت الآية: ٤-٥، ٤/١٨٦، مدارك، النمل، تحت الآية: ٤-٥، ص٨٣٧-٨٣٨، جلالين، النمل، تحت الآية: ٤-٥، ص٣١٧، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، النمل، تحت الآية: ٦، ٦/٣٢٠، ملخصاً.

النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸﴾ یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُۙ ﴿۹﴾ وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ اَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ موسیٰ نے اپنی گھر والی سے کہا مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں یا اس میں سے کوئی چمکتی چنگاری لاؤں گا کہ تم تاپو۔ پھر جب آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ اور جو اس کے آس پاس ہیں یعنی فرشتے اور پاکی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہاں کا۔ اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا۔ اور اپنا عصا ڈال دے پھر موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا ہم نے فرمایا اے موسیٰ ڈر نہیں بیشک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ ہاں جو کوئی زیادتی کرے پھر برائی کے بعد بھلائی سے بدلے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال نکلے گا سفید چمکتا بے عیب نو نشانیوں میں فرعون اور اس کی قوم کی طرف بیشک وہ بے حکم لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے (تو میں جاتا ہوں اور) عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی چمکتی ہوئی چنگاری لاؤں گا تاکہ تم گرمی حاصل کرو۔ پھر موسیٰ آگ کے پاس آئے تو (انہیں) ندا کی گئی کہ اُس (موسیٰ) کو جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے اور جو اس (آگ) کے آس پاس (فرشتے) ہیں انہیں برکت دی گئی اور اللہ پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے موسیٰ! بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں جو عزت والا حکمت والا ہے۔ اور اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو تو جب آپ نے اسے لہراتے ہوئے دیکھا کہ گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ (ہم نے فرمایا) اے موسیٰ! ڈرو نہیں، بیشک میری بارگاہ میں رسول ڈرتے نہیں۔ لیکن جس شخص نے کوئی زیادتی کی پھر برائی کے بعد (اپنے عمل کو) نیکی سے بدل دیا تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا، (یہ بھی) فرعون اور اس کی قوم کی طرف نو نشانیوں میں سے ہے، بیشک وہ (فرعونی) نافرمان لوگ تھے۔

﴿اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖ: جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے کہا۔﴾ یہاں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ایک واقعہ بیان فرمایا جارہا ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات میں بیان کئے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مَدْیَن سے مصر کی طرف جارہے تھے، دورانِ سفر یوں ہوا کہ رات کے وقت کافی اندھیرا اور برف باری ہونے کی وجہ سے سخت سردی تھی، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام راستہ بھی بھول گئے تھے اور اسی رات آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ مطہرہ کو درد ِزِہ (یعنی بچے کی ولادت کا درد) بھی شروع ہوگیا۔ اسی حال میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دور سے ایک روشنی ملاحظہ فرمائی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی گھر والی سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے، تم یہیں ٹھہرو، میں اس طرف جاتا ہوں اور تھوڑی دیر میں تمہارے پاس راستے کی کوئی خبر لاتا ہوں یا اس میں سے کوئی چمکتی ہوئی چنگاری لے آؤں گا تاکہ تم اس سے گرمی حاصل کرو اور سردی کی تکلیف سے امن پاؤ۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس آگ کے پاس آئے تو انہیں ندا کی گئی کہ **اُس موسیٰ کو برکت دی گئی جو اِس آگ کی جگہ میں ہے اور جو اس آگ کے آس پاس فرشتے ہیں انہیں برکت دی گئی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے موسیٰ! بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں جو عزت والا حکمت والا ہے اور اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔** چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ

کے حکم سے عصا ڈال دیا تو وہ سانپ بن گیا۔ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے لہراتے ہوئے دیکھا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خوف کی وجہ سے پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! ڈرو نہیں، بیشک میری بارگاہ میں سانپ یا کسی اور چیز سے رسول ڈرتے نہیں، جب میں انہیں امن دوں تو پھر کسی چیز کا کیا اندیشہ ہے، لیکن جس شخص نے کوئی زیادتی کی اس کو ڈر ہوگا یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کرلے اور برائی کے بعد اپنے عمل کو نیکی سے بدل دے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں، توبہ قبول فرماتا ہوں اور بخش دیتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دوسری نشانی دکھائی گئی اور فرمایا گیا ''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالو تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس وقت صُوف کا جبہ پہنے ہوئے تھے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سورج کی شعاعوں کی طرح چمک رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بھی فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نو نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، بیشک وہ فرعونی نافرمان لوگ ہیں اور کفر وسرکشی میں حد سے بڑھ چکے ہیں۔ (1)

﴿ یٰمُوْسٰی: اے موسیٰ۔﴾ یاد رہے کہ اس ندا سے اور اِس واقعے سے ولایت ومعرفت کے بہت سے اَسرار اَخذ کئے گئے ہیں۔

﴿ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ: نو نشانیوں میں سے۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو نو نشانیاں عطا کی گئیں وہ یہ ہیں: (1) عصا۔ (2) یدِ بَیضا۔ (3) بولنے میں دِقّت جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان مبارک میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرمادیا۔ (4) دریا کا پھٹنا اور اس میں رستے بننا۔ (5) طوفان۔ (6) ٹڈی۔ (7) گُھن۔ (8) مینڈک۔ (9) خون۔ (2) اس رکوع میں پہلی دو نشانیاں بیان کی گئی ہیں، جبکہ ان میں سے آخری 6 نشانیوں کا مُفَصّل بیان نویں پارے کے چھٹے رکوع میں گزر چکا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾ وَ جَحَدُوْا

(1) ......خازن، النمل، تحت الآية: ٧-١٢، ٣/٤٠١-٤٠٢، روح البيان، النمل، تحت الآية: ١٢، ٦/٣٢٤، ملتقطاً.

(2) ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ١٠١، ٣/١٩٤.

بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۠﴿۱۴﴾

ع ۱۴/۱ ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ہماری نشانیاں آنکھیں کھولتی ان کے پاس آئیں بولے یہ تو صریح جادو ہے۔اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھاظلم اور تکبر سے تو دیکھو کیسا انجام ہوا فسادیوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھولتی ہوئی ہماری نشانیاں آئیں تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا : پھر جب ان کے پاس ہماری نشانیاں آئیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعونیوں کے پاس آنکھیں کھول دینے والی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں یوں آئیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعونیوں کے پاس تشریف لا کر ان نشانیوں کو ظاہر فرمایا تو وہ کہنے لگے: ہم جو دیکھ رہے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے۔انہوں نے صرف ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان معجزات کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل، دماغ ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ بے شک یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنی زبانوں سے انکار کرتے رہے۔تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا کہ وہ لوگ دریا میں غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے۔[1]

عذاب یافتہ لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہئے

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ واقعہ کفارِ قریش کے سامنے بطورِ مثال پیش کر کے ان پر واضح کر دیا گیا کہ جو رب تعالیٰ فرعون (اور اس کی قوم) کو ہلاک کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ ان لوگوں کو بھی ہلاک کرنے پر قادر ہے جو فرعون (اور اس کی قوم) کی رَوِش اختیار کئے ہوئے ہیں۔اس میں قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لئے بھی

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ١٣-١٤، ٣/٣ ٤٠، روح البيان، النمل، تحت الآية: ١٣-١٤، ٣٢٤/٦، ملتقطاً.

نصیحت ہے کیونکہ دشمنوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب وجلال اسی طرح ہمیشہ کے لئے ہے جس طرح اولیاء پر اس کا کرم و جمال ہر زمانے میں باقی ہے، لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ دوسروں کے حال اور انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کرے اور ان تمام اسباب کو ترک کر دے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ہلاکت کی طرف لے جانے والے ہیں۔ [1]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔

﴿ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا : اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا۔ ﴾ یعنی ہم نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قضا اور سیاست کا علم دیا، حضرت داؤد عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کا اور حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چوپایوں اور پرندوں کی بولی کا علم دیا۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہمیں نبوت و ملک عطا فرما کر، جن و اِنس اور شیاطین کو ہمارے لئے مُسَخَّر کر کے اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔ [2]

[illegible]

اس آیت میں اہلِ علم کے لئے ترغیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو علم عطا کیا اس پر وہ اللہ تعالیٰ

---

1 ......روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۱٤، ٦/۳۲٤، ملخصاً.

2 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۱۵، ۳/٤۰۳، ابو سعود، النمل، تحت الآیة: ۱۵، ٤/۱۹۰، ملتقطاً.

کا شکر ادا کریں اور عاجزی و اِنکساری کا اظہار کریں اور یہ ذہن بنائیں کہ اگر چہ انہیں کثیر لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے لیکن بہت سے بندوں کو ان پر بھی فضیلت حاصل ہے کہ ہر علم والے کے اوپر بڑا علم والا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عاجزی فرماتے ہوئے کہتے تھے ’’سب لوگ عمر فاروق سے زیادہ فقیہ ہیں۔‘‘[1]

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا بیشک یہی ظاہر فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سلیمان داؤد کے جانشین بنے اور فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا، بیشک یہی (اللہ کا) کھلا فضل ہے۔

﴿ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ: اور سلیمان داؤد کے جانشین بنے۔﴾ یہاں آیت میں نبوت، علم اور ملک میں جانشینی مراد ہے مال کی وراثت مراد نہیں۔ چنانچہ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے صرف حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کی نبوت، علم اور ان کے ملک کے وارث بنے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ملک عطا ہوا اور مزید انہیں ہواؤں اور جِنّات کی تسخیر بھی عطا کی گئی۔[2]

حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وصال کے بعد علم، نبوت اور ملک صرف حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا ہوئے، ان کی باقی اولاد کو نہ ملے۔

1 ……ابو سعود، النمل، تحت الآية: ١٥، ٤/١٩٠، ملتقطاً.

2 ……تفسير بغوى، النمل، تحت الآية: ١٦، ٣/٣٥٠.

اسے یہاں مجازاً میراث سے تعبیر کیا گیا کیونکہ میراث درحقیقت مال میں ہوتی ہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روحانی کمالات کا وارث بناتے ہیں ان کے نزدیک مال کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ (1)

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: ''حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے انیس بیٹے تھے، ان میں سے صرف حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت اور ملک کے وارث ہوئے، اگر یہاں مال کی وراثت مراد ہوتی تو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سب بیٹے اس میں برابر کے شریک ہوتے۔ (2)

سرِ دست یہاں تین معتبر تفاسیر کے حوالے سے لکھا گیا جبکہ ان کے علاوہ تفسیر طبری، تفسیر بیضاوی، تفسیر ابو سعود، تفسیر کبیر، تفسیر البحر المحیط اور تفسیر جلالین وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم، نبوت اور ملک کے وارث ہوئے۔ لہٰذا اس آیت کو اس بات کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے مال کی وارث بنتی ہے۔ اس کی مزید صراحت درج ذیل حدیث پاک میں موجود ہے، چنانچہ

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''انبیاءِ کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا بلکہ انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔ (3)

﴿وَقَالَ: اور فرمایا۔﴾ یعنی حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور دنیا و آخرت کی بکثرت نعمتیں ہمیں عطا کی گئی ہیں، بیشک یہی اللہ تعالیٰ کا کھلا فضل ہے۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اللہ تعالیٰ کا کرم

مروی ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کی مملکت عطا فرمائی۔ چالیس سال آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے مالک رہے۔ پھر پوری دنیا کی مملکت عطا فرمائی، جن و انس، شیطان، پرندے، چوپائے، درندے سب پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حکومت تھی اور ہر ایک شے کی زبان آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1 ......روح البيان، النمل، تحت الآية: ١٦، ٦/٣٢٧.

2 ......تفسیرقرطبی، النمل، تحت الآية: ١٦، ٧/١٢٥، الجزء الثالث عشر.

3 ......ترمذی، كتاب العلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء فی فضل الفقه على العبادة، ٤ / ٣١٢، الحديث: ٢٦٩١.

کو عطا فرمائی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں عجیب وغریب صنعتیں ایجاد ہوئیں۔[1]

وَ حُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جمع کیے گئے سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنّوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سلیمان کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کردیئے گئے تو وہ روکے جاتے تھے۔

﴿**وَ حُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ:** اور سلیمان کے لیے اس کے لشکر جمع کردیئے گئے۔﴾ اس آیت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے مختلف مقامات سے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکروں کو جمع کردیا گیا اور اس لشکر کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کا انتظام کرنے کے لئے اگلوں کو آگے بڑھنے سے روکا جاتا تاکہ سب جمع ہوجائیں، اس کے بعد انہیں چلایا جاتا تھا۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے جنّوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کردیئے گئے تو وہ پہلے ایک جگہ ترتیب سے روکے جاتے تھے پھر انہیں کہیں روانہ کیا جاتا تھا۔ مروی ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لشکر کی جگہ ایک سو فرسخ (یعنی تین سو میل) میں تھی۔ 25 فرسخ (یعنی 75 میل) جنوں کے لئے، 25 فرسخ انسانوں کے لئے، 25 فرسخ پرندوں کے لئے اور 25 فرسخ وحشی جانوروں کے لئے تھی۔[2] فی زمانہ کی چھاؤنیوں کا سسٹم دیکھ کر یہ بات کوئی بعید نہیں لگتی۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا

---

1 ……خازن، النمل، تحت الآیة: ١٦، ٣/٤٠٤.

2 ……ابو سعود، النمل، تحت الآیة: ١٧، ٤/١٩١-١٩٢، ملخصاً.

مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اوران کے لشکر بے خبری میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اوران کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں۔

﴿ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ: یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور چیونٹی کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے لشکروں کے ساتھ طائف یا شام میں اس وادی پر سے گزرے جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں۔ جب چیونٹیوں کی ملکہ نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لشکر کو دیکھا تو وہ کہنے لگی: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں۔ ملکہ نے یہ اس لئے کہا کہ وہ جانتی تھی کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی ہیں، عدل کرنے والے ہیں، جبر اور زیادتی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان نہیں ہے۔ اس لئے اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لشکر سے چیونٹیاں کچلی جائیں گی تو بے خبری ہی میں کچلی جائیں گی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ گزرتے ہوئے اس طرف توجہ نہ کریں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چیونٹی کی یہ بات تین میل سے سن لی اور ہوا ہر شخص کا کلام آپ کی مبارک سماعت تک پہنچاتی تھی جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چیونٹیوں کی وادی کے قریب پہنچے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے لشکروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہوگئیں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ سفر ہوا پر نہ تھا بلکہ پیدل اور سواریوں پر تھا۔[1]

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ

1 ……جلالین، النمل، تحت الآیة: ۱۸، ص۳۱۸، خازن، النمل، تحت الآیة: ۱۸، ۳/۴۰۵، ملتقطاً۔

اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی بات سے مسکرا کر ہنسا اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے قربِ خاص کے سزاوار ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو سلیمان اس کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے اور عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور (مجھے توفیق دے) کہ میں وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔

﴾فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا: تو اس کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے۔﴿ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب ملکہ چیونٹی کی بات سنی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے چیونٹیوں کی حفاظت، ان کی ضروریات کی تدبیر اور چیونٹیوں کو نصیحت کرنے پر تعجب کرتے ہوئے مسکرا کر ہنس پڑے۔[1]

یادرہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہنسنا تبسم ہی ہوتا ہے وہ حضرات قہقہہ مار کر نہیں ہنستے۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کبھی پورا ہنستے نہ دیکھا حتّٰی کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تالو دیکھ لیتی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صرف مسکرایا کرتے تھے۔[2]

﴾وَقَالَ: اور عرض کی۔﴿ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے پر اس کی حمد کرتے ہوئے عرض

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ۱۹، ص ۸۴۲.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحك، ۱۲۵/۴، الحديث: ۶۰۹۲.

کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے نبوت، ملک اور علم عطا فرما کر مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور مجھے توفیق دے کہ میں بقیہ زندگی میں بھی وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں کے زمرے میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔ خاص قرب کے لائق بندوں سے مراد انبیاء و مُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ ہیں۔ (1)

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىِٕبِيْنَ ﴿٢٠﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پرندوں کا جائزہ لیا تو بولا مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں۔ ضرور میں اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کردوں گا یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غیر حاضروں میں سے ہے۔ میں ضرور ضرور اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کردوں گا یا وہ کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے۔

﴿ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ: اور پرندوں کا جائزہ لیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں سے اسی سفر کے دوران پیش آنے والا ایک اور واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک جگہ پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو یہاں نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غیر حاضروں میں سے ہے۔ میں غیر حاضری کی وجہ سے اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کردوں گا۔ سخت سزا سے مراد اس کے پر اُکھاڑ کر یا اسے اس کے پیاروں سے جدا کر کے یا اس کو اس کے ساتھیوں کا خادم بنا کر یا اُس کو غیر جانوروں کے ساتھ قید کرنے کی صورت میں سزا دینا ہے۔ البتہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید یہ فرمایا کہ ہدہد کو سزا دی جائے گی مگر یہ کہ وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول دلیل میرے پاس لائے جس سے اس کی معذوری ظاہر ہو۔ (2)

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ١٩، ٣/٤٠٥، مدارك، النمل، تحت الآية: ١٩، ص٨٤٢، ملتقطاً.

2 ......جمل، النمل، تحت الآية: ٢٠، ٥/٤٣١، مدارك، النمل، تحت الآية: ٢٠-٢١، ص٨٤٢، ملتقطاً.

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پرندوں کا جائزہ لینے اور ہدہد کے بارے میں دریافت کرنے کا ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کسی جگہ پر اترتے تو جن و اِنس اور پرندوں کے لشکر آپ پر سایہ کر دیتے یہاں جب ہدہد کی جگہ سے انہیں دھوپ پہنچی تو اس طرف دیکھا، وہاں ہدہد موجود نہیں تھا اس لئے ہدہد کے بارے میں فرمایا کہ میں ہدہد کو یہاں نہیں دیکھ رہا۔ دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہدہد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پانی کی جگہ کے بارے میں بتا دیتا تھا کیونکہ اس میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ زمین کے اندر موجود پانی بھی دیکھ لیتا اور پانی کے قریب یا دور ہونے کے بارے میں جان لیتا تھا، جہاں اسے پانی نظر آتا وہ اپنی چونچ سے اس جگہ کو کُریدنا شروع کر دیتا، پھر جنّات آتے اور اس جگہ کو کھود کر پانی نکال لیتے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب اس جگہ اترے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پانی کی حاجت ہوئی۔ لشکر والوں نے پانی تلاش کیا لیکن انہیں نہ ملا۔ ہدہد کو دیکھا گیا تا کہ وہ پانی کے بارے میں بتائے لیکن ہدہد یہاں موجود نہ تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں ہدہد کو یہاں موجود نہیں پاتا۔ (1)

یاد رہے کہ ہدہد کو مَصلحت کے مطابق سزا دینا حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے حلال تھا اور جب پرندے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے مُسخّر کر دیئے گئے تھے تو تادیب وسیاست اس تسخیر کا تقاضا ہے کہ اس کے بغیر تسخیر مکمل نہیں ہوتی۔ (2)

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٢٠، ٣/٤٠٦.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٢١، ص٨٤٢.

اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۶﴾ السجدة

السجدة ٨

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہُد ہُد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا اور آ کر عرض کی کہ میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی اور میں شہر سبا سے حضور کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کررہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں سنوار کر ان کو سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ راہ نہیں پاتے۔ کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہدہد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا اور آ کر عرض کی: کہ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی اور میں ملک ِسبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی جو لوگوں پر بادشاہی کررہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنادیئے تو انہیں سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ سیدھا راستہ نہیں پاتے۔ (شیطان نے انہیں روک دیا) تاکہ وہ اس اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

﴿ **فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ: تو ہدہد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا۔** ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات میں اِس واقعے کا جو حصہ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہُدہُد زیادہ دیر تک غیر حاضر نہ رہا بلکہ جلد ہی حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دربار

شریف میں حاضر ہوگیا اور انتہائی ادب، عاجزی اور انکساری کے ساتھ معافی طلب کرکے عرض کرنے لگا: میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نہ دیکھی اور میں یمن کے ایک علاقے سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جس کا نام بلقیس ہے، وہ لوگوں پر بادشاہی کررہی ہے اور اسے ہر اس چیز میں سے وافر حصہ ملا ہے جو بادشاہوں کے لئے شایان ہوتا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے جس کی لمبائی **80** گز، چوڑائی **40** گز اور اونچائی **30** گز ہے۔ وہ تخت سونے اور چاندی کا بنا ہوا ہے اور اس میں جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللّٰہ تعالٰی کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنا دیئے اور انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، اس لئے وہ سیدھا راستہ یعنی حق اور دینِ اسلام کا راستہ نہیں پاتے۔ تاکہ وہ اس **اللّٰہ** کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں یعنی بارش اور نباتات کو نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللّٰہ تعالٰی وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ (1)

خیال رہے کہ ہدہد کی گفتگو کے آخری حصے کا تعلق ان علوم سے ہے جو اس نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حاصل کئے تھے اور یہاں ہدہد نے اپنے دین کی مضبوطی ظاہر کرنے کے لئے یہ کلام کیا تھا۔ (2)

﴿اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ: تاکہ وہ اللّٰہ کو سجدہ نہ کریں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں سورج کی عبادت کرنے والوں بلکہ ان تمام باطل پرستوں کا رد ہے جو اللّٰہ تعالٰی کے سوا کسی کو بھی پوجیں۔ مقصود یہ ہے کہ عبادت کا مستحق صرف وہی ہے جو کائناتِ ارضی و سماوی پر قدرت رکھتا ہو اور جمیع معلومات کا عالم ہو، جو ایسا نہیں وہ کسی طرح عبادت کا مستحق نہیں۔ (3)

نوٹ: یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا

---

1 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ۲۲-۲۶، ص۳۱۹، ملخصاً.

2 ......جمل، النمل، تحت الآیة: ۲۶، ۵/۴۳۶.

3 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۲۵، ۳/۴۰۸، ملخصاً.

فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

ع ٢ ١٧ ١٧

ترجمۂ کنزالایمان: سلیمان نے فرمایا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں ہے۔ میرا یہ فرمان لے جا کر ان پر ڈال پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ وہ عورت بولی اے سردارو بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا۔ بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا۔ یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سلیمان نے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔ میرا یہ فرمان لے جاؤ اور اسے ان کی طرف ڈال دو پھر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ عورت نے کہا: اے سردارو! بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے۔ بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ یہ کہ میرے مقابلے میں بلندی نہ چاہو اور میرے پاس فرمانبردار بنتے ہوئے حاضر ہو جاؤ۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ہدہد سے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اللہ کے بندے سلیمان بن داؤد کی جانب سے شہرِ سبا کی ملکہ بلقیس کی طرف۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُس پر سلام جو ہدایت قبول کرے۔ اس کے بعد مُدّعا یہ ہے کہ تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور میری بارگاہ میں اطاعت گزار ہو کر حاضر ہو جاؤ۔ اس مکتوب پر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنی مہر لگائی اور ہدہد سے فرمایا ''میرا یہ فرمان لے جاؤ اور اسے ان کی طرف ڈال دو پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ ہدہد وہ مکتوبِ گرامی لے کر بلقیس کے پاس پہنچا، اس وقت بلقیس کے گرد اس

کے اُمرااوروُزراء کا مجمع تھا۔ ہدہد نے وہ مکتوب بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔ ملکہ بلقیس اس مکتوب کو دیکھ کر خوف سے لرز گئی اور پھر اس پر مہر دیکھ کر کہنے لگی: اے سردارو! مجھے ایک معزز خط موصول ہوا ہے۔ بلقیس نے اس خط کو عزت والا اس لئے کہا کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی، اس سے اس نے جانا کہ مکتوب بھیجنے والا جلیل القدر بادشاہ ہے یا اس لئے عزت والا کہا کہ اس مکتوب کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نامِ پاک سے تھی۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ مکتوب کس کی طرف سے آیا ہے، چنانچہ اس نے کہا ''بیشک وہ سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔ میرے حکم کی تعمیل کرو اور تکبر نہ کرو جیسا کہ بعض بادشاہ کیا کرتے ہیں اور میرے پاس فرماں بردارانہ شان سے حاضر ہو جاؤ۔[1]

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ﳔ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولی اے سردارو میرے اس معاملہ میں مجھے رائے دو میں کسی معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔ وہ بولے ہم زور والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں اور اختیار تیرا ہے تو نظر کر کہ کیا حکم دیتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ملکہ نے کہا: اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔ انہوں نے کہا: ہم قوت والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں اور اختیار تو تمہارے ہی پاس ہے تو تم غور کرلو کہ تم کیا حکم دیتی ہو؟

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۲۷-۳۱، ۳/۴۰۹، مدارك، النمل، تحت الآیة: ۲۷-۳۱، ص۸۴۴-۸۴۵، جلالین، النمل، تحت الآیة: ۲۷-۳۱، ص۳۱۹، ملتقطاً.

﴿قَالَتْ: ملکہ نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مکتوب کا مضمون سنا کر بلقیس اپنی مملکت کے وزراء کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا ”اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو، میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔ سرداروں نے کہا: ہم قوت والے ہیں اور بڑی سخت جنگ لڑسکتے ہیں۔ اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اگر تیری رائے جنگ کی ہو تو ہم لوگ اس کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہم بہادر اور شُجاع ہیں، قوت وتوانائی والے ہیں، کثیر فوجیں رکھتے ہیں اور جنگ آزما ہیں۔ سرداروں نے مزید کہا کہ صلح یا لڑائی کا اختیار تو تمہارے ہی پاس ہے، اے ملکہ! تو تم غور کرلو کہ تم کیا حکم دیتی ہو؟ ہم تیری اطاعت کریں گے اور تیرے حکم کے مُنْتَظِر ہیں۔ اس جواب میں انہوں نے یہ اشارہ کیا کہ اُن کی رائے جنگ کی ہے یا اس جواب سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم جنگی لوگ ہیں، رائے اور مشورہ دینا ہمارا کام نہیں، تم خود صاحبِ عقل اور صاحبِ تدبیر ہو، ہم بہر حال تیری اطاعت کریں گے۔ [1]

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولی بیشک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کردیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے کہا: بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کردیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

﴿قَالَتْ: اس نے کہا۔﴾ جب بلقیس نے دیکھا کہ یہ لوگ جنگ کی طرف مائل ہیں تو اُس نے انہیں اُن کی رائے کی خطا پر آگاہ کیا اور جنگ کے نتائج سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ ”جب بادشاہ کسی بستی میں اپنی قوت اور طاقت سے داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کردیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو قتل کرکے، قیدی بنا کر اور ان کی توہین کرکے انہیں ذلیل کردیتے

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٣٢-٣٣، ص ٨٤٥، خازن، النمل، تحت الآية: ٣٢-٣٣، ٣/٩-٤١٠، ملتقطاً.

ہیں یہی بادشاہوں کا طریقہ ہے۔ ملکہ بلقیس چونکہ بادشاہوں کی عادت جانتی تھی اس لئے اُس نے یہ کہا اور اُس کی مراد یہ تھی کہ جنگ مناسب نہیں ہے، اس میں ملک اور اہلِ ملک کی تباہی و بربادی کا خطرہ ہے۔[1]

وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ ایلچی کیا جواب لے کر پلٹے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟

﴿وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ: **اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں۔**﴾ سرداروں کے سامنے جنگ کے نتائج رکھنے کے بعد ملکہ بلقیس نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا: میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھوں گی کہ ہمارے قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بادشاہ ہیں یا نبی، کیونکہ بادشاہ عزت و احترام کے ساتھ ہدیہ قبول کرتے ہیں، اس لئے اگر وہ بادشاہ ہیں تو ہدیہ قبول کر لیں گے اور اگر نبی ہیں تو ہدیہ قبول نہ کریں گے اور اس کے علاوہ اور کسی بات سے راضی نہ ہوں گے کہ ہم اُن کے دین کی پیروی کریں۔ چنانچہ ملکہ نے اپنے قاصد کو ایک خط دے کر روانہ کیا اور اس کے ساتھ 500 غلام اور 500 باندیاں بہترین لباس اور زیوروں کے ساتھ آراستہ کر کے سونے سے نقش و نگار کی ہوئی زینوں پر سوار کر کے بھیجے۔ ان کے علاوہ 500 سونے کی اینٹیں، جواہرات لگے ہوئے تاج اور مشک و عنبر وغیرہ بھی روانہ کئے۔ ہدہد یہ دیکھ کر چل دیا اور اس نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس تمام حالات کی خبر پہنچا دی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حکم دیا کہ سونے چاندی کی اینٹیں بنا کر نو فرسنگ (یعنی 27 میل) کے میدان میں بچھا دی جائیں اور اس کے اردگرد سونے چاندی سے بلند دیوار بنا دی جائے اور خشکی و تری کے خوب صورت جانور اور جِنّات کے بچے میدان کے دائیں بائیں حاضر کئے جائیں۔[2]

فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ٘ فَمَاۤ اٰتٰىنِ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّاۤ

---

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٣٤، ص٨٤٥، ملخصاً.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٣٥، ص٨٤٥-٨٤٦، جلالين، النمل، تحت الآية: ٣٥، ص٣٢٠، ملتقطاً.

اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ سلیمان کے پاس آیا سلیمان نے فرمایا کیا مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو مجھے اللّٰہ نے دیا وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب قاصد سلیمان کے پاس آیا تو سلیمان نے فرمایا: کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ تو اللّٰہ نے جو کچھ مجھے عطا فرمارکھا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ: پھر جب قاصد سلیمان کے پاس آیا۔﴾ جب بلقیس کا قاصد تحائف لے کر حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے فرمایا: ''کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ اللّٰہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے علم، نبوت اور بادشاہت کی صورت میں عطا فرمارکھا ہے وہ اس دُنْیَوی مال واَسباب سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو یعنی تم فخر کرنے والے لوگ ہو، مالِ دنیا کی وجہ سے ایک دوسرے پر بڑائی جتاتے ہو اور ایک دوسرے کے تحفے پر خوش ہوتے ہو، مجھے نہ دنیا سے خوشی ہوتی ہے نہ اس کی حاجت، اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے اِتنا کثیر عطا فرمایا کہ اُتنا اوروں کو نہ دیا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دین اور نبوت سے بھی مشرف کیا۔ [1]

اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے یوں کہ وہ پست ہوں گے۔

1 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۳۶، ۳/۴۱۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ تو ضرور ہم ان پر ایسے لشکر لائیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔

﴿اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ: ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ۔﴾ اب حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے وفد کے امیر مُنذِر بن عمرو سے فرمایا کہ یہ ہدیئے لے کر ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ، اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر حاضر نہ ہوئے تو ان کا انجام یہ ہوگا کہ ہم ضرور ان پر ایسے لشکر لائیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ہم ضرور ان کو شہرِ سبا سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔ جب قاصد ہدیئے لے کر بلقیس کے پاس واپس گئے اور تمام واقعات سنائے تو اس نے کہا: بے شک وہ نبی ہیں اور ہمیں اُن سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ پھر بلقیس نے اپنا تخت اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ کر کے سب دروازوں پر تالے لگوا دیئے اور ان پر پہرہ دار بھی مقرر کر دیئے اور حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حاضر ہونے کا انتظام کرنے لگی تا کہ دیکھے کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسے کیا حکم فرماتے ہیں، چنانچہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف روانہ ہوئی۔ (1)

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سلیمان نے فرمایا اے درباریو تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سلیمان نے فرمایا: اے درباریو! تم میں کون ہے جو ان کے میرے پاس فرمانبردار ہو کر آنے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لے آئے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ جب بلقیس اتنا قریب پہنچ گئی کہ حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے صرف ایک فرسنگ (یعنی تین میل) کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے جو ان لوگوں کے میرے پاس فرمانبردار ہو کر آنے سے پہلے بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ تخت منگوانے سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقصود

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۳۷، ۳/۴۱۱-۴۱۲، مدارك، النمل، تحت الآية: ۳۷، ص۸۴۷، ملتقطاً.

یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کرکے اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھادیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چاہا کہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس تخت کی وضع بدل دیں اور اس سے اس کی عقل کا امتحان فرمائیں کہ وہ اپنا تخت پہچان سکتی ہے یا نہیں۔(1)

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک بڑا خبیث جن بولا کہ وہ تخت حضور میں حاضر کردوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بیشک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت آپ کی خدمت میں آپ کے اس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا اور میں بیشک اس پر قوت رکھنے والا، امانتدار ہوں۔

﴿قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ: ایک بڑا خبیث جن بولا۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر ایک بڑا طاقتور خبیث جن بولا ”میں وہ تخت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں آپ کے اُس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا جہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فیصلے کرنے کے لئے تشریف فرما ہیں اور میں بیشک اس تخت کو اٹھانے پر قوت رکھنے والا اور اس میں لگے ہوئے جواہرات وغیرہ پر امانتدار ہوں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا میں اس سے جلدی چاہتا ہوں۔(2)

مروی ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک مجلس منعقد کرتے تھے جس میں صبح سے لے کر دوپہر تک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مختلف معاملات کے فیصلے فرمایا کرتے تھے۔(3)

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۳۸، ۳ /۴۱۲، مدارك، النمل، تحت الآية: ۳۸، ص۸۴۷، ملتقطاً.

2 ......جلالين، النمل، تحت الآية: ۳۹، ص ۳۲۰.

3 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۳۹، ۳ /۴۱۲.

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ۫ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے تو وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا (چنانچہ) پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ ہے، کرم فرمانے والا ہے۔

﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔﴾ کتاب کا علم رکھنے والے سے مراد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جانتے تھے۔ چنانچہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''یہی قول زیادہ صحیح ہے اور جمہور مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے۔''(1)

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٤٠، ص٨٤٧.

ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ انسانوں میں سے ایک شخص تھے اوران کا نام حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھا۔ یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔[1]

ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس سے مراد حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔[2]

اور ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اکثر مفسرین نے فرمایا کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔[3]

ان تفاسیر کے علاوہ دیگر معتبر تفاسیر جیسے تفسیر سمرقندی جلد 2 صفحہ 497، تفسیر جلالین صفحہ 320، تفسیر صاوی جلد 4 صفحہ 1498، تفسیر روح البیان جلد 6 صفحہ 349 میں راجح اور جمہور مفسرین کا یہی قول لکھا ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اُس سے مراد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

﴿اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ: میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔﴾ جب حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں اس تخت کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا تو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ’’اگر تم نے ایسا کرلیا تو تم سب سے زیادہ جلدی اس تخت کو لانے والے ہوگے۔ حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب اسمِ اعظم کے ذریعے دعا مانگی تو اسی وقت تخت حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے نمودار ہوگیا۔[4]

اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے کرامات کا ظاہر ہونا ثابت

اس آیت سے اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے کرامات کا ظاہر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علامہ یافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے کرامات کا ظاہر ہونا عقلی طور پر ممکن اور نقلی دلائل سے ثابت ہے۔ عقلی طور پر ممکن اس لئے ہے کہ ولی سے کرامت ظاہر کردینا اللہ تعالٰی کی قدرت سے محال نہیں بلکہ یہ چیز ممکنات

[1]……البحر المحیط، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۷/۷۲-۷۳.

[2]……تفسیر قرطبی، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۷/۱۵۶، الجزء الثالث عشر.

[3]……تفسیر بغوی، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/۳۵۹.

[4]……تفسیر سمرقندی، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۲/۴۹۷.

میں سے ہے، جیسے انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے معجزات ظاہر کر دینا۔ یہ اہلسنّت کے کامل اولیاءِ کرام، اصولِ فقہ کے بڑے بڑے علماء، فقہاء اور محدثین کا مذہب ہے۔ مشرق و مغرب اور عرب و عجم میں ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔ پھر اہلسنّت کے جمہور محقق آئمہ کے نزدیک صحیح، ثابت اور مختار قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے معجزے کے طور پر جائز ہے وہ اولیاءِ کرام رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ سے کرامت کے طور پر جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے نبوت والا چیلنج کرنا مقصود نہ ہو۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی سے۔ معجزے کے ذریعے کفار کو چیلنج کیا جاتا ہے جبکہ ولی کو بغیر ضرورت کرامت ظاہر کرنا منع ہے۔

اولیاءِ کرام رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ سے کرامات ثابت ہونے پر قرآنِ پاک اور بکثرت اَحادیثِ مبارکہ میں دلائل موجود ہیں۔ قرآن پاک میں موجود حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کے پاس بے موسم کے پھل آنے والا واقعہ۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کے کھجور کے سوکھے ہوئے تنے کو ہلانے پر پکی ہوئی عمدہ اور تازہ کھجوریں گرنے والا واقعہ۔ اصحابِ کہف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کا غار میں سینکڑوں سال تک سوئے رہنے والا واقعہ اور حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت لانے والا واقعہ ولی سے کرامات ظاہر ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور بھی ولی سے کرامت ظاہر ہونے کو ثابت کرتا ہے۔[1]

﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ: پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا۔﴾ یعنی جب حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: پلک جھپکنے سے پہلے تخت کا میرے پاس آجانا مجھ پر میرے رب عَزَّوَجَلَّ کے فضل کی وجہ سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کے انعامات پر شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے کیونکہ اس شکر کا نفع خود اس شکر گزار کو ہی ملے گا اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب عَزَّوَجَلَّ شکر سے بے پرواہ ہے اور ناشکری کرنے والے پر بھی احسان کر کے کرم فرمانے والا ہے۔[2]

[illegible]

یاد رہے کہ بندے کو جو نعمت اور صلاحیت ملے اس پر اسے خود پسندی کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس طرح

---

1 ......روض الریاحین، الفصل الثانی فی اثبات کرامات الاولیاء رضی اللّٰہ تعالی عنہم، ص۳۷-۳۸، ملخصاً.

2 ......ابو سعود، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۲۰۲/۴، مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ص۸۴۸، ملتقطاً.

کا اظہار کرنا چاہئے کیونکہ خود پسندی انتہائی مذموم عمل ہے اور اس کی آفات بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں کہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر سے بے شمار آفات جنم لیتی ہیں یونہی خود پسندی کی وجہ سے بندہ اپنے گناہوں کو بھولنے اور انہیں نظر انداز کرنے لگ جاتا ہے جبکہ عبادات اور نیک اعمال کو یاد رکھتا، انہیں بہت بڑا سمجھتا، ان پر خوش ہوتا اور ان کی بجا آوری کو اندرونِ خانہ غیر شعوری طور پر اللہ تعالیٰ پر احسان جانتا ہے۔ جو آدمی خود پسندی کا شکار ہوتا ہے تو وہ اس کی آفات سے اندھا ہو جاتا ہے اور جو شخص اعمال کی آفات سے غافل ہو جائے اس کی زیادہ تر محنت ضائع چلی جاتی ہے کیونکہ ظاہری اعمال جب تک خالص اور (ریاکاری وغیرہ کی) آمیزش سے پاک نہ ہوں تب تک نفع بخش نہیں ہوتے۔ خود پسند آدمی اپنے آپ پر اور اپنی رائے پر مغرور ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر اور اس کے عذاب سے بے خوف ہو جاتا ہے، لہٰذا نعمت اور صلاحیت ملنے پر خود پسندی سے بچنا چاہئے اور اس نعمت اور صلاحیت کے ملنے کو اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرنا چاہئے کہ یہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور نیک بزرگوں کا طریقہ ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس مہمان آیا تو آپ نے اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات کی طرف کسی کو بھیجا تاکہ وہ ان کے پاس کھانا تلاش کرے لیکن اس نے کسی کے پاس بھی کھانا نہ پایا، اس پر رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا مانگی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تجھ سے تیرے فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں کیونکہ اس کا مالک تو ہی ہے۔ اتنے میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھنی ہوئی ایک بکری تحفے کے طور پر پیش کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور ہم اس کی رحمت کے مُنتظِر ہیں۔'' (1)

اسی طرح حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے توحید پر ہونے اور شرک سے محفوظ رہنے کو اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ

وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ-مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ-ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور

(1)......حلیة الاولیاء، زبید بن الحارث الایامی، ٥/٤١، الحدیث: ٦٢٤٤.

النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ[1] لوگوں پر اللہ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

یونہی ہمارے بزرگانِ دین کا معمول تھا کہ جب وہ کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو اس میں آنے والی غلطیوں اور خطاؤں کو اپنی طرف منسوب کرتے جبکہ غلطی اور خطا سے محفوظ رہنے کو اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرتے، کوئی ان کا حال پوچھتا تو اپنا حال درست ہونے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف کرتے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقرّب بندوں کی پیروی کرتے ہوئے ہر نعمت اور صلاحیت کے ملنے کو اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرے اور خود پسندی سے بچے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَۚ وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سلیمان نے حکم دیا عورت کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بیگانہ کر دو کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا ان میں ہوتی ہے جو ناواقف رہے۔ پھر جب وہ آئی اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے بولی گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے۔ اور اسے روکا اس چیز نے جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی بیشک وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حضرت سلیمان نے حکم دیا: اس ملکہ کیلئے اس کے تخت کو تبدیل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا راہ نہ پانے والوں میں سے ہوتی ہے۔ پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب

[1] ...... یوسف: ۳۸.

دیا: گویا یہ وہی ہے ”اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے۔ اور اسے اُس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ بیشک وہ کافر قوم میں سے تھی۔

﴿قَالَ: حضرت سلیمان نے حکم دیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تخت آجانے کے بعد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اس ملکہ کیلئے اس کے تخت کی شکل وصورت کو تبدیل کر دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ اپنے تخت کو دیکھنے کے بعد اسے پہچان پاتی ہے یا نہیں۔ جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئی تو اس وقت تخت حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے موجود تھا۔ ملکہ سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے۔ اس جواب سے بلقیس کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ پھر ملکہ سے کہا گیا کہ یہ تیرا ہی تخت ہے۔ تمہیں دروازے بند کرنے، انہیں تالے لگانے اور پہرے دار مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ پھر ملکہ بلقیس نے اطاعت قبول کرتے ہوئے کہا: ”ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت صحیح ہونے کی خبر اس واقعہ سے پہلے ہدہد کے واقعہ سے اور وفد کے امیر سے مل چکی ہے اور ہم نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی۔“[1]

﴿وَصَدَّهَا: اور اسے روکا۔﴾ یعنی بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے سے یا اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے سے سورج کی پوجا نے روک رکھا تھا اور بلقیس کا تعلق اس قوم سے تھا جو سورج کی پجاری تھی اور وہ چونکہ انہیں میں پلی بڑھی تھی اس لئے اسے صرف سورج کی عبادت کرنا ہی آتا تھا۔[2]

قِيۡلَ لَهَا ادۡخُلِى الصَّرۡحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَتۡهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ ؕ قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۴﴾

ع ۳/۱۳/۱۸

(1)......روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ۴۱-۴۲، ۶/۳۵۲، خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۴۱-۴۲، ۳/۴۱۳، ملتقطاً۔

(2)......خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۴۳، ۳/۴۱۳، مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۴۳، ص۸۴۸، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے کہا گیا صحن میں آ پھر جب اس نے اُسے دیکھا اسے گہرا پانی سمجھی اور اپنی ساقیں کھولیں سلیمان نے فرمایا یہ تو ایک چکنا صحن ہے شیشوں جڑا عورت نے عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب سلیمان کے ساتھ اللّٰہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو رب سارے جہان کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس سے کہا گیا: صحن میں داخل ہو جاؤ تو جب اس نے اس صحن کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھی اور اپنی پنڈلیوں سے (کپڑا) اٹھا دیا، سلیمان نے فرمایا: یہ تو شیشوں سے جڑا ؤ کیا ہوا ایک ملائم صحن ہے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اس اللّٰہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔

﴿ **قِیْلَ لَهَا:** اس سے کہا گیا۔﴾ تخت میں تبدیلی کر کے ملکہ بلقیس کی عقل کا امتحان لینے کے بعد اس سے کہا گیا کہ تم صحن میں آ جاؤ۔ وہ صحن شفاف شیشے کا بنا ہوا تھا اور اس کے نیچے پانی جاری تھا جس میں مچھلیاں تیر رہی تھیں اور اس صحن کے وسط میں حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تخت تھا جس پر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ جب ملکہ نے اُس صحن کو دیکھا تو وہ سمجھی کہ یہ گہرا پانی ہے، اس لئے اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا تا کہ پانی میں چل کر حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے فرمایا: ''یہ پانی نہیں بلکہ یہ تو شیشوں سے جڑا ہوا ایک ملائم صحن ہے۔ یہ سن کر بلقیس نے اپنی پنڈلیاں چھپا لیں اور یہ عجوبہ دیکھ کر اسے بہت تعجب ہوا اور اس نے یقین کر لیا کہ حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ملک اور حکومت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ان عجائبات سے بلقیس نے اللّٰہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت پر اِستدلال کیا ہے۔ اب حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے تیری عبادت کی بجائے سورج کی عبادت کر کے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب میں حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔ چنانچہ ملکہ بلقیس نے اخلاص کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر کے اسلام قبول کر لیا اور صرف اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کو اختیار کیا۔[1]

آیت میں بیان کردہ واقعے سے یہ سمجھانا بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ اَشیاء جیسے نظر آئیں حقیقت میں ویسے ہونا

[1] ......خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۴۴، ۳ / ۴۱۳-۴۱۴، ملخصاً۔

ضروری نہیں لہٰذا سورج کی پوجا کو ملکہ بلقیس جیسے درست سمجھتی آ رہی تھی وہ حقیقت میں ویسی درست نہیں بلکہ مکمل طور پر خلافِ حقیقت وخلافِ حق تھی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ اللّٰہ کو پوجو تو جبھی وہ دو گروہ ہو گئے جھگڑا کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ (اے لوگو!) اللّٰہ کی عبادت کرو تو اسی وقت وہ جھگڑا کرتے ہوئے دو گروہ بن گئے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا: اور بیشک ہم نے بھیجا۔﴾ یہاں سے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اور اس واقعے کی بعض تفصیلات اس سے پہلے سورۂ اَعراف، آیت نمبر 73 تا 79، سورۂ ہود، آیت نمبر 61 تا 68، سورۂ شعراء، آیت نمبر 141 تا 159 میں گزر چکی ہیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کی طرف ان کے ہم قوم حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اے لوگو! تم اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ تو وہ اسی وقت جھگڑا کرتے ہوئے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور ان میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو ہی حق پر کہتا تھا۔[1]

نوٹ: اس جھگڑے کی تفصیل سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 75 میں بیان ہو چکی ہے۔

قَالَ یٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ

---

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٤٥، ص٨٤٩، ملخصاً.

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: صالح نے فرمایا اے میری قوم کیوں برائی کی جلدی کرتے ہو بھلائی سے پہلے اللّٰہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے شاید تم پر رحم ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صالح نے فرمایا: اے میری قوم! بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کرتے ہو؟ تم اللّٰہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے؟ ہوسکتا ہے تم پر رحم کیا جائے۔

﴿قَالَ: صالح نے فرمایا۔﴾ جب کافر گروہ نے کہا کہ اے صالح! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اگر تم رسولوں میں سے ہو تو ہمیں جس عذاب کا وعدہ دے رہے ہو اسے لے آؤ۔ اس پر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ''عافیت اور رحمت سے پہلے مصیبت اور عذاب کی جلدی کیوں کرتے ہو؟ تم عذاب نازل ہونے سے پہلے اپنے کفر سے توبہ کرکے اور ایمان لاکر اللّٰہ تعالیٰ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے؟ ہوسکتا ہے کہ تم پر رحم کیا جائے اور دنیا میں عذاب نہ کیا جائے۔ [1]

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم نے بُرا شگون لیا تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے فرمایا تمہاری بدشگونی اللّٰہ کے پاس ہے بلکہ تم لوگ فتنے میں پڑے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: ہم نے تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے براشگون لیا۔ صالح نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللّٰہ کے پاس ہے بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ تمہیں آزمایا جارہا ہے۔

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۴۶، ۳ / ۴۱۴-۴۱۵، مدارك، النمل، تحت الآية: ۴۶، ص۸۴۹، ملتقطاً.

﴿قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِكَ :انہوں نے کہا: ہم نے تم سے برا شگون لیا۔﴾ جب حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تو ان لوگوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا۔ اس کی وجہ سے بارش رک گئی، یوں وہ لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے اور بھوکے مرنے لگے۔ ان مصائب کو انہوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری کی طرف منسوب کیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آمد کو بدشگونی سمجھتے ہوئے کہا کہ (مَعَاذَ اللہ) ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ [1]

﴿قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ: فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے۔﴾ قومِ ثمود کے بدشگونی لینے پر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا کہ تمہیں جو بھلائی اور برائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور وہ تمہاری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں (آیت میں ذکر کئے گئے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قول کا معنی یہ ہے کہ) تمہارے پاس جو بدشگونی آئی یہ تمہارے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ [2]

تقدیر کا بیان

یاد رہے کہ بندے کو پہنچنے والی مصیبتیں اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمین میں اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے پیدا کرنے سے پہلے (ہی) ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے بیشک یہ اللہ پر آسان ہے۔

اور کوئی مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آتی، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر مصیبت اللہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے۔

---

1 ......جلالین مع صاوی، النمل، تحت الآیۃ: ۴۷، ۱۵۰۲/۴، مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۴۷، ص۸۴۹-۸۵۰، ملتقطاً.

2 ......خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۴۷، ۴۱۵/۳.

3 ......حدید: ۲۲.

4 ......تغابن: ۱۱.

اور مصیبتیں آنے کا عمومی سبب بندے کے اپنے برے اعمال ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو (اللہ) معاف فرما دیتا ہے۔

اور جب ایسا ہے تو کسی چیز سے بدشگونی لینا اور اپنے اوپر آنے والی مصیبت کو اس کی نحوست جاننا درست نہیں اور کسی مسلمان کو تو یہ بات زیب ہی نہیں دیتی کہ وہ کسی چیز سے بدشگونی لے کیونکہ یہ تو مشرکوں کا سا کام ہے جیسا کہ حضرت **عبداللہ بن مسعود** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین بار ارشاد فرمایا کہ بدشگونی شرک (یعنی مشرکوں کا سا کام) ہے اور ہمارے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، **اللہ تعالیٰ** اسے توکُّل کے ذریعے دور کر دیتا ہے۔[2]

اوپر بیان کردہ درس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مصیبتوں اور پریشانیوں کو دوسروں کی نحوست قرار دیتے ہیں جیسے بالفرض اگر شادی کے بعد گھر میں مسائل ومَصائب شروع ہو جائیں تو سارا الزام دلہن کے سر ڈال دیا جاتا ہے کہ جب سے یہ منحوس گھر میں آئی ہے تب سے مصیبتوں نے ہمارے گھر کا رستہ دیکھ لیا ہے، وغیرہ۔ اس طرح کی بدشگونی سخت ممنوع اور ایسی دل آزاری سخت حرام ہے۔

یہاں معاشرے میں رائج بدفالیوں اور بدشگونیوں کا ایک بہترین علاج ذکر کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عروہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس شگون کا ذکر کیا گیا تو فرمایا: ''اس میں (نیک) فال اچھی چیز ہے۔ اور مسلمان کو کسی کام سے نہ روکے تو جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو یوں کہے: **''اَللّٰهُمَّ لَا يَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ''** یعنی اے **اللہ!** تیرے سوا کوئی بھلائیاں نہیں لاتا اور تیرے سوا کوئی برائیاں دور نہیں کرتا، نہ ہم میں طاقت ہے اور نہ قوت مگر تیری

1......شوری: ۳۰.

2......ابو داؤد، كتاب الطب، باب فی الطيرة، ٤/٢٣، الحديث: ٣٩١٠.

توفیق کے ساتھ۔ (1)

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’یہ عمل بہت ہی مُجرَّب ہے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ اس دعا کی برکت سے کوئی بری چیز اثر نہیں کرتی۔ (2)

﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ: بلکہ تم ایک قوم ہو۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم ایسی قوم ہو جنہیں آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم ایسی قوم ہو جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب میں مبتلا ہوئی ہے۔ (3)

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شہر میں نوشخص تھے کہ زمین میں فساد کرتے اور سنوار نہ چاہتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شہر میں نوشخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔

﴿وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ: اور شہر میں نوشخص تھے۔﴾ یہاں شہر سے مراد قومِ ثمود کا شہر ہے جس کا نام حِجر تھا۔ اس قوم کے شریف زادوں میں سے نوشخص تھے جو زمین میں اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے فساد کرتے تھے اور اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کرکے اپنی اصلاح نہ کرتے تھے۔ ان کا سردار قدار بن سالف تھا اور یہی وہ لوگ ہیں جو حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹنے پر متفق ہوئے تھے۔ (4)

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا

---

1 ......ابو داؤد، كتاب الطب، باب فى الطيرة، ٤/٢٥، الحديث: ٣٩١٩.

2 ......مراۃ المناجیح، فال اور بدفالی لینے کا بیان، تیسری فصل، ۶/۲۲۲، تحت الحدیث: ۴۳۸۷۔

3 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٤٧، ص ٨٥٠.

4 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٤٨، ٣/٤١٥، ملخصاً.

مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر بولے ہم ضرور رات کو چھاپا ماریں گے صالح اور اس کے گھر والوں پر پھر اس کے وارث سے کہیں گے اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اور بیشک ہم سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر کہا: ہم رات کے وقت ضرور صالح اور اس کے گھر والوں پر چھاپا ماریں گے پھر اس کے وارث سے کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اور بیشک ہم سچے ہیں۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ جب ان لوگوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں تو حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں بتایا اور اس عذاب کی علامت بھی بیان کر دی۔ اس کے بعد ان نو اَشخاص نے آپس میں اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ ہم ضرور رات کے وقت چھاپا مار کر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اُن کی اولاد اور ان پر ایمان لانے والوں کو قتل کر دیں گے، پھر ان کے اس وارث سے جسے ان کے خون کا بدلہ طلب کرنے کا حق ہو گا کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اس لئے ہمیں معلوم نہیں کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے اور بیشک ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔ (1)

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے سازش کی اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے۔

﴿وَ مَكَرُوْا: اور انہوں نے سازش کی۔﴾ یعنی ان لوگوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے گھر والوں پر شب خون مارنے کی سازش تیار کی اور ہم نے ان کی سازش کی سزا یہ دی کہ ان کے عذاب میں جلدی فرمائی اور وہ ہماری

(1)......روح البیان، النمل، تحت الآیة: ٤٩، ٦/٣٥٧، مدارك، النمل، تحت الآیة: ٤٩، ص ٨٥٠، ملتقطاً.

خفیہ تدبیر سے غافل رہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا حافظ و ناصر ہے اور انہیں لوگوں کے خفیہ شر سے بچاتا ہے۔

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کے مکر کا ہم نے ہلاک کر دیا انہیں اور ان کی ساری قوم کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو دیکھو کہ ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔

﴿اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ : ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔﴾ یعنی ہم نے ان نو شخصوں کو ہلاک کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مکان کی حفاظت کے لئے فرشتے بھیج دیئے۔ جب وہ نو شخص ہتھیار باندھ کر اور تلواریں کھینچ کر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دروازے پر آئے تو فرشتوں نے انہیں پتھر مارے۔ وہ پتھر ان لوگوں کو لگتے تھے لیکن مارنے والے نظر نہ آتے تھے۔ اس طرح ان نو کو ہلاک کیا اور ان کے علاوہ ساری قوم کو اللہ تعالیٰ نے ہولناک آواز سے ہلاک کر دیا۔[2]

نوٹ: حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دروازے پر ان نو شخصوں کے مرنے سے متعلق اور روایات بھی ہیں۔

فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ ہیں ان کے گھر ڈھئے پڑے بدلہ ان کے ظلم کا بیشک اس میں نشانی ہے جاننے والوں کے لیے۔ اور ہم نے ان کو بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۵۰، ۳ / ۴۱۵۔

2 ......خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۵۱، ۳ / ۴۱۵۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب ویران پڑے ہیں، بیشک اس میں جاننے والوں کیلئے (عبرت کی) نشانی ہے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

﴿فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةً: تو یہ ان کے گھر ویران پڑے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ قومِ ثمود کی ہلاکت کے بعد ان کے گھر ویران پڑے ہیں اور اب ان گھروں میں اس قوم کا کوئی شخص بھی موجود نہیں اور ان کا یہ انجام اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر کے اور اس کے رسول کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہوا اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کے سامنے قومِ ثمود کا جو واقعہ بیان فرمایا اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت کی نشانی موجود ہے جو علم رکھتے ہیں، لہٰذا اگر آپ کی قوم کے کفار آپ کو جھٹلانے سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی قومِ ثمود جیسا ہوسکتا ہے اور اگر ایسا ہوا تو یہ ان کے حق میں کسی طرح بہتر نہ ہوگا۔[1]

﴿وَاَنْجَیْنَا: اور ہم نے بچالیا۔﴾ یعنی جو لوگ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے اور وہ کفر و شرک اور گناہوں سے بچتے اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کرنے سے ڈرتے تھے ہم نے انہیں عذاب سے بچالیا۔[2]

تفاسیر میں منقول ہے کہ اُن لوگوں کی تعداد چار ہزار تھی اور ان کی حقیقی تعداد اللّٰہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا بے حیائی پر آتے ہو اور تم سوجھ رہے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوط کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہو۔

﴿وَلُوْطًا: اور لوط کو۔﴾ یہاں سے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ آیت میں ذکر

1 ......تفسیر طبری، النمل، تحت الآیة: ۵۲، ۹/۵۳۴، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۵۲، ۶/۳۵۷-۳۵۸، ملتقطاً.

2 ......مدارک، النمل، تحت الآیة: ۵۳، ص ۸۵۱، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۵۳، ۶/۳۵۸، ملتقطاً.

کئے گئے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قول کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا تم بدکاری پر اتر آئے ہو حالانکہ تم اس فعل کی قباحت جانتے ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کیا تم بے حیائی پر اتر آئے ہو اور تم ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو کر اعلانیہ بدفعلی کا اِرتکاب کرتے ہو۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ تم اپنے سے پہلے نافرمانی کرنے والوں کی تباہی اور اُن کے عذاب کے آثار دیکھتے ہو پھر بھی اس بدعملی میں مبتلا ہو۔[1]

نوٹ: حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کی بعض تفصیلات سورۂ اَعراف، آیت نمبر 80 تا 84 اور سورۂ ہود، آیت نمبر 77 تا 83 میں گزر چکی ہیں۔

اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ-بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ(۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم مَردوں کے پاس مستی سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔

﴿اَىِٕنَّكُمْ: کیا تم۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت پوری کرنے کیلئے جاتے ہو حالانکہ مردوں کے فِطرتی تقاضے کی تسکین کے لئے عورتیں بنائی گئی ہیں، مردوں کے لئے مرد اور عورتوں کے لئے عورتیں نہیں بنائی گئیں، لہٰذا یہ فعل حکمتِ الٰہی کی مخالفت ہے، بلکہ تم جاہل لوگ ہو جو ایسا کام کرتے ہو اور تمہیں اپنے اس فعل کے برے انجام کا اندازہ نہیں۔[2]

یاد رہے کہ مردوں کے فِطرتی تقاضے یعنی شرمگاہ کی شہوت پوری کرنے کا درست ذریعہ عورت ہے اور اس

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٥٤، ص ٨٥١، ملخصاً.
2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٥٥، ص ٨٥١، ملخصاً.

میں بھی کھلی چھٹی نہیں کہ جب اور جس عورت سے دل چاہا اس سے اپنی شہوت پوری کر لی بلکہ اس میں شریعت نے ایک حد مقرر کی ہے اور کچھ اصول وقوانین نافذ فرمائے ہیں جن کے اندر رہتے ہوئے بندہ عورت سے اپنا فطرتی تقاضا پورا کر سکتا ہے اور فی زمانہ شرعی نکاح کے علاوہ عورت سے فائدہ اٹھانے کی کوئی صورت نہیں، اور شرعی نکاح کر کے اپنی بیوی سے جائز طریقے کے ساتھ فطرتی تقاضا پورا کرنا انسانی فطرت کے عین مطابق اور بے شمار فوائد کا حامل ہے، جیسے انسانوں کی تعداد میں درست طریقے سے اضافہ ہونا، خاندانی نظام قائم ہونا، معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کا خاتمہ ہو کر ایک پاکیزہ معاشرے کا ترتیب پانا وغیرہ اور جب سے لوگوں نے اپنی فطرت سے بغاوت کرتے ہوئے معاشرے میں ہم جنس پرستی کو فروغ دینا شروع کیا، مردوں کو مردوں اور عورتوں سے بدفعلی کرنے کی طرف مُنَظَّم طریقے سے مائل کیا، فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو عام کیا، عورتوں میں پردے کی ذہنیت کو ختم کر کے آزادرَوِش اور روشن خیالی کی سوچ کو پیدا کیا، بدفعلی اور زنا کاری کو آسان سے آسان تر کیا حتّٰی کہ بچوں کو اس کی باقاعدہ تربیت دینے کا نظام قائم کیا تب سے ان لوگوں کا حال جانوروں سے بھی بدتر ہوتا جا رہا ہے اور یہ لوگ انتہائی خطرناک مسائل اور مُہلِک اَمراض سے دوچار ہونے کے بعد اب اس بات پر مجبور ہو چکے ہیں کہ وہ فطرت سے بغاوت ختم کر دیں اور اپنے معاشرے میں اس نظام کو رائج کریں جو فطرت کے مطابق ہے۔ اے کاش! مسلمان بھی ہوش کے ناخن لیں اور یہ بھی اپنی فطرت سے بغاوت نہ کریں اور جو بغاوت کر چکے وہ اس سے باز آجائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ٘ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾ؑ

ع ۴ ۱۴ ۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہ کہ بولے لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو ستھرا پن چاہتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو ہم نے ٹھہرا دیا تھا کہ وہ رہ جانے

والوں میں ہے۔اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا تو کیا ہی بُرا برساؤ تھاڈرائے ہوؤں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس کی قوم کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ کہنے لگے کہ لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو، بیشک یہ ایسے لوگ ہیں جو بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو، ہم نے اسے پیچھے رہ جانے والوں میں سے مقرر کر دیا تھا۔ اور ہم نے ان پر ایک بارش برسائی تو ڈرائے جانے والوں کی بارش کتنی بری تھی۔

﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ: بیشک یہ ایسے لوگ ہیں جو بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔﴾ قومِ لوط کا یہ قول بد باطنی کی انتہا ہے کہ اپنی خبیث حرکتوں کو برا سمجھنے اور ان سے باز آنے کی بجائے حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے ساتھیوں کا مذاق اُڑا رہے ہیں کہ یہ بڑے پاکباز بنتے پھرتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ بھی ایسی کئی شناعتوں کا مُرتکب ہو چکا ہے کہ یہاں فُسّاق وفُجّار تو اپنے اَفعال پر فخر کرتے ہیں جبکہ مذہب، مذہبی لوگوں اور ان کے مذہبی افعال کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ؕ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم کہو سب خوبیاں اللّٰہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر کیا اللّٰہ بہتر یا ان کے ساختہ شریک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کہو: تمام تعریفیں اللّٰہ کے لئے ہیں اور ان بندوں پر سلام ہو جنہیں اللّٰہ نے چن لیا ہے۔ کیا اللّٰہ بہتر یا ان کے خود ساختہ شریک؟

﴿قُلْ: تم کہو۔﴾ یہاں حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ پچھلی امتوں کی ہلاکت پر اللّٰہ تعالٰی کی حمد بجا لائیں اور اللّٰہ تعالٰی کے چنے ہوئے بندوں پر سلام بھیجیں۔ چنے ہوئے بندوں سے مراد انبیاء و مُرسلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے

ہیں کہ چنے ہوئے بندوں سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مراد ہیں۔[1]

﴿آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ: کیا اللّٰہ بہتر یا ان کے خود ساختہ شریک؟﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کے لئے اللّٰہ تعالیٰ بہتر ہے یا بتوں کے عبادت کرنے والے کے لئے بت بہتر ہیں۔ بے شک جو اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس نے خاص اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس کے لئے اللّٰہ تعالیٰ بہتر ہے کیونکہ وہ انہیں عذاب اور ہلاکت سے بچاتا ہے جبکہ عذاب نازل ہونے کے وقت بت اپنے عبادت گزاروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔[2] اس لئے بتوں کو پوجنا اور معبود ماننا انتہائی بے جا ہے۔

---

1 ……مدارك، النمل، تحت الآية: ٥٩، ص٨٥١-٨٥٢، خازن، النمل، تحت الآية: ٥٩، ٣ /٤١٦، ملتقطاً.

2 ……خازن، النمل، تحت الآية: ٥٩، ٣ /٤١٦.

پارہ نمبر...... 20

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءًۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَاؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَؕ(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا تو ہم نے اس سے باغ اُگائے رونق والے تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اُگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ بہتر ہے جس نے آسمان وزمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس پانی سے بارونق باغ اگائے۔تمہارے لئے ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درخت اگا دیتے۔کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگزنہیں،) بلکہ وہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ: یا وہ بہتر ہے جس نے آسمان وزمین بنائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کی ابتداء میں مذکور لفظ ''اَمْ'' کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہاں ''اَمْ'' متصلہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں ''اَمْ'' منقطعہ ہے۔ پہلے قول کے اعتبار سے آیت کے ابتدائی لفظ '' اَمَّنْ '' کا معنی یہ ہے کہ **کیا بت بہتر ہیں یا وہ خدا جس نے.....** دوسرے قول کے اعتبار سے اس کا معنی یہ ہے کہ **مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جس نے** آسمان اور زمین جیسی عظیم اور عجیب مخلوق بنائی اور تمہارے فائدے کے لیے آسمان سے پانی اتارا اور اللہ تعالیٰ نے ہی اس پانی سے جدا جدا رنگوں، ذائقوں اور شکلوں والے پھلوں وغیرہ کے باغات اگائے۔تم اگرچہ ظاہری طور پر بیج بوتے ہو، ٹہنیاں لگاتے ہو اور ان باغات کو پانی سے سیراب کرتے ہو لیکن اس کے

باوجود ان درختوں کو اگانا تمہارے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ ان درختوں کے اگنے اور ان کی نَشو و نُما کے لئے اللہ تعالیٰ نے با قاعدہ جو نظام قائم فرمایا ہے، اگر وہ نظام نہ ہوتا تو درخت کس طرح اگتے۔ کیا قدرت کے یہ دلائل دیکھ کر ایسا کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ ہرگز ایسا نہیں کہا جاسکتا، وہ واحد ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، جبکہ مشرکین ایسے لوگ ہیں جن کی عادت راہِ حق یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے کترانا اور راہِ باطل یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کو اختیار کرنا ہے۔[1]

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًاؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَؕ(۶۱)
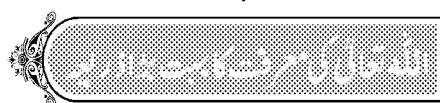
ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس کے بیچ میں نہریں نکالیں اور اس کے لیے لنگر بنائے اور دونوں سمندروں میں آڑ رکھی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ بہتر ہے جس نے رہائش کیلئے زمین بنائی اور اس کے درمیان میں نہریں بنائیں اور اس کے لئے لنگر بنائے اور دو سمندروں کے درمیان آڑ رکھی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں۔

﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا: یا وہ بہتر ہے جس نے رہائش کیلئے زمین بنائی۔﴾ آیت کے ابتدائی لفظ ''اَمَّنْ'' کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ جس نے......دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جس نے زمین کو پھیلا کر ہموار کر کے اور اسے سختی اور نرمی کے درمیان مُتَوَسِّط بنا کر، سورج کی شعاعوں کو جذب کرنے کی صلاحیت دے کر اسے رہائش کے قابل بنایا اور زمین کے درمیان میں نہریں بنائیں جن میں پانی جاری ہے اور زمین کیلئے وزنی پہاڑوں کے لنگر بنائے جو اُسے جنبش کرنے سے روکتے ہیں اور کھاری اور میٹھے دو

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۶۰، ۳/۴۱۶، روح البيان، النمل، تحت الآية: ۶۰، ۶/۳۶۰، مدارك، النمل، تحت الآية: ۶۰، ص۸۵۲، صاوی، النمل، تحت الآية: ۶۰، ۴/۱۵۰۶، ملتقطاً.

سمندروں کے درمیان آڑ رکھی تا کہ ایک کا پانی دوسرے میں داخل نہ ہو۔ ذرا غور کر کے بتاؤ تو سہی کہ کیا کسی انسان، سورج، چاند، درخت، پتھر یا آگ میں سے کوئی اس بات پر قادر ہے کہ وہ زمین میں ان خصوصیات اور ان نعمتوں کو پیدا کر سکے۔ جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ان خصوصیات اور نعمتوں کو پیدا کر ہی نہیں سکتا تو تم صرف اسی کی عبادت کیوں نہیں کرتے ؟ اصل معاملہ یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی توحید اور اس کی قدرت واختیار کو نہیں جانتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بہت بڑا ذریعہ

اس سے معلوم ہوا کہ پودوں، سمندروں اور دریاؤں کے بارے میں علم، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، لہٰذا جو لوگ ان چیزوں کا علم رکھتے ہیں وہ دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے اکیلا معبود اور یکتا خالق ہونے کے بارے میں جان سکتے ہیں۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَؕ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کے وارث کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ بہتر جو مجبور کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارے اور برائی ٹال دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ: یا وہ بہتر جو مجبور کی فریاد سنتا ہے۔﴾ آیت کے ابتدائی لفظ ”اَمَّنْ“ کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا

[1] ……تفسیر کبیر، النمل، تحت الآیۃ: ۶۱، ۸/ ۵۶۴، خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۶۱، ۳/ ۴۱۷، قرطبی، النمل، تحت الآیۃ: ۶۱، ۷/ ۱۶۹، الجزء الثالث عشر، ملتقطًا۔

بت بہتر ہیں یا وہ جو......۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جو مجبور ولاچار کے پکارنے پر اس کی فریاد سنتا اور اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور اس سے برائی ٹال دیتا ہے، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور اس بات پر قادر ہی نہیں کہ وہ فقر دور کر کے مال و دولت عطا کر دے، بیماری ختم کر کے صحت دیدے اور شدت و سختی کی حالت کو آسانی میں بدل دے اور وہ تمہیں پہلے لوگوں کی زمینوں کا وارث بناتا ہے، تم ان میں تَصَرُّف کرتے ہو اور تمہارے بعد والے تمہاری زمینوں کے وارث ہوں گے اور وہ ان میں تصرف کریں گے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو تمام مخلوق کو ایسی عظیم نعمتیں عطا کرے؟ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی آسان ترین حجتوں سے بہت ہی کم نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہو، اسی لئے تم اوروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتے ہو۔[1]

اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجبوروں اور لاچاروں کی فریاد سنتا اور ان کی دادرسی فرماتا ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کا ایک طریقہ سکھایا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجبور کی دعا کے بارے میں فرمایا (کہ وہ یوں دعا مانگے:) ''اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ'' یعنی اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، تو مجھے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے سارے کام درست فرما دے، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔[2]

مجبور اور لاچار مسلمان تو خاص طور پر یہ دعا مانگے جبکہ عمومی طور پر ہر مسلمان کو یہ مبارک دعا بکثرت مانگنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اور اپنے نفس کے حوالے نہ ہونے کا ہر مسلمان حاجت مند ہے اور اپنے کام درست ہونے کا ہر مسلمان طلبگار رہے۔

اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَمَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًۢا بَيۡنَ

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآیۃ: ٦٢، ٣/٤١٧، روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ٦٢، ٦/٣٦٢، طبری، النمل، تحت الآیۃ: ٦٢، ١٠/٦، ملتقطاً.

2 ......مسند ابو داود طیالسی، ابو بکرۃ رضی اللہ تعالی عنہ، ص١١٧، الحدیث: ٨٦٩.

يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ۝۶۳

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے خشکی اور تری کی اندھیریوں میں اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سناتی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے برتر ہے اللہ ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ بہتر ہے جو تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے اس حال میں کہ وہ ہوائیں اللہ کی رحمت سے پہلے خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ ان کے شرک سے بلند و بالا ہے۔

﴿اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ: یا وہ بہتر ہے جو تمہیں راہ دکھاتا ہے۔﴾ آیت کے ابتدائی لفظ ''اَمَّنْ'' کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ جو...... دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جو تمہیں خشکی اور تری کے سفر کے دوران اندھیری راتوں میں آسمانی ستاروں کے ذریعے اور دن کے وقت زمینی علامات کے ذریعے تمہاری منزلوں اور مقاصد کی طرف راستے دکھاتا ہے اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے اس حال میں کہ وہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی بارش سے پہلے بارش کے آنے کی خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو ایسی قدرت رکھتا ہو؟ اللہ تعالیٰ خالق اور قادر ہے اور وہ عاجز مخلوق کی شرکت سے بلند و بالا ہے۔ (1)

اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۶۴

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور وہ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

1 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ٦٣، ص٣٢٣، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ٦٣، ٦/٣٦٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ بہتر ہے جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور وہ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم فرماؤ: اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿**اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ: یا وہ بہتر ہے جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے۔**﴾ آیت کے ابتدائی لفظ ''اَمَّنْ'' کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ جو......۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللہ تعالٰی کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جو مخلوق کو بغیر کسی مثال کے ابتداءً پیدا فرماتا ہے، پھر مخلوق کی موت کے بعد اسے دوبارہ بنائے گا۔ کفار اگرچہ موت کے بعد زندہ کئے جانے کا اقرار اور اعتراف نہیں کرتے تھے، اس کے باوجود ان کے سامنے اللہ تعالٰی کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہونے والی دلیل اس لئے بیان کی گئی کہ جب دوبارہ زندہ کئے جانے پر نا قابلِ تردید دلائل قائم ہیں تو ان کا اقرار نہ کرنا کچھ بھی قابلِ لحاظ نہیں، بلکہ جب کفار ابتدائی پیدائش کے قائل ہیں تو انہیں دوبارہ پیدا کئے جانے کا قائل ہونا پڑے گا کیونکہ ابتدائی پیدائش دوبارہ پیدا کئے جانے کی انتہائی مضبوط دلیل ہے، تو اب اُن کے لئے اس سے عذر و انکار کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ (1)

مزید ارشاد فرمایا کہ اور وہ جو تمہیں آسمانوں سے بارش کے ذریعے اور زمین سے نباتات کے ذریعے روزی دیتا ہے، کیا اللہ تعالٰی کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جس نے یہ کام کئے ہوں؟ ہرگز اس کے ساتھ کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ: اگر تم اپنے اس دعوے میں کہ ''اللہ تعالٰی کے سوا اور بھی معبود ہیں'' سچے ہو تو بتاؤ جو صفات اور کمالات (اوپر) بیان کئے گئے وہ کس میں ہیں؟ اور جب اللہ تعالٰی کے سوا ایسا کوئی نہیں تو پھر کسی دوسرے کو کس طرح معبود ٹھہراتے ہو۔'' یہاں ''**هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ**'' فرما کر ان کے عاجز اور بے بس ہونے کا اظہار مقصود ہے۔ (2)

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ

---

1 ......تفسیر کبیر، النمل، تحت الآیة: ٦٤، ٨/٥٦٧، جلالین، النمل، تحت الآیة: ٦٤، ص٣٢٣، مدارك، النمل، تحت الآیة: ٦٤، ص٨٥٣، ملتقطاً.

2 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ٦٤، ص٣٢٣، تفسیرابو سعود، النمل، تحت الآیة: ٦٤، ٤/٢١١، ملتقطاً.

اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللّٰہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللّٰہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا اور لوگ نہیں جانتے کہ انہیں کب اُٹھایا جائے گا؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکین نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا تھا، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور آیت کا معنی یہ ہے کہ صرف اللّٰہ تعالیٰ ہی غیب جانتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی غیب نہیں جانتا اور قیامت قائم ہونے کا وقت بھی اسے ہی معلوم ہے اور آسمانوں میں جتنے فرشتے ہیں اور زمین میں جتنے انسان ہیں وہ نہیں جانتے کہ انہیں دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔[1]

[illegible]

اس آیت میں اور اس کے علاوہ کئی آیات میں غیب کے علم کو اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے، اسی مناسبت سے یہاں ہم علمِ غیب سے متعلق ایک خلاصہ ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ آیات، احادیث اور اقوالِ علماء جن میں اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے ان کا اصل مفہوم واضح ہو اور علمِ غیب سے متعلق اہلِ حق کے اصل عقیدے کی وضاحت ہو۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''علمِ غیب اللّٰہ تعالیٰ کا خاصہ ہونا بے شک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ — تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللّٰہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔''

اور اس سے مراد وہی علمِ ذاتی اور علمِ محیط (یعنی ہر چیز کا علم) ہے کہ وہی اللّٰہ تعالیٰ کے لیے ثابت اور اس سے مخصوص

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٦٥، ٣/٤١٧، مدارك، النمل، تحت الآية: ٦٥، ص٨٥٣، ملتقطاً.

ہیں۔علمِ عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہواور علمِ غیر محیط کہ بعض اَشیاء سے مطلع ہو اور بعض سے ناواقف ہو، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے علومِ غیب غیر محیط کا اَنبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [1]

اور اللّٰہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللّٰہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

اور فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ [2]

اللّٰہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اور فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ [3]

یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

اور فرماتا ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ [4]

یعنی اے نبی! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور پر بتاتے ہیں۔

حتّٰی کہ مسلمانوں کو فرماتا ہے:

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ [5]

غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

ایمان تصدیق (کا نام) ہے اور تصدیق علم ہے، (تو) جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن (لہٰذا ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو غیب کا علم حاصل ہے)، تفسیر کبیر میں ہے: ’’لَایَمْتَنِعُ اَنْ نَّقُوْلَ نَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ مَالَنَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ‘‘ یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لیے دلیل ہے۔[6]

نسیم الریاض میں ہے: ’’لَمْ يُكَلِّفْنَا اللّٰهُ الْاِيْمَانَ بِالْغَيْبِ اِلَّا وَ قَدْ فَتَحَ لَنَا بَابَ غَيْبِهٖ‘‘ ہمیں اللّٰہ تعالٰی

---

1 ......آل عمران: ۱۷۹.
2 ......الجن: ۲۶، ۲۷.
3 ......التکویر: ۲۴.
4 ......یوسف: ۱۰۲.
5 ......بقرہ: ۳.
6 ......تفسیرِ کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳، ۱/۲۷۴.

نے ایمان بالغیب کا جبھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا ہے۔[1]

علمِ غیب سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کی کتاب "اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّه بِالْمَادَّةِ الْغَیْبِیَّه" (علمِ غیب کے مسئلے کا دلائل کے ساتھ تفصیلی بیان) اور فتاویٰ رضویہ کی 29 ویں جلد میں موجود رسائل "اِزَاحَةُ الْعَیْبِ بِسَیْفِ الْغَیْبِ" (علمِ غیب کے مسئلے سے متعلق دلائل اور بد مذہبوں کا رد) اور "خَالِصُ الْاِعْتِقَاد" (علمِ غیب سے متعلق ۱۲۰ دلائل پر مشتمل ایک عظیم کتاب) کا مطالعہ فرمائیں۔

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے تک پہونچ گیا کوئی نہیں وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہو چکا ہے؟ بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ: کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہو چکا ہے؟﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہو چکا اور انہیں قیامت قائم ہونے کا علم ویقین حاصل ہو گیا جو وہ اس کا وقت دریافت کرتے ہیں؟ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اس کی طرف سے شک میں ہیں، انہیں ابھی تک قیامت کے آنے کا یقین نہیں ہے بلکہ وہ اس سے جاہل ہیں اور بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے قیامت کے دلائل کو سمجھ نہیں سکتے۔[2]

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَاۤ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ

---

1 ......نسیم الریاض، فصل و من ذلك ما اطلع علیه من الغیوب...الخ، ص ١٥١، فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۴۳۸-۴۳۹، ملخصاً۔

2 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ٦٦، ص٣٢٣، بیضاوی، النمل، تحت الآیة: ٦٦، ٤/٢٧٥، ملتقطاً۔

وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے کیا ہم پھر نکالے جائیں گے۔ بیشک اس کا وعدہ دیا گیا ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ داداؤں کو یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟ بیشک یہ وعدہ ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ داداؤں کو دیا گیا تھا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جب مرنے کے بعد ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر قبروں سے زندہ کرکے نکالے جائیں گے؟ بیشک مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا جو وعدہ ہمیں دیا گیا ہے، پچھلے زمانوں میں یہی وعدہ ہمارے باپ داداؤں کو بھی دیا گیا تھا لیکن وہ تو دوبارہ زندہ نہیں ہوئے اور نہ ہرگز ہوں گے، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں جنہیں رستم واسفندیار کے قصوں کی طرح ان لوگوں نے لکھا ہے۔ [1]

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۶۹﴾
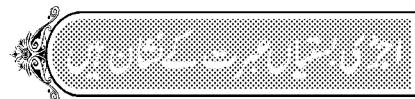
ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو، مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے اور اسے جھٹلانے والے ان کافروں سے فرما دیں کہ (اگر تمہارے گمان کے مطابق یہ وعدہ جھوٹی کہانی ہے تو) تم جھٹلانے والوں

1 ......جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ۶۷، ص۳۲۳، خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۶۷، ۳ /۴۱۸، روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ۶۷، ۶/۳۶۶، ملتقطاً.

کی سرزمین جیسے حجر اور اَحقاف وغیرہ میں چل کر دیکھ لو کہ ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا، وہ لوگ اپنے انکار کے سبب طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیئے گئے اور اگر تم بھی ان جیسی روش سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی ان لوگوں جیسا ہوسکتا ہے اور تم پر بھی ان کی طرح کا کوئی عذاب نازل ہوسکتا ہے۔[1]

اجڑی بستیاں عبرت کے نشان ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ برباد شدہ قوموں کی اجڑی بستیاں لوگوں کے لئے عبرت کے نشان ہیں اور لوگوں کو چاہئے کہ جن مقامات پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا وہاں کے رہنے والوں کے احوال اور ان کے دردناک انجام پر غور کریں اور ان کی اجڑی ہوئی اور ویران بستیوں کو دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے باز آجائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں اپنی نافرمانی کرنے سے محفوظ فرمائے، امین۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ۝۷۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم ان پر غم نہ کھاؤ اور ان کے مکر سے دل تنگ نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) تم ان پر غم نہ کرو اور ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہو۔

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ: اور تم ان پر غم نہ کرو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کے اِعراض کرنے، آپ کو جھٹلانے اور اسلام سے محروم رہنے کے سبب ان پر غم نہ کھائیں (کیونکہ ان کے برے اختیار کی وجہ سے ان کی قسمت میں ہی کفر کرنا لکھا ہے) اور آپ ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمانے والا اور آپ کا مددگار ہے۔[2]

1 ......روح البیان، النمل، تحت الآیة: ٦٩، ٦/٣٦٦، ملخصاً.

2 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ٧٠، ص٣٢٣، خازن، النمل، تحت الآیة: ٧٠، ٣/٤١٨، ملتقطاً.

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ تم فرماؤ قریب ہے کہ تمہارے پیچھے آ لگی ہو بعض وہ چیز جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر کہتے ہیں: یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ)۔ تم فرماؤ: ہوسکتا ہے کہ جس (عذاب) کی تم جلدی مچا رہے ہو اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آ لگا ہو۔

﴿وَ يَقُوْلُوْنَ: اور کافر کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر یہ کہتے ہیں: اگر آپ عذاب نازل ہونے کے وعدے میں سچے ہیں تو آپ بتائیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ جس عذاب کے نازل ہونے کی تم جلدی مچا رہے ہو، ہوسکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آ لگا ہو اور تمہارے قریب پہنچ چکا ہو۔ چنانچہ وہ عذاب بدر کے دن اُن پر آ ہی گیا اور باقی عذاب وہ موت کے بعد پائیں گے۔ (1)

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تیرا رب فضل والا ہے آدمیوں پر لیکن اکثر آدمی حق نہیں مانتے۔ اور بیشک تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں چھپی ہے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

(1)......جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ۷۱-۷۲، ص۳۲۳.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تیرا رب لوگوں پر فضل والا ہے لیکن ان میں اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے ۔اور بیشک تمہارا رب یقیناً جانتا ہے جوان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں ۔

﴿ **وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تیرا رب ۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک تیرا رب عَزَّوَجَلَّ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، اسی لئے عذاب میں تاخیر فرماتا ہے، لیکن ان میں اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا حق نہیں مانتے اور شکر گزاری نہیں کرتے اور اپنی جہالت کی وجہ سے عذاب نازل ہونے کی جلدی کرتے ہیں ۔(1)

﴿ **وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب ۔** ﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ پوشیدہ اور اِعلانیہ عداوت رکھنا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت میں مکاریاں کرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، وہ انہیں اس کی سزا دے گا ۔(2)

وَ مَا مِنْ غَآىٕبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جتنے غیب ہیں آسمان اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین میں جتنے غیب ہیں سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں ۔

﴿ **وَ مَا مِنْ غَآىٕبَةٍ: اور جتنے غیب ہیں ۔** ﴾ یعنی آسمانوں اور زمین میں جتنے غیب ہیں سب ایک بتانے والی کتاب لوحِ محفوظ میں ثَبت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنہیں ان کا دیکھنا مُیَسَّر ہے اُن کے لئے ظاہر ہیں ۔(3)

[illegible]

اس آیت اور اس سے اوپر والی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے کیونکہ اللہ اُسے جانتا اور اس کے تمام اَفعال پر مطلع ہے اگر چہ وہ اپنے افعال کو مخلوق سے چھپانے کی انتہائی کوشش کر لے، نیز

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية : ۷۳، ص ۸۵۵.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ۷۴، ص ۸۵۵.

3 ......تفسيرِ كبير، النمل، تحت الآية: ۷۵، ۸/۵۷۰، ملخصاً.

ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کا دل کسی کے بارے میں بغض، حسد، کینہ اور عداوت وغیرہ سے صاف ہو کیونکہ اس کے دل میں چھپی ہوئی ان چیزوں کو بھی اس کا رب تعالیٰ جانتا ہے۔ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور اللّٰہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے، بیشک وہ تو دلوں کی بات جانتا ہے۔

اور قیامت کے دن کے بارے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللّٰہ کے حضور سلامت دل کے ساتھ حاضر ہوگا۔

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اپنی امت کو اسی چیز کی تعلیم دی ہے، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے کوئی شخص کسی صحابی کے بارے میں مجھ سے شکایت نہ کرے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ (اپنے گھر سے) ان کی طرف اس طرح نکلوں کہ میرا دل صاف ہو (اور میرے دل میں کسی کے بارے میں کوئی رنجش نہ ہو۔)‘‘ (4)

اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو گناہوں سے بچنے اور اپنے دلوں کو باطنی امراض سے پاک صاف رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

1 ......التغابن: ٤.

2 ......الملك: ١٣.

3 ......الشعراء: ٨٨، ٨٩.

4 ......ترمذی، كتاب المناقب، باب: فضل ازواج النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلم، ٤٧٥/٥، الحديث: ٣٨٩٦.

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بیشک وہ ہدایت اور رحمت ہے مسلمانوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں ذکر فرماتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بیشک یہ مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ: بیشک یہ قرآن۔﴾ اہلِ کتاب نے دینی اُمور میں آپس میں اختلاف کیا جس کی وجہ سے اُن کے بہت سے فرقے بن گئے اور آپس میں لعن طعن کرنے لگے تو قرآنِ کریم نے ان کے اختلافی امور کو حقیقت کے مطابق ایسے شاندار انداز میں بیان کیا کہ اگر اہلِ کتاب انصاف کریں اور اسے قبول کریں اور اسلام لائیں تو ان میں یہ باہمی اختلاف باقی نہ رہے۔ (1)

اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِیْنِ ﴿٧٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب ان کے آپس میں فیصلہ فرماتا ہے اپنے حکم سے اور وہی ہے عزت والا علم والا۔ تو تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم روشن حق پر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارا رب اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور وہی عزت والا علم والا ہے۔ تو تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم روشن حق پر ہو۔

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٧٦، ٣/٤١٩، مدارك، النمل، تحت الآية: ٧٦، ص٨٥٥، ملتقطاً.

﴾ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ: بیشک تمہارا رب ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بنی اسرائیل کے جو لوگ دینی اُمور میں باہم اختلاف کر رہے ہیں، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے حکم سے قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی عزت والا اور غلبے والا ہے، اس لئے کوئی اس کے حکم اور فیصلے کو رد نہیں کر سکتا اور آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی تمام اَشیاء کا علم رکھنے والا ہے، لہٰذا اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور ان کی عداوت و دشمنی کی پرواہ نہ کریں، بے شک آپ روشن حق پر ہیں۔[1]

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے سُنائے نہیں سنتے مُردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سُنیں جب پھریں پیٹھ دے کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھر رہے ہوں۔

﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى: بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔﴿ علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی جن لوگوں کے دل مردہ ہیں آپ انہیں نہیں سنا سکتے اور وہ لوگ کفار ہیں۔[2] اور ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”اس آیت میں کفار کو زندہ ہونے اور حواس درست ہونے کے باوجود مُردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔[3]

آیت ” اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى “ سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرنے والوں کا رد

بعض حضرات اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں، ان کا استدلال غلط ہے۔ اس کی وجہ

[1] ...... روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ۷۸، ۶/۳۶۹.

[2] ...... خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۸۰، ۳/۴۱۹.

[3] ...... مدارك، النمل، تحت الآیۃ: ۸۰، ص۸۵۶.

یہ ہے کہ یہاں کفار کو مُردہ فرمایا گیا اور اُن سے بھی مُطلَقاً ہر کلام سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ وعظ و نصیحت اور کلامِ ہدایت قبول کرنے کیلئے سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حضرت ملا علی قاری رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''مردوں سے مراد کفار ہیں اور (یہاں) مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سننا نفع بخش نہیں ہوتا۔ (1)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں سننے کی نفی نہیں بلکہ سنانے کی نفی ہے اور اگر سننے کی نفی مان لی جائے تو یہاں یقیناً ''سننا'' قبول کرنے کے لئے سننے اور نفع بخش سننے کے معنی میں ہے۔ باپ اپنے عاقل بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں، اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیۂ کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ''ہدایت'' شاہد کہ کفار سے نفع اٹھانے ہی کی نفی ہے نہ کہ اصل سننے کی نفی۔ خود اسی آیۂ کریمہ "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى" کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: "اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ" "تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔ اور پُر ظاہر کہ وعظ و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی دنیا کی زندگی ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل، قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام، تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح مردوں کو وعظ سے کوئی فائدہ نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔ (2)

کثیر اَحادیث سے مُردوں کا سننا ثابت ہے، یہاں ہم بخاری شریف اور مسلم شریف سے دو اَحادیث ذکر کرتے ہیں جن میں مردوں کے سننے کا ذکر ہے۔ چنانچہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں تو بیشک وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (3)

---

1 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب حكم الاسراء، الفصل الاول، ۵۱۹/۷، تحت الحديث: ۳۹۶۷.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۷۰۱/۹، ملخصاً۔

3 ......بخاری، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال، ۴۵۰/۱، الحديث: ۱۳۳۸.

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں کفارِ بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کا فر قتل ہوگا اور یہاں فلاں، جہاں جہاں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بتایا تھا وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے ان کی لاشیں ایک کنویں میں بھر دی گئیں۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وہاں تشریف لے گئے اور ان کفار کو ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا اور فرمایا: جو سچا وعدہ خدا اور رسول نے تمہیں دیا تھا وہ تم نے بھی پالیا؟ کیونکہ جو حق وعدہ اللہ تعالٰی نے مجھے دیا تھا، میں نے تو اسے پالیا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ ارشاد فرمایا: جو میں کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے کچھ زیادہ نہیں سنتے لیکن انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔[1]

نوٹ: مُردوں کے سننے سے متعلق مسئلے کی مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 9ویں جلد میں موجود رسالہ ”حَیَاتُ الْمَوَاتِ فِیْ بَیَانِ سِمَاعِ الْاَمْوَاتِ“ (مردوں کی سماعت کے بیان میں مفید رسالہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ: اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ کفار کو جس چیز کی دعوت دی جارہی ہے اس سے انتہا درجے کے اِعراض اور روگردانی کی وجہ سے وہ مُردے اور بہرے کی طرح ہوگئے ہیں تو جس طرح مردے اور سننے سمجھنے سے قاصر بہرے کو حق کی دعوت دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا اسی طرح ان کافروں کو حق کی دعوت دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔[2]

وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اندھوں کو ان کی گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری

---

1 ......مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب عرض مقعد المیت من الجنة او النار علیه...الخ، ص۱۵۳٦، الحدیث: ٧٦(٢٨٧٣).

2 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۸۰، ۳/۴۱۹، ملخصاً.

آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے (نکال کر) ہدایت دینے والے نہیں۔ تم تو اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

﴿وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ: اور تم اندھوں کو ہدایت دینے والے نہیں۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے اور اس کے دل کو ایمان سے اندھا کر دیا آپ اسے گمراہی سے نکال کر ہدایت نہیں دے سکتے۔[1]

﴿اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا: تم تو اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔﴾ یعنی آپ صرف انہی کو سنا سکتے ہیں جن کے پاس سمجھنے والے دل ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں اور وہ مخلص مسلمان ہیں۔[2]

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بات ان پر آپڑے گی ہم زمین سے ان کے لیے ایک چوپایہ نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہ لاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر بات آپڑے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے۔

﴿وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ: اور جب ان پر بات آپڑے گی۔﴾ مفسرین نے ''بات آپڑنے'' کے مختلف معنی بیان کئے

1 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۸۱، ۳/۴۱۹.

2 ......بیضاوی، النمل، تحت الآیة: ۸۱، ۴/ ۲۷۸، تفسیر کبیر، النمل، تحت الآیة: ۸۱، ۸/۵۷۱، تفسیر ابو سعود، النمل، تحت الآیة: ۸۱، ۴/۲۱۵، مدارك، النمل، تحت الآیة: ۸۱، ص۸۵۶.

ہیں۔(1)جب کفار پر عذاب آنا واجب ہو جائے گا۔(2)جب ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب (کا وقوع لازم) ہو جائے گا۔ (3)جب ان پر حجت پوری ہو جائے گی۔ یہ اس وقت ہوگا جب لوگ نیک کاموں کی دعوت دینا اور برے کاموں سے منع کرنا ترک کر دیں گے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ اس وقت ہوگا جب کفار کی اصلاح کی کوئی امید باقی نہ رہے گی اور یہ امید قیامت قائم ہونے سے پہلے آخری زمانے میں ختم ہوگی۔ [1]

ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: ”بات سے مراد وہ ہے جس کا کفار سے وعدہ کیا گیا یعنی قیامت قائم ہونا اور عذاب لازم ہونا اور بات آپڑنے سے مراد اس کا حاصل ہونا ہے۔ آیت سے مراد یہ ہے کہ قیامت قریب ہو جائے گی اور اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں گی اور اس وقت توبہ نفع نہ دے گی۔ [2]

﴿اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ: ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے۔﴾ یعنی جب کفار پر بات آپڑے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک عجیب و غریب جسم والا جانور نکالیں گے جو لوگوں سے فصیح و بلیغ کلام کرے گا اور کہے گا: ”هٰذَا مُؤْمِنٌ وَ هٰذَا كَافِرٌ“ یعنی یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔ [3]

دَآبَّةُ الْاَرْض کا تعارف

اس جانور کو ”دَآبَّةُ الْاَرْض“ کہتے ہیں۔ اس جانور کے بارے میں صرف اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ عجیب و غریب شکل کا جانور ہوگا۔ کوہِ صفا سے برآمد ہو کر تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا۔ فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا۔ ہر شخص کی پیشانی پر ایک نشان لگائے گا، ایمانداروں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے عصا سے نورانی خط کھینچے گا اور کافر کی پیشانی پر حضرت سلیمان عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر لگائے گا۔

﴿اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ: اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے۔﴾ اس آیت کے بارے میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ کلام ”دَآبَّةُ الْاَرْض“ کا ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ جانور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے لوگوں سے یہ کہے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ہم یہ جانور اس لئے نکالیں گے کہ لوگ قرآن پاک

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٨٢، ٣/٤١٩.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٢، ص٨٥٦.

3 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٢، ص٨٥٦.

پر ایمان نہ لاتے تھے جس میں مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور حساب وعذاب کا بیان ہے۔

وَ یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَ لَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن اٹھائیں گے ہم ہر گروہ میں سے ایک فوج جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتی ہے تو ان کے اگلے روکے جائیں گے کہ پچھلے ان سے آملیں۔ یہاں تک کہ جب سب حاضر ہولیں گے فرمائے گا کیا تم نے میری آیتیں جھٹلائیں حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچتا تھا یا کیا کام کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن کو یاد کرو جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ کو اٹھائیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے تو ان کے پہلے لوگوں کو روکا جائے گا تاکہ ان کے بعد والے ان سے آملیں۔ یہاں تک کہ جب سب حاضر ہوجائیں گے تو اللہ فرمائے گا: کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچا تھا یا تم کیا کام کرتے تھے؟

﴿وَ یَوْمَ نَحْشُرُ: اور جس دن ہم اٹھائیں گے۔﴾ یہاں سے قیامت کے بارے میں بیان فرمایا جارہا ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ کو اٹھائیں گے جو انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل کردہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے تو ان کے پہلے لوگوں کو روکا جائے گا تاکہ ان کے بعد والے ان سے آملیں، پھر انہیں حساب کی جگہ کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب سب حساب کی جگہ میں حاضر ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم نے میرے رسولوں پر نازل کردہ میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچا تھا اور تم نے اُن کی معرفت حاصل نہ کی تھی اور بغیر سوچے سمجھے ہی ان آیتوں کا انکار کردیا۔ جب تم اُن آیتوں میں غور وفکر کرنے کے اہم ترین کام میں مشغول نہ ہوئے تو تم کیا کام کرتے تھے؟ تم بے کار تو نہیں پیدا کئے گئے تھے۔ (1)

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ۸۳-۸۴، ص۸۵۷، خازن، النمل، تحت الآية: ۸۳-۸۴، ۳/۴۲۰، تفسير كبير، النمل، تحت الآية: ۸۳-۸۴، ۸/۵۷۳، ملتقطاً.

وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا یَنْطِقُوْنَ(۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بات پڑ چکی ان پر ان کے ظلم کے سبب تو وہ اب کچھ نہیں بولتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان پر ان کے ظلم کے سبب بات واقع ہوچکی تو وہ اب کچھ نہیں بولتے۔

﴿ وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ: اور ان پر بات واقع ہوچکی۔﴾ یعنی ان کے شرک کے سبب ان پر عذاب ثابت ہو چکا تو وہ اب کچھ نہیں بولتے کیونکہ اُن کے لئے کوئی حجت اور کوئی گفتگو باقی نہیں ہے۔ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے کی وجہ سے اُن پر عذاب اس طرح چھا جائے گا کہ وہ بول نہ سکیں گے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کفار پر ایک وقت ایسا آئے گا جب وہ بول نہ سکیں گے۔

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ(۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی کہ اس میں آرام کریں اور دن کو بنایا سوجھانے والا بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے کہ ایمان رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تا کہ وہ اس میں آرام کریں اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا بیشک اس میں ان لوگوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

﴿ اَلَمْ یَرَوْا: کیا انہوں نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر دلیل ہے، کیونکہ جو دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے اور رات کی تاریکی کو دن کی روشنی سے بدلنے پر قادر ہے وہ مردے کو زندہ کرنے پر بھی قادر

[1] ……جلالین، النمل، تحت الآیة: ۸۵، ص۳۲۴، مدارك، النمل، تحت الآیة: ۸۵، ص۸۵۷، ملتقطاً.

ہے۔ نیز لَیل ونَہار کے اِنقلاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لوگوں کی دُنْیَوی زندگی کا انتظام ہے۔ تو یہ عَبث نہیں کیا گیا بلکہ اس زندگانی کے اعمال پر عذاب وثواب کا تَرَتُّب مُقْتَضائے حکمت ہے اور جب دنیا دارُ العمل ہے تو ضروری ہے کہ ایک دارِ آخرت بھی ہوتا کہ وہاں کی زندگانی میں یہاں کے اعمال کی جزا ملے۔[1]

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ: اس میں ان لوگوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔﴾ یعنی رات کو آرام کے لئے اور دن کو کام کاج کے لئے بنانے میں ان لوگوں کیلئے ضرور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ دن اور رات کے بنانے میں اگرچہ تمام مخلوق کے لئے نشانیاں ہیں لیکن یہاں ایمان والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ صرف ایمان والے ہی ان نشانیوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔[2]

> **وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ ﴿۸۷﴾**

> **ترجمۂ کنزالایمان:** اور جس دن پھونکا جائے گا صُور تو گھبرائے جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے خدا چاہے اور سب اس کے حضور حاضر ہوئے عاجزی کرتے۔

> **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے مگر وہ جنہیں اللہ چاہے اور سب اس کے حضور عاجزی کرتے حاضر ہوں گے۔

﴿ وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ: اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا۔﴾ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام صور میں پھونکیں گے تو اس کی آواز سن کر زمین و آسمان کے تمام جاندار خوف زدہ ہوجائیں گے اور اسی خوف کی وجہ سے مرجائیں گے۔[3]

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٨٦، ٣/٤٢٠، مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٦، ص٨٥٧، ملتقطاً.

2 ...... روح البيان، النمل، تحت الآية: ٨٦، ٦/٣٧٣، جلالين، النمل، تحت الآية: ٨٦، ص٣٢٤، تفسير كبير، النمل، تحت الآية: ٨٦، ٨/٥٧٣، ملتقطاً.

3 ......تفسير كبير، النمل، تحت الآية: ٨٧، ٨/٥٧٤، جمل، النمل، تحت الآية: ٨٧، ٥/٤٧٧، ملتقطاً.

﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: مگر وہ جنہیں اللہ چاہے۔﴾ یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا اور جن کے دل کو اللہ تعالیٰ سکون عطا فرمائے گا انہیں یہ گھبراہٹ نہ ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ یہ لوگ شہداء ہیں جو اپنی تلواریں گلوں میں حمائل کئے عرش کے گرد حاضر ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''وہ لوگ شہداء ہیں، اس لئے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک زندہ ہیں، انہیں اس وقت گھبراہٹ نہ پہنچے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ صور پھونکنے کے بعد حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل عَلَیْہِمُ السَّلَام ہی باقی رہیں گے۔[1]

﴿ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ: اور سب اس کے حضور عاجزی کرتے حاضر ہوں گے۔﴾ یعنی قیامت کے دن سب لوگ موت کے بعد زندہ کئے جائیں گے اور حساب کی جگہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتے ہوئے حاضر ہوں گے۔[2]

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز بیشک اسے خبر ہے تمہارے کاموں کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تُو پہاڑوں کو دیکھے گا انہیں جمے ہوئے خیال کرے گا حالانکہ وہ بادل کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اس اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط کیا بیشک وہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿ وَتَرَى الْجِبَالَ: اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ صور پھونکنے کے وقت پہاڑ اپنی بڑی جسامت کی وجہ سے دیکھنے میں تو اپنی جگہ ثابت اور قائم معلوم ہوں گے اور حقیقت میں وہ بادلوں کی طرح انتہائی تیز چلتے ہوں گے،

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٧، ص٨٥٧، خازن، النمل، تحت الآية: ٨٧، ٣/٤٢١، ملتقطاً.
2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٧، ص٨٥٧، خازن، النمل، تحت الآية: ٨٧، ٣/٤٢١، ملتقطاً.

جیسا کہ بادل وغیرہ بڑے جسم چلتے تو ہیں لیکن حرکت کرتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ زمین پر گر کر اس کے برابر ہو جائیں گے، پھر ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے۔ [1]

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَىٕذٍ اٰمِنُوْنَ (۸۹) وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے اور ان کو اس دن کی گھبراہٹ سے امان ہے۔ اور جو بدی لائے تو ان کے منہ اوندھائے گئے آگ میں تمہیں کیا بدلہ ملے گا مگر اسی کا جو کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن وچین میں ہوں گے۔ اور جو برائی لائے گا تو ان کے چہرے آگ میں الٹے کر دیے جائیں گے۔ (اے لوگو!) تمہیں تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ: جو نیکی لائے۔﴾ نیکی سے مراد کلمۂ توحید کی شہادت ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد عمل میں اخلاص ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد ہر وہ نیکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ یعنی جنت اور ثواب ہے اور وہ نیک لوگ قیامت کے دن کی اس گھبراہٹ سے امن وچین میں ہوں گے جو عذاب کے خوف کی وجہ سے ہوگی۔ یاد رہے کہ یہاں جس گھبراہٹ کا ذکر ہے وہ اس گھبراہٹ کے علاوہ ہے جس کا اوپر کی آیت میں ذکر ہوا ہے۔ [2]

﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ: اور جو برائی لائے گا۔﴾ یہاں برائی سے مراد شرک ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شرک لائیں

---

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ۸۸، ص۸۵۸، خازن، النمل، تحت الآية: ۸۸، ۳/۴۲۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۸۹، ۳/۴۲۲، مدارك، النمل، تحت الآية: ۸۹، ص۸۵۸، ملتقطاً.

گے وہ اوندھے منہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور جہنم کے خازن اُن سے کہیں گے ’’تمہیں تمہارے شرک اور گناہوں ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔[1]

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو جس نے اسے حرمت والا کیا ہے اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے اور ہر شے اسی کی ملکیت ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں سے رہوں۔

﴿اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے۔﴾ قیامت کے ابتدائی واقعات اور قیامت قائم ہونے کے بعد کے چند اَحوال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ فرما دیجئے: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کروں اور اپنی عبادت اس رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خاص کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے کہ وہاں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کوئی شکار مارا جائے اور نہ وہاں کی گھاس کاٹی جائے اور ہر شے حقیقی طور پر اسی کی ملکیت ہے اور اس ملکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں سے رہوں۔ آیت میں مکہ مکرمہ کا ذکر اس لئے ہوا ہے کہ وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وطن اور وحی نازل ہونے کی جگہ ہے۔[2]

وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ٩٠، ٣/٤٢٢.

2 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ٩١، ٣/٤٢٢.

ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَاؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ع ۲/۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کروں تو جس نے راہ پائی اس نے اپنے بھلے کو راہ پائی اور جو بہکے تو فرما دو کہ میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں۔ اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو انہیں پہچان لوگے اور اے محبوب تمہارا رب غافل نہیں اے لوگو تمہارے اعمال سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں تو جس نے ہدایت پائی تو اس نے اپنی ذات کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوتو تم فرمادو کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ اور تم فرماؤ: سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں، عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لوگے اور (اے حبیب!) تمہارا رب، (اے لوگو!) تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

﴿وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ: اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔﴾ یعنی اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں مخلوقِ خدا کو ایمان کی دعوت دینے کے لئے قرآن کی تلاوت کرتا رہوں تاکہ اس کے حقائق مجھ پر ظاہر ہوتے رہیں تو جس نے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کر کے ہدایت پائی تو اس نے اپنی ذات کیلئے ہی ہدایت پائی کیونکہ اس کا نفع اور ثواب وہی پائے گا اور جو گمراہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت نہ کرے اور ایمان نہ لائے تو تم فرمادو کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں اور میری ذمہ داری اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا تھا وہ میں نے انجام دے دی۔ (1)

﴿سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ: عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا۔﴾ ان نشانیوں سے مراد چاند کا دو ٹکڑے ہونا وغیرہ معجزات اور وہ سزائیں ہیں جو دنیا میں آئیں جیسا کہ بدر میں کفار کا قتل ہونا، قید ہونا اور فرشتوں کا انہیں مارنا۔ (2)

1 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ۹۲، ص۳۲۵، خازن، النمل، تحت الآیة: ۹۲، ۳/ ۴۲۲، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۹۲، ۶/۳۷۸، ملتقطاً.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآیة: ۹۳، ص۸۵۹، جلالین، النمل، تحت الآیة: ۹۳، ص۳۲۵، ملتقطاً.

مقامِ نزول

سورۂ قصص چار آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے اور وہ چار آیتیں ”اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ“ سے شروع ہوکر ”لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ“ پر ختم ہوتی ہیں اور اس سورت میں ایک آیت ”اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ“ ایسی ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **9** رکوع، **88** آیتیں، **441** کلمے اور **5800** حروف ہیں۔ (2)

”قصص“ نام رکھنے کی وجہ

قصص کا معنی ہے واقعات اور قصے، اور چونکہ اس سورت میں مختلف قصے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا قصہ اور قارون کا قصہ وغیرہا بیان کیے گئے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورۃ القصص“ رکھا گیا ہے۔

سورۂ قصص کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں بیان کئے گئے واقعات کے ضمن میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید و رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت سے لے کر تورات عطا کئے جانے تک کے تمام واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور ان واقعات کی ابتداء فرعون کے ان مَظالم سے کی گئی جو وہ بنی اسرائیل پر ڈھاتا تھا، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اور فرعون کے گھر میں ان کی پرورش کا واقعہ بیان کیا گیا، پھر قبطی کو قتل کرنے، مصر سے

---

1 ......بغوی، سورة القصص، ۳/۳۷۲.

2 ......خازن، القصص، تفسير سورة القصص، ۳/۴۲۳.

مدین کی طرف ہجرت کرنے ،حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صاحبزادی سے شادی ہونے اوراس کے بعد کے چند واقعات ذکر کئے گئے۔

(2)......کفارِمکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا کہ جیسے معجزات حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پیش کئے تھے ویسے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پیش کیوں نہیں کئے۔

(3)......پہلے تورات وانجیل پر اور پھر قرآن پاک پر ایمان لانے والوں کی جزاء بیان کی گئی۔

(4)......سابقہ امتوں پر آنے والے عذابات سے کفارِمکہ کو ڈرایا گیا کہ اگر انہوں نے اپنی رَوِش نہ چھوڑی تو ان پر بھی ویسا ہی عذاب آسکتا ہے۔

(5)......قیامت کے دن مشرکین اوران کے شریکوں کا جو حال ہوگا وہ بیان کیا گیا۔

(6)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور قارون کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اس نے کس طرح سرکشی کی اور اس کا کیسا دردناک انجام ہوا۔ان دونوں واقعات میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ جب یہ واقعات رونما ہوئے تو اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وہاں پر موجود نہیں تھے اور نہ ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کسی شخص سے یہ واقعات سنے تھے۔

سورۂ قصص کی اپنے سے ماقبل سورت ’’نمل‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نمل اور سورۂ شعراء میں بیان کئے گئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں جو چیزیں اجمالی طور پر بیان کی گئیں وہ سورۂ قصص میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

1......تناسق الدرر، سورة القصص، ص ١٠٨.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

﴿ طٰسٓمّٓ ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللّٰہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿ تِلْكَ اٰیٰتُ: یہ آیتیں ہیں۔ ﴾ یعنی اس سورت کی آیتیں اس روشن کتاب کی آیتیں ہیں جس میں حلال وحرام کے احکام، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی صداقت، پہلوں اور بعد والوں کی خبروں کا بیان ہے اور اس کتاب کی شان یہ ہے کہ وہ حق و باطل میں فرق کر دیتی ہے۔ یہاں روشن کتاب سے مراد قرآن مجید ہے یا اس سے لوحِ محفوظ مراد ہے۔[1]

لوحِ محفوظ اور قرآنِ مجید کے روشن کتاب ہونے میں فرق

یادر ہے کہ لوحِ محفوظ کو بھی کتابِ مُبین فرمایا جاتا ہے، اور قرآن کریم کو بھی، البتہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لوحِ محفوظ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص مقبول بندوں پر ہی ظاہر ہے جبکہ قرآنِ کریم ہر مومن کے لئے ظاہر ہے اگرچہ اس کے اَسرار و رُموز کی معرفت بھی خاص بندوں کے ساتھ خاص ہے۔

نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تم پر پڑھیں موسیٰ اور فرعون کی سچی خبر ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔

---

1 ......تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیة: ۲، ۸/۵۷۷، جلالین، القصص، تحت الآیة: ۲، ص۳۲٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم تمہارے سامنے حق کے ساتھ موسیٰ اور فرعون کی خبر پڑھتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔

﴿ نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ: ہم تمہارے سامنے خبر پڑھتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم آپ کے سامنے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کی سچی خبر ان لوگوں کے لئے پڑھتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ یہاں ایمان والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہی ان واقعات سے حاصل ہونے والی نصیحت کو قبول کرتے ہیں۔ نیز یاد رہے کہ اس سورت سے پہلے 19 سورتوں میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ ذکر ہو چکا ہے اور اس سورت کے بعد مزید 17 سورتوں میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ مذکور ہے۔ اتنی کثرت سے آپ کا واقعہ ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی خاص دلیل تھی کیونکہ آپ بغیر پڑھے اور تاریخ دانوں کے پاس بیٹھے بغیر ایسے سچے واقعات بیان کر رہے تھے اور یہ وحی کے بغیر ممکن نہیں۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عرب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کے واقعات خاص وعام میں بہت مشہور تھے، اور ان واقعات میں بنی اسرائیل نے بہت سی غلط باتیں ملا دی تھیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات قرآن کریم میں جگہ جگہ مختلف طریقوں سے بیان کئے تا کہ اس کے غلط اور صحیح پہلو ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْؕ-اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا اور اس کے لوگوں کو اپنا تابع بنالیا ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھتا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بیشک وہ فسادی تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک فرعون نے زمین میں تکبر کیا تھا اور اس کے لوگوں کے مختلف گروہ بنادیئے تھے ان میں ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کررکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، بیشک وہ فسادیوں میں سے تھا۔

﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ: بیشک فرعون نے زمین میں تکبر کیا تھا۔﴾ یعنی مصر کی سرزمین میں فرعون کا غلبہ تھا اور وہ ظلم وتکبر میں انتہا کو پہنچ گیا تھا حتّٰی کہ اس نے اپنی عَبدِیَّت اور بندہ ہونا بھی بھلا دیا تھا۔ فرعون نے مصر میں رہنے والے لوگوں کے مختلف گروہ بنادیئے تھے اور ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا تا کہ وہ کسی ایک بات پر جمع نہ ہوسکیں اور اس نے ان گروہوں میں سے بنی اسرائیل کو کمزور اور اپنا خادم بنا کر رکھا ہوا تھا۔ بنی اسرائیل کے ساتھ اس کا سلوک یہ تھا کہ وہ ان کے ہاں پیدا ہونے والے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی لڑکیوں کو خدمت گاری کے لئے زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بیٹوں کو ذبح کرنے کا سبب یہ تھا کہ کاہنوں نے اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت کے زوال کا باعث ہوگا، اس لئے وہ ایسا کرتا تھا اور یہ اس کی انتہائی حماقت تھی کیونکہ اگر وہ اپنے خیال میں کاہنوں کو سچا سمجھتا تھا تو یہ بات ہونی ہی تھی، لڑکوں کو قتل کر دینے سے کوئی نتیجہ نہ ملتا اور اگر وہ انہیں سچا نہیں جانتا تھا تو یہ اس کے نزدیک ایک لغو بات تھی اور لغو بات کا لحاظ کرنا اور بیٹوں کو قتل کرنا کسی طرح درست نہ تھا۔ بیشک وہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرکے فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ (1)

[illegible]

حکمرانی قائم رکھنے کے لئے رعایا کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دینا اور ان میں باہم بغض و عداوت ڈال دینا فرعون جیسے بدترین کافر کا طریقہ ہے اور دیکھا جائے تو یہی طریقہ ہمارے دور میں بھی رائج ہے، مسلم اور غیر مسلم دونوں طرح کے حکمران لوگوں کو مختلف مسائل میں الجھائے رکھتے ہیں تا کہ لوگ ان مسائل ہی سے نہ نکل پائیں اور ان کی حکمرانی قائم رہے اور اس طرزِ عمل کے نتیجے میں ان حکمرانوں کا جو حال ہوتا ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٤، ص ٨٦٠، تفسيرابو سعود، القصص، تحت الآية: ٤، ٤/٢٢٣-٢٢٤، ملتقطاً.

اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَۙ(۵) وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں۔ اور انھیں زمین میں قبضہ دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھادیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں جنہیں زمین میں کمزور بنایا گیا تھا اور انہیں پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک و مال کا) وارث بنائیں۔ اور انہیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھادیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ تھا۔

﴿وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ: اور ہم چاہتے تھے کہ احسان فرمائیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے تو بنی اسرائیل کو کمزور بنا کر رکھا ہوا تھا لیکن اللّٰہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو فرعون کی سختی سے نجات دے کر ان پر احسان فرمائے اور انہیں پیشوا بنائے کہ وہ لوگوں کو نیکی کی راہ بتائیں اور لوگ نیکی میں ان کی اقتدا کریں اور اللّٰہ تعالیٰ وہ تمام اَملاک واَموال ان کمزور بنی اسرائیل کو دیدے جو فرعون اور اس کی قوم کی ملکیت میں تھے اور اللّٰہ تعالیٰ انہیں مصر و شام کی سرزمین میں اقتدار دے اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھادے جس کا انہیں بنی اسرائیل کی طرف سے خطرہ تھا اور اس سے بچنے کی وہ بھرپور کوشش کررہے تھے یعنی بنی اسرائیل کے ایک فرزند کے ہاتھ سے ان کی سلطنت کا زوال ہونا اور ان لوگوں کا ہلاک ہوجانا۔[1]

یاد رہے کہ آیت نمبر 5 میں وارثت سے مراد شرعی میراث نہیں کیونکہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا بلکہ یہاں وراثت کے وسیع مفہوم میں سے ایک معنی مراد ہے یعنی موت کے بعد اس کی سلطنت کا وارث ہونا۔

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٥-٦، ص ٨٦٠-٨٦١، روح البيان، القصص، تحت الآية: ٥-٦، ٦/٣٨١، ملتقطاً.

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِۚ-فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْۚ-اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو اِلہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس پر خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور خوف نہ کر اور غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔

﴿وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰى: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ کا نام یوحانذ ہے اور آپ لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خواب یا فرشتے کے ذریعے یا ان کے دل میں یہ بات ڈال کر الہام فرمایا کہ تم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دودھ پلاؤ، پھر جب تجھے اس پر خوف ہو کہ ہمسائے واقف ہو گئے ہیں، وہ شکایت کریں گے اور فرعون اس فرزند اَرْجمند کو قتل کرنے کے درپے ہو جائے گا تو بے خوف وخطر اسے مصر کے دریائے نیل میں ڈال دے اور اس کے غرق ہو جانے اور ہلاک ہو جانے کا اندیشہ اور اس کی جدائی کا غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا چند روز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دودھ پلاتی رہیں، اس عرصے میں نہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روتے تھے، نہ ان کی گود میں کوئی حرکت کرتے تھے اور نہ آپ کی بہن کے سوا اور کسی کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کی اطلاع تھی اور جب آپ کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک صندوق میں رکھ کر جو خاص طور پر اس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا، رات کے وقت دریائے نیل میں بہا دیا۔[1]

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٧، ٣/٤٢٣، مدارك، القصص، تحت الآية: ٧، ص ٨٦١، جلالين، القصص، تحت الآية: ٧، ص ٣٢٦، ملتقطاً.

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوحانذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حسبِ ذَیل باتیں بتائی گئی تھیں،

(1)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ابھی وفات نہ پائیں گے۔

(2)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پرورش وہ خود کریں گی۔

(3)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رسول بنائے جائیں گے۔

یہ سب مستقبل کی خبریں غیب کے علوم میں سے ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے اولیاء کو بھی غیب کا علم عطا ہوتا ہے۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًاؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـٕیْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اسے فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیا تا کہ وہ ان کیلئے دشمن اور غم بنے، بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

﴿**فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ: تو اسے فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیا۔**﴾ یعنی جس رات حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ نے آپ کو دریا میں ڈالا اس کی صبح کو فرعون کے گھر والوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صندوق کو دریائے نیل سے اپنے محل میں آنے والی نہر سے اٹھالیا اور اس صندوق کو فرعون کے سامنے رکھا، جب اسے کھولا گیا تو اس میں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام برآمد ہوئے جو اپنے انگوٹھے سے دودھ چوس رہے تھے۔ فرعون کے گھر والوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اٹھایا۔ (اٹھانے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ان کیلئے دشمن اور غم کا باعث بنیں لیکن اِس

اٹھانے کا انجام ونتیجہ یہ بنا۔ عربی زبان میں آیت میں مذکور ''لام'' کو ''لامِ عاقِبت'' کہتے ہیں۔) فرعون، اس کا وزیر ہامان اور ان کے لشکر نافرمان تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ انہیں ہلاک کرنے والے دشمن کی انہی سے پرورش کرائی۔[1]

وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَؕ-لَا تَقْتُلُوْهُ ﳓ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون کی بی بی نے کہا یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون کی بیوی نے فرمایا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔

﴿ وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ: اور فرعون کی بیوی نے فرمایا۔﴾ جب فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کی طرف سے ورغلائے جانے کی بنا پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو فرعون کی بیوی نے اس سے کہا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تم اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں کیونکہ یہ اسی قابل ہے۔ فرعون کی بیوی آسیہ بہت نیک خاتون تھیں، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نسل سے تھیں، غریبوں اور مسکینوں پر رحم وکرم کرتی تھیں، انہوں نے فرعون سے یہ بھی کہا کہ یہ بچہ سال بھر سے زیادہ عمر کا معلوم ہوتا ہے اور تو نے اس سال کے اندر پیدا ہونے والے بچوں کے قتل کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ معلوم نہیں یہ بچہ دریا میں کس سرزمین سے یہاں آیا ہے اور تجھے جس بچے سے اندیشہ ہے وہ اسی ملک کے بنی اسرائیل سے بتایا گیا ہے، لہٰذا تم اسے قتل نہ کرو۔ آسیہ کی یہ بات ان لوگوں نے مان لی حالانکہ وہ اس انجام سے بے خبر تھے جو ان کا ہونے والا تھا۔[2]

1 ......جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۸، ص۳۲۶، مدارك، القصص، تحت الآیۃ: ۸، ص۸۶۲، ملتقطاً.

2 ......جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۹، ص۳۲۶، خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۹، ۳/۴۲۵، ملتقطاً.

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًاؕ-اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ(۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی اگر ہم نہ ڈھارس بندھاتے اس کے دل پر کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین رہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور صبح کے وقت موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہوگیا، بیشک قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے کہ وہ (ہمارے وعدے پر) یقین رکھنے والوں میں سے رہے۔

﴾وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا: اور صبح کے وقت موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہوگیا۔﴿ یعنی جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ نے سنا کہ ان کے فرزند فرعون کے ہاتھ میں پہنچ گئے ہیں تو یہ سن کر آپ کا دل بے قرار ہوگیا اور بیشک قریب تھا کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ظاہر کر دیتیں اور ممتا کی محبت کے جوش میں ہائے میرے بیٹا! ہائے میرے بیٹا! پکار اُٹھتیں ۔ اگر ہم اس بات کا اِلہام کر کے اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے کہ وہ ہمارے اس وعدے پر یقین رکھنے والوں میں سے رہے جو ہم کر چکے ہیں کہ تیرے اس فرزند کو تیری طرف پھیر لائیں گے تو اس سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا راز ظاہر ہو جاتا۔ (1)

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ٘-فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَۙ(۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور (اس کی ماں نے) اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے چلی جا تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان کو خبر نہ تھی۔

---

(1)......خازن، القصص، تحت الآية: ۱۰، ۳/۴۲۵-۴۲۶، مدارك، القصص، تحت الآية: ۱۰، ص۸۶۲-۸۶۳، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے چلی جا تو وہ بہن اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان (فرعونیوں) کو خبر نہ تھی۔

﴿**وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ: اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا۔**﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہن مریم سے کہا: تم حال معلوم کرنے کے لئے اس کے پیچھے چلی جاؤ، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہن آپ کے پیچھے چلتی رہی اور آپ کو دور سے دیکھتی رہی اور ان فرعونیوں کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ اس بچے کی بہن ہے اور اس کی نگرانی کر رہی ہے۔[1]

وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں تو بولی کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں تو موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتا دوں جو تمہارے اس بچہ کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟

﴿**وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ: اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے پہلے ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو منع کر دیا تھا کہ وہ اپنی والدہ کے علاوہ کسی اور کا دودھ نوش نہ فرمائیں۔ چنانچہ جس قدر دائیاں حاضر کی گئیں ان میں سے کسی کی چھاتی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے منہ میں نہ لی، اس سے ان لوگوں کو بہت فکر ہوئی کہ کہیں سے کوئی ایسی دائی مُیَسَّر آئے جس کا دودھ آپ پی لیں۔ دائیوں کے ساتھ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہمشیرہ بھی یہ حال دیکھنے چلی گئی تھیں اور صورتِ حال دیکھ کر انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتا دوں جو

1 ......خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳/۴۲۶.

تمہارے اس بچے کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ فرعونیوں نے یہ بات منظور کر لی، چنانچہ آپ اپنی والدہ کو بلا لائیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرعون کی گود میں تھے اور دودھ کے لئے رو رہے تھے اور فرعون آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شفقت کے ساتھ بہلا رہا تھا۔ جب آپ کی والدہ تشریف لائیں اور آپ نے اُن کی خوشبو پائی تو آپ کو قرار آ گیا اور آپ نے ان کا دودھ نوش فرما لیا۔ فرعون نے کہا: تم اس بچے کی کیا لگتی ہو کہ اُس نے تیرے سوا کسی کے دودھ کو منہ بھی نہ لگایا؟ انہوں نے کہا: میں ایک عورت ہوں، پاک صاف رہتی ہوں، میرا دودھ خوشگوار ہے، جسم خوشبودار ہے، اس لئے جن بچوں کے مزاج میں نَفاست ہوتی ہے وہ اور عورتوں کا دودھ نہیں لیتے ہیں جبکہ میرا دودھ پی لیتے ہیں۔ فرعون نے بچہ انہیں دیا اور دودھ پلانے پر انہیں مقرر کر کے فرزند کو اپنے گھر لے جانے کی اجازت دی، چنانچہ آپ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے مکان پر لے آئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اس وقت انہیں اطمینانِ کامل ہو گیا کہ یہ فرزندِ اَرْجمند ضرور نبی ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس وعدہ کا ذکر فرماتا ہے۔ [1]

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۠ ﴿۱۳﴾

ع ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف پھیرا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ: تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ بچے کو پا کر ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ اپنے فرزند کی جدائی کا غم نہ کھائے اور وہ جان

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ١٢، ٤٢٦/٣، مدارك، القصص، تحت الآية: ١٢، ص٨٦٣، ملتقطاً.

لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے اور اس سے متعلق شک میں رہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی والدہ کے پاس دودھ پینے کے زمانہ تک رہے اور اس عرصے میں فرعون انہیں ایک اشرفی روز دیتا رہا۔ دودھ چھوٹنے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ آپ کو فرعون کے پاس لے آئیں اور اس کے بعد آپ وہاں پرورش پاتے رہے۔[1]

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًاؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اپنی جوانی کو پہنچا اور پورے زور پر آیا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچے اور بھرپور ہوگئے تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى: اور جب اپنی جوانی کو پہنچے اور بھرپور ہوگئے۔﴾ گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اور ان کی غیبی حفاظت کا بیان تھا اب اس آیتِ مبارکہ سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جوانی کے کچھ احوال بیان کیے جارہے ہیں کہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف 30 سال سے زیادہ ہوگئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علم و حکمت سے نوازا۔

یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علمِ لَدُنی ملا تھا جو استاد کے واسطے کے بغیر آپ کو عطا ہوا، جیسا کہ ”اٰتَیْنٰهُ“ فرمانے سے معلوم ہوا اور یہ علم آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کئے جانے سے پہلے دیا گیا، اور یہ بھی یاد رہے کہ یہاں حکم اور علم سے مراد نبوت نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت تو مدین سے مصر آتے ہوئے راستہ میں عطا

[1] ......جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۱۳، ص۳۲۷، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۱۳، ص۸۶۳، ملتقطاً۔

ہوئی۔ نیز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شروع سے ہی صالح، نیک، متقی، پرہیزگار تھے۔

آیت ”وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیتِ مبارکہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ظہورِ نبوت اور کتابِ الٰہی ملنے سے پہلے ہی متقی، صالح اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار ہوتے ہیں۔ ہمارے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جب قرآن کی پہلی آیت اتری تو اس وقت آپ غارِ حراء میں اِعتکاف اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے۔

(2)......نیک اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل علم ملتا ہے اور عالم کے عمل میں برکت ہوتی ہے۔ لٰہذا علماء کو چاہیے کہ وہ نیک اعمال بکثرت کیا کریں۔

وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ﱪ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ ﱪ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس شہر میں داخل ہوا جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں سے تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کردیا کہا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا بیشک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ایک دن موسیٰ) شہر والوں کی (دوپہر کی) نیند کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو اس میں دو مرد وں

کو لڑتے ہوئے پایا۔ ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا تو وہ جو موسیٰ کے گروہ میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ (پھر) فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے ہوا ہے۔ بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

﴿وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا : اور شہر والوں کی نیند کے وقت شہر میں داخل ہوئے۔﴾ آیت کے اس حصے سے متعلق یہاں دو باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جس شہر میں داخل ہوئے اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ شہر ''مَنْف'' تھا جو کہ مصر کی حدود میں واقع ہے۔ اس لفظ کی اصل مَافَه ہے، قبطی زبان میں اس لفظ کے معنی ہیں 30۔ یہ وہ پہلا شہر ہے جو حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر طوفان کا عذاب آنے کے بعد آباد ہوا۔ اس سرزمین میں مصر بن حام نے اقامت کی، یہ اقامت کرنے والے کل 30 افراد تھے اس لئے اس شہر کا نام مافہ ہوا، پھر عربی زبان میں اسے ''مَنْف'' پکارا جانے لگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شہر حابین تھا جو مصر سے دو فرسنگ (یعنی 6 میل) کے فاصلہ پر واقع تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ شہر عین شمس تھا۔[1]

(2)......شہر میں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پوشیدہ طور پر داخل ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جوان ہوئے تو آپ نے حق کا بیان اور فرعون اور فرعونیوں کی گمراہی کا رد شروع کیا اور فرعونیوں کے دین کی ممانعت فرمائی۔ بنی اسرائیل کے لوگ آپ کی بات سنتے اور آپ کی پیروی کیا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ اس بات کا چرچا ہوا اور فرعونیوں نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تلاش شروع کر دی، اس لئے آپ جس بستی میں داخل ہوتے تو ایسے وقت داخل ہوتے جب وہاں کے لوگ غفلت میں ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ (جس دن حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شہر میں داخل ہوئے) وہ دن عید کا تھا اور لوگ اپنے لَہو ولَعب میں مشغول تھے۔ (یعنی غفلت سے مراد سونا نہیں بلکہ ان کا کھیل تماشے میں مشغول ہونا تھا۔)[2]

﴿فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ: تو اس میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔﴾ یعنی جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

---

1 ......جمل، القصص، تحت الآية: ١٥، ٦/١٣، خازن، القصص، تحت الآية: ١٥، ٣/٤٢٧، ملتقطاً.

2 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ١٥، ص٨٦٤، خازن، القصص، تحت الآية: ١٥، ٣/٤٢٧، ملتقطاً.

شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ ان میں سے ایک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں یعنی فرعون کی قوم قبطیوں میں سے تھا، یہ اسرائیلی پر جبر کر رہا تھا تا کہ وہ اس پر لکڑیوں کا انبار لاد کر فرعون کے کچن میں لے جائے ، چنانچہ جو مرد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گروہ میں سے تھا اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا، تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پہلے اس قبطی سے کہا: تو اسرائیلی پر ظلم نہ کر اور اس کو چھوڑ دے، لیکن وہ باز نہ آیا اور بد زبانی کرنے لگا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کو اس ظلم سے روکنے کے لئے گھونسا مارا تو وہ گھونسا کھاتے ہی مر گیا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے ریت میں دفن کر دیا اور آپ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہ تھا، پھر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’اس قبطی کا اسرائیلی پر ظلم کرنا جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوا، یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا ہے اور بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ’’هٰذَا‘‘ سے اس قتل کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بلا ارادہ ہوا، یعنی قبطی کو قتل کرنے کا کام (درحقیقت) شیطان کی طرف سے ہوا۔[1] اس بات کی مزید وضاحت اگلی آیت کی تفسیر میں موجود ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو تو مجھے بخش دے تو اللہ نے اسے بخش دیا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۱۵، ۳/۴۲۷، مدارك، القصص، تحت الآیة: ۱۵، ص ۸۶۴.

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ :عرض کی :اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ کلام عاجزی اور اِنکساری کے طور پر ہے کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کوئی مَعْصِیَت سرزد نہیں ہوئی۔ یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں، ان سے گناہ نہیں ہوتے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قبطی کو مارنا دراصل ظلم دور کرنا اور مظلوم کی امداد کرنا تھا اور یہ کسی دین میں بھی گناہ نہیں، پھر بھی اپنی طرف تقصیر کی نسبت کرنا اور استغفار چاہنا یہ اللہ تعالیٰ کے مُقَرَّب بندوں کا دستور رہی ہے۔(1)

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! تو نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے اس کی قسم کہ اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

﴿ قَالَ رَبِّ :عرض کی: اے میرے رب!﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، جیسا کہ میری تقصیر کی بخشش فرما کر تو نے میرے اوپر احسان کیا ہے تو اب مجھ پر یہ کرم بھی فرما کہ مجھے فرعون کی صحبت اور اس کے یہاں رہنے سے بھی بچا کیونکہ اس کے ہمراہ رہنے والوں میں شمار کیا جانا بھی ایک طرح کا مددگار ہونا ہے اور میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔(2)

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىٕفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ

---

1 ......تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیة: ١٦، ٨/٥٨٥، ابو سعود، القصص، تحت الآیة: ١٦، ٤/٢٢٨، قرطبی، القصص، تحت الآیة: ١٦، ٧/١٩٨، الجزء الثالث عشر، ملتقطاً.

2 ......مدارك، القصص، تحت الآیة: ١٧، ص٨٦٤.

اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَاۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ﳓ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے جبھی دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد چاہی تھی فریاد کررہا ہے موسیٰ نے اس سے فرمایا بیشک تو کھلا گمراہ ہے۔ تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے جوان دونوں کا دشمن ہے وہ بولا اے موسیٰ کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کردیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح کرنا نہیں چاہتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے ہوئے، انتظار میں صبح کی تو اچانک دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی فریاد کررہا ہے تو موسیٰ نے اس سے فرمایا بیشک تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔ تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس (قبطی) کو پکڑلیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو وہ بولا: اے موسیٰ! کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کردیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں زبردستی کرنے والے بن جاؤ اور تم اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے۔

﴿ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىٕفًا یَّتَرَقَّبُ : پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے ہوئے، انتظار میں صبح کی۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا مانگنے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے شہر میں ڈرتے ہوئے اور اس انتظار میں صبح کی کہ خدا جانے اس قبطی کے مارے جانے کا کیا نتیجہ نکلے اور اس کی قوم کے لوگ کیا کریں۔ جب صبح ہوئی تو اچانک آپ نے دیکھا کہ وہ مرد جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی، آج پھر فریاد کررہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ فرعون کی قوم کے لوگوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے۔ اس پر فرعون نے کہا کہ قاتل اور گواہوں کو تلاش کرو۔ چنانچہ فرعونی گشت کرتے پھرتے تھے

اور انہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا۔ دوسرے دن جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پھر ایسا اتفاق پیش آیا کہ بنی اسرائیل کا وہی مرد جس نے ایک روز پہلے ان سے مدد چاہی تھی آج پھر ایک فرعونی سے لڑ رہا ہے، وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھ کر ان سے فریاد کرنے لگا۔ تب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے فرمایا: ''بیشک تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔ اس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مراد یہ تھی کہ تو روز لوگوں سے لڑتا ہے، اپنے آپ کو بھی مصیبت و پریشانی میں ڈالتا ہے اور اپنے مددگاروں کو بھی، تو کیوں ایسے موقعوں سے نہیں بچتا اور کیوں احتیاط نہیں کرتا۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو رحم آیا اور آپ نے چاہا کہ اس کو فرعونی کے پنجۂ ظلم سے رہائی دلائیں۔ تو جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چاہا کہ اس فرعونی کو پکڑ لیں اور اس پر گرفت فرمائیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اسرائیلی مرد غلطی سے یہ سمجھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مجھ سے خفا ہیں اور مجھے پکڑنا چاہتے ہیں، یہ سمجھ کر وہ بولا: اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، کیا تم مجھے ویسے ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، تم تو یہی چاہتے ہو کہ مصر کی سرزمین میں زبردستی کرنے والے بن جاؤ اور تم اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے۔ فرعونی نے یہ بات سنی اور جا کر فرعون کو اطلاع دی کہ کل کے فرعونی مقتول کے قاتل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قتل کا حکم دیا اور لوگ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ڈھونڈنے نکل گئے۔ (1)

وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰى٘ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا آیا کہا اے موسیٰ! بیشک دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو نکل جایئے میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک (مومن) شخص دوڑتا ہوا آیا، کہا: اے موسیٰ! بیشک دربار والے

(1) ......خازن، القصص، تحت الآية: ١٨-١٩، ٣/٤٢٨، مدارك، القصص، تحت الآية: ١٨-١٩، ص٨٦٤-٨٦٥، ملتقطاً.

آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں تو آپ نکل جائیں۔ بیشک میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں۔

﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰى: اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔﴾ جب فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا حکم جاری کردیا اور فرعونی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تلاش میں نکل پڑے تو یہ خبر سن کر شہر کے پرلے کنارے کی طرف سے قریبی راستے پر ایک شخص جسے اٰلِ فرعون کا مومن کہتے ہیں، دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، بیشک فرعون کے درباروالے آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں تو آپ جلد از جلد شہر سے نکل جائیں۔ بیشک میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں اور یہ بات خیرخواہی اور مصلحت اندیشی سے کہتا ہوں۔ (1)

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىٕفًا یَّتَرَقَّبُ٘-قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۠ (۲۱)

ع ۸ / ۵

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی اے میرے رب مجھے ستمگاروں سے بچالے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر موسیٰ شہر سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکلے۔ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے ظالموں سے نجات دیدے۔

﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىٕفًا یَّتَرَقَّبُ: پھر شہر سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکلے۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ نے اس شہر سے ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا اور یہاں سے مدین کی طرف رختِ سفر باندھا کیونکہ مدین ایسا علاقہ تھا جو فرعون کی مملکت سے باہر تھا اور اس کے علاوہ آباد بھی تھا اور قریب بھی تھا۔

اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......جلالین، القصص، تحت الآیة: ٢٠، ص٣٢٨، مدارک، القصص، تحت الآیة: ٢٠، ص٨٦٥، ملتقطاً.

(1)......خطرناک جگہ سے نکل جانا اور جان بچانے کی تدبیر کرنا انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(2)......اسباب پر عمل کرنا اور تدبیر اختیار کرنا تو کّل کے خلاف نہیں۔

(3)......حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مار سے قبطی کا مرجانا ایسا فعل نہیں تھا جس کی وجہ سے قصاص لازم ہوتا اور اگر وہ صورت ایسی ہوتی جس میں قصاص لازم ہوتا تو حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شہر سے نکلنے کی بجائے خود اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش فرما دیتے۔

(4)......کبھی مصیبت بندے کو اچھی طرف لے جاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بظاہر فرعون کی وجہ سے شہر چھوڑ رہے تھے مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف جارہے تھے۔ آپ کا یہ سفر بہت فتح اور کامیابی کا پیش خیمہ ہوا، حضرت شعیب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صحبت، نیک بیوی اور نبوت کا عطا ہونا سب اسی سفر میں آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مرحمت ہوا۔

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوا کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا: عنقریب میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔

﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ: اور جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے۔﴾ مدین وہ مقام ہے جہاں حضرت شعیب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف رکھتے تھے، اس کو مدینِ ابنِ ابراہیم کہتے ہیں، مصر سے یہاں تک آٹھ روز کی مسافت ہے، یہ شہر فرعون کی سلطنت کی حدود سے باہر تھا، حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کا رستہ بھی نہ دیکھا تھا، نہ کوئی سواری ساتھ تھی، نہ توشہ نہ کوئی ہمراہی، راستے میں درختوں کے پتوں اور زمین کے سبزے کے سوا خوراک کی اور کوئی چیز نہ ملتی تھی۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مدین کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو یوں کہا: عنقریب میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے مدین تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بتائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مدین تک

لے گیا۔ (1)

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب مدین کے پانی پر آیا وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے اس طرف دو عورتیں دیکھیں کہ اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں موسیٰ نے فرمایا تم دونوں کا کیا حال ہے وہ بولیں ہم پانی نہیں پلاتے جب تک سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں۔تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سایہ کی طرف پھرا عرض کی اے میرے رب میں اس کھانے کا جو تو میرے لیے اُتارے محتاج ہوں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب وہ مدین کے پانی پر تشریف لائے تو وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان کے دوسری طرف دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔موسیٰ نے فرمایا: تم دونوں کا کیا حال ہے؟ وہ بولیں: ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں۔تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف پھرے اور عرض کی: اے میرے رب! میں اس خیر (کھانے) کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے۔

﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ: اور جب وہ مدین کے پانی پر تشریف لائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ

1 ……جلالین، القصص، تحت الآیة: ۲۲، ص۳۲۸، خازن، القصص، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۴۲۸-۴۲۹، ملتقطاً.

یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مدین پہنچے تو شہر کے کنارے پر موجود ایک کنوئیں پر تشریف لائے جس سے وہاں کے لوگ پانی لیتے اور اپنے جانوروں کو سیراب کرتے تھے۔ وہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے علیحدہ دوسری طرف دو عورتیں کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو اس انتظار میں روک رہی ہیں کہ لوگ پانی پلا کر فارغ ہو جائیں اور کنواں خالی ہو کیونکہ کنوئیں کو مضبوط اور طاقتور لوگوں نے گھیر رکھا تھا اور ان کے ہجوم میں عورتوں سے ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا سکیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: تم دونوں اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا: جب تک سب چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس نہیں لے جاتے تب تک ہم پانی نہیں پلاتیں کیونکہ نہ ہم مردوں کے مجمع میں جا سکتی ہیں نہ پانی کھینچ سکتی ہیں اور جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس ہو جاتے ہیں تو حوض میں جو پانی بچ جاتا ہے وہ ہم اپنے جانوروں کو پلا لیتی ہیں اور ہمارے باپ بہت ضعیف ہیں، وہ خود یہ کام نہیں کر سکتے اس لئے جانوروں کو پانی پلانے کی ضرورت ہمیں پیش آئی۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی باتیں سنیں تو آپ کو رحم آیا اور وہیں دوسرا کنواں جو اس کے قریب تھا اور ایک بہت بھاری پتھر اس پر رکھا ہوا تھا جسے بہت سے آدمی مل کر ہٹا سکتے تھے، آپ نے تنہا اسے ہٹا دیا اور ان دونوں خواتین کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ اس وقت دھوپ اور گرمی کی شدت تھی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کئی روز سے کھانا نہیں کھایا تھا جس کی وجہ سے بھوک کا غلبہ تھا، اس لئے جانوروں کو پانی پلانے کے بعد آرام حاصل کرنے کی غرض سے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں اس کھانے کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے۔[1]

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَاؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَۙ قَالَ لَا تَخَفْ ﵏ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

1 ......خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۲۳-۲۴، ۳/۴۲۹، مدارك، القصص، تحت الآیۃ: ۲۳-۲۴، ص۸۶۵-۸۶۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے باتیں کہہ سنائیں اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک حضرت موسیٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی (اور) کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ تو جب موسیٰ اس (والد) کے پاس آئے اور اسے (اپنے) واقعات سنائے تو اس نے کہا: ڈرو نہیں، آپ ظالموں سے نجات پا چکے ہو۔

﴿ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ: تو ان دونوں میں سے ایک حضرت موسیٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی۔ ﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو باقاعدہ کھانا تناوُل فرمائے پورا ہفتہ گزر چکا تھا، اس عرصے میں کھانے کا ایک لقمہ تک نہ کھایا اور شکم مبارک پُشْتِ اقدس سے مل گیا تھا، اس حالت میں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے غذا طلب کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت قرب ومنزلت رکھنے کے باوجود انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ روٹی کا ایک ٹکڑا طلب کیا اور جب وہ دونوں صاحب زادیاں اس دن بہت جلد اپنے مکان پر واپس تشریف لے آئیں تو ان کے والد ماجد نے فرمایا ''آج اس قدر جلد واپس آجانے کا کیا سبب ہوا؟ انہوں نے عرض کی: ہم نے کنویں کے پاس ایک نیک مرد پایا، اس نے ہم پر رحم کیا اور ہمارے جانوروں کو سیراب کر دیا اس پر ان کے والد صاحب نے ایک صاحبزادی سے فرمایا کہ جاؤ اور اس نیک مرد کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک صاحب زادی حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس چہرہ آستین سے ڈھکے، جسم چھپائے، شرم سے چلتی ہوئی آئی۔ یہ بڑی صاحبزادی تھیں، ان کا نام صفوراء ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اجرت لینے پر تو راضی نہ ہوئے لیکن حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زیارت اور ان سے ملاقات کرنے کے ارادے سے چلے اور ان صاحبزادی صاحبہ سے فرمایا کہ آپ میرے پیچھے رہ کر رستہ بتاتی

جائیے۔ یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پردہ کے اہتمام کے لئے فرمایا اور اس طرح تشریف لائے۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچے تو کھانا حاضر تھا، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''بیٹھئے کھانا کھایئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی یہ بات منظور نہ کی اور فرمایا ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''کھانا نہ کھانے کی کیا وجہ ہے، کیا آپ کو بھوک نہیں ہے؟ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ کھانا میرے اُس عمل کا عِوَض نہ ہو جائے جو میں نے آپ کے جانوروں کو پانی پلا کر انجام دیا ہے، کیونکہ ہم وہ لوگ ہیں کہ نیک عمل پر عوض لینا قبول نہیں کرتے۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''اے جوان! ایسا نہیں ہے، یہ کھانا آپ کے عمل کے عوض میں نہیں بلکہ میری اور میرے آباؤ اَجداد کی عادت ہے کہ ہم مہمان نوازی کیا کرتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیٹھ گئے اور آپ نے کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد تمام واقعات واحوال جو فرعون کے ساتھ گزرے تھے، اپنی ولادت شریف سے لے کر قبطی کے قتل اور فرعونیوں کے آپ کے درپے جان ہونے تک، سب حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بیان کر دیئے۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''فرعون اور فرعونیوں سے ڈریں نہیں، اب آپ ظالموں سے نجات پا چکے ہیں کیونکہ یہاں مدین میں فرعون کی حکومت وسلطنت نہیں۔[1]

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں کی ایک بولی اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو بیشک بہتر نوکر وہ جو طاقتور امانت دار ہو۔ کہا

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۲۵، ۳/۴۲۹-۴۳۰، مدارك، القصص، تحت الآية: ۲۴-۲۵، ص۸۶۶-۸۶۷، ملتقطاً.

میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو پھر اگر پورے دس برس کرلو تو تمہاری طرف سے ہے اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا قریب ہے اِنْ شَآءَ اللّٰه تعالٰی تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے باپ! ان کو ملازم رکھ لو بیشک آپ کا بہتر نوکر وہ ہوگا جو طاقتور اور امانتدار ہو۔ (انہوں نے) فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے کردو تو وہ (اضافہ) تمہاری طرف سے ہوگا اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عنقریب تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے۔

﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ: ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے باپ! ان کو ملازم رکھ لو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کھانا وغیرہ کھا چکے اور گفتگو بھی کرلی تو حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ایک بیٹی نے عرض کی، ابا جان آپ انھیں اجرت پر ملازم رکھ لیں کہ یہ ہماری بکریاں چرایا کریں اور یہ کام ہمیں نہ کرنا پڑے، بے شک اچھا ملازم وہی ہوتا ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانتدار بھی ہو۔ اس پر حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی صاحب زادی سے دریافت کیا کہ تمہیں ان کی قوت و امانت کا کیسے علم ہوا؟ صاحب زادی نے عرض کی: قوت تو اس سے ظاہر ہے کہ اُنہوں نے تنہا کنوئیں پر سے وہ پتھر اُٹھالیا جس کو دس سے کم آدمی نہیں اُٹھا سکتے اور امانت اس سے ظاہر ہے کہ اُنہوں نے ہمیں دیکھ کر سر جھکالیا اور نظر نہ اُٹھائی اور ہم سے کہا کہ تم پیچھے چلو ایسا نہ ہو کہ ہوا سے تمہارا کپڑا اڑے اور بدن کا کوئی حصہ نمودار ہو۔ یہ سن کر حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے کردو تو یہ اضافہ تمہاری طرف سے مہربانی ہوگی اور تم پر واجب نہ ہوگا اور میں تم پر کوئی اضافی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عنقریب تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے تو میری طرف سے معاملے میں اچھائی اور عہد کو پورا کرنا ہی ہوگا۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالٰی کی توفیق و مدد

پر بھروسہ کرنے کے لئے اِنْ شَآءَ اللّٰہ فرمایا۔[1]

سورۂ قصص کی اِس آیت سے چند چیزیں معلوم ہوئیں، یہ کہ اگرچہ سنت یہ ہے کہ پیغامِ نکاح لڑکے کی طرف سے ہو لیکن یہ بھی جائز ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے ہو۔ مزید یہ کہ لڑکی کے لئے مالدار لڑکا تلاش کرنے کی بجائے دیندار اور شریف لڑکا تلاش کیا جائے۔ جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مسافر تھے، مالدار نہ تھے، مگر آپ کی دینداری اور شرافت ملاحظہ فرما کر حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔

صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ بظاہر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بکریاں چروانا تھا، مگر درحقیقت ان کو اپنی صحبتِ پاک میں رکھ کر کَلِیْمُ اللّٰہ بننے کی صلاحیت پیدا کرنا تھا، لہٰذا یہ آیت صوفیاءِ کرام کے چِلّوں اور مرشد کے گھر رہ کر ان کی خدمت کرنے کی بڑی دلیل ہے۔

قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ۠ (۲۸)

ع ۷ ۶ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہو چکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہے پر اللّٰہ کا ذمہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے جواب دیا: یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ طے) ہے۔ میں ان دونوں میں سے جو بھی مدت پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہماری اس گفتگو پر اللّٰہ نگہبان ہے۔

﴿قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ: حضرت موسیٰ نے جواب دیا: یہ میرے اور آپ کے درمیان ہے۔﴾ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جواب دیا ''میرے اور آپ کے درمیان یہ معاہدہ طے ہے اور ہم دونوں اس معاہدے کی پوری طرح پاسداری کریں گے البتہ جب میں 8 یا 10 سال دونوں میں سے

1 ......بغوی، القصص، تحت الآیة: ۲۶-۲۷، ۳/۳۸۰، مدارك، القصص، تحت الآیة: ۲۶-۲۷، ص۸۶۷-۸۶۸، ملتقطاً.

ملازمت کی جو مدت پوری کردوں تو اس سے زیادہ مدت تک ملازمت کرنے کا مجھ سے کوئی مطالبہ نہ ہوگا، اور ہمارے اس معاہدے پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے لہٰذا ہم میں سے کسی ایک کے لئے بھی اس معاہدے سے پھرنے کی کوئی راہ نہیں۔

جب معاہدہ مکمل ہو چکا تو حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی صاحبزادی کو حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک عصاء دیں جس سے وہ بکریوں کی نگہبانی کریں اور درندوں کو ان سے دور کریں۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کئی عصا موجود تھے، صاحبزادی صاحبہ کا ہاتھ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے عصاء پر پڑا جو آپ جنت سے لائے تھے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے وارث ہوتے چلے آئے تھے، یہاں تک کہ وہ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچا تھا۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ عصاء حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دے دیا۔[1]

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًاۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کردی اور اپنی بی بی کو لے کر چلا طُور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اپنی گھر والی سے کہا تم ٹھہرو مجھے طُور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب موسیٰ نے اپنی مدت پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلے تو کوہِ طور کی طرف ایک آگ دیکھی۔ آپ نے اپنی گھر والی سے فرمایا: تم ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۲۸، ۳/۴۳۱، مدارك، القصص، تحت الآية: ۲۸، ص۸٦۸، روح البيان، القصص، تحت الآية: ۲۸، ٦/۳۹۹، جلالين، القصص، تحت الآية: ۲۸، ص۳۲۹، ملتقطاً.

یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں تا کہ تم گرمی حاصل کرو۔

﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ : پھر جب موسیٰ نے اپنی مدت پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلے۔ ﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ملازمت کی مدت پوری کردی تو حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ کا نکاح اپنی بڑی صاحبزادی صفورا سے کردیا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دس سال کی میعاد پوری فرمائی تھی، جیسا کہ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بڑی میعاد یعنی دس سال پورے کئے۔ پھر آپ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مصر کی طرف واپس جانے کی اجازت چاہی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اجازت دیدی، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی زوجہ کو ان کے والد کی اجازت سے مصر کی طرف لے کر چلے۔ سفر کے دوران جب آپ ایک جنگل میں تھے، اندھیری رات تھی، سردی شدت کی پڑ رہی تھی اور راستہ گم ہوگیا تھا تو اس وقت آپ نے کوہِ طور کی طرف ایک آگ دیکھی، اسے دیکھ کر آپ نے اپنی گھر والی سے فرمایا ''تم یہاں ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے راستے کی کچھ خبر لاؤں کہ کدھر جانا ہے یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لے آؤں تا کہ تم اس سے گرمی حاصل کرسکو۔''[1]

نوٹ: اس واقعے سے متعلق بعض تفصیلات سورۂ طٰہٰ، رکوع نمبر 10 میں گزر چکی ہیں، وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَۙ(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے دہنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے کہ اے موسیٰ بیشک میں ہی ہوں اللّٰہ رب سارے جہان کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب آگ کے پاس آئے تو برکت والی جگہ میں میدان کے دائیں کنارے سے ایک درخت

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۲۹، ۳/۴۳۱، جلالين مع جمل، القصص، تحت الآية: ۲۹، ۶/۲۴، ملتقطاً.

سے انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

﴿فَلَمَّآ اَتٰىهَا: پھر جب آگ کے پاس آئے۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی زوجہ محترمہ کو اس جگہ چھوڑ کر آگ کے پاس آئے تو برکت والی جگہ میں میدان کے اس کنارے سے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دائیں ہاتھ کی طرف تھا، ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! **بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔** جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سرسبز درخت میں آگ دیکھی تو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کسی کی قدرت نہیں اور بے شک جو کلام انہوں نے سنا ہے اس کا مُتَکَلِّم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ کلام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صرف اپنے مبارک کانوں ہی سے نہیں بلکہ اپنے جسمِ اقدس کے ہر ہر جُزْو سے سنا، اور جس درخت سے انہیں ندا کی گئی وہ عناب کا درخت تھا یا عوسج کا (جو کہ ایک خاردار درخت ہے اور اکثر جنگلوں میں ہوتا ہے۔)[1]

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصا پھر جب موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ سامنے آ اور ڈر نہیں بیشک تجھے امان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو جب اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ سانپ ہے تو حضرت موسیٰ پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ (ہم نے فرمایا:) اے موسیٰ! سامنے آؤ اور نہ ڈرو، بیشک تم امن والوں میں سے ہو۔

﴿وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ: اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔﴾ کوہِ طور پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ فرمایا گیا کہ تم اپنا عصا نیچے رکھ دو، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عصا نیچے رکھ دیا تو وہ سانپ بن گیا اور جب اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ سانپ ہے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے خوفزدہ ہوئے اور اس طرح پیٹھ پھیر کر چلے کہ آپ نے پیچھے مڑ کر

[1] ......خازن، القصص، تحت الآية: ۳۰، ۳/۴۳۱-۴۳۲، مدارك، القصص، تحت الآية: ۳۰، ص۸۶۹، ملتقطاً.

نہ دیکھا۔ تب انہیں ندا کی گئی ”اے موسیٰ! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں، بیشک تم امن والوں میں سے ہو اور تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔“ (1)

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ٘ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ىٕهٖؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال نکلے گا سفید چمکتا بے عیب اور اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لے خوف دور کرنے کو تو یہ دو حجتیں ہیں تیرے رب کی فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بیشک وہ بے حکم لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی مرض کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف دور کرنے کیلئے اپنا ہاتھ اپنے ساتھ ملالو تو تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف یہ دو بڑی دلیلیں ہیں، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں۔

﴿ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ: اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے مزید فرمایا گیا کہ اپنا ہاتھ اپنی قمیص کے گریبان میں ڈال کر نکالو تو وہ کسی مرض کے بغیر سفید اور سورج کی شعاع کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنا دستِ مبارک گریبان میں ڈال کر نکالا تو اس میں ایسی تیز چمک تھی جس سے نگاہیں جھپک گئیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ”اور خوف دور کرنے کیلئے اپنا ہاتھ اپنے ساتھ ملالو تاکہ ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آئے اور خوف دور ہو جائے۔ یہاں جس خوف کا ذکر ہوا اس کے سبب کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ہاتھ کی چمک دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دل میں خوف پیدا ہوا اور اس خوف کو دور کرنے کے لئے یہ طریقہ ارشاد فرمایا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہی خوف مراد ہے جو سانپ کو دیکھنے سے پیدا ہوا تھا، اسے آیت میں بیان کئے گئے

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۳۱، ص۸۶۹، خازن، القصص، تحت الآية: ۳۱، ۳/۴۳۲، ملتقطاً.

طریقے سے دور کیا گیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ عصا اور روشن ہاتھ تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تمہاری رسالت کی دو بڑی دلیلیں ہیں، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں اور وہ ظلم وسرکشی کی حد پار کرچکے ہیں۔ [1]

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ٘ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میں نے ان میں ایک جان مار ڈالی ہے تو ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کردیں۔ اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا کہ میری تصدیق کرے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کردیا تھا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں گے۔ اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا تاکہ وہ میری تصدیق کرے، بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

﴿قَالَ رَبِّ: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب!﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عصا اور روشن نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بن کر جانے کا حکم ہوا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، فرعونیوں میں سے ایک شخص میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا، تو مجھے ڈر ہے کہ اس کے بدلے میں وہ مجھے قتل کردیں گے۔ [2]

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۳۲، ص۸۶۹، خازن، القصص، تحت الآية: ۳۲، ۳/ ۴۳۲، جلالين، القصص، تحت الآية: ۳۲، ص۳۳۰، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، القصص، تحت الآية: ۳۳، ۸/ ۵۹۶، جلالين، القصص، تحت الآية: ۳۳، ص۳۳۰، ملتقطاً.

﴿ وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا: اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے۔﴾ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بڑے بھائی تھے اور بچپن میں فرعون کے ہاں انگارہ منہ میں رکھ لینے کی وجہ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان شریف میں لکنت آ گئی تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اسے میری مدد کے لئے فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیج تا کہ وہ حق بات کو مزید واضح کر کے اور حق کے دلائل بیان کر کے میری تصدیق کرے، بے شک مجھے ڈر ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگ مجھے جھٹلائیں گے اور میری دعوت کو قبول نہیں کریں گے۔ (1)

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فصاحت

اس آیت میں حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فصاحت اور زبان کی صفائی کا ذکر ہوا، اگرچہ اس سے مراد زبان میں لکنت نہ ہونا اور صحیح صحیح بات کرنا ہے لیکن لفظِ فصاحت کی مناسبت سے یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس کی فصاحت کا بیان کیا جاتا ہے، چنانچہ علامہ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان مبارک کی فصاحت، کلام میں جامع الفاظ، انوکھا اظہارِ بیان، حیرت انگیز احکامات اور فیصلے اتنے زیادہ ہیں کہ شاید ہی کوئی غور و فکر کرنے والا شخص ان کا اِحاطہ کر سکے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کا بیان اور ان کے بیان کا زبان کے ساتھ اظہار ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ فصیح اور شیریں بیان دوسرا پیدا ہی نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نہ تو آپ کہیں باہر تشریف لے گئے اور نہ آپ نے لوگوں میں نشست و بَرخاست رکھی، پھر آپ ایسی فصاحت کہاں سے لائے ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی لغت اور اصطلاح جو ناپید اور فنا ہو چکی تھی، اسے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام میرے پاس لے کر آئے، جسے میں نے یاد کر لیا ہے۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے ادب سکھایا تو میرے ادب کو بہت اچھا کر دیا۔

1......روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۳۴، ۶/۴۰۴، ملتقطاً۔

عربیت کا وہ علم جو عربی زبان اوراس کی فصاحت و بلاغت سے تعلق رکھتا ہے اسے ادب کہتے ہیں۔[1]

اور علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس وحیِ الٰہی کی ترجمان اور سرچشمۂ آیات ومَخزنِ معجزات ہے، اس کی فصاحت و بلاغت اس قدر حدِ اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے فُصحاء و بُلغاء آپ کے کلام کو سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:)

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مُقدّس زبان کی حکمرانی اور شان کا یہ اعجاز تھا کہ زبان سے جو فرما دیا وہ ایک آن میں معجزہ بن کر عالَمِ وجود میں آ گیا۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:)

وہ زباں جس کو سب کُن کی کُنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام[2]

آیت ”وَاَخِیْ هٰرُوْنُ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے،

(1)...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کی مدد لینا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد لی۔

(2)...... بزرگوں کی دعا سے وہ نعمت مل سکتی ہے جو کسی اور سے نہیں مل سکتی، جیسے حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے ہے۔

یاد رہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے یہ عطا فرماتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد اب قیامت تک کسی کو نبوت نہیں مل سکتی کیونکہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آخری نبی ہیں اور آپ کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے، البتہ اب بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقرَّب بندوں کی دعا سے ولایت، علم، اولاد اور سلطنت مل سکتی ہے۔

---

1 ......مدارج النبوہ، باب اول در بیان حسن وخلقت وجمال، بیان فصاحت شریف، ۱/۱۰.

2 ......سیرت مصطفیٰ، شمائل وخصائل، زبان اقدس، ص۵۷۵-۵۷۶۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

معانقة ١١

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: عنقریب ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ذریعے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے۔ تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے غالب آئیں گے۔

﴿ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ: فرمایا: عنقریب ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ذریعے قوت دیں گے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور ان سے ارشاد فرمایا ''ہم تیرے بھائی کے ذریعے تمہیں قوت دیں گے اور تمہاری مدد کریں گے اور ہم تم دونوں کو غلبہ وتَسَلُّط عطا فرمائیں گے اور دشمنوں کے دلوں میں تمہاری ہیبت بٹھا دیں گے، لہٰذا تم فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ، وہ لوگ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے بلکہ تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے ہی ان پر غالب آئیں گے۔ (1)

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لایا بولے یہ تو نہیں مگر بناوٹ کا جادو اور ہم نے

(1)......تفسیر طبری، القصص، تحت الآیۃ: ۳۵، ۱۰/۷۳، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۳۵، ص ۸۷۰، ملتقطاً.

اپنے اگلے باپ داداؤں میں ایسا نہ سنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے تو (فرعونیوں نے) کہا: یہ تو صرف ایک بناوٹی جادو ہے اور ہم نے اپنے اگلے باپ داداؤں میں یہ (بات کبھی) نہیں سنی۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰیٰتِنَا: پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون اور اس کی قوم کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے تو ان نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان لوگوں نے کہا: یہ تو صرف ایک بناوٹی جادو ہے۔ ان بدنصیبوں نے معجزات کا انکار کر دیا اور ان کو جادو بتا دیا اور ان کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح جادو کی تمام اَقسام باطل ہوتی ہیں اسی طرح (مَعَاذَ اللّٰہ) یہ معجزات بھی ہیں۔ فرعونیوں نے مزید یہ کہا کہ جو دعوت آپ ہمیں دے رہے ہیں وہ ایسی نئی ہے کہ ہمارے آباؤ اَجداد میں بھی ایسی نہیں سنی گئی تھی۔ [1]

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ نے فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا اور جس کے لیے آخرت کا گھر ہوگا بیشک ظالم مراد کو نہیں پہنچتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لائے اور جس کے لیے آخرت کا گھر ہوگا۔ بیشک ظالم کامیاب نہیں ہوں گے۔

﴿وَ قَالَ مُوْسٰى: اور موسیٰ نے فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرا رب

[1] ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٣٦، ص ٨٧٠، تفسير طبرى، القصص، تحت الآية: ٣٦، ١٠/٧٣، ملتقطاً.

عَزَّوَجَلَّ اسے خوب جانتا ہے جو ہم میں سے حق پر ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ سرفراز فرمایا ہے اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس کے لیے آخرت کا گھر ہوگا اور وہ وہاں کی نعمتوں اور رحمتوں کے ساتھ نوازا جائے گا، اگر تمہارے گمان کے مطابق میرے دکھائے ہوئے معجزات جادو ہیں اور میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے یہ کبھی عطا نہ فرماتا کیونکہ وہ غنی اور حکمت والا ہے اور اس کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی جھوٹے اور جادوگر کو رسول بنا کر بھیجے۔ بے شک کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوں گے اور کافروں کو آخرت کی کامیابی مُیَسَّر نہیں۔[1]

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون بولا اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان میرے لیے گارا پکا کر ایک محل بنا کہ شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان! میرے لیے گارے پر آگ جلا پھر میرے لئے ایک اونچا محل بناؤ، شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک لوں اور بیشک میں تو اسے جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں۔

﴿وَ قَالَ فِرْعَوْنُ: اور فرعون نے کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرعون کو جو اللہ تعالیٰ کی وَحْدانیَّت پر ایمان لانے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی تھی، اس کا انکار کرتے ہوئے فرعون نے اپنے دربار میں موجود لوگوں سے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا جس کی تم عبادت کرو۔ پھر اس نے اپنے وزیر ہامان

[1] ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٣٧، ص ٨٧٠.

سے کہا کہ اے ہامان! میرے لیے گارے پر آگ جلا کر اینٹ تیار کرو، پھر میرے لئے ایک انتہائی اونچا محل بناؤ، شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک لوں اور بیشک میں تو موسیٰ کو اپنے اس دعوے میں جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں کہ اس کا ایک معبود ہے جس نے اسے اپنا رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے۔

فرعون نے یہ گمان کیا تھا کہ (مَعَاذَاللہ) اللہ تعالیٰ کے لئے بھی مکان ہے اور وہ جسم ہے کہ اس تک پہنچنا اس کے لئے ممکن ہوگا، اس لئے اس نے ہامان کو عمارت بنانے کا حکم دیا اور اپنے ارادے کا اظہار کیا، چنانچہ ہامان نے فرعون کے حکم پر عمل کرنے کے لئے ہزار ہا کاریگر اور مزدور جمع کئے، اینٹیں بنوائیں اور تعمیراتی سامان جمع کر کے اتنی بلند عمارت بنوائی کہ دنیا میں اس کے برابر کوئی عمارت بلند نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے اینٹ بنانے والا ہامان ہے، یہ صَنعت اس سے پہلے نہ تھی۔ [1]

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں بے جا بڑائی چاہی اور سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا تو دیکھو کیسا انجام ہوا ستم گاروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں بے جا تکبر کیا اور وہ سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا تو دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ: اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں تکبر کیا۔﴾ اس آیت اور اس

[1] ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۳۸، ۳/۴۳۳، مدارك، القصص، تحت الآیة: ۳۸، ص ۸۷۱، ملتقطاً.

کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون اور اس کے لشکریوں نے مصر کی سرزمین میں بے جا تکبر کیا اور حق کو نہ مانا اور باطل پر رہے اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ انہیں اپنے اعمال کے حساب اور ان کی جزا کے لئے ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا اور وہ سب غرق ہو گئے، تو اے قرآن پڑھنے والو! دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ اور ان کے دردناک انجام سے عبرت حاصل کرو۔ (1)

یہ وہ بنیادی مقصد ہے جس کیلئے یہ سارا واقعہ بیان کیا گیا کہ گزشتہ قوموں کے واقعات اور ان کے عروج وزوال سے عبرت حاصل کی جائے اور اپنی حالت کو سدھارا جائے۔ افسوس! فی زمانہ لوگ اس مقصد سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور سابقہ قوموں کی عملی حالت اور ان کے عبرت ناک انجام سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِۚ-وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ(۴۱) وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةًۚ-وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ۠(۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی۔ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگائی اور قیامت کے دن ان کا بُرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں ہم نے پیشوا بنادیا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی اور قیامت کے دن وہ قبیح (بُری) حالت والوں میں سے ہوں گے۔

﴿وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ: اور انہیں ہم نے پیشوا بنادیا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں لوگوں کا پیشوا بنادیا کہ وہ کفر اور گناہوں کی دعوت دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ٣/٤٣٣-٤٣٤، مدارك، القصص، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ص ٨٧١-٨٧٢، ملتقطاً.

عذابِ جہنم کے مستحق ہوں اور جو ان کی اطاعت کرے وہ بھی جہنمی ہو جائے اور قیامت کے دن کسی بھی طرح ان سے عذاب دور کرکے ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ (1)

لوگوں کو گمراہی کی دعوت دینے والوں کا انجام

اس آیت کے مِصداق آج کل کے وہ لوگ بھی ہیں جو لوگوں کو کفر و گمراہی اور بد عملی کی طرف بلاتے ہیں، ان پر اپنے اس عمل کا گناہ ہو گا اور جو لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں وہ بھی گناہگار ہوں گے اور دعوت دینے والوں کے کندھوں پر اپنے عمل کے گناہ کے علاوہ ان کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں کا بوجھ الگ ہو گا۔ لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس لئے کہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اُٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ سن لو! یہ کیا ہی بُرا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور پیروی کرنے والوں کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہو گی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہو گا اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہو گی۔ (3)

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے حال پر رحم کھانے اور اپنے اس برے عمل سے باز آجانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَ اَتْبَعْنٰهُمْ: اور ہم نے ان کے پیچھے (لعنت) لگادی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس دنیا میں فرعون اور اس کی قوم پر رسوائی اور رحمت سے دوری لازم کر دی اور قیامت کے دن وہ لوگ بری حالت والوں میں سے ہوں گے۔ (4)

---

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۴۱، ۳/۴۳۴.

2 ......نحل: ۲۵.

3 ......مسلم، كتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة او سيّئة... الخ، ص۱۴۳۹، الحديث: ۱۶(۲۶۷۴).

4 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۴۲، ص۸۷۲.

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی بعد اس کے کہ اگلی سنگتیں ہلاک فرمادیں جس میں لوگوں کے دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ نصیحت مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اس کے بعد کہ ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک فرمادیا تھا (موسیٰ کو وہ کتاب دی) جس میں لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرعون اور اس کی قوم کا انجام اور ان پر اللہ تعالیٰ کا ہونے والا غضب بیان کیا گیا اور اب یہاں وہ احسان اور انعام بیان کیا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فرمایا۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ بے شک پہلی قوموں جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، قومِ عاد اور قومِ ثمود وغیرہ کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کتاب تورات عطا فرمائی جس میں لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتیں ہیں تاکہ وہ بصیرت کی نگاہ سے انہیں پڑھ کر ہدایت حاصل کریں اور یہ اس کے لئے گمراہی سے ہدایت ہے جو اس کے احکامات پر عمل کرے اور اس کے لئے رحمت ہے جو اس پر ایمان لائے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ کتاب اس لئے عطا فرمائی تاکہ لوگ اس کے مواعظ سے نصیحت حاصل کریں۔ [1]

وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ

1 ......البحر المحیط، القصص، تحت الآیة: ۴۳، ۱۱۵/۷، خازن، القصص، تحت الآیة: ۴۳، ۴۳۴/۳، ملتقطاً.

وَ مَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَاۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا اور اس وقت تم حاضر نہ تھے۔ مگر ہوا یہ کہ ہم نے سنگتیں پیدا کیں کہ ان پر زمانہ دراز گزرا اور نہ تم اہلِ مدین میں مقیم تھے ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے ہاں ہم رسول بنانے والے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس وقت طور کی مغربی جانب میں نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا اور اس وقت تم موجود نہ تھے۔ لیکن (ہوا یہ) کہ ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں تو ان کی عمریں لمبی ہوگئیں اور نہ تم اہلِ مدین میں ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے مقیم تھے لیکن ہم رسول بھیجنے والے ہیں۔

﴿وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ: اور تم اس وقت طور کی مغربی جانب میں نہ تھے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حیرت انگیز واقعات بیان ہوئے اور اب یہاں سے وہ انعام بیان کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ان واقعات کی وحی فرمائی اور ان غیبی علوم کے ساتھ خاص فرمایا جو آپ نہیں جانتے تھے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انبیاء کے سردار! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف رسالت کا پیغام بھیجا، ان سے کلام فرمایا اور انہیں اپنی بارگاہ میں قرب عنایت کیا تھا، اس وقت آپ وہاں حاضر نہ تھے، لیکن ہوا یہ کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد بہت سی امتیں پیدا کیں اور جب ان کی عمریں لمبی ہوگئیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا عہد بھول گئے اور انہوں نے اس کی فرمانبرداری ترک کر دی اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم سے عالَم کے سردار، حبیبِ خدا، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں اور آپ پر ایمان لانے کے متعلق عہد لئے تھے اور جب طویل زمانہ گزرا اور امتوں کے بعد امتیں گزرتی چلی گئیں تو وہ لوگ ان

عہدوں کو بھول گئے اورانہیں پورا کرنا ترک کردیا، اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نہ ہی آپ مَدیَن والوں میں ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے مقیم تھے، تو ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، آپ کو علم دیا اور پہلوں کے حالات پر مُطَّلع کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان واقعات کو بیان فرمائیں اور اگر اللّٰہ تعالٰی آپ کو ان کی خبر نہ دیتا تو آپ ازخود ان واقعات کے بارے میں نہ جان سکتے تھے اور نہ ہی لوگوں کو بتا سکتے تھے۔[1]

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی ہاں تمہارے رب کی مہر ہے (کہ تمہیں غیب کے علم دیئے) کہ تم ایسی قوم کو ڈر سناؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا یہ امید کرتے ہوئے کہ ان کو نصیحت ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نہ تم اس وقت طور کے کنارے پر تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) ندا فرمائی، لیکن تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا یہ امید کرتے ہوئے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ: اور نہ تم اس وقت طور کے کنارے پر تھے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اور نہ آپ اس وقت کوہِ طور کے کنارے پر تھے جب ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تورات عطا فرمانے کے بعد ندا فرمائی، لیکن یہ آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے رحمت ہے کہ اس نے آپ کو غیبی علوم عطا فرمائے جن سے آپ گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور سابقہ امتوں کے احوال بیان فرما رہے ہیں اور آپ کا ان اُمور کی خبر دینا آپ کی نبوت کی روشن اور ظاہر دلیل ہے۔ اللّٰہ تعالٰی نے آپ کو غیبی علوم اس لئے عطا فرمائے تاکہ

[1]......البحر المحیط، القصص، تحت الآیة: ٤٤-٤٥، ٧/١١٦-١١٧، مدارك، القصص، تحت الآیة: ٤٤-٤٥، ص٨٧٢-٨٧٣، خازن، القصص، تحت الآیة: ٤٤-٤٥، ٣/٤٣٤.

آپ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور انہیں یہ امید کرتے ہوئے ڈرائیں کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ [1]

یاد رہے کہ کفارِ مکہ کے پاس نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور عرب میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے لے کر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور اہلِ کتاب کے پاس حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے لے کر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس طرح کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں، اسی طرح اہلِ عرب، اہلِ کتاب، بلکہ پوری دنیا کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگوں کو ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے (جب جہنم کی) مصیبت پہنچتی تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہوجاتے۔

﴿وَلَوْلَا: اور اگر یہ بات نہ ہوتی۔﴾ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قوم کی طرف رسول بھیجنے سے پہلے ہی ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سختی آجاتی یا ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا تو وہ لوگ

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ٤٦، ٣/٤٣٤-٤٣٥، مدارك، القصص، تحت الآیة: ٤٦، ص٨٧٣، ملتقطاً.

یہ عذر پیش کر سکتے تھے کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم پر سختی اور عذاب نازل کرنے سے پہلے تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم تیری دلیلوں کو مانتے اور اپنے رسول پر جو کتاب تو نازل فرماتا اس کی آیتوں کی پیروی کرتے، صرف تیرے ہی معبود ہونے پر ایمان لاتے اور تیرے رسول کی اَحکامات اور ممنوعات میں تصدیق اور اطاعت کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے عذاب نازل کرنے سے پہلے لوگوں کی طرف اپنے رسول بھیجے تاکہ ان کی تبلیغ اور کوششوں کے بعد جب اپنے کفر اور گناہوں پر قائم رہنے والوں کو ان کے اعمال کی سزا ملے تو وہ مذکورہ بالا عذر پیش نہ کر سکیں۔

اس کے ہم معنی وہ آیتِ مبارکہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے؟

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُوْتِیَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى ؕ اَوَ لَمْ یَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَ قَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان کے پاس حق آیا ہماری طرف سے بولے انہیں کیوں نہ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا کیا اس کے منکر نہ ہوئے تھے جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا بولے دو جادو ہیں ایک دوسرے کی پشتی پر اور بولے ہم ان دونوں کے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو انہوں نے کہا: اس (نبی) کو اس جیسا کیوں نہ

[1] ......طٰہٰ: ۱۳۴۔

دیدیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ کیا انہوں نے اس کا انکارنہیں کیا تھا جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا؟ انہوں نے کہا: یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور انہوں نے کہا: بیشک ہم ان سب کا انکار کرنے والے ہیں۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا: پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان کیا گیا کہ خوف کے وقت کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور اس آیت میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھیجے جانے کے بعد کفارِ مکہ کا حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب کفارِ مکہ کے پاس ہماری طرف سے محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اس نبی (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو اس جیسا کیوں نہ دیدیا گیا جیسا (حضرت) موسیٰ (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کو دیا گیا تھا؟ یعنی انہیں قرآنِ کریم یکبارگی کیوں نہیں دیا گیا جیسا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوری توریت ایک ہی بار میں عطا کی گئی تھی؟ یا اس کے یہ معنی ہیں کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عصا اور روشن ہاتھ جیسے وہ معجزات کیوں نہ دیئے گئے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیئے گئے تھے؟ اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ یہودیوں نے کفارِ قریش کو پیغام بھیجا کہ وہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سے معجزات طلب کریں۔ جب کفارِ قریش نے ایسا کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جن یہودیوں نے یہ سوال کرنے کا کہا ہے کیا وہ خود روشن نشانیوں کے باوجود حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اور جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے اس کے منکر نہ ہوئے اور جب یہ خود اس کے منکر ہیں جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا گیا تو کس منہ سے اس کا مطالبہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کفارِ قریش تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے منکر تھے اور جب انہوں نے (یہودیوں کے کہنے پر) رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جیسے معجزات طلب کئے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''کیا کفارِ مکہ نے اس کا انکار نہیں کیا تھا جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا گیا اور جب یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیئے جانے والے معجزات کے منکر ہیں تو پھر ان جیسے معجزات کا مطالبہ کیوں کررہے ہیں![1]

﴿قَالُوْا سِحْرٰنِ: انہوں نے کہا تھا کہ یہ دو جادو ہیں۔﴾ مکہ کے مشرکین نے مدینہ کے یہودی سرداروں کے پاس قاصد

[1] ......تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیۃ: ۴۸، ۸/۶۰۵-۶۰۶، خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۴۸، ۳/۴۳۵، ملتقطاً.

بھیج کر دریافت کیا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں سابقہ کتابوں میں کوئی خبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت ان کی کتاب توریت میں موجود ہے۔ جب یہ خبر کفارِ قریش کو پہنچی تو وہ توریت اور قرآن کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ دونوں جادو ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کی مددگار ہے۔ قرآن مجید کی ایک دوسری قراءت کے اعتبار سے معنی یہ ہوں گے کہ کفار نے کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دونوں جادوگر ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کا مُعین ومددگار ہے۔ مزید کفارِ مکہ نے یہ کہا کہ بیشک ہم تورات کے بھی منکر ہیں اور قرآن کے بھی، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بھی انکار کرتے ہیں اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بھی۔ [1]

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۠ ﴿۵۰﴾

ع ۸ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت کی ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو پھر اگر وہ یہ تمہارا فرمانا قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا بیشک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت

[1] ......خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۴۸، ۳/۴۳۵.

والی ہو میں اس کی پیروی کرلوں گا۔ پھر اگر وہ یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کی پیروی کررہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللّٰہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللّٰہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ: تم فرماؤ: تو اللّٰہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ کے انکار کرنے پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو کہ تورات اور قرآن کریم جادو ہیں تو اللّٰہ تعالیٰ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت والی ہو، اگر تم ایسی کتاب لے آئے تو میں اس کی پیروی کرلوں گا۔ یہاں یہ تنبیہ فرمائی گئی کہ کفار ایسی کتاب لانے سے بالکل عاجز ہیں، چنانچہ اگلی آیت میں ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، پھر اگر وہ کفار یہ تمہاری بات قبول نہ کریں اور ایسی کتاب نہ لاسکیں تو آپ جان لیں کہ یہ کفر کی جس سواری پر سوار ہیں اس کی ان کے پاس کوئی حجت نہیں ہے اور بس وہ اپنی خواہشوں ہی کی پیروی کررہے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں جو خلافِ ہدایت اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللّٰہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو اپنے دین کی طرف ہدایت نہیں دیتا۔ (1)

وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ان کے لیے بات مسلسل اتاری کہ وہ دھیان کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ان کے لیے کلام مسلسل بھیجا تاکہ وہ نصیحت مانیں۔

﴿ وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ: اور بیشک ہم نے ان کے لیے کلام مسلسل بھیجا۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم قرآنِ مجید کو ایک ہی بار میں نازل کرنے پر قادر ہیں لیکن ہم نے کفارِ قریش کے لیے اپنا کلام مسلسل بھیجا اور قرآنِ کریم ان کے پاس لگاتار اور مسلسل آیا جس میں جنّت کے وعدے، جہنّم کے عذاب کی وعید، سابقہ قوموں کے واقعات، عبرتوں اور نصیحتوں

1 ……خازن، القصص، تحت الآیة: ۴۹-۵۰، ۳/۴۳۵-۴۳۶، روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۴۹-۵۰، ۶/۴۱۲، ملتقطاً۔

پر مشتمل آیات نازل ہوئیں تاکہ یہ لوگ بار بار سن کر سمجھ سکیں اور ایمان لائیں تو ہمارا قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنا ان کی مصلحت کی وجہ سے ہے اور وہ لوگ کس قدر جاہل ہیں جو اپنی مصلحت کی مخالفت کرتے ہوئے قرآن مجید کو ایک ہی بار میں نازل کرنے کا مطالبہ کررہے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ: جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت اہلِ کتاب کے مومن حضرات حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے حق میں نازِل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان انجیل والوں کے حق میں نازِل ہوئی جو حبشہ سے آ کر سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے۔ یہ چالیس حضرات تھے جو حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ آئے، جب انہوں نے مسلمانوں کی حاجت اور معاش کی تنگی دیکھی تو بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کی: ہمارے پاس مال ہیں، حضور اجازت دیں تو ہم واپس جا کر اپنے مال لے آئیں اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کریں۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اجازت دی اور وہ جا کر اپنے مال لے آئے اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کی۔ ان کے حق میں یہ آیات "**مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ**" تک نازل ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں 80 اہلِ کتاب کے حق میں نازل ہوئیں جن میں 40 نجران کے، 32 حبشہ کے اور 8 شام کے تھے۔ (1)

وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۵۲، ۳/۴۳۶.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان پر یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے ہم اس سے پہلے ہی گردن رکھ چکے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر یہ آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب کے پاس سے حق ہے۔ ہم اس (قرآن) سے پہلے ہی فرمانبردار ہوچکے تھے۔

﴿ **وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ: اور جب ان پر یہ آیات پڑھی جاتی ہیں۔** ﴾ یہاں ان لوگوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب ان کے سامنے قرآنِ مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے حق ہے۔ ہم اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہی فرمانبردار ہوچکے تھے اور ہم حبیبِ خدا، محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے برحق نبی ہونے پر ایمان رکھتے تھے کیونکہ توریت وانجیل میں ان کا ذکر موجود ہے۔[1]

اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾
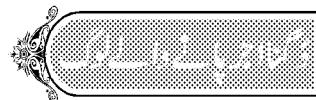
ترجمۂ کنزالایمان: ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کو ان کا اجر دُگنا دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور یہ برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

﴿ **اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ: ان کو ان کا اجر دُگنا دیا جائے گا۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ وہ پہلی کتاب پر بھی ایمان لائے اور قرآنِ پاک پر بھی اور یہ ان کے اس صبر کا بدلہ ہے جو انہوں نے اپنے دین

---

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٥٣، ٣/٤٣٦.

پر اور مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر کیا۔

اس آیت میں دُگنا اجر پانے والے حضرات کا بیان ہوا اور حدیثِ پاک میں ان کے علاوہ مزید ایسے افراد کا بھی ذکر ہے جنہیں دُگنا اجر ملے گا، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں دو اجر ملیں گے، (1) اہلِ کتاب کا وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بھی۔ (2) وہ غلام جس نے اللّٰہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا بھی۔ (3) وہ شخص جس کے پاس باندی تھی جس سے وہ قربت کرتا تھا، پھر اس کو اچھی طرح ادب سکھایا، اچھی تعلیم دی اور آزاد کرکے اس سے نکاح کرلیا تو اس کے لئے بھی دو اجر ہیں۔[1]

﴿وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ: اور یہ بُرائی کو بھلائی سے دُور کرتے ہیں۔﴾ یہاں ان اہلِ کتاب کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طاعت سے مَعصِیَت کو اور حِلم سے ایذاء کو دور کرتے ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی وَحدانیّت کی گواہی دینے سے شرک کو دور کرتے ہیں۔ آیت کے آخر میں ان کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ اس کی راہ میں صدقہ کرتے ہیں۔[2]

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے عمل اور تمہارے لیے تمہارے عمل بس تم پر سلام ہم جاہلوں کے غرضی نہیں۔

1 ......مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، الفصل الاول، ۱/ ۲۳، الحديث: ۱۰، مسلم، كتاب الايمان، باب وجوب الايمان برسالة نبيّنا... الخ، ص۹۰، الحديث: ۲۴۱(۱۵۴).

2 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۵۴، ص۸۷۴، خازن، القصص، تحت الآية: ۵۴، ۳/ ۴۳۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں سلام، ہم جاہلوں کا ساتھ نہیں چاہتے۔

﴿وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ مکہ کے مشرکین اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کو گالیاں دیتے اوران سے کہتے کہ تمہارا ستیاناس ہو، تم نے اپنے پرانے دین کو چھوڑ دیا۔ ان کے اس طرزِ عمل پر ایمان لانے والے اہلِ کتاب ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں دُور ہی سے سلام ہے اور ہم جاہلوں کے ساتھ دوستی نہیں کرنا چاہتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ مشرک لوگ مکہ مکرمہ کے ایمانداروں کو ان کا دین ترک کرنے اور اسلام قبول کرنے پر گالیاں دیتے اور بُرا کہتے، یہ حضرات ان کی بیہودہ باتیں سن کر اِعراض فرماتے اور ان سے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارا دین ہے اور تمہارے لئے تمہارا دین ہے، ہم تمہاری بیہودہ باتوں اور گالیوں کے جواب میں گالیاں نہ دیں گے اور ہم جاہلوں کے ساتھ میل جول نشست و بَرخاست نہیں چاہتے کیونکہ ہمیں جاہلانہ حرکات گوارا نہیں۔ [1]

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ایسا نہیں ہے کہ تم جسے چاہو اسے اپنی طرف سے ہدایت دیدو لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت

1 ......روح البيان، القصص، تحت الآية: ٥٥، ٦/٤١٤، خازن، القصص، تحت الآية: ٥٥، ٣/٤٣٦، ملتقطاً.

دیدیتا ہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ : بیشک ایسا نہیں ہے کہ تم جسے چاہو اسے اپنی طرف سے ہدایت دیدو۔﴾ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس آیت کا شانِ نزول یوں مذکور ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے چچا (ابوطالب) سے اس کی موت کے وقت فرمایا: اے چچا! ’’لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه‘‘ کہو، میں تمہارے لئے قیامت کے دن گواہ ہوں گا۔ اس نے (صاف انکار کر دیا اور) کہا: اگر مجھے قریش کی طرف سے عیب لگائے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا (کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہے) تو میں ضرور ایمان لا کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔ [1] اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے چچا کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کریں، آپ اپنا تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے، ہدایت دینا اور دل میں ایمان کا نور پیدا کرنا یہ آپ کا فعل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا اور کسے اس سے محروم رکھے گا۔ [2]

ابوطالب کے ایمان سے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق

اعلیٰ حضرت، مُجَدِّدِ دین وملت شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ابوطالب کے ایمان سے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ ابو طالب تمام عمر حضور سیّد المرسلین، سیّد الاوّلین والآخرین، سیّد الابرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِ الْقرار کی حفظ وحمایت و کفالت ونصرت میں مصروف رہے۔ اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالَم حضور کا دشمنِ جاں ہو گیا تھا اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں قریبیوں سے مخالفت گوارا کی، سب کو چھوڑ دینا قبول کیا، کوئی دقیقہ غمگساری و جاں نثاری کا نامَرعی نہ رکھا (یعنی ہر لمحے غمگساری اور جاں نثاری کی)، اور یقیناً جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر ایمان لانے میں جنت اَبدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے، بنو ہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرو فلاح پاؤ گے، نعت شریف میں قصائد ان سے منقول، اور اُن میں براہِ

---

1 ......مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على صحّة اسلام من حضره الموت... الخ، ص٣٤، الحديث: ٤١-٤٢(٢٥).

2 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٥٦، ٣/٤٣٧، تفسير كبير، القصص، تحت الآية: ٥٦، ٩/٥، ملتقطاً.

فراست وہ اُمور ذکر کیے کہ اس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے (بلکہ) بعدِ بعثت شریف ان کا ظہور ہوا، یہ سب احوال مطالعۂ اَحادیث ومُراجعتِ کتبِ سِیَر (یعنی سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے) سے ظاہر۔ مگر مجرَّد اِن اُمور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ کاش یہ افعال واقوال اُن سے حالتِ اسلام میں صادر ہوتے تو سیدنا عباس بلکہ ظاہراً سیدنا حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاعمام حضور افضل الانام عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَام (یعنی تمام انسانوں سے افضل حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سب سے افضل چچا) کہلائے جاتے۔ تقدیرِ الٰہی نے بربنا اُس حکمت کے جسے وہ جانے یا اُس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، انہیں گروہِ مسلمین وغلامانِ شفیع المذنبین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں شمار کیا جانا منظور نہ فرمایا۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ۔ (تو اے عقل رکھنے والو! ان کے حال سے عبرت حاصل کرو) صرف معرفت گوکیسی ہی کمال کے ساتھ ہو ایمان نہیں۔ [1]

مزید فرماتے ہیں: ''آیاتِ قرآنیہ واَحادیثِ صحیحہ، مُتوافرہ، مُتظافرہ (یعنی بکثرت صحیح احادیث) سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ [2]

نوٹ: ابوطالب کے ایمان نہ لانے سے متعلق تفصیلی دلائل کی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 29ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا رسالہ ''شَرْحُ الْمَطَالِب فِی مَبْحَثِ اَبِی طَالِب'' (ابوطالب کے ایمان سے متعلق بحث) کا مطالعہ کریں۔

وَقَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَاؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

1 ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ۲۹/۶۵۷-۶۵۸۔

2 ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ۲۹/۶۶۱۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اُچک لے جائیں گے کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں ہمارے پاس کی روزی لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کافر) کہتے ہیں: (اے محمد!) اگر ہم تمہارے ساتھ (مل کر) ہدایت کی پیروی کریں تو ہمیں ہماری سرزمین سے اچک لیا جائے گا۔ کیا ہم نے انہیں امن وامان والی جگہ حرم میں ٹھکانا نہ دیا جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں (جو) ہماری طرف کا رزق ہے لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں۔

﴿وَقَالُوْا: اور (کافر) کہتے ہیں۔**﴾** **شانِ نزول:** یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل بن عبدِ مناف کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ یہ بات تو ہم یقین سے جانتے ہیں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ حق ہے، لیکن اگر ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے تو ہمیں ڈر ہے کہ عرب کے لوگ ہمیں شہر بدر کر دیں گے اور ہمیں ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے اور عرب کی سرزمین سے ایک دم ہمیں نکال دیں گے۔ اس آیت میں اس بات کا جواب دیا گیا کہ کیا ہم نے انہیں امن وامان والی جگہ حرم میں ٹھکانا نہ دیا جہاں کے رہنے والے قتل وغارت گری سے امن میں ہیں اور جہاں جانوروں اور سبزوں تک کو امن ہے اور جس کی طرف مختلف ممالک سے ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہماری طرف کا رزق ہے، لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں اور وہ اپنی جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے کہ یہ روزی اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے، انہیں اگر یہ سمجھ ہوتی تو یہ بات جان جاتے کہ خوف اور امن بھی اسی کی طرف سے ہے اور ایمان لانے کی صورت میں شہر بدر کئے جانے کا خوف نہ کرتے۔[1]

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۵۷، ۳/۴۳۷، مدارك، القصص، تحت الآية: ۵۷، ص۸۷۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کردیئے جو اپنے عیش پر اترا گئے تھے تو یہ ہیں ان کے مکان کہ ان کے بعد ان میں سکونت نہ ہوئی مگر کم اور ہمیں وارث ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کردیئے جو اپنے عیش پر اترانے لگے تھے تو یہ ان کے مکانات ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی اور ہم ہی وارث ہیں۔

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ: اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کردیئے۔﴾ یہاں کفارِ مکہ کو ایسی قوموں کے خراب انجام سے خوف دلایا جارہا ہے جن کا حال اِن کی طرح تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پاتے اور شکر کرنے کی بجائے ان نعمتوں پر اتراتے تو وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کردیئے گئے اور یہ ان کے مکان ہیں جن کے آثار اب بھی باقی ہیں اور عرب کے لوگ اپنے سفروں میں انہیں دیکھتے ہیں کہ ان مکانات میں ہلاک ہونے والوں کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی کہ کوئی مسافر یا راہ گزر ان میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتا ہے، پھر یہ اسی طرح خالی پڑے رہتے ہیں۔ وہاں کے رہنے والے ایسے ہلاک ہوئے کہ ان کے بعد ان کا کوئی جانشین باقی نہ رہا اور اب اللہ تعالیٰ کے سوا ان مکانوں کا کوئی وارث نہیں کیونکہ مخلوق کی فنا کے بعد وہی سب کا وارث ہے۔[1]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت سے امن نصیب ہوتا اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی مخالفت سے ہلاکت ہوتی ہے، جبکہ کفارِ مکہ نے الٹا سمجھ لیا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت سے بدامنی ہوگی اور مخالفت سے امن ملے گا حالانکہ تاریخ اس کے برعکس ہے اور تاریخ سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت کی انہوں نے دنیا میں امن پایا اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے اور جو لوگ اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت سے رُوگردانی کرتے رہے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ رہے وہ انتہائی خوفناک عذابوں کے ذریعے ہلاک کردیئے گئے۔ اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے معاشرے میں

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٥٨، ص٨٧٥، خازن، القصص، تحت الآية: ٥٨، ٣/٤٣٧، ملتقطاً.

پائی جانے والی بدامنی کی وجوہات اور اسباب پر بھی دل سے غور کرنا چاہئے اور بطورِ خاص اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے سوچنا چاہئے کہ کہیں یہ ہمارا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات اور احکامات پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ تو نہیں، اگر ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی اطاعت نہ کرنے کی رَوِش کو ترک کر دیں اور سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کامل اطاعت وفرمانبرداری شروع کر دیں، اِنْ شَآءَاللّٰہ برسوں نہیں، مہینوں میں بلکہ دنوں میں ہمارا معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا۔ اللّٰہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

گناہ کرنے میں لوگوں کی بجائے اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں لوگوں کی پکڑ اور ان کی سزا سے خوف کھانا جبکہ اللّٰہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے بے خوف ہونا کفار کا طریقہ ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کے معاملے میں لوگوں کی بجائے اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور اس سے کسی بھی حال میں بے پرواہ نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
ارے او مجرم بے پَروا دیکھ سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جبکہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان کے مرکزی شہر میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہیں مگر (اسی وقت) جب ان کے رہنے والے ظالم ہوں۔

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان کے مرجع شہر میں رسول نہ بھیجے۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ شہروں کو اس وقت تک ہلاک نہیں فرماتا جب تک ان کے مرکزی مقام میں رسول نہ بھیج دے جو اِن میں رہنے والوں کے سامنے ہماری آیتیں پڑھے اور انہیں تبلیغ کرے اور اس بات کی خبر دیدے کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو اِن پر عذاب نازل کیا جائے گا تاکہ اِن پر حجت لازم ہو جائے اور ان کے لئے عذر کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور ہم شہروں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب ان میں رہنے والے لوگ ظالم ہوں، رسول کو جھٹلاتے ہوں، اپنے کفر پر قائم ہوں اور اس سبب سے وہ عذاب کے مستحق ہوں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں مرکزی شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور رسول سے مراد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ (1)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے کی وہ بستیاں جو اجڑی ہوئی اور ویران نظر آ رہی ہیں اور فی زمانہ بھی ان میں سے کئی بستیوں کے آثار باقی ہیں، یہ بغیر کسی وجہ کے تباہ و برباد نہیں کی گئیں بلکہ ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھیجے جنہوں نے ان میں رہنے والوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور انہیں کفر و شرک چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی، لیکن جب وہاں کے رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات ماننے کی بجائے انہیں جھٹلایا اور اپنے کفر و شرک پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ظلم کی وجہ سے انہیں ہلاک اور ان کے شہروں اور بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۟ ﴿۶۰﴾

ع

1 ...... مدارك، القصص، تحت الآية: ٥٩، ص٨٧٥-٨٧٦، خازن، القصص، تحت الآية: ٥٩، ٣/٤٣٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیوی زندگی کا برتاوا اور اس کا سنگار ہے اور جو اللّٰہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) اللّٰہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ: اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے۔**﴾** یہاں بطورِ خاص کفارِ مکہ سے اور عمومی طور پر تمام لوگوں سے فرمایا گیا کہ اے لوگو! جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دُنْیَوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے جس کی بقا بہت تھوڑی اور جس نے آخرکار فنا ہونا ہے اور جو ثواب اور آخرت کے مَنافع اللّٰہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والے ہیں کیونکہ یہ تمام پریشانیوں سے خالی اور کبھی ختم نہ ہونے والے ہیں، تو کیا تم میں عقل نہیں کہ اتنی بات سمجھ سکو کہ جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ فنا ہو جانے والی سے بہتر ہے اور تم بہتر چیز کو اختیار کر سکو اور اسے ترجیح دو جو ہمیشہ باقی رہے گی اور اس کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔[1]

آخرت پر دُنیا کو ترجیح دینے والا نادان ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص دُنْیَوی سازوسامان، عیش وعشرت اور زیب و زینت کو اُخروی نعمتوں اور آسائشوں پر ترجیح دے وہ بے عقل اور نادان ہے کیونکہ وہ عارضی اور ختم ہو جانے والی چیز کو اس پر ترجیح دے رہا ہے جو ہمیشہ رہنے والی اور کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ ایسے شخص کے لئے درج ذیل آیات میں بڑی عبرت ہے جو اصل کے اعتبار سے تو کفار کیلئے ہیں لیکن اپنے کئی پہلوؤں کے اعتبار سے مسلمانوں کیلئے بھی درسِ نصیحت و عبرت ہیں، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے

1 ......قرطبی، القصص، تحت الآیة: ٦٠، ٧/٢٢٧، الجزء الثالث عشر، مدارك، القصص، تحت الآیة: ٦٠، ص٨٧٦، خازن، القصص، تحت الآیة: ٦٠، ٣/٤٣٧-٤٣٨، تفسیرطبری، القصص، تحت الآیة: ٦٠، ١٠/٩١، ملتقطاً.

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ﳲ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کیلئے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ عام سب سے بڑی مصیبت آئے گی۔ اس دن آدمی یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی تھی۔ اور جہنم ہر دیکھنے والے کیلئے ظاہر کر دی جائے گی۔ تو وہ جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

لہٰذا اے انسان!

وَ ابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس

1 ......هود:۱۵، ۱٦.

2 ......بنی اسراءیل:۱۸، ۱۹.

3 ......نازعات:۳٤-٤۱.

نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ [1]

کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللّٰه نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللّٰه فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی اکثریت بھی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی بے عقلی اور نادانی کا شکار ہے اور ان میں سے بعض کا حال یہ ہو چکا ہے کہ دنیا کا مال حاصل کرنے کیلئے لوگوں کو دھمکیاں دینے، انہیں اغوا کر کے تاوانوں کا مطالبہ کرنے، اسلحے کے زور پر مال چھیننے حتّٰی کے مال حاصل کرنے کی خاطر لوگوں کو جان تک سے مار دینے میں لگے ہوئے ہیں، الغرض دنیا کا مال اور اس کا عیش وعشرت حاصل کرنا ان کی اوّلین ترجیح بنا ہوا ہے اور اس کے لئے وہ ہر سطح پر جانے کو تیار ہیں اور اپنی آخرت سے متعلق انہیں ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں۔ اللّٰه تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا تو وہ اس سے ملے گا اس جیسا ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کا برتاؤ برتنے دیا پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر لایا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہوا ہے پھر وہ اس (وعدے) سے ملنے والا (بھی) ہے کیا وہ اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے (صرف) دنیوی زندگی کا ساز وسامان فائدہ اٹھانے کو دیا ہو پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کئے جانے والوں میں سے ہو۔

﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا: تو وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہوا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم اس بات پر غور کرو کہ وہ شخص جس سے ہم نے اس کے ایمان اور طاعت پر جنت کے ثواب کا اچھا وعدہ کیا ہوا ہے، پھر وہ اس

[1] ......قصص ۷۷.

وعدے کو پانے والا بھی ہے، کیا وہ اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے صرف دُنْیَوی زندگی کا ساز وسامان فائدہ اٹھانے کو دیا ہو اور یہ ساز وسامان عنقریب زائل ہو جانے والا ہو، پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کئے جانے والوں میں سے ہو! یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ جسے اچھا وعدہ دیا گیا اس سے مراد مومن ہے اور دوسرے شخص سے کافر مراد ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص صرف دنیا کا طلبگار اور آخرت سے بے پرواہ ہے وہ اس شخص جیسا نہیں جو دنیا کی زندگی اور اس کے عیش وعشرت پر قناعت کرنے کی بجائے آخرت کی اچھی زندگی کا خواہش منداور وہاں کی عظیم الشّان دائمی نعمتیں حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کا وہ عیش وعشرت جس کے بعد بندہ عذاب میں مبتلا ہو جائے، کسی طرح بھی اس قابل نہیں کہ اسے آخرت پر ترجیح دی جائے اور نہ ہی کوئی عقل مند انسان ایسا کر سکتا ہے۔

وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا ۚ اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَیْكَ ۙ مَا كَانُوْۤا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے۔ کہیں گے وہ جن پر بات ثابت ہو چکی اے ہمارے رب یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا ہم نے انہیں گمراہ کیا جیسے خود گمراہ ہوئے تھے ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں وہ ہم کو نہ پوجتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم سمجھتے تھے۔

[1] ……روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۶۱، ۶/۴۲۰، جلالین، القصص، تحت الآیة: ۶۱، ص۳۳۲، ملتقطاً.

وہ لوگ جن پر قول ثابت ہوچکا ہے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا۔ہم نے انہیں ایسے ہی گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔ہم ان سے بیزار ہوکر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے۔

﴿وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ: اور یاد کرو جس دن انہیں ندا کرے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹتے ہوئے ندا کرے گا اور ان سے فرمائے گا ’’وہ کہاں ہیں جنہیں تم دنیا میں میرا شریک سمجھتے تھے۔ یہ ندا سن کر عام کفار کی بجائے گمراہوں کے سردار اور کفر کے پیشوا جن پر جہنم کا عذاب واجب ہوچکا ہے، کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہماری پیروی کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے شرک کی طرف بلا کر گمراہ کیا۔ ہم نے انہیں گمراہ کیا تو یہ اسی طرح گمراہ ہوگئے جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔اس سے ان کی مراد یہ ہوگی کہ جیسے ہم اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے اسی طرح یہ بھی اپنے ہی اختیار سے گمراہ ہوئے کیونکہ ہم نے تو صرف انہیں بہکایا تھا گمراہی پر مجبور نہیں کیا تھا اس لئے ہماری اور ان کی گمراہی میں کوئی فرق نہیں۔ ہم ان سے اور جس کفر کو انہوں نے اختیار کیا اس سے بیزار ہوکر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے بلکہ یہ اپنی خواہشوں کے پرستار اور اپنی شہوات کے اطاعت گزار تھے۔ (1)

وَ قِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَ رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے فرمایا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ پکاریں گے تو وہ ان کی نہ سنیں گے اور دیکھیں گے عذاب کیا اچھا ہوتا اگر وہ راہ پاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے فرمایا جائے گا: اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ اُنہیں جواب نہ دیں گے

(1)......مدارك، القصص، تحت الآية: ٦٢-٦٣، ص٨٧٦-٨٧٧، روح البيان، القصص، تحت الآية: ٦٢-٦٣، ٦/٤٢١، ملتقطاً.

اور یہ عذاب دیکھیں گے۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ ہدایت حاصل کر لیتے۔

﴿وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ: اور ان سے فرمایا جائے گا: اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ انہیں پکاریں گے۔﴾ یعنی بتوں کے پجاریوں سے فرمایا جائے گا: ان بتوں کو پکارو، جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے تاکہ وہ تمہیں جہنم کے عذاب سے بچائیں۔ چنانچہ وہ ان بتوں کو پکاریں گے لیکن وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور یہ پجاری عذاب دیکھیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ لوگ دنیا میں گمراہ ہونے کی بجائے ہدایت حاصل کر لیتے تاکہ آخرت میں عذاب نہ دیکھتے۔ (1)

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ تو اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی تو وہ کچھ پوچھ گچھ نہ کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن (اللہ) انہیں ندا فرمائے گا تو فرمائے گا: (اے لوگو!) تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ تو اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھیں گے۔

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ: اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار کو ڈانٹتے ہوئے فرمائے گا: ''تم نے ان رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو کیا جواب دیا تھا جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے اور تمہیں حق کی دعوت دیتے تھے؟ تو اس دن کفار کو کچھ یاد نہ رہے گا کہ انہوں نے کیا جواب دیا تھا اور کوئی عذر اور حجت انہیں نظر نہ آئے گی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھیں گے اور انتہائی دہشت کی وجہ سے ساکت رہ جائیں گے یا کوئی کسی سے اس لئے نہ پوچھے گا کہ جواب سے عاجز ہونے میں سب کے سب برابر ہیں خواہ وہ تابع

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٦٤، ص٨٧٧، روح البيان، القصص، تحت الآية: ٦٤، ٦/٤٢١، ملتقطاً.

ہوں یا متبوع، کافر ہوں یا کافر گر۔ [1]

ایک دوسری روایت میں ہے جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ کوئی آدمی نہیں ہوگا مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے تنہائی میں بات کرے گا (یعنی بندہ لوگوں سے جدا ہوگا)۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا اے ابنِ آدم! کس چیز نے تجھے مجھ سے دھوکے میں ڈالا؟ اے ابنِ آدم! تو نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اے ابنِ آدم! تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ [2]

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا قریب ہے کہ وہ راہ یاب ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔

﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ: تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں عذاب پانے والے کفار کا حال بیان ہوا اور اب یہاں سے کفار کو دنیا میں توبہ کی ترغیب دی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا جس شخص نے دنیا میں شرک سے توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ اس کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر ایمان لے آیا اور اس نے نیک کام کیے تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔ [3]

وَ رَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ

---

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٦٥-٦٦، ٣/٤٣٨، روح البيان، القصص، تحت الآية: ٥٦-٦٦، ٦/٤٢١-٤٢٢، ملتقطاً.

2 ......حلية الاولياء، ذكر الصحابة من المهاجرين، عبد الله بن مسعود، ١/١٨٠، الحديث: ٤١٢.

3 ......تفسير كبير، القصص، تحت الآية: ٦٧، ٩/١٠، مدارك، القصص، تحت الآية: ٦٧، ص٨٧٧، ملتقطاً.

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں پاکی اور برتری ہے اللہ کو اُن کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ ان (مشرکوں) کا کچھ اختیار نہیں۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت کے لئے کیوں منتخب فرمایا ہے اور یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اُتارا؟ یہ کلام کرنے والا ولید بن مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے وہ اپنے آپ کو اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مراد لیتا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے، اپنی حکمت وہی جانتا ہے انہیں اُس کی مرضی میں دخل دینے کی کیا مجال ہے۔ [1]

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں چھپا ہے اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ: اور تمہارا رب جانتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب ان کے کفر اور ان کی آپ سے عداوت کو جانتا ہے جسے یہ لوگ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور ان کی وہ باتیں بھی

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۶۸، ۴۲۳/۶، خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۶۸، ۴۳۹/۳، ملتقطاً.

جانتا ہے جو یہ اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے ہیں جیسے آپ کی نبوت پر اعتراض کرنا اور قرآن پاک کو جھٹلانا۔[1] اور جب اللہ تعالیٰ ان کے باطن اور ظاہر کو جانتا ہے تو وہی انہیں ان کی حرکتوں کی سزا دے گا۔

وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ٘ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ(۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے اللہ کہ کوئی خدا نہیں اس کے سوا اسی کی تعریف ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں کہ اس کے اولیاء دنیا میں بھی اس کی حمد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کی حمد سے لذت اٹھائیں گے اور ہر چیز میں اسی کا حکم، فیصلہ اور قضاء نافذ و جاری ہے اور اے لوگو! قیامت کے دن اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔[2]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ(۷۱)

---

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیة: ٦٩، ٦/٤٢٥، جلالین، القصص، تحت الآیة: ٦٩، ص٣٣٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ٧٠، ٣/٤٣٩، جلالین، القصص، تحت الآیة: ٧٠، ص٣٣٣، تفسیر سمرقندی، القصص، تحت الآیة: ٧٠، ٢/٥٢٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا دیکھوتو اگر اللہ ہمیشہ تم پر قیامت تک رات رکھے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں روشنی لادے تو کیا تم سنتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی بنادے تو اللہ کے سوا کون دوسرا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لائے گا تو کیا تم سنتے نہیں؟

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ: تم فرماؤ: بھلا دیکھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ والوں سے فرما دیں: تم مجھے اس بات کا جواب دو کہ اگر اللہ تعالیٰ سورج کو طلوع ہونے سے روک کر یا اسے بے نور کر کے تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی رکھے اور دن نکالے ہی نہیں جس میں تم اپنی معاشی سرگرمیاں انجام دے سکو تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون دوسرا معبود ہے جو یہ قدرت رکھتا ہو کہ تمہارے پاس دن کی روشنی لے آئے، تو کیا تم اس کلام کو ہوش کے کانوں سے سنتے نہیں اور اس میں غور و فکر نہیں کرتے تا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہوجائے اور تم شرک سے باز آ کر اس کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ۔[1]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا دیکھوتو اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ دن رکھے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں رات لادے جس میں آرام کرو تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ دن ہی بنادے تو اللہ کے سوا اور کون معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے جس میں تم آرام کرو تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

[1] ......روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۷۱، ۶/۴۲۶، جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۷۱، ص۳۳۳، ملتقطاً۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ: تم فرماؤ: بھلا دیکھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ والوں سے یہ بھی فرما دیں: تم مجھے یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ سورج کو آسمان کے درمیان روک کر قیامت تک ہمیشہ دن ہی رکھے اور رات ہونے ہی نہ دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون معبود ہے جو یہ قدرت رکھتا ہو کہ وہ تمہارے پاس رات لے آئے جس میں تم آرام کرسکو اور دن میں جو کام اور محنت کی تھی اس کی تھکن دور کرسکو۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم کتنی بڑی غلطی میں ہو جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو اور تمہیں چاہئے کہ اپنی اس غلطی کا احساس کر کے اس سے باز آجاؤ۔[1]

وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس نے اپنی مہر سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لیے کہ تم حق مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم (اس کا) شکر ادا کرو۔

﴿وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ: اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں آرام کرو، اپنے بدنوں کو راحت پہنچاؤ اور دن بھر کی محنت و مشقت سے ہونے والی تھکن دور کرو اور دن میں روزی تلاش کرو جو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور تم اپنی معاشی و کاروباری سرگرمیاں انجام دو اور تم پر یہ رحمت فرمانے کی حکمت یہ کہ تم اس کی وجہ سے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا حق مانو، اس کی وحدانیت کا اقرار کرو اور صرف اسی کی عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ۔[2]

---

1 ......جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۷۲، ص۳۳۳، روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۷۲، ۶/۴۲۷، ملتقطاً.

2 ......تفسیر طبری، القصص، تحت الآیۃ: ۷۳، ۱۰/۹۸.

وَ یَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ فَیَقُوۡلُ اَیۡنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم بکتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن (اللہ) انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم (میرا شریک) سمجھتے تھے۔

﴿وَ یَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ: اور یاد کرو جس دن انہیں ندا کرے گا۔﴾ یہاں سے مشرکین کا اُخروی حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ وہ دن یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو ندا کرے گا تو فرمائے گا: اے مشرکو! جنہیں تم دنیا میں میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں ہیں؟ تاکہ آج کے دن وہ تمہیں نجات دیں اور عذاب سے تمہیں چھٹکارا دلائیں۔ یہ ندا سن کر کفار کے غم میں اور اضافہ ہو جائے گا۔[1]

وَ نَزَعۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیۡدًا فَقُلۡنَا هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ فَعَلِمُوۡۤا اَنَّ الۡحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿۷۵﴾ ع

ع ۱۵/۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر گروہ میں سے ہم ایک گواہ نکال کر فرمائیں گے اپنی دلیل لاؤ تو جان لیں گے کہ حق اللہ کا ہے اور ان سے کھوئی جائیں گی جو بناوٹیں کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال لیں گے پھر فرمائیں گے: اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کیلئے ہے اور ان سے ان کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں گم ہو جائیں گی۔

﴿وَ نَزَعۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیۡدًا: اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال لیں گے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

[1] ......تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیۃ: ۷۴، ۱۳/۹، تفسیر طبری، القصص، تحت الآیۃ: ۷۴، ۹۸/۱۰، ملتقطاً۔

ہرامت میں سے ایک گواہ نکال کرلائے گا جو کہ اس امت کے رسول ہوں گے اور وہ اپنی اپنی اُمتوں پر اس بات کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے ان لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچائے اور انہیں نصیحتیں کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہرامت سے ارشاد فرمائے گا: دنیا میں شرک اور رسولوں کی مخالفت کرنا جو تمہارا شیوہ تھا، اس کے صحیح ہونے پر تمہارے پاس جو دلیل ہے وہ پیش کرو۔ تو اس دن وہ جان لیں گے کہ اِلٰہ اور معبود ہونے کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، اور دنیا میں جو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر اور ان شریکوں کو اپنی شفاعت کرنے والا بتا کر جھوٹی باتیں بناتے تھے، ان کی یہ سب باتیں ضائع ہو جائیں گی۔[1]

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَیْهِمْ ۪ وَ اٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں جب اس سے اس کی قوم نے کہا اِترا نہیں بیشک اللہ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے قوم پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں (اُٹھانا) ایک طاقتور جماعت پر بھاری تھیں۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا: اِتراؤ نہیں، بیشک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى: بیشک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔﴾ اس سے پہلے آیت نمبر 60 میں کفارِ

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۷۵، ص۸۷۹، جلالين، القصص، تحت الآية: ۷۵، ص۳۳۳، ملتقطاً.

مکہ سے فرمایا گیا تھا کہ تمہیں جو چیز دی گئی ہے وہ صرف دُنْیَوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور اب یہاں سے بیان فرمایا جا رہا ہے کہ قارون کو بھی دُنْیَوی زندگی کا سامان دیا گیا اور اُس نے اِس پر غرور کیا تو وہ بھی فرعون کی طرح عذاب سے نہ بچ سکا تو اے مشرکو! تم قارون اور فرعون سے زیادہ مال اور تعداد نہیں رکھتے اور فرعون کو اس کے لشکر و مال نے عذاب سے بچنے میں کوئی فائدہ نہ دیا اسی طرح قارون کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے رشتہ داری اور اس کے کثیر خزانوں نے کوئی نفع نہ دیا تو تم کس چیز کے بھروسے پر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلا رہے اور ان پر ایمان لانے سے منہ موڑ رہے ہو۔ یاد رکھو! اگر تم بھی اپنی رَوِش سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی فرعون اور قارون سے مختلف نہ ہوگا۔ [1]

قارون کا مختصر تعارف، اس کے خزانوں کا حال اور اس کی روش

یہاں اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی مناسبت سے قارون کا مختصر تعارف، اس کے خزانوں کا حال اور اس کی روش ملاحظہ ہو، چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا یصہر کا بیٹا تھا۔ انتہائی خوب صورت اور حسین شکل کا آدمی تھا، اسی لئے اسے مُنَوَّر کہتے تھے۔ بنی اسرائیل میں توریت کا سب سے بہتر قاری تھا۔ ناداری کے زمانے میں نہایت عاجزی کرنے والا اور با اخلاق تھا۔ دولت ہاتھ آتے ہی اس کا حال تبدیل ہوا اور یہ بھی سامری کی طرح منافق ہوگیا۔ کہا گیا ہے کہ فرعون نے اسے بنی اسرائیل پر حاکم بنا دیا تھا۔ اللّٰہ تعالٰی نے اسے اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں اُٹھانا ایک طاقتور جماعت پر بھاری پڑتا تھا اور یہ لوگ خزانوں کی وزنی چابیاں اٹھا کر تھک جایا کرتے تھے۔ جب قارون سوار ہو کر نکلتا تو کئی خچروں پر اس کے خزانوں کی چابیاں لادی جاتی تھیں۔ جب اس سے بنی اسرائیل کے مومن حضرات نے کہا: اے قارون! تم اپنے مال کی کثرت پر اِتراؤ نہیں، بیشک اللّٰہ تعالٰی اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللّٰہ تعالٰی نے تجھے جو مال دیا ہے اس کے ذریعے تو اللّٰہ تعالٰی کی نعمتوں کا شکر کر کے اور مال کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول بلکہ دنیا میں آخرت کے لئے عمل کرتا کہ تو عذاب سے نجات پائے کیونکہ دنیا میں انسان کا حقیقی حصہ یہ ہے کہ وہ صدقہ اور صلہ رحمی وغیرہ کے ذریعے آخرت کے لئے عمل کرے اور تو اللّٰہ تعالٰی کے بندوں کے ساتھ اسی طرح احسان کر جیسا اللّٰہ تعالٰی نے تجھ پر احسان کیا اور گناہوں کا ارتکاب کر کے،

1 ......تفسیر قرطبی، القصص، تحت الآیة: ۷۶، ۷/ ۲۳۲، الجزء الثالث عشر، ملتقطاً.

نیز ظلم، بغاوت اور سرکشی کر کے زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔[1]

خوش ہونے اور خوشی منانے سے متعلق 3 شرعی احکام

آیت نمبر 76 میں قارون کے اترانے یعنی فخر وتکبر کے طور پر خوش ہونے کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں خوش ہونے اور خوشی منانے سے متعلق 3 شرعی احکام ملاحظہ ہوں:

(1)......شیخی کی خوشی یعنی اترانا حرام ہے، لیکن شکر کی خوشی عبادت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔

(2)......جرم کر کے خوش ہونا حرام ہے جبکہ عبادت کر کے خوش ہونا بہتر ہے۔

(3)......ناجائز طریقے سے خوشی منانا حرام ہے جیسے خوشی سے ناچنا شروع کر دینا جبکہ جائز طور سے خوشی منانا اچھا ہے جیسے خوشی میں صدقہ کرنا وغیرہ۔

کثرتِ مال تکبر کا ایک سبب ہے

اسی آیت سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کی کثرت فخر، غرور اور تکبر میں مبتلا ہونے کا ایک سبب ہے۔ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ تکبر کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”تکبر کا پانچواں سبب مال ہے اور یہ بادشاہوں کے درمیان ان کے خزانوں اور تاجروں کے درمیان ان کے سامان کے سلسلے میں ہوتا ہے، اسی طرح دیہاتیوں میں زمین اور آرائش والوں میں لباس اور سواری میں ہوتا ہے۔ مالدار آدمی، فقیر کو حقیر سمجھتا اور اس پر تکبر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تو مسکین اور فقیر ہے، اگر میں چاہوں تو تیرے جیسے لوگوں کو خرید لوں، میں تو تم سے اچھے لوگوں سے خدمت لیتا ہوں، تو کون ہے؟ اور تیرے ساتھ کیا ہے؟ میرے گھر کا سامان تیرے تمام مال سے بڑھ کر ہے اور میں تو ایک دن میں اتنا خرچ کر دیتا ہوں جتنا تو سال بھر میں نہیں کھاتا۔

1......مدارك، القصص، تحت الآية: ٧٦-٧٧، ص٨٧٩، ابو سعود، تحت الآية: ٧٦-٧٧، ٤/٢٤٤-٢٤٥، خازن، القصص، تحت الآية: ٧٦-٧٧، ٣/٤٤٠، ملتقطاً.

2......يونس: ٥٨.

وہ یہ تمام باتیں اس لیے کرتا ہے کہ مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے جب کہ اس شخص کو فقر کی وجہ سے حقیر جانتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ فقر کی فضیلت اور مالداری کے فتنے سے بے خبر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے فخر وغرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ (اس سے کہا) میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں۔

حتّٰی کہ دوسرے نے جواب دیا:

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ یُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم دیکھ رہا ہے۔ تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرما دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرا دے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے۔

تو اس پہلے شخص کا قول مال اور اولاد کے ذریعے تکبر کے طور پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے انجام کا یوں ذکر فرمایا:

یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔

قارون کا تکبر بھی اسی انداز کا تھا۔ [4]

مال ودولت کی وجہ سے ہونے والے تکبر کا علاج

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”(مال و دولت، پیروکاروں اور مددگاروں کی کثرت کی وجہ سے تکبر کرنا)

---

1 ...... کهف: ٣٤.

2 ...... کهف: ٣٩ ـ ٤١.

3 ...... کهف: ٤٢.

4 ...... احیاء علوم الدین، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان ما به التکبر، ٣/٤٣٢.

تکبر کی سب سے بری قسم ہے، کیونکہ مال پر تکبر کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنے گھوڑے اور مکان پر تکبر کرتا ہے اب اگر اس کا گھوڑا مر جائے یا مکان گر جائے تو وہ ذلیل ورُسوا ہوتا ہے اور جو شخص بادشاہوں کی طرف سے اختیارات پانے پر تکبر کرتا ہے اپنی کسی ذاتی صفت پر نہیں، تو وہ اپنا معاملہ ایسے دل پر رکھتا ہے جو ہنڈیا سے بھی زیادہ جوش مارتا ہے، اب اگر اس سلسلے میں کچھ تبدیلی آجائے تو وہ مخلوق میں سے سب سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جو خارجی اُمور کی وجہ سے تکبر کرتا ہے اس کی جہالت ظاہر ہے کیونکہ مالداری پر تکبر کرنے والا آدمی اگر غور کرے تو دیکھے گا کہ کئی یہودی مال و دولت اور حسن و جمال میں اس سے بڑھے ہوئے ہیں، تو ایسے شرف پر افسوس ہے جس میں یہودی تم سے سبقت لے جائیں اور ایسے شرف پر بھی افسوس ہے جسے چور ایک لمحے میں لے جائیں اور اس کے بعد وہ شخص ذلیل اور مُفلِس ہو جائے۔[1] اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو مال و دولت کی وجہ سے پیدا ہونے والے تکبر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ ابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا: اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول۔﴾ آیت کے اس حصے کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے

[1] ......احياء علوم الدين، كتاب ذم الكبر والعجب، بيان الطريق فى معالجة الكبر واكتساب التواضع له، ۳/۴۴۴.

کہ اے قارون! تو اپنی صحت، قوت، جوانی اور دولت کو نہ بھول بلکہ تجھے ان کے ساتھ آخرت طلب کرنی چاہئے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی صحت، قوت جوانی اور دولت اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرکے ضائع نہیں کرنی چاہئے بلکہ انہیں اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں استعمال کرنا چاہئے اور اللّٰہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے ذریعے اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ’’سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو۔ **(1)** جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، **(2)** تندرستی کو بیماری سے پہلے، **(3)** دولت مندی کو ناداری سے پہلے، **(4)** فراغت کو مصروفیت سے پہلے، **(5)** زندگی کو موت سے پہلے۔[2]

قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْؕ اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًاؕ وَ لَا یُسْــٴَـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ(۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بولا یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللّٰہ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک فرمادیں جن کی قوتیں اس سے سخت تھیں اور جمع اس سے زیادہ اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (قارون نے) کہا: یہ تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللّٰہ نے اس سے پہلے وہ قومیں ہلاک فرمادیں جو زیادہ طاقتور اور زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے ان کے

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۷۷، ۳/ ۴۴۰.

2 ......مستدرک، کتاب الرقاق، نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس... الخ، ۵/ ۴۳۵، الحدیث: ۷۹۱۶.

گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں کی جاتی۔

﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ: کہا: یہ تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے۔﴾ قارون نے نصیحت کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے کہا: یہ مال تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ اس علم سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے توریت کا علم مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے علمِ کیمیا مراد ہے جو قارون نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حاصل کیا تھا اور اس کے ذریعے سے وہ (ایک نرم دھات) رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنالیتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے تجارت، زراعت اور پیشوں کا علم مراد ہے۔[1]

خود پسندی کی حقیقت اور اس کی مذمت

قارون کے ان جملوں میں خود پسندی کا عُنْصر بالکل واضح ہے۔ خود پسندی کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس بات کا اظہار کرے کہ اسے نیک عمل کی توفیق یا نعمت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز مثلاً نفس یا مخلوق سے حاصل ہوئی ہے۔ خود پسندی کی ضد احسان ہے اور احسان کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس بات کا اظہار کرے کہ اسے نیک عمل کی توفیق یا نعمت اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے حاصل ہوئی ہے۔[2]

یاد رہے کہ خود پسندی ایک ایسی باطنی بیماری ہے جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے محروم ہو جاتا ہے اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے محروم ہو جائے تو بہت جلد ہلاک و برباد ہو جاتا ہے۔ اس کی مذمت کے حوالے سے یہاں 4 اَحادیث اور بزرگانِ دین کے 2 اَقوال ملاحظہ ہوں۔

(1)...... حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ (1) بخل جس کی پیروی کی جائے۔ (2) نفسانی خواہشات جن کی اتباع کی جائے۔ (3) آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا۔[3]

(2)...... حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کوئی بندہ آسمان و زمین والوں کے عمل کے برابر نیکی اور تقویٰ لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

---

1 ...... روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ٧٨، ٦/٤٣١-٤٣٢، خازن، القصص، تحت الآیۃ: ٧٨، ٣/٤٤١، ملتقطاً.

2 ...... منہاج العابدین، العقبۃ السادسۃ، القادح الثانی: العجب، ص١٧٩.

3 ...... شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ١/٤٧١، الحدیث: ٧٤٥.

میں حاضر ہو اور اس میں یہ تین برائیاں ہوں (1) خود پسندی۔ (2) مومنوں کو ایذا دینا۔ (3) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ تو اس کے اعمال کا وزن ایک ذرے کے برابر بھی نہ ہوگا۔[1]

(3)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''خود پسندی اگر کسی مرد کی صورت میں ہوتی تو وہ انتہائی بدصورت مرد ہوتا۔[2]

(4)......حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''خود پسندی ستّر سال کے اعمال برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔[3]

(5)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''توفیق بہترین قائد ہے، حسنِ اخلاق بہترین دوست ہے، عقل بہترین ساتھی ہے، ادب بہترین میراث ہے اور خود پسندی سے زیادہ شدید کوئی وحشت نہیں۔[4]

(6)......حضرت یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''تم خود پسندی سے بچو کیونکہ یہ خود پسندی کرنے والے کو ہلاک کر دیتی ہے اور بے شک خود پسندی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔[5]

اللہ تعالیٰ ہمیں اس ہلاکت خیز باطنی مرض سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خود پسندی کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے امام غزالی کی مشہور تصنیف ''احیاء العلوم'' کی تیسری جلد اور ''منہاج العابدین'' سے ''عجب کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔[6]

﴿اَوَلَمْ یَعْلَمْ اور کیا اسے نہیں معلوم۔﴾ قارون کا خیال تھا کہ چونکہ میرے پاس علم، زر، زور، جتھا، جماعت بہت کافی ہے اس لئے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ مجھ پر عذابِ الٰہی آ سکتا ہے۔ اس کے اس خیال کی تردید اس آیت میں فرمائی گئی، کہ تجھ سے پہلے کے کفار تجھ سے زیادہ طاقتور، مالدار، ہنرمند اور جتھے والے تھے۔ مگر نبی کی مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آیا تو اسے کوئی دور نہ کر سکا تو تو کیوں اپنی قوت اور مال کی کثرت پر غرور کرتا ہے؟ کیا تو جانتا نہیں کہ اس کا

1......مسند الفردوس، باب العين، ٣/٣٦٤، الحديث: ٥١٠٢.

2......مسند الفردوس، باب العين، ٣/٣٤٠، الحديث: ٥٠٢٦.

3......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف العين، العجب، ٢/٢٠٥، الحديث: ٧٦٦٦، الجزء الثالث.

4......شعب الايمان، الثالث والثلاثون من شعب الايمان... الخ، فصل في فضل العقل، ٤/١٦١، الحديث: ٤٦٦١.

5......شعب الايمان، السابع والاربعون من شعب الايمان... الخ، فصل في الطبع على القلب، ٥/٤٥٢، روایت نمبر: ٧٢٤٨.

6......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ سے بھی یہ دونوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں، وہاں سے بھی خرید کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

انجام ہلاکت ہے؟

﴾وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ: اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں کی جاتی۔﴿ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مجرموں کو سزا دیتا ہے تو اسے ان کے گناہ دریافت کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ ان کا حال جانتا ہے۔ لہٰذا دوسرے وقت میں ان سے جو پوچھا جائے گا وہ معلومات کیلئے نہیں بلکہ ڈانٹ ڈپٹ کے لئے ہوگا۔[1]

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بیشک اس کا بڑا نصیب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ اپنی زینت میں اپنی قوم کے سامنے نکلا تو دنیاوی زندگی کے طلبگار کہنے لگے: اے کاش ہمیں بھی ایسا مل جاتا جیسا قارون کو ملا بیشک یہ بڑے نصیب والا ہے۔

﴾فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ: تو وہ اپنی زینت میں اپنی قوم کے سامنے نکلا۔﴿ منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہفتے کے دن قارون بہت جاہ وجلال سے اس طرح نکلا کہ خود سونے کی زین ڈالے ہوئے سفید رنگ کے خچر پر ارغوانی جوڑا پہنے سوار تھا اور اس کے ساتھ ہزاروں لونڈی غلام زیوروں سے آراستہ، ریشمی لباس پہنے اور سجے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب لوگوں نے اس کی اس زینت کو دیکھا تو ان میں سے جو دنیا میں رغبت رکھتے اور دُنْیَوی زندگی کے طلبگار تھے، وہ کہنے لگے: اے کاش ہمیں بھی ایسی شان وشوکت اور مال و دولت مل جاتی جیسی قارون کو دنیا میں ملی ہے۔ بیشک یہ بڑے نصیب والا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں دنیا میں رغبت رکھنے والوں سے بنی اسرائیل کے مسلمان مراد ہیں۔ ان کی یہ

1 ...... تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیة: ۷۸، ۹/۱۶، روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۷۸، ۶/۴۳۳، ملتقطاً۔

تمنا بشری تقاضے سے تھی اور یہ کفر یا گناہِ کبیرہ نہیں۔ [1]

خیال رہے کہ دُنْیَوی نعمتوں میں غِبطہ کرنا یعنی کسی کی دولت وغیرہ پر اس کے زوال کی خواہش کے بغیر رشک کرنا اور اس میں برابری کی تمنا کرنا بھی اس صورت میں منع ہے جب کہ دنیا یا مال کی محبت کے طور پر ہو، اگر ایسا نہیں تو یہ تمنا جائز ہے، البتہ حسد یعنی یہ تمنا کرنا کہ دوسرے سے نعمت زائل ہو کر اسے مل جائے، یہ مُطْلَقاً حرام ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تمہاری خرابی ہو، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس آدمی کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو دیا جائے گا جو صبر کرنے والے ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا۔﴾ یعنی بنی اسرائیل کے علماء جو کہ آخرت کے اَحوال کا علم رکھتے اور دنیا سے بے رغبت تھے، انہوں نے تمنا کرنے والوں سے کہا: اے دنیا کے طلبگارو! تمہاری خرابی ہو، جو آدمی ایمان لائے اور اچھے کام کرے اس کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ثواب اس دولت سے بہتر ہے جو دنیا میں قارون کو ملی اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔ یعنی نیک عمل کرنا صبر کرنے والوں ہی کا حصہ ہے اور اس کا ثواب وہی پاتے ہیں۔ [2]

---

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۷۹، ۶/۴۳۳، تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیة: ۷۹، ۹/۱۲، جلالین، القصص، تحت الآیة: ۷۹، ص۳۳۴، ملتقطاً۔

2 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۸۰، ۳/۴۴۱، روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۸۰، ۶/۴۳۴، ملتقطاً۔

معلوم ہوا کہ دنیاداروں کی دنیا کو لالچ کی نظر سے دیکھنا اور انہیں ملنے والی دنیا کی تمنا کرنا غافل لوگوں کا کام ہے جبکہ اہلِ علم حضرات دنیا سے بے رغبت رہتے ، آخرت میں ملنے والے ثواب پر نظر رکھتے اور یہ ثواب پانے کی امید رکھتے ہوئے نیک اعمال کرتے اور گناہوں سے باز رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی دنیا کے عیش وعشرت کے حصول کی تمنا کرنے کی بجائے اُخروی ثواب پانے کے لئے کوششیں کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں ۔لہٰذا عوام کو چاہئے کہ ایسی غفلت کا شکار ہونے سے بچیں اور اہلِ علم حضرات کو چاہئے کہ خود بھی زہد وتقویٰ کے پیکر بنیں اور عوام کو بھی اپنی اصلاح کی طرف راغب کرنے کی کوششیں کریں ۔اللّٰہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ق وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسادیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللّٰہ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسادیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللّٰہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود (اپنی) مدد کرسکا۔

﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ : تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسادیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسادیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللّٰہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے عذاب دور کر کے اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بدلہ لے سکا۔[1]

قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسانے کا واقعہ سیرت وواقعات بیان کرنے والے علماء نے یہ ذکر کیا ہے

[1]......مدارك، القصص، تحت الآية: ۸۱، ص ۸۸۱.

کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے جانے کے بعد قربانیوں کا انتظام حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سپرد کر دیا۔ بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس لاتے اور وہ ان قربانیوں کو مَذبَح میں رکھتے جہاں آسمان سے آگ اتر کر ان کو کھالیتی۔ قارون کو حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس منصب پر حسد ہوا اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی کی سرداری حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی، میں کچھ بھی نہ رہا حالانکہ میں توریت کا بہترین قاری ہوں، میں اس پر صبر نہیں کرسکتا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’یہ منصب حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو میں نے خود سے نہیں دیا بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے دیا ہے۔ قارون نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک آپ مجھے اس بات کا ثبوت نہ دکھا دیں۔ اس کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: ’’اپنی لاٹھیاں لے آؤ۔ وہ لاٹھیاں لے آئے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن سب کو اپنے خیمے میں جمع کیا اور رات بھر بنی اسرائیل ان لاٹھیوں کا پہرہ دیتے رہے۔ صبح کو حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عصا سرسبز وشاداب ہوگیا اور اس میں پتے نکل آئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’اے قارون! تو نے یہ دیکھا؟ قارون نے کہا: یہ آپ کے جادو سے کچھ عجیب نہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے رہے لیکن وہ آپ کو ہر وقت ایذا دیتا تھا اور اس کی سرکشی و تکبر اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ عداوت دم بدم ترقی پر تھی۔ ایک مرتبہ اس قارون نے ایک مکان بنایا جس کا دروازہ سونے کا تھا اور اس کی دیواروں پر سونے کے تختے نصب کئے، بنی اسرائیل صبح وشام اس کے پاس آتے، کھانے کھاتے، باتیں بناتے اور اُسے ہنسایا کرتے تھے۔

جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا تو اُس نے آپ سے طے کیا کہ درہم و دینار اور مویشی وغیرہ میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا، لیکن جب گھر جا کر اس نے حساب کیا تو اس کے مال میں سے اتنا بھی بہت کثیر ہوتا تھا، یہ دیکھ کر اس کے نفس نے اتنی بھی ہمت نہ کی اور اس نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو جمع کر کے کہا: تم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہر بات میں اطاعت کی، اب وہ تمہارے مال لینا چاہتے ہیں تو تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا: آپ ہمارے بڑے ہیں، جو آپ چاہیں حکم دیجئے۔ قارون نے کہا: فلانی بدچلن عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ مقرر کرو کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تہمت لگائے،

ایسا ہوا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ قارون نے اس عورت کو ہزار دینار، ایک ہزار درہم اور بہت سے وعدے کر کے یہ تہمت لگانے پر تیار کرلیا اور دوسرے دن بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا اور کہنے لگا: بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ انہیں وعظ ونصیحت فرمائیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے اور بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا: ’’اے بنی اسرائیل! جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، جو بہتان لگائے گا اسے 80 کوڑے لگائے جائیں گے اور جو زنا کرے گا اور اس کی بیوی نہیں ہے تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر بیوی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائے۔ یہ سن کر قارون کہنے لگا: یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ آپ ہی ہوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ قارون نے کہا: بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ’’اسے بلاؤ۔ وہ آئی تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’اس کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے اور توریت نازل کی، تو جو بات سچ ہے وہ کہہ دے۔ وہ عورت ڈر گئی اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر بہتان لگا کر انہیں ایذاء دینے کی جرأت اُسے نہ ہوئی اور اُس نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے توبہ کرنا بہتر ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کیا کہ جو کچھ قارون کہلانا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اُس نے آپ پر تہمت لگانے کے عِوَض میں میرے لئے کثیر مال مقرر کیا ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ربعَزَّوَجَلَّ کے حضور روتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے اور یہ عرض کرنے لگے: یارب! عَزَّوَجَلَّ، اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے، آپ اسے جو چاہیں حکم دیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: ’’اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھی اسی طرح رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا، لہٰذا جو قارون کا ساتھی ہو وہ اس کے ساتھ اس کی جگہ ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھی ہو وہ اس سے جدا ہو جائے۔ یہ سن کر سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے اور دو شخصوں کے علاوہ کوئی قارون کے ساتھ نہ رہا۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے، تو وہ لوگ گھٹنوں تک دھنس گئے۔ پھر آپ نے یہی فرمایا تو وہ کمر تک دھنس گئے۔ آپ یہی فرماتے رہے حتّٰی کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے۔ اب وہ بہت منتیں کرتے تھے اور قارون

آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسمیں اور رشتہ داری کے واسطے دیتا تھا، مگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس طرف توجہ نہ فرمائی یہاں تک کہ وہ لوگ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہوگئی۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ قیامت تک دھنستے ہی چلے جائیں گے۔ بنی اسرائیل نے قارون اور اس کے ساتھیوں کا حشر دیکھ کر کہا: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قارون کے مکان، اس کے خزانے اور اَموال حاصل کرنے کی وجہ سے اس کے لئے بددعا کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا مکان، اس کے خزانے اور اموال سب زمین میں دھنس گئے۔ (1)

وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُۚ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَاؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۠ (۸۲)

ع ۸/۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور کل جس نے اس کے مرتبہ کی آرزو کی تھی صبح کہنے لگے عجب بات ہے اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا اے عجب کافروں کا بھلا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور گزشتہ کل جو اس کے مقام و مرتبہ کی آرزو کرنے والے تھے وہ کہنے لگے: عجیب بات ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے اور تنگ فرما دیتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے۔

﴿وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ: اور گزشتہ کل جو اس کے مقام و مرتبہ کی آرزو کرنے والے تھے۔﴾ یعنی جو لوگ قارون کے مال و دولت دیکھ کر اس کے خواہش مند تھے، جب انہوں نے قارون کا عبرتناک انجام دیکھا تو وہ

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٨١، ٣/٤٤٢-٤٤٣، مدارك، القصص، تحت الآية: ٨١، ص ٨٨١، ملتقطاً.

اپنی اس آرزو پر نادم ہوکر کہنے لگے: عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ فرما دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی دولت عطا فرما کر ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی قارون کی طرح زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہیں ملتی۔ (1)

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم اُن کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کیلئے ہے۔

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ: یہ آخرت کا گھر۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آخرت کا گھر جنت جس کی خبریں تم نے سنیں اور جس کے اوصاف تم تک پہنچے، اس کا مستحق ہم ان لوگوں کو بناتے ہیں جو زمین میں نہ تو ایمان لانے سے تکبر کرتے ہیں اور نہ ایمان لانے والوں پر بڑائی چاہتے ہیں اور نہ ہی گناہ کر کے فساد چاہتے ہیں اور آخرت کا اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کیلئے ہے۔ (2)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تکبر کرنا اور فساد پھیلانا اتنے برے کام ہیں کہ ان کی وجہ سے بندہ جنت جیسی عظیم

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۸۲، ۶/۴۳۶، خازن، القصص، تحت الآیة: ۸۲، ۳/۴۴۳، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۸۳، ۶/۴۳۸، قرطبی، القصص، تحت الآیة: ۸۳، ۷/۲۴۰، الجزء الثالث عشر، ملتقطاً.

نعمت سے محروم رہ سکتا ہے جبکہ عاجزی و انکساری کرنا اور معاشرے میں امن وسکون کی فضا پیدا کرنا اتنے عظیم کام ہیں کہ ان کی بدولت بندہ جنت جیسی انتہائی عظمت وشان والی نعمت پا سکتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے قول اور فعل سے کسی طرح تکبر کا اظہار نہ کرے، یونہی معاشرے میں گناہ اور ظلم وزیادتی کے ذریعے فساد پھیلانے کی کوشش نہ کرے۔ حضرت عیاض بن حمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی (میں تم لوگوں کو حکم دوں) کہ انکساری کرو حتّٰی کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔[1]

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَاۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر ہے اور جو بدی لائے تو بدکام والوں کو بدلہ نہ ملے گا مگر جتنا کیا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے اور جو برائی لائے تو برا کام کرنے والوں کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا وہ کرتے تھے۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا: جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے۔﴾ یعنی قیامت کے دن جو شخص ایمان اور نیک اعمال لے کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو گا تو اس کے لئے اس نیکی سے بہتر بدلہ ہے کہ اسے ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملے گا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، پھر یہ ملنے والا ثواب دائمی ہے، کبھی فنا نہ ہو گا اور یہ ثواب اس کے خیال وگمان سے بالاتر ہو گا اور جو برے اعمال لے کر حاضر ہو گا تو برا کام کرنے والوں کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا وہ کرتے

1 ......مسلم، كتاب الجنّة و صفة نعيمها و اهلها، باب الصفات التى يعرف بها فى الدنيا اهل الجنّة ... الخ، ص ۱۵۳۳، الحديث: ٦٤(٢٨٦٥).

تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسے اس کے گناہوں کے مطابق ہی سزا ملے گی اس میں اضافہ نہ ہوگا۔ [1]

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر لے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو تم فرماؤ میرا رب خوب جانتا ہے اسے جو ہدایت لایا اور جو کھلی گمراہی میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ ضرور واپس لے جائے گا۔ تم فرماؤ: میرا رب خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ: بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک جس نے آپ پر قرآنِ مجید کی تلاوت اور تبلیغ کرنا اور اس کے اَحکام پر عمل کرنا لازم کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ مکہ مکرمہ میں ضرور واپس لے جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فتحِ مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں بڑی شان و شوکت، عزت و وقار اور غلبہ و اِقتدار کے ساتھ داخل کرے گا، وہاں کے رہنے والے سب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیرِ فرمان ہوں گے، شرک اور اس کے حامی ذلیل و رسوا ہوں گے۔

شانِ نزول: یہ آیتِ کریمہ جُحفَہ کے مقام پر اس وقت نازل ہوئی جب رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور آپ کو اپنے اور اپنے آباء کی ولادت گاہ مکہ مکرمہ کا شوق ہوا تو حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور انہوں نے عرض کی: کیا حضور کو اپنے شہر مکہ مکرمہ کا شوق ہے؟ ارشاد فرمایا: ''ہاں۔ انہوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا

---

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۸۴، ۶/۴۳۹۔

اِلٰى مَعَادٍ ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ ضرور واپس لے جائے گا۔

یاد رہے کہ اس آیت میں مذکور لفظ **"مَعَادٍ"** کی ایک تفسیر اوپر بیان ہوئی کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور بعض مفسرین نے اس سے موت، قیامت اور جنت بھی مراد لی ہے۔[1]

﴿قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ : تم فرماؤ: میرا رب خوب جانتا ہے۔﴾ **شانِ نزول:** آیتِ مبارکہ کا یہ حصہ ان کفارِ مکہ کے جواب میں نازِل ہوا جنہوں نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں **مَعَاذَ اللہ** یہ کہا: **"اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"** یعنی آپ ضرور کھلی گمراہی میں ہیں۔ ان کے جواب میں **اللہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے بھی خوب جانتا ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔ یعنی میرا رب عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ میں ہدایت لایا ہوں اور میرے لئے اس کا اجر و ثواب ہے جبکہ مشرکین کھلی گمراہی میں ہیں اور وہ سخت عذاب کے مستحق ہیں۔[2]

وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی تو تم ہرگز کافروں کی پشتی نہ کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمہاری طرف کوئی کتاب بھیجی جائے گی لیکن تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے تو تم ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا۔

﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ : اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمہاری طرف کوئی کتاب بھیجی جائے گی۔﴾

---

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۸۵، ص۸۸۲، خازن، القصص، تحت الآية: ۸۵، ۳/۴۴۳-۴۴۴، ملتقطاً.

2 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۸۵، ۳/۴۴۴، مدارك، القصص، تحت الآية: ۸۵، ص۸۸۳، ملتقطاً.

ممکن ہے کہ اس آیت کا ظاہری معنی مراد ہو، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے علاوہ کسی اور سبب سے قرآن مجید ملنے کی امید نہ رکھتے تھے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ کی طرف قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو آپ پہلے کی طرح اب بھی کافروں کے مددگار نہ ہونے پر قائم رہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں بظاہر خطاب حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہو اور مراد آپ کی امت ہو، یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو یہ توقّع نہ تھی کہ انہیں یہ کتاب عطا کی جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ان پر رحمت فرمائی اور ان کی طرف قرآن مجید جیسی عظیم الشّان کتاب بھیجی، تو اے بندے! جب تمہیں ایسی عظیم نعمت ملی ہے تو تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا بلکہ ان سے جدا رہنا اور ان کی مخالفت کرتے رہنا۔

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی نازل ہونے سے پہلے اپنی نبوت کی خبر تھی

یاد رہے کہ اس آیت سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وحی نازل ہونے سے پہلے اپنی نبوت سے خبردار نہیں تھے کیونکہ یہاں ظاہری اَسباب کے لحاظ سے وحی نازل ہونے کی امید کی نفی ہے اور کثیر دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ وحی نازل ہونے سے پہلے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی نبوت کی خبر رکھتے تھے، جیسے بحیرا راہب نے بچپن ہی میں آپ کی نبوت کی خبر دے دی تھی، نسطورا راہب نے جوانی میں آپ کی نبوت کی خبر دی اور حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت (اعلانِ نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا اور میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں۔'' [1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ ارشاد فرمایا: ''جس وقت حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روح اور جسم کے درمیان تھے۔'' [2]

1 ......مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم... الخ، ص۱۲۴۹، الحدیث: ۲(۲۲۷۷).

2 ......ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۵ / ۳۵۱، الحدیث: ۳۶۲۹.

ان تمام اَحادیث میں اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی نازل ہونے سے پہلے اپنے نبی ہونے کا علم تھا، لہٰذا یہ نظریہ ہرگز درست نہیں کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی نازل ہونے کے بعد اپنے نبی ہونے کا علم ہوا تھا۔

وَ لَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز وہ تمہیں اللہ کی آیتوں سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف اتاری گئیں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز وہ تمہیں اللہ کی آیتوں سے نہ روکیں اس کے بعد کہ وہ تمہاری طرف نازل کی جاچکی ہیں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ اور ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہونا۔

﴿ وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ: **اور ہرگز وہ تمہیں اللہ کی آیتوں سے نہ روکیں۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہاری طرف نازل ہوچکی ہیں تو اس کے بعد ہرگز تم قرآن مجید کے معاملے میں کفار کی گمراہ کُن باتوں کی طرف توجہ نہ کرنا اور انہیں ٹھکرا دینا اور تم مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دو اور ہرگز شرک کرنے والوں کی مدد اور موافقت کرکے ان میں سے نہ ہونا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب ظاہر میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہے اور اس سے مراد مومنین ہیں۔[1]

وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

ع ۹ وقف لازم ۱۲ الثلثة

1 ......جلالین، القصص، تحت الآیة: ۸۷، ص ۳۳٤، خازن، القصص، تحت الآیة: ۸۷، ۳/٤٤٤، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کی عبادت نہ کر، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کی عبادت نہ کر۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کر رہے تھے اسی طرح آئندہ بھی کرتے رہیں اور اسی پر قائم رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے معبود ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی بالذّات ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان اسی کا حکم نافذ ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ آخرت میں اسی کی طرف تمام لوگ پھیرے جائیں گے اور وہی اعمال کی جزا دے گا۔ یہاں بھی یہ ممکن ہے کہ بظاہر خطاب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہو اور سنایا امت کو جا رہا ہو۔

سورۂ عنکبوت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

اس سورت میں **7** رکوع، **69** آیتیں، **980** کلمے اور **4165** حروف ہیں۔ [2]

عربی میں مکڑی کو عنکبوت کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر **41** میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شرک کے بطلان پر عنکبوت یعنی مکڑی کی مثال دی ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ عنکبوت'' رکھا گیا ہے۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں توحید و رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر دلائل دیئے گئے ہیں اور مصیبت و آزمائش وغیرہ ہر حال میں ایمان پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتدائی آیات میں بتایا گیا کہ دنیا میں مسلمانوں کو سختیوں اور مصیبتوں کے ذریعے آزمایا جائے گا اور ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا گیا تھا۔

(2)......اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کا فائدہ اور ایمان قبول کر کے نیک اعمال کرنے کا صلہ بیان کیا گیا۔

(3)......والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی حد بیان کی گئی۔

(4)......یہ بتایا گیا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی آزمائش مسلمانوں کے مقابلے میں انتہائی سخت ہوتی ہے اور

1......خازن، تفسیر سورة العنكبوت، ۳/۴٤٤.

2......خازن، تفسیر سورة العنكبوت، ۳/۴٤٤.

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کے سامنے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے تاکہ یہ جان جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد فرمائی اور انہیں جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا۔

(5)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کرنے کے دوران اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل دیئے گئے۔

(6)......اہلِ کتاب اور مشرکین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے۔

(7)......کفار کے ظلم وستم کا شکار مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی ہدایت دی گئی اور ان کے لئے اجر وثواب بیان کیا گیا۔

سورۂ عنکبوت کی اپنے سے ماقبل سورت ''قصص'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قصص میں عاجزی کرنے والے متقی لوگوں کا اچھا انجام بیان کیا گیا اور سورۂ عنکبوت میں نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کا اچھا انجام بیان ہوا ہے۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قصص میں حشر کا انکار کرنے والوں کے قول کا رد کیا گیا اور سورۂ عنکبوت میں بھی حشر کا انکار کرنے والوں کا رد کیا گیا ہے۔ **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قصص میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے اور سورۂ عنکبوت میں مسلمانوں کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور اُن کی آزمائش نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم ''ایمان لائے'' اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟

﴿الٓمّٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے اور اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ : کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم ''ایمان لائے'' اور انہیں شدید تکالیف، مختلف اَقسام کے مَصائب، عبادات کے ذوق، شہوات کو ترک کرنے اور جان و مال میں طرح طرح کی مشکلات سے آزمایا نہیں جائے گا؟ انہیں ضرور آزمایا جائے گا تاکہ اُن کے ایمان کی حقیقت خوب ظاہر ہو جائے اور مخلص مومن اور منافق میں امتیاز ظاہر ہو جائے۔

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں،

(1)...... یہ آیت اُن حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام کا اقرار کرنے کے باوجود مکہ مکرمہ میں تھے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے اُنہیں لکھا کہ جب تک ہجرت نہ کرلو اس وقت تک محض اقرار کافی نہیں، اس پر اُن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور مدینہ منورہ جانے کے ارادے سے روانہ ہوئے، مشرکین اُن کے پیچھے لگ گئے اور اُن سے لڑائی کی، ان میں سے بعض حضرات شہید ہو گئے اور بعض بچ کر مدینہ منورہ آئے، اُن کے حق میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے مراد سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ، ولید بن ولید اور عمار بن یاسر وغیرہ ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے۔

(2)...... یہ آیتیں حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی وجہ سے ستائے جاتے تھے اور کفار انہیں سخت ایذائیں پہنچاتے تھے۔

(3)...... یہ آیتیں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے غلام حضرت مِہجع بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئیں، یہ بدر میں سب سے پہلے شہید ہوئے اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ''مِہجع شہداء کے سردار ہیں اور اس اُمت میں سے جنت کے دروازے کی طرف پہلے وہ پکارے جائیں گے۔'' ان کے والدین اور اُن کی بیوی کو ان کی شہادت کا بہت صدمہ ہوا تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل کی، پھر ان کی تسلی فرمائی۔[1]

مسلمانوں کا ان کی ایمانی قوت کے حساب سے امتحان ہوتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ان کی ایمانی قوت کے مطابق امتحان لینا، اللہ تعالٰی کا قانون ہے۔ بیماری، ناداری، غربت، مصیبت، یہ سب رب تعالٰی کی طرف سے آنے والی آزمائشیں ہیں جن سے مخلص اور منافق ممتاز ہو جاتے ہیں۔ یہاں آزمائشوں سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)...... حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بڑا ثواب، بڑی مصیبت کے ساتھ ہے اور جب اللہ تعالٰی کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے، پس جو اس پر راضی ہوا اس کے لئے اللہ تعالٰی کی رضا ہے اور جو ناراض ہوا اس کے لئے ناراضگی ہے۔''[2]

(2)...... حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی، پھر درجہ بدرجہ مُقَرَّب بندوں کی، آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے اور اگر دین میں کمزور ہو تو اس کے دین کے حساب سے آزمائش کی جاتی ہے۔ بندے کے ساتھ یہ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''[3]

اللہ تعالٰی ہمیں آزمائشوں پر صبر کرنے اور اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۲، ص۸۸٤، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲، ۳/٤٤٤-٤٤٥، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ٤/۱۷۸، الحديث: ۲٤۰٤.

3 ......ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ٤/۱۷۹، الحديث: ۲٤۰٦.

الْكٰذِبِيْنَ ③

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ان سے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا تو ضرور ضرور اللہ انہیں دیکھے گا جو سچے ہیں اور ضرور ضرور جھوٹوں کو (بھی) دیکھے گا۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے اس امت سے پہلے لوگوں کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالا لیکن وہ صدق و وفا کے مقام میں ثابت اور قائم رہے، تو ضرور ضرور اللہ تعالیٰ انہیں دیکھے گا جو اپنے ایمان میں سچے ہیں اور ضرور ضرور ایمان میں جھوٹوں کو بھی دیکھے گا اور ان میں سے ہر ایک کا حال ظاہر فرمادے گا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ تمام امتوں میں کئی حکمتوں اور مَصلحتوں کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ جاری رہا ہے کہ وہ ایمان والوں کو آزمائشوں میں مبتلا فرماتا ہے، لہٰذا اس کے برخلاف ہونے کی توقُّع رکھنا جائز نہیں اور یاد رہے کہ اس امت سے پہلے لوگوں پر انتہائی سخت آزمائشیں اور مصیبتیں آئی ہیں، لیکن پہلے لوگوں نے ان مصیبتوں اور آزمائشوں پر صبر کیا اور اپنے دین پر اِستقامت کے ساتھ قائم رہے، یونہی ہم پر بھی آزمائشیں اور مصیبتیں آئیں گی تو ہمیں بھی چاہیے کہ سابقہ لوگوں کی طرح صبر و ہمت سے کام لیں اور اپنے دین کے احکامات پر مضبوطی سے عمل کرتے رہیں۔ اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر پہلے لوگوں جیسی حالت نہ آئی۔ انہیں سختی اور شدت پہنچی اور انہیں زور سے ہلا ڈالا گیا

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٣، ص ٨٨٤-٨٨٥.

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ[1]

یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کہہ اُٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْاؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللہ والے تھے تو انہوں نے اللہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں کی وجہ سے نہ تو ہمت ہاری اور نہ کمزوری دِکھائی اور نہ (دوسروں سے) دبے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اور صحیح بخاری شریف میں ہے، حضرت خباب بن الارت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کعبہ شریف کے سائے میں اپنی چادر سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے کہ ہم نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، (ہم پر مصائب کی حد ہوگئی) آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے مدد کیوں طلب نہیں فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے کیوں دعا نہیں فرماتے؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’(یہ مصیبتیں صرف تم ہی برداشت نہیں کر رہے ہو بلکہ) تم سے پہلے لوگوں میں سے کسی شخص کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اس گڑھے میں اسے کمر تک گاڑ دیتے، پھر آری لا کر اس کے سر پر چلائی جاتی اور کاٹ کر اس کے دو حصے کر دیئے جاتے، بعض پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں جن سے ان کے گوشت اور ہڈیوں کو اکھیڑ کر رکھ دیا جاتا، اس کے باوجود وہ مومن اپنے دین پر ثابت قدم رہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ دین مکمل ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ اگر کوئی سوار صنعا سے حَضر مَوت تک سفر کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا اور نہ اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف ہو گا، لیکن تم جلد بازی سے کام لیتے ہو۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت عطا فرمائے اور اگر مَصائب وآلام آئیں تو ان پر صبر کرنے اور دینِ اسلام کے احکامات

1 ......بقرہ:٢١٤.
2 ......اٰل عمران:١٤٦.
3 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّة فی الاسلام، ٢/٥٠٣، الحدیث: ٣٦١٢.

پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَاؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا یہ سمجھے ہوئے ہیں وہ جو برے کام کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا (کیا) بُرے اعمال کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے؟ وہ کیا ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں۔

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا: یا برے اعمال کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے؟﴾ ارشاد فرمایا: جو لوگ شرک اور گناہوں میں مبتلا ہیں کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر کہیں نکل جائیں گے اور ہم انہیں ان کے اعمال کی سزا نہ دے سکیں گے، ایسا ہرگز نہ ہوگا اور وہ یہ سمجھ کر کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔[1]

مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جسے اللہ سے ملنے کی امید ہو تو بیشک اللہ کی میعاد ضرور آنے والی ہے اور وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو بیشک اللہ کا مقرر کیا ہوا وعدہ ضرور آنے والا ہے اور وہی سننے

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ٤، ٦/٤٤٧.

والا، جاننے والا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ: جواللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب لئے جانے سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب ملنے کی امید رکھتا ہے تو وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب اور عذاب کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہونے والا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اس کے لئے تیار رہے اور نیک اعمال کرنے میں جلدی کرے اور اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے اقوال کو سننے والا اور ان کے افعال کو جاننے والا ہے۔[1]

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کو کوشش کرتا ہے بیشک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوشش کرے تو اپنے ہی فائدے کیلئے کوشش کرتا ہے، بیشک اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ: اور جو کوشش کرے تو اپنے ہی فائدے کیلئے کوشش کرتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جنگ کر کے یا نفس و شیطان کی مخالفت کر کے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر صابر اور قائم رہ کر اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کوشش کرتا ہے کیونکہ اس کا نفع اور ثواب اسے ہی ملے گا، بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے اعمال اور عبادات سے بے پرواہ ہے اور اس کا بندوں کو کوئی حکم دینا اور کسی چیز سے منع فرمانا محض ان پر رحمت و کرم فرمانے کے لئے ہے۔[2]

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٥، ٣/٤٤٥.

2 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٦، ٣/٤٤٥، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ٦، ص٣٣٥، مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦، ص٨٨٥، ملتقطاً.

اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ہم ضرور اُن کی برائیاں اُتار دیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ضرور ان سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے اور ضرور انہیں ان کے اچھے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اِجمالی طور پر بیان کیا گیا کہ جو نیک عمل کرے تو اس کا فائدہ اسے ہی ہوگا اور اب یہاں سے نیک اعمال کرنے کا ایک فائدہ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ضرور نیکیوں کے سبب ان سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے اور ضرور انہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیں گے۔[1]

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًاؕ-وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَاؕ-اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہا نہ مان میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے تو میں بتا دوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔

1 ......تفسیر کبیر، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۷، ۹/۲۹، جلالین، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۷، ص ۳۳۵، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے (ہر) انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی اور (اے بندے!) اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تُو ان کی بات نہ مان۔ میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے تو میں تمہیں تمہارے اعمال بتادوں گا۔

﴿ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا: اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی۔ ﴾

شانِ نزول: یہ آیت اور سورۂ لقمان کی آیت نمبر 14 اور سورۂ اَحقاف کی آیت نمبر 15 حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں اور دوسری روایت کے مطابق حضرت سعد بن مالک زہری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ماں حمنہ بنتِ ابی سفیان بن امیہ بن عبدِ شمس تھی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سابقین اَوّلین صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے تھے اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسلام قبول کیا تو آپ کی والدہ نے کہا: تو نے یہ کیا نیا کام کیا! خدا کی قسم اگر تو اس سے باز نہ آیا تو نہ میں کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی یہاں تک کہ مرجاؤں اور یوں ہمیشہ کے لئے تیری بدنامی ہو اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے۔ پھر اس بڑھیا نے فاقہ کیا اور ایک دن رات نہ کھایا، نہ پیا اور نہ سائے میں بیٹھی، اس سے کمزور ہوگئی۔ پھر ایک رات دن اور اسی طرح رہی، تب حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُس کے پاس آئے اور آپ نے اُس سے فرمایا کہ اے ماں! اگر تیری 100 جانیں ہوں اور ایک ایک کرکے سب ہی نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین چھوڑنے والا نہیں، تو چاہے کھا، چاہے مت کھا۔ جب وہ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف سے مایوس ہوگئی کہ یہ اپنا دین چھوڑنے والے نہیں تو کھانے پینے لگی، اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور اگر وہ کفر و شرک کا حکم دیں تو نہ مانا جائے۔ (1)

کافر والدین کے حقوق سے متعلق 2 شرعی احکام

اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو ماں باپ کا مادری پدری حق ضرور ادا کرنا چاہئے اگرچہ وہ کافر ہوں۔ اسی مناسبت سے یہاں کافر والدین کے حقوق سے متعلق 2 شرعی احکام ملاحظہ ہوں۔

(1)......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۸، ۳/۴۴٦.

(1)......کافر والدین کا نفقہ بھی مسلمان اولاد پر لازم ہے۔

(2)......اگر کافر ماں باپ بت خانے وغیرہ سے گھر تک چھوڑنے کا کہیں تو انہیں گھر تک چھوڑے اور اگر وہ گھر سے بت خانے وغیرہ تک چھوڑنے کا کہیں تو انہیں نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ گھر تک چھوڑ نا گناہ نہیں اور بت خانے چھوڑ نا گناہ ہے۔[1]

شرعی احکام کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعی احکام کے مقابلے میں کسی رشتہ دار کا کوئی حق نہیں، لہٰذا اولاد پر لازم ہے کہ شریعت کی طرف سے اجازت کے بغیر صرف ماں باپ کے کہنے پر شرعی احکام مثلاً روزہ وغیرہ رکھنا نہ چھوڑے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اطاعتِ والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مُرتکبِ کبیرہ ہوں، ان کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے مگر اس کے سبب یہ اُمورِ جائزہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں ہوسکتا، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، **لَاطَاعَةَ لِاَحَدٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللهِ تَعَالٰی** (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی بھی شخص کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔)[2]

ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں ان سے بہ نرمی وادب گزارش کرے، اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کرسکتا بلکہ ان کے لئے دعا کرے، اور ان کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مُطْلَقاً کفر نہیں جب تک کہ حرامِ قطعی کو حلال جاننا یا حکمِ شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو، اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت کی جائے گی ہاں اگر **مَعَاذَاللّٰه** یہ انکار بروجہِ کفر ہو تو وہ مُرتد ہو جائیں گے، اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔[3]

شرعی احکام کے مقابلے میں ماں باپ کی اطاعت کے حوالے سے شرعی حکم اوپر بیان ہوا اور ان کے علاوہ دیگر افراد جیسے سیٹھ، افسر، حاکم وغیرہ سے متعلق بھی یہی حکم ہے کہ ان میں سے جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا کہے تو اس کی بات ہرگز نہیں مانی جائے گی، یہاں اسی سے متعلق تین اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پسندیدہ اور ناپسندیدہ تمام اُمور میں ہر مسلمان آدمی پر (امیر کی) بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا اس وقت تک

---

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۸، ۶/۴۵۰.

2 ......مسند امام احمد، مسند البصریین، بقیة حدیث الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللّٰہ عنہ، ۷/۳۶۳، الحدیث: ۲۰۶۷۹.

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۵/۲۰۴-۲۰۵۔

ضروری ہے جب تک وہ گناہ کا حکم نہ دے اور اگر وہ گناہ کا حکم دے تو نہ اس کی سنی جائے اور نہ اطاعت کی جائے۔[1]

(2)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’گناہ کے کاموں میں کسی کا حکم نہیں مانا جاتا بلکہ اطاعت تو نیک کاموں میں ہے۔[2]

(3)......حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔[3]

افسوس! فی زمانہ اس حوالے سے مسلمانوں کی صورتِ حال انتہائی نازک ہے اور دُنْیَوی مَنفعت کے حصول اور دنیا کے نقصان سے بچنے کی خاطر اپنے سیٹھ، افسر، حاکم اور دیگر لوگوں کی وہ باتیں بے دھڑک مانتے چلے جاتے ہیں جن میں اللّٰہ تعالٰی اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کا حکم دیا گیا ہوتا ہے۔ اللّٰہ تعالٰی انہیں عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے میں مخلوق کی اطاعت کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

﴿وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ: اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ حقیقت میں اللّٰہ تعالٰی کا کوئی شریک نہیں ہے اس لئے علم اور تحقیق کی بنا پر تو کوئی بھی کسی کو اللّٰہ تعالٰی کا شریک مان ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کا شریک ہونا محال ہے اور جہاں تک علم کے بغیر محض کسی کے کہنے سے اللّٰہ تعالٰی کا شریک ماننے کا معاملہ ہے تو جس چیز کا علم نہ ہو اسے کسی کے کہنے سے مان لینا تقلید ہے اور توحید کے قطعی دلائل ہوتے ہوئے محض تقلید سے کسی کو اللّٰہ تعالٰی کا شریک مان لینا انتہائی مذموم اور قبیح ہے، لہٰذا اس میں کسی کی بھی بات نہیں مانی جائے گی حتّٰی کہ والدین کی بھی اس معاملے میں ہرگز اطاعت نہیں کی جائے گی۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ﴿۹﴾

1 ......بخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعة للامام ما لم تکن معصیة، ٤/٤٥٥، الحدیث: ٧١٤٤.

2 ......بخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق... الخ، ٤/٤٩٢، الحدیث: ٧٢٥٧.

3 ......معجم الکبیر، عمران بن حصین یکنی ابا نجید... الخ، ھشام بن حسان عن الحسن عن عمران، ١٨/١٧٠، الحدیث: ٣٨١.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ضرور ہم اُنہیں نیکوں میں شامل کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ضرور ہم انہیں نیک بندوں میں داخل کریں گے۔

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ہم انہیں نیک بندوں کے زُمرہ میں داخل کریں گے اور ان کا حشر نیک بندوں کے ساتھ فرمائیں گے۔ یہاں صالحین سے مراد اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ ہیں۔ [1]

قیامت کے دن نیک بندوں کے ساتھ حشر

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کا حشر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ ہو اور اس دن اسے نیک بندوں کی مَعِیَّت نصیب ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے توحید و رسالت پر ایمان لائے اور پھر نیک اعمال کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قیامت کے دن نیک بندوں کے گروہ میں داخل فرما دے گا اور ان کے ساتھ ہی اس کا حشر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِؕ وَلَىٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْؕ اَوَ لَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کی راہ میں اُنہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر تمہارے رب کے پاس سے مدد آئے تو ضرور کہیں گے ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو کچھ جہاں بھر کے دلوں میں ہے۔

[1]......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۹، ۶/۴۵۲۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللّٰہ پر ایمان لائے پھر جب اللّٰہ (کی راہ) میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنے کو اللّٰہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر تمہارے رب کے پاس سے کوئی مدد آجائے تو ضرور کہیں گے ہم یقیناً تمہارے ساتھ تھے۔ کیا اللّٰہ اسے خوب نہیں جانتا جو تمام جہان والوں کے دلوں میں ہے؟

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ: اور لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللّٰہ پر ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مخلص ایمان والوں اور کھلے کافروں کا ذکر ہوا اور ان کے احوال بیان کئے گئے اور اب یہاں سے ان لوگوں کا حال بیان کیا جارہا ہے جو نہ مخلص ایمان والے ہیں اور نہ کھلے کافر بلکہ منافق ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لائے، پھر جب اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے جیسے کفار کا ستانا تو وہ لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّت کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور جیسا اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے تھا ایسا مخلوق کی ایذا سے ڈرتے ہیں، حتّٰی کہ اس کی وجہ سے ایمان ترک کر دیتے اور کفر اختیار کر لیتے ہیں اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے کوئی مدد آجائے مثلاً مسلمانوں کو فتح نصیب ہو یا انہیں دولت ملے تو وہ لوگ ضرور کہیں گے: ہم یقیناً ایمان اور اسلام میں تمہارے ساتھ تھے اور تمہاری طرح دین پر ثابت وقائم تھے تو ہمیں بھی اس میں شریک کرو۔ کیا اللّٰہ تعالیٰ اسے خوب نہیں جانتا جو کفر یا ایمان تمام جہان والوں کے دلوں میں ہے؟ کیوں نہیں! اللّٰہ تعالیٰ کو لوگوں کے دلوں میں موجود کفر اور ایمان اچھی طرح معلوم ہے اور وہ ان منافقوں کے نفاق کو بھی جانتا ہے۔[1]

وَ لَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور اللّٰہ ظاہر کردے گا ایمان والوں کو اور ضرور ظاہر کردے گا منافقوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ضرور اللّٰہ ایمان والوں کو ظاہر کردے گا اور ضرور منافقوں کو ظاہر کردے گا۔

﴿وَ لَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور ضرور اللّٰہ ایمان والوں کو ظاہر کردے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں

[1] ......خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۱۰، ۳/۴۴۶، مدارك، العنکبوت، تحت الآیة: ۱۰، ص۸۸۶، ملتقطاً.

کوظاہر کردے گا جوصدق اور اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اور آزمائش ومصیبت میں اپنے ایمان اور اسلام پر ثابت و قائم رہے اور ان لوگوں کو بھی ظاہر کردے گا جو منافق ہیں اور انہوں نے مصیبت کی وجہ سے اسلام ترک کر دیا اور دونوں فریقوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔[1]

مصائب و آلام میں ایمان پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب

اس آیت میں ہر مسلمان کے لئے یہ تنبیہ ہے کہ وہ دین کی وجہ سے آنے والی اَذِیَّتوں اور تکلیفوں پر صبر کرے اور مصائب وآلام کی وجہ سے سرمایۂ آخرت یعنی ایمان کو ہرگز ضائع نہ کردے بلکہ اپنے ایمان اور اسلام پر ثابت قدم رہے اور اپنی اس قیمتی ترین دولت کی بھرپور حفاظت کرے۔ ایسی حالت میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ کائنات کے سردار، دو عالَم کے تاجدار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو راہِ خدا میں آنے والی تکلیفوں اور ان پر اُن عظیم ہستیوں کے صبر کرنے کو یاد کرے تاکہ دل کو تسلی ہو، تکلیفوں پر صبر کرنا آسان ہو اور ایمان واسلام پر ثابت قدمی نصیب ہو۔ ترغیب کے لئے یہاں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے مخلص اور جاں نثار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو راہِ خدا میں آنے والی تکالیف کی جھلک اور ان کے صبر کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ کفارِ مکہ خاندانِ بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قتل تو نہیں کر سکے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑنے لگے، چنانچہ یہ لوگ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کاہن، جادوگر، شاعر اور مجنون ہونے کا ہر کوچہ وبازار میں زوردار پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے شریر لڑکوں کا غول لگا دیا جو راستوں میں آپ پر پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا مچا کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوپر پتھر پھینکتے۔ کبھی کفارِ مکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے راستوں میں کانٹے بچھاتے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک جسم پر نجاست ڈال دیتے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دھکا دیتے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مقدس اور نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔ جب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو یہ کفار قرآن اور قرآن کو لانے

[1] ......حازن، العنكبوت، تحت الآية: ١١، ٣/٤٤٦، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ١١، ص٣٣٥، ملتقطاً.

والے یعنی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اور قرآن کو نازل فرمانے والے یعنی اللہ تعالیٰ کو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو گالیاں دیتے اور گلی کوچوں میں پہرہ بٹھا دیتے تاکہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے اور تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر اس قدر شور و غُل مچاتے کہ قرآن کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی تھی۔حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب کہیں کسی عام مجمع میں یا کفار کے میلوں میں قرآن پڑھ کر سناتے یا دعوتِ ایمان کا وعظ فرماتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چچا ابولہب آپ کے پیچھے چلا چلا کر کہتا جاتا تھا کہ اے لوگو! یہ میرا بھتیجا جھوٹا ہے، یہ دیوانہ ہو گیا ہے، تم لوگ اس کی کوئی بات نہ سنو، (مَعَاذَاللہ)۔ایک مرتبہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ''ذوالمجاز'' کے بازار میں دعوتِ اسلام کا وعظ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے اور لوگوں کو کلمۂ حق کی دعوت دی تو ابوجہل آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُھول اڑاتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے لوگو! اس کے فریب میں مت آنا، یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات وعُزّیٰ کی عبادت چھوڑ دو۔

حضور رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفارِ مکہ نے ایسے ایسے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے کہ مکہ کی زمین بلبلا اُٹھی۔ یہ آسان تھا کہ کفارِ مکہ ان مسلمانوں کو ایک دم قتل کر ڈالتے مگر اس سے ان کافروں کے جوشِ انتقام کا نشہ نہیں اتر سکتا تھا کیونکہ کفار اس بات میں اپنی شان سمجھتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اتنا ستاؤ کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر پھر شرک و بت پرستی کرنے لگیں، اس لئے قتل کر دینے کی بجائے کفارِ مکہ مسلمانوں کو طرح طرح کی سزاؤں اور ایذا رسانیوں کے ساتھ ستاتے تھے اور کفارِ مکہ نے ان غریب مسلمانوں پر بے پناہ مَظالم ڈھائے اور ایسے ایسے روح فَرسا اور جاں سوز عذابوں میں مبتلا کیا کہ اگر ان مخلص مسلمانوں کی جگہ پہاڑ بھی ہوتا تو شاید ڈگمگانے لگتا۔صحرائے عرب کی تیز دھوپ میں جب کہ وہاں کی ریت کے ذرات تنور کی طرح گرم ہو جاتے، اس وقت ان مسلمانوں کی پشت کو کوڑوں کی مار سے زخمی کر کے اس جلتی ہوئی ریت پر پیٹھ کے بل لٹاتے اور سینوں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیتے کہ وہ کروٹ نہ بدلنے پائیں، لوہے کو آگ میں گرم کر کے ان سے ان مسلمانوں کے جسموں کو داغتے، پانی میں اس قدر ڈبکیاں دیتے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا، چٹائیوں میں ان مسلمانوں کو لپیٹ کر ان کی ناکوں میں دھواں دیتے جس سے سانس لینا مشکل ہو جاتا اور وہ کَرب و بے چینی سے بدحواس ہو جاتے۔الغرض سنگدل، بے رحم اور درندہ صفت کافروں نے ان غریب وبیکس مسلمانوں پر جبر و اِکراہ اور ظلم وستم کی کوئی صورت باقی نہیں چھوڑی مگر ایک بھی مخلص

مسلمان کے پائے اِستقامت میں ذرہ برابر تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آزمائشوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر مسلمانوں سے بولے ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ اُن کے گناہوں میں سے کچھ نہ اٹھائیں گے بیشک وہ جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے مسلمانوں سے کہا: ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ جھوٹے ہیں۔

﴾وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اور کافروں نے مسلمانوں سے کہا۔﴿ کفارِ مکہ نے قبیلہ قریش میں سے ایمان لانے والوں سے کہا تھا کہ تم ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا دین اختیار کرو، تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مصیبت پہنچے گی اس کے ہم ذمہ دار ہیں اور تمہارے گناہ ہماری گردن پر یعنی اگر ہمارے طریقہ پر رہنے سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری گرفت فرمائی اور عذاب کیا تو تمہارا عذاب ہم اپنے اوپر لے لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کی انتہائی نفیس تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وقت آنے پر وہ لوگ ان کے گناہوں میں سے کچھ بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ اپنی بات میں جھوٹے ہیں۔[1]

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۱۲، ۳/۴٤٦.

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جو کچھ بہتان اٹھاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے اور ضرور ان سے قیامت کے دن ان کے بہتانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا کہنے والے کفار کا اپنا یہ حال ہوگا کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں اور کفر وگمراہی کا بوجھ اٹھائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ جن لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا تھا ان کے گناہوں کا بوجھ بھی یہی لوگ اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ضرور ان سے ان کے بہتانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ انہوں نے یہ بہتان کیوں تراشے اور کس دلیل کی وجہ سے انہوں بہتان لگائے۔ یاد رہے کہ کافروں کے اعمال اور بہتان سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اس کے باوجود کافروں سے جو سوال ہوگا وہ معلومات حاصل کرنے کے لئے نہ ہوگا بلکہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنے کیلئے ہوگا۔

دوسروں کو گمراہ کرنے والوں کا انجام

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو خود گمراہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہو تو اسے اپنی گمراہی کا گناہ اور اس کی سزا تو ملے گی البتہ اس کے ساتھ ان لوگوں کی گمراہی کا گناہ اور سزا بھی اسے ملے گی جنہیں اس نے گمراہ کیا تھا اور گمراہ ہونے والوں کے اپنے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ حضرت جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کا بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے اپنے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان کا بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں اور ان عمل

کرنے والوں کے اپنے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ آئے گی۔[1]

اس سے ان لوگوں کو عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کی بڑی ضرورت ہے جو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی گناہوں میں مبتلا ہونے کے مواقع فراہم کرتے اور انہیں طرح طرح کے دُنْیَوی مَنافع اور فوائد بتا کر گناہوں کی ترغیب دیتے ہیں اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًاؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا تو اُنہیں طوفان نے آلیا اور وہ ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے پھر اس قوم کو طوفان نے پکڑ لیا اور وہ ظالم تھے۔

﴾وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔﴿ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ نے چند انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے ہیں اور ان سے مقصود حضور پُر نور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو ان تکلیفوں اور اَذِیَّتوں پر تسلی دینا ہے جو کفارِ مکہ کی طرف سے آپ کو پہنچا کرتی تھیں، اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا گیا، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہم نے آپ سے پہلے حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار (یعنی 950) سال رہے، اس پوری مدت میں انہوں نے قوم کو توحید اور ایمان کی دعوت دینے کا عمل جاری رکھا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی سختیوں اور ایذاؤں پر صبر کیا، جب وہ قوم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی اور مسلسل تکذیب

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشقّ تمرۃ... الخ، ص۵۰۸، الحدیث: ۶۹(۱۰۱۷).

کرتی رہی تو اس قوم کو طوفان کے عذاب نے پکڑ لیا اور وہ غرق کر دیئے گئے اور وہ شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کچھ غم نہ کریں اور اس بات کو سامنے رکھیں کہ حضرت نوح نے 950 برس تک تبلیغ فرمائی، لیکن اس طویل مدت میں ان کی قوم کے بہت کم لوگ ایمان لائے جبکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی کم مدت کی دعوت سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد ایمان سے مشرف ہو چکی ہے۔[1]

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اُسے اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہاں کے لیے نشانی کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے نوح اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہاں کے لیے نشانی بنا دیا۔

﴿ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ: تو ہم نے نوح اور کشتی والوں کو بچالیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر طوفان کا عذاب آیا تو ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان لوگوں کو ڈوبنے سے بچالیا جو کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھے اور اس کشتی کو ہم نے سارے جہاں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانی بنا دیا تاکہ اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اِستدلال کر سکیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ کشتی طویل عرصے تک جودی پہاڑ پر باقی رہی۔[2]

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو اور اس سے ڈرو اس میں تمہارا بھلا ہے اگر تم جانتے۔

1 ......البحر المحيط، العنكبوت، تحت الآية: ١٤، ٧/١٤٠، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ١٤، ٣/٤٤٧، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ١٥، ٦/٤٥٦، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ١٥، ٣/٤٤٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ابراہیم کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

﴿وَ اِبْرٰهِیْمَ: اور ابراہیم کو۔﴾ یہاں سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینے کے لئے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا تھا، جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کے معاملے میں اس سے ڈرو، اگر تم اچھے اور برے میں تمیز کرنا جانتے ہو تو سن لو! یہ عبادت اور ڈرنا تمہارے لئے اس کفر سے بہتر ہے جسے تم اختیار کئے ہوئے ہو اور اپنے گمان میں اسے صحیح سمجھ رہے ہو۔[1]

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم تو اللہ کے سوا بُتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گڑھتے ہو بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔ اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہونچا دینا۔

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۱۶، ۶/۴۵۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو۔ بے شک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے روزی کے کچھ مالک نہیں تو تم اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بنو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ تو صرف صاف پہنچا دینا ہے۔

﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا: تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ’’تم تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں کو پوجتے ہو اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہہ کر نرا جھوٹ گھڑتے ہو۔ بے شک تم اللہ تعالیٰ کی بجائے جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے تو تم اللہ تعالیٰ سے اپنا رزق طلب کرو کیونکہ وہی رزق دینے والا اور ہر ایک تک اس کی روزی پہنچانے کی قدرت رکھنے والا ہے اور صرف اسی کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی معبود ہونے کا مستحق نہیں اور اس کے شکر گزار بنو کیونکہ وہی تمہیں رزق عطا فرما کر تم پر احسان فرماتا ہے، اور یاد رکھو کہ آخرت میں اسی کی طرف تم دوبارہ زندہ کر کے لوٹائے جاؤ گے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کر کے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرو اور اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے اور میری بات نہ مانو گے تو اس سے میرا کوئی نقصان نہیں، میں نے راہ دکھا دی اور معجزات پیش کر دیئے جس سے میرا فرض ادا ہو گیا، اس پر بھی اگر تم نہ مانو تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ اپنے اَنبیاء اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلا چکے ہیں جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور عاد و ثمود وغیرہ، ان کے جھٹلانے کا انجام یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور اگر تم بھی اُسی رَوِش پر قائم رہے تو تمہارا انجام بھی اُنہی جیسا ہو گا۔ (1)

اَوَلَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾

---

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۱۷-۱۸، ۳/۴۴۷-۴۴۸، مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۱۷-۱۸، ص۸۸۸، روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ۱۷-۱۸، ۶/۴۵۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا اللہ کیونکر خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اُسے دوبارہ بنائے گا بیشک یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ پیدا کرنے کی ابتداء کیسے کرتا ہے؟ پھر وہ اسے دوبارہ بنائے گا بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا : اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔﴾ ممکن ہے کہ اس آیت سے لے کر آیت نمبر 23 تک کا کلام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے بارے میں ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کے دوران ان آیات میں کفارِ مکہ کو نصیحت کی گئی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہو۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے کی ابتداء کیسے کرتا ہے کہ پہلے انسان کو نطفہ بناتا ہے، پھر جمے ہوئے خون کی صورت دیتا ہے، پھر گوشت کا ٹکڑا بناتا ہے اس طرح درجہ بدرجہ اس کی تخلیق کو مکمل کرتا ہے، پھر آخرت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ بنائے گا بیشک پہلی بار پیدا کرنا اور مرنے کے بعد پھر دوبارہ بنانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ (1)

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۚ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ زمین میں سفر کرکے دیکھو اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے پھر اللہ دوسری اُٹھان اُٹھاتا ہے بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو کہ اللہ نے پہلے کیسے بنایا؟ پھر اللہ دوسری مرتبہ پیدا فرمائے گا۔

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ١٩، ٣/٤٤٨.

بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یا اے حضرت ابراہیم! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ کافروں سے فرمادیں: تم زمین میں چل کر سابقہ قوموں کے شہروں اور آثار کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پہلے کیسے بناتا، پھر موت دیتا ہے تاکہ تم مشاہدہ کر کے اللہ تعالیٰ کی فطرت کے عجائبات کی معرفت حاصل کرسکو نیز جب یہ معلوم ہے کہ پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا تو معلوم ہوگیا کہ اس خالق کا مخلوق کو موت دینے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی دشوار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے تو وہ پہلی بار پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔(1)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے اس کی قدرت کے نظاروں جیسے دریاؤں، پہاڑوں اور زمین کے دیگر عجائبات کی سیر کرنا بھی عبادت ہے۔

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہے اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔ اور نہ تم زمین میں قابو سے نکل سکو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا اور نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ اور نہ تم زمین میں (ہمیں) عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ مددگار۔

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۲۰، ص۸۸۹، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲۰، ۳/۴۴۸، ملتقطاً.

﴿یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ: وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے عدل کی وجہ سے جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور اپنے فضل کی بناء پر جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اے لوگو! تم قیامت کے دن اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کے حساب سے سزا یا جزا جو چاہے دے گا۔[1]

﴿وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ: اور نہ تم زمین میں (ہمیں) عاجز کرنے والے ہو۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے کافرو! نہ تم زمین میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں، الغرض اس سے بچنے اور بھاگنے کی کہیں کوئی جگہ نہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ نہ زمین والے اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا سے کہیں بھاگ سکتے ہیں اور نہ آسمان والے ایسا کر سکتے ہیں۔[2]

﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ: اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ مددگار۔﴾ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیتوں میں خطاب کفار سے ہوتا ہے کہ اے کافرو! تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ کوئی مددگار جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے یا ایسی آیات میں یہ مراد ہوتا ہے کہ اے لوگو! تمہارا کوئی ایسا حمایتی یا مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری حمایت اور مدد کر سکے۔ ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے مددگار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اجازت اور عطا سے ان کی مدد اور شفاعت فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآىٕهٖۤ اُولٰٓىٕكَ یَىٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے میری آیتوں اور میرے ملنے کو نہ مانا وہ ہیں جنہیں میری رحمت کی آس نہیں اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

---

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲۱، ۳/۴۴۸، روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ۲۱، ۶/۴۵۹، ملتقطاً.

2 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۲۲، ص۸۸۹، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲۲، ۳/۴۴۸، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کیا وہ وہی لوگ ہیں جو میری رحمت سے مایوس ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖ: اور وہ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کیا۔ ﴾ یعنی جو لوگ قرآنِ مجید اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان نہ لائے وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں اور وہ اپنے کسی نیک عمل کی جزاء وثواب کے قائل نہیں کیونکہ جب وہ قیامت اور جنت کے ہی منکر ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جزاء کے قائل کیسے ہوسکتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی قوم کو کچھ جواب بن نہ آیا مگر یہ بولے اُنہیں قتل کر دو یا جلا دو تو اللہ نے اُسے آگ سے بچالیا بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ابراہیم کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا: انہیں قتل کردو یا جلا دو تو اللہ نے انہیں آگ سے بچالیا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں۔

﴿ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا: تو ابراہیم کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا۔ ﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل قائم کئے اور نصیحتیں فرمائیں تو اس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا: انہیں قتل کردو یا جلا دو۔ یہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا یا سرداروں نے اپنی پیروی کرنے والوں سے کہا، بہرحال کچھ کہنے والے تھے اور کچھ اس پر راضی ہونے والے اس لئے وہ سب کہنے والوں کے حکم میں ہیں۔ ان سب نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جلانے پر اتفاق کرلیا اور جب انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ٹھنڈا کر کے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

وَالسَّلام کے لئے سلامتی والی بنا کر انہیں بچالیا۔ بیشک جو اللہ تعالٰی نے کیا اس میں ایمان والوں کیلئے اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی ضرور عجیب عجیب نشانیاں ہیں، جیسے آگ کا اس کثرت کے باوجود اثر نہ کرنا اور سرد ہو جانا اور اس جگہ گلشن پیدا ہو جانا اور یہ سب پل بھر سے بھی کم وقفے میں ہونا وغیرہ۔[1]

وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًاۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا٘ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَۗۙ(۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم نے فرمایا تم نے تو اللہ کے سوا یہ بُت بنالیے ہیں جن سے تمہاری دوستی یہی دنیا کی زندگی تک ہے پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کے ساتھ کفر کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت ڈالے گا اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم نے فرمایا: تم نے تو دنیاوی زندگی میں اپنی آپس کی دوستی کی وجہ سے اللہ کے سوا یہ بت (معبود) بنالئے ہیں پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَقَالَ: اور ابراہیم نے فرمایا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سلامتی کے ساتھ آگ سے باہر تشریف لے آئے تو آپ نے کفار سے فرمایا کہ ’’تم نے (کسی دلیل کے بغیر صرف) بتوں سے دوستی کی وجہ سے انہیں اپنا معبود تو بنا لیا لیکن یاد رکھو تمہاری یہ محض نام کی ظاہری دوستی بھی صرف دنیا کی زندگی تک رہے گی، پھر قیامت کے دن تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم اپنے معبودوں کا انکار کر دو گے اور تمہارے معبود تمہاری عبادت کا انکار کر دیں گے، تم ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کرو گے، بت کہیں گے کہ تم لوگوں نے میری

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٢٤، ص٨٨٩، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ٢٤، ص٣٣٧، ملتقطاً.

عبادت کر کے مجھے جہنم میں ڈلوا دیا اور تم کہو گے کہ ہمیں اپنی عبادت کے ذریعے گمراہ کر کے تم نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا، تم لعن طعن کے ذریعے ایک دوسرے کو دور کرنے کی کوشش کرو گے لیکن دور نہ ہو گے بلکہ جس طرح دنیا میں اکھٹے تھے اسی طرح جہنم میں بھی اکھٹے کر دیئے جاؤ گے اور جہنم کی آگ تمہاری آگ کی طرح نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات دی اور میری مدد فرمائی بلکہ تم جہنم کی آگ میں ہی رہو گے اور اس میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سلامتی کے ساتھ آگ سے باہر تشریف لے آئے تو آپ نے کفار سے فرمایا: ’’میں نے تمہارے سامنے تمہارے مذہب کا باطل ہونا بیان کیا اور تم سے اس کا کوئی جواب بھی نہ بن پڑا، پھر بھی تمہارا بتوں کی پوجا پر قائم رہنا صرف اندھی تقلید ہے کیونکہ تم آپس میں ایک دوسرے سے دوستی اور محبت رکھتے ہو اس لئے تم میں سے کوئی نہیں چاہتا کہ وہ سیرت اور طریقے میں اپنے دوست سے جدا ہو یا تمہاری اور تمہارے آباء واَجداد کے مابین دوستی ہے، تم ان کے وارث ہوئے، تم نے ان کے عقیدے کو اختیار کر لیا اور ان کی جہالت و گمراہی کو مضبوطی سے تھام لیا ،لیکن یاد رکھو کہ تمہاری یہ دوستی اس فانی دنیا تک ہی محدود رہے گی پھر قیامت کے دن تمہارا حال یہ ہوگا کہ سردار اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ ہم تمہیں نہیں پہچانتے اور پیروکار اپنے سرداروں پر لعنت کرنے لگیں گے اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ وہ تمہیں جہنم سے نکال دے جس طرح مجھے تمہاری بھڑکائی ہوئی آگ سے نکالا گیا۔ [1]

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تو لوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں بیشک وہی عزت وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ابراہیم کی تصدیق لوط نے کی اور ابراہیم نے فرمایا: میں اپنے رب کی (سرزمین شام کی) طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بیشک وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ: **تو ابراہیم کی تصدیق لوط نے کی۔**﴾ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1 ......تفسیر کبیر، العنکبوت، تحت الآیۃ: ٢٥، ٩/٤٦، جلالین مع جمل، العنکبوت، تحت الآیۃ: ٢٥، ٦/٦٨، ملتقطاً.

آگ سے صحیح سلامت تشریف لائے تو آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی ، آپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہیں ۔ یاد رہے کہ یہاں ایمان سے رسالت کی تصدیق ہی مراد ہے کیونکہ اصل توحید کا اعتقاد تو اُن کو ہمیشہ سے حاصل ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمیشہ ہی مومن ہوتے ہیں اور کسی حال میں ان سے کفر کا تصور تک نہیں کیا سکتا۔ [1]

﴿وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ: اور ابراہیم نے فرمایا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں ۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آگ سے صحیح سلامت تشریف لانے اور اتنا عظیم الشّان معجزہ دیکھنے کے باوجود آپ کی قوم ایمان نہ لائی اور کفر و شرک پر بضد رہی تو آپ نے اس جگہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے عراق سے سرزمینِ شام کی طرف ہجرت فرمائی ، اس ہجرت میں آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے ۔ [2]

آیت ”وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے :

(1)...... بوقتِ حاجت ہجرت کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے ۔

(2)...... ایسی جگہ چلا جانا جہاں اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کرنے میں کوئی روک ٹوک نہ ہو ، دراصل اللّٰہ تعالٰی کی طرف جانا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالٰی جگہ سے پاک ہے تو اس کے حق میں یہاں وہاں سب برابر ہے ۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور

---

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٢٦، ٣/٤٤٩ .

2 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٢٦، ٣/٤٤٩ .

ہم نے دنیامیں اس کا ثواب اُسے عطا فرمایا اور بیشک آخرت میں وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا اور بیشک وہ آخرت میں (بھی) ہمارے خاص قرب کے لائق بندوں میں ہوگا۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ: اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے مزید وہ انعامات بیان فرمائے جو اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا فرمائے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کہ آپ کے بیٹے ہیں اور حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کہ آپ کے پوتے ہیں عطا فرمائے اور ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد جتنے حضرات نبوت کے منصب پر فائز ہوئے سب آپ کی نسل سے ہوئے اور کتاب سے توریت، انجیل، زبور اور قرآن شریف مراد ہیں، مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا کہ انہیں پاکیزہ اولاد عطا فرمائی، نبوت ان کی نسل میں رکھی، کتابیں اُن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا کیں جو اِن کی اولاد میں ہیں اور ان کو مخلوق میں محبوب اور مقبول کیا کہ تمام مِلّتوں اور دینوں والے ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی طرف نسبت کو فخر جانتے ہیں اور ان کے لئے دنیا کے اختتام تک درود پڑھا جانا مقرر کر دیا، یہ تو وہ ہے جو دنیا میں عطا فرمایا اور بیشک وہ آخرت میں بھی ہمارے خاص قرب کے لائق بندوں میں ہوں گے جن کے درجے بہت بلند ہوں گے۔[1]

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ٘ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَىٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬

[1]......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۲۷، ص ۸۹۰، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲۷، ۳/ ۴۴۹، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ۲۷، ص ۳۳۷، ملتقطاً.

وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۳۰﴾

ع ۸/۱۵ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوط کو نجات دی جب اُس نے اپنی قوم سے فرمایا تم بیشک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ مارتے ہو اور اپنی مجلس میں بری بات کرتے ہو تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ کہ بولے ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔ عرض کی اے میرے رب میری مدد کر ان فسادی لوگوں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوط کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: تم بیشک بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کو آتے ہو تو اس کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہا: اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔ (لوط نے) عرض کی، اے میرے رب! ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

﴿وَ لُوْطًا: اور لوط کو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں، جب انہوں نے اپنی قوم کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا: بیشک تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ گیروں کو قتل کر کے اور ان کے مال لوٹ کر لوگوں کا راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام اور بری باتیں کرنے کو آتے ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوگ مسافروں کے ساتھ بدفعلی کرتے تھے حتّٰی کہ لوگوں نے اس طرف گزرنا موقوف کر دیا تھا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ بدفعلی کے علاوہ ایسے ذلیل افعال اور حرکات کے عادی تھے جو عقلی اور عُرفی دونوں

طرح سے قبیح اور ممنوع تھے، جیسے گالی دینا، فحش بکنا، تالی اور سیٹی بجانا، ایک دوسرے کو کنکریاں مارنا، راستہ چلنے والوں پر کنکری وغیرہ پھینکنا، شراب پینا، مذاق اڑانا، گندی باتیں کرنا اور ایک دوسرے پر تھوکنا وغیرہ۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس پر انہیں ملامت کی تو ان کی قوم نے مذاق اڑانے کے طور پر یہ کہا: اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ افعال قبیح ہیں اور ایسا کرنے والے پر عذاب نازل ہوگا تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔[1]

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ جب حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس قوم کے راہِ راست پر آنے کی کچھ امید نہ رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، عذاب نازل ہونے کے بارے میں میری بات پوری کرکے ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔[2]

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰىۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَۚۖ (۳۱) قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًاؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ٙ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ (۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کریں گے بیشک اس کے بسنے والے ستم گار ہیں۔ کہا اس میں تو لوط ہے فرشتے بولے ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ اس میں ہے ضرور ہم اُسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر اس کی عورت کو وہ رہ جانے والوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا: ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ بیشک اس شہر والے ظالم ہیں۔ فرمایا: اس میں تو لوط (بھی) ہے۔ فرشتوں نے کہا: ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے، ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے سوائے اس کی بیوی

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٢٨-٢٩، ص ٨٩١، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٢٨-٢٩، ٣/٤٤٩-٤٥٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٣٠، ٣/٤٥٠، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ٣٠، ص٣٣٧، ملتقطاً.

کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا: اور جب ہمارے فرشتے آئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا: ہم ضرور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس شہر والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ بیشک اس شہر والے کفر اور طرح طرح کے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: اس میں تو حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی موجود ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے مُقَرَّب بندے ہیں، پھر تم اس شہر والوں کو کیسے ہلاک کرو گے۔ فرشتوں نے کہا: جو کوئی اس شہر میں ہے وہ ہمیں خوب معلوم ہے اور ہم حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حال سے غافل نہیں، ہم ضرور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے گھر والوں کو نجات دیں گے البتہ ان کی بیوی کو نجات نہیں دیں گے کیونکہ وہ عذاب میں مبتلا ہو جانے والوں میں سے ہے۔[1]

یہاں فرشتوں نے نجات دینے کی نسبت اپنی طرف کی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے خاص بندوں کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں کیونکہ نجات دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر فرشتوں نے کہا ہم نجات دیں گے، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دوزخ سے نجات دیتے ہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنت دیتے ہیں اور حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مشکل کشائی کرتے ہیں۔

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۳۱-۳۲، ص ۸۹۱، روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ۳۱-۳۲، ۶/۴۶۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا اُسے ناگوار ہوا اور اُن کے سبب دل تنگ ہوا اور انھوں نے کہا نہ ڈریئے اور نہ غم کیجئے بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہے۔ بیشک ہم اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اُتارنے والے ہیں بدلہ ان کی نافرمانیوں کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو انہیں فرشتوں کا آنا برا لگا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور فرشتوں نے کہا: آپ نہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں، بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں سوائے آپ کی بیوی کے کہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ بیشک ہم اِس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ نافرمانی کرتے تھے۔

﴿وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملاقات کرنے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ کے فرشتے خوب صورت مہمانوں کی شکل میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے تو انہیں قوم کے افعال وحرکات اور ان کی نالائقی کا خیال کر کے فرشتوں کا آنا برا لگا اور ان کی حفاظت کی کوئی تدبیر نہ کر سکنے کے سبب غمزدہ ہوئے، اس وقت فرشتوں نے ظاہر کیا کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور انہوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تسلی دیتے ہوئے کہا: آپ قوم سے نہ ڈریں اور نہ ہمارے بارے میں یہ سوچ کر غمگین ہوں کہ قوم کے لوگ ہمارے ساتھ کوئی بے ادبی یا گستاخی کریں گے، ہم فرشتے ہیں اور ہم ان لوگوں کو ہلاک کر دیں گے اور بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نازل ہونے والے عذاب سے بچانے والے ہیں البتہ آپ کی بیوی کو نہیں بچائیں گے کیونکہ وہ بھی عذاب میں مبتلا ہونے والوں میں سے ہے اور اسے بھی بقیہ لوگوں کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔ بیشک ہم اِس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور اسی پر قائم تھے۔ چنانچہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے اہلِ خانہ میں سے ان پر ایمان لانے والوں اور دیگر مومنوں کو بچا لیا گیا اور باقی لوگوں کو انتہائی دردناک عذاب سے ہلاک کر دیا گیا۔ (1)

(1)……خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ۳/۴۵۰، روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ۶/۴۶۶-۴۶۷، جلالین، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ص۳۳۷-۳۳۸، ملتقطاً۔

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......مہمان کی حفاظت اور توقیر میزبان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

(2)......کبھی نبی عَلَیْہِ السَّلَام فرشتے کو نہیں بھی پہچانتے ، البتہ یاد رہے کہ جب وحی نازل ہونے کے وقت فرشتہ حاضر ہوتا ہے تو اس وقت نبی عَلَیْہِ السَّلَام فرشتے کو ضرور پہچانتے ہیں، اگر اس وقت بھی نہ پہچانیں تو وحی قطعی نہ رہے گی۔

(3)......اللہ تعالٰی کے مُقَرَّب بندے اللہ تعالٰی کی عطا سے بندوں کو آنے والی مصیبتوں سے بچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور بچاتے بھی ہیں۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اس سے روشن نشانی باقی رکھی عقل والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے عقل والوں کے لیے اس بستی میں روشن نشانی کو باقی رکھا۔

﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً: اور بیشک ہم نے اس بستی میں روشن نشانی کو باقی رکھا۔﴾ بیشک ہم نے اس بستی میں ان لوگوں کے لیے روشن نشانی کو باقی رکھا جو اپنی عقل غور و فکر کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ اس نشانی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: وہ روشن نشانی حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے ویران مکان ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس قوم کا عجیب وغریب واقعہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ روشن نشانی سے مراد وہ پتھر ہیں جو ان پر برسے تھے اور ان پتھروں پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے، یہ عرصۂ دراز تک باقی رہے اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے انہیں دیکھا تھا۔[1]

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ

[1]......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ٣٥، ٦/٤٦٧، خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ٣٥، ٣/٤٥٠، ملتقطاً۔

الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مدین کی طرف اُن کے ہم قوم شعیب کو بھیجا تو اس نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اور پچھلے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ تو انھوں نے اُسے جھٹلایا تو اُنھیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا تو اس نے فرمایا، اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔

﴿وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا: مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں جنہیں ہم نے ان کے ہم قوم مَدیَن والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے دین کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! صرف اللہ تعالٰی کی بندگی کرو اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہوئے ایسے افعال بجالاؤ جو آخرت میں ثواب ملنے اور عذاب سے نجات حاصل ہونے کا باعث ہوں اور تم ناپ تول میں کمی کر کے مدین کی سرزمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو، تو ان لوگوں نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور اپنے فساد سے باز نہ آئے تو انہیں زلزلے کی صورت میں اللہ تعالٰی کے عذاب نے آلیا یہاں تک کہ ان کے گھر ان کے اوپر گر گئے اور صبح تک ان کا حال یہ ہو گیا کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل مردے بے جان پڑے رہ گئے۔ (1)

وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ قَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۶-۳۷، ۶/۴۶۸، جلالین، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۶-۳۷، ص۳۳۸، ملتقطاً.

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عاد اور ثمود کو ہلاک فرمایا اور تمہیں ان کی بستیاں معلوم ہو چکی ہیں اور شیطان نے ان کے کوتک ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے اور انھیں راہ سے روکا اور انھیں سوجھتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ہم نے) عاد اور ثمود کو (ہلاک کیا) اور ان کی رہائش کے مقامات تمہارے لئے ظاہر ہو چکے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کیلئے خوبصورت بنا دیئے اور انہیں (اللّٰہ کے) راستے سے روکا حالانکہ وہ سمجھدار تھے۔

﴿وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَاْ: اور عاد اور ثمود کو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود کو ہلاک کیا اور اے مکہ والو! ان قوموں کا ہمارے عذاب سے ہلاک ہونا تمہارے لئے اس وقت ظاہر ہو چکا جب تم اپنے سفروں کے دوران حجر اور یمن میں موجود ان کی رہائش کے مقامات سے گزرے ہو اور شیطان نے ان قوموں کے کفر اور گناہ ان کیلئے خوبصورت بنا دیئے اور انہیں اللّٰہ تعالیٰ کے راستے سے روکا حالانکہ وہ لوگ سمجھدار تھے، عقل رکھتے تھے اور حق و باطل میں تمیز کر سکتے تھے لیکن انہوں نے عقل و انصاف سے کام نہ لیا اور باطل پر ہی قائم رہے۔ (1)

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ﵒ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور قارون اور فرعون اور ہامان کو اور بیشک ان کے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آیا تو اُنہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم سے نکل جانے والے نہ تھے۔

(1)......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۳۸، ۶/۴۶۸، مدارك، العنکبوت، تحت الآیة: ۳۸، ص۸۹۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ہم نے) قارون اور فرعون اور ہامان کو (ہلاک کیا) اور بیشک ان کے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے۔

﴿وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ: اور قارون اور فرعون اور ہامان کو۔﴾ یعنی قارون ،فرعون اور ہامان کو اللّٰہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور بیشک ان کے پاس حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روشن نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور حق قبول کرنے سے انکار کیا اور وہ ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے کہ ہمارے عذاب سے بچ سکتے بلکہ ہمارے عذاب کا حکم ان تک پہنچ کر رہا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ (1)

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ،

(1)...... یہاں اللّٰہ تعالیٰ نے قارون کو جو صرف زکوٰۃ کا انکار کرتا تھا فرعون اور ہامان کے ساتھ ذکر فرمایا جو سارے دینی اُمور یعنی توحید و نبوت وغیرہ کا انکار کرتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ ضروریاتِ دین میں سے ایک چیز کا انکار کرنے والا ، ویسا ہی کافر ہے جیسے ساری باتوں کا منکر کافر ہے۔اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے زکوٰۃ کے منکروں پر جہاد کا حکم دے دیا اور مُسَیلِمہ کذّاب کی قوم پر جہاد فرمایا کیونکہ وہ مسیلمہ کو نبی مان کر مُرتَد ہو گئے تھے۔

(2)...... یہاں قارون کا ذکر پہلے اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خاندانی شریف تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایمان نہ ہو تو نسبی اور خاندانی عزت و شرافت عذاب سے نہیں بچا سکتی۔اس سے کفارِ قریش کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ تم ابراہیمی ہونے پر فخر نہ کرو بلکہ ایمان لاؤ ورنہ عذاب کے لئے تیار رہو۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

1 ......خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۹، ۳/۴۵۱، روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۹، ۶/۴۶۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اُس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور اُن میں کسی کو چنگھاڑ نے آلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی وجہ سے (ہی) پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو خوفناک آواز نے پکڑ لیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ: تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑا۔﴾ اس آیت کی ابتدا میں بیان فرمایا گیا کہ سابقہ قوموں میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کی وجہ سے ہی پکڑا۔ اس کے بعد سابقہ قوموں پر آنے والے مختلف عذابات میں سے چار عذاب بیان کئے گئے،

(1)......کسی پر اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ بھیجا۔ یہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم تھی جنہیں چھوٹے چھوٹے پتھروں سے ہلاک کیا گیا اور یہ پتھر تیز ہوا سے ان پر لگتے تھے۔

(2)......کسی کو خوفناک آواز نے پکڑ لیا۔ یہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود تھی جو ہَولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کی گئی۔

(3)......کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس عذاب میں مبتلا ہونے والے قارون اور اس کے ساتھی تھے۔

(4)......کسی کو ڈبو دیا۔ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ اور فرعون اور اس کی قوم کے لوگ اس عذاب کا شکار ہوئے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان لوگوں پر ظلم کرے کیونکہ وہ کسی کو گناہ کے بغیر عذاب میں گرفتار نہیں کرتا، ہاں وہ خود ہی نافرمانیاں کر کے اور کفر و سرکشی کو اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور اسی بنا پر وہ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیئے گئے۔[1]

1......خازن، العنکبوت، تحت الآية: ۴۰، ۳/۴۵۱، مدارك، العنکبوت، تحت الآية: ۴۰، ص۸۹۲-۸۹۳، ملتقطاً.

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚۖ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی مثال جنہوں نے اللّٰہ کے سوا اور مالک بنالئے ہیں مکڑی کی طرح ہے اس نے جالے کا گھر بنایا اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر کیا اچھا ہوتا اگر جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنہوں نے اللّٰہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے، جس نے گھر بنایا اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ جانتے۔

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ: جنہوں نے اللّٰہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں ان کی مثال۔ ﴾ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کو واحد معبود ماننے کی بجائے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کے ساتھ امیدیں وابستہ کی ہوئی ہیں اور در حقیقت ان بتوں کے عاجز اور بے اختیار ہونے کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنے رہنے کے لئے جالے سے گھر بنایا جو کہ انتہائی کمزور ہے اور یہ گھر نہ اس سے گرمی دور کرسکتا ہے نہ سردی، نہ گرد و غبار اور بارش وغیرہ کسی چیز سے اس کی حفاظت کرسکتا ہے، ایسے ہی یہ بت ہیں کہ اپنے پجاریوں کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی دنیا و آخرت میں انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے اور ایسے ہی سب دینوں میں کمزور اور نکما دین بت پرستوں کا دین ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ بت پرست یہ بات جانتے کہ ان کا دین اس قدر نکما ہے۔[1]

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ’’اپنے گھروں سے مکڑیوں کے جالے دور کرو کیونکہ

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤١، ٣/٤٥١، مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤١، ص٨٩٣، ملتقطاً.

انہیں (گھروں میں لگا ہوا) چھوڑ دینا ناداری کا باعث ہوتا ہے۔[1]

اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍؕ-وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ(۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جانتا ہے جس چیز کی اُس کے سوا پوجا کرتے ہیں اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ جانتا ہے اس چیز کو جس کی وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے ہیں اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ: بیشک اللہ جانتا ہے۔﴾ یعنی بت پرست اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جس چیز کی پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے کہ وہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ ہی عزت والا حکمت والا ہے، تو کسی عقل مند انسان کے شایانِ شان یہ بات کب ہے کہ وہ عزت وحکمت والے، قادر اور مختار رب تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر بے علم اور بے اختیار پتھروں کی پوجا کرے۔[2]

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِۚ-وَ مَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ(۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور اُنہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انہیں علماء ہی سمجھتے ہیں۔

﴿وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ: اور یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں۔﴾ کفارِ قریش نے طنز کے طور پر کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان فرماتا ہے اور اس پر انہوں نے مذاق اڑایا تھا۔ اس آیت میں

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤١، ص٨٩٣.

2 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٢، ص٨٩٣، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٢، ٣/٤٥١، ملتقطاً.

ان کا رد کردیا گیا کہ وہ جاہل ہیں جو مثال بیان کئے جانے کی حکمت کو نہیں جانتے، کیونکہ مثال سے مقصود تفہیم ہوتی ہے اور جیسی چیز ہو اس کی شان ظاہر کرنے کے لئے ویسی ہی مثال بیان کرنا حکمت کے تقاضے کے عین مطابق ہے اور یہاں چونکہ بت پرستوں کے باطل اور کمزور دین کی کمزوری اور بُطلان بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا اس کے اِظہار کے لئے یہ مثال انتہائی نفع مند ہے اور ان مثالوں کی خوبی، نفاست، عمدگی، ان کے نفع اور فوائد اور ان کی حکمت کو وہ لوگ سمجھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل اور علم عطا فرمایا ہے جیسا کہ یہاں بیان کی گئی مکڑی کی مثال نے مشرک اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے کا حال خوب اچھی طرح ظاہر کردیا اور فرق واضح فرما دیا۔ [1]

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ ع

ع ۱۴ / ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے آسمان اور زمین حق بنائے بیشک اس میں نشانی ہے مسلمانوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے آسمان اور زمین حق بنائے، بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اللہ نے آسمان اور زمین حق بنائے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو باطل نہیں بنایا بلکہ حکمت کے تحت بنایا ہے اور بے شک ان دونوں کی تخلیق میں مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت، اس کی وحدانیّت اور یکتائی پر دلالت کرنے والی نشانی ضرور موجود ہے۔ [2]

یاد رہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش پر غور کرکے اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف مومن ہی حاصل کرتے ہیں اس لئے یہاں انہیں کا ذکر ہوا کہ اس میں مومنوں کیلئے نشانی ہے ورنہ عمومی طور پر یہ سب کے لئے عبرت ہیں۔

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۴۳، ص۸۹۳، ملخصاً.

2 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۴۴، ص۸۹۴، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۴۴، ۳/۴۵۲، ملتقطاً.

پارہ نمبر...... 21

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَؕ-اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِؕ-وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُؕ-وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ(۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بیشک اللّٰہ کا ذکر سب سے بڑا اور اللّٰہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کتاب کی تلاوت کرو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو، بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے اور بیشک اللّٰہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللّٰہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

﴾اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ: اس کتاب کی تلاوت کرو جس کی تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔﴿ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی طرف جو قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، اس کی تلاوت کرتے رہیں کیونکہ اس کی تلاوت عبادت بھی ہے، اس میں لوگوں کے لئے وعظ ونصیحت بھی ہے اور اس میں احکام، آداب اور اَخلاقی اچھائیوں کی تعلیم بھی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ مکہ والوں کے کفر پر اَفسُردہ ہیں تو آپ اس کتاب کی تلاوت کریں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے تاکہ آپ جان جائیں کہ آپ کی طرح حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور دیگر اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی نبوت اور رسالت کی ذمہ داری پر فائز تھے، انہوں نے رسالت کی تبلیغ کی اور (اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت پر) دلائل قائم کرنے میں انتہائی کوشش کی لیکن ان کی قومیں گمراہی اور جہالت سے نہ بچ سکیں، یوں آپ کے دل کو تسلی حاصل ہوگی۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز کے علاوہ بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا چاہئے۔ یاد رہے کہ (نماز کے

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۵، ۶/۴۷۳، تفسیر کبیر، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۵، ۹/۶۰، ملتقطاً.

علاوہ) قرآنِ مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ یہ پڑھنا بھی ہے، دیکھنا بھی اور ہاتھ سے اس کا چھونا بھی اور یہ سب چیزیں عبادت ہیں۔[1]

اور اس کی ترغیب کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم اپنی آنکھوں کو اس کی عبادت میں سے حصہ دو۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آنکھ کا عبادت میں سے حصہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا، اس (کی آیات اور معانی میں) میں غور وفکر کرنا اور اس میں بیان کئے گئے عجائبات کی تلاوت کرتے وقت عبرت ونصیحت حاصل کرنا۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں دیکھ کر بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور اس کی آیات ومعانی میں غور وفکر کرنے اور اس میں ذکر کئے گئے واقعات اور دیگر چیزوں سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ **وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ: اور نماز قائم کرو۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نماز قائم کرتے رہیں، بیشک نماز بے حیائی اور ان چیزوں سے روکتی ہے جو شرعی طور پر ممنوع ہیں۔ یاد رہے کہ یہاں نماز قائم کرتے رہنے کا حکم واضح طور پر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیا گیا ہے اور ضمنی طور پر یہی حکم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لئے بھی ہے۔[3]

[illegible]

آیت میں بیان ہوا کہ نماز بے حیائیوں اور بری باتوں سے روکتی ہے، لہٰذا جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے اور اسے اچھی طرح ادا کرتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔ یہاں اسی سے متعلق دو روایات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کی شکایت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا ’’اس کی نماز کسی دن اسے ان باتوں سے روک دے گی۔ چنانچہ کچھ ہی عرصے

---

1 ......بہار شریعت، حصہ سوم، قرآن مجید پڑھنے کا بیان، مسائل قراءت بیرون نماز، ۵۵۰/۱، ملخصاً۔

2 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی القراءۃ من المصحف، ۴۰۸/۲، الحدیث: ۲۲۲۲.

3 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۵، ۴۷۴/۶.

میں اس نے توبہ کر لی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: فلاں آدمی رات میں نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ''عنقریب نماز اسے اس چیز سے روک دے گی جو تو کہہ رہا ہے۔[2]

ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو نماز پڑھنے کے باوجود گناہوں سے باز نہیں آتے اور بری عادتوں سے نہیں رکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اس طرح نماز نہیں پڑھتے جیسے نماز پڑھنے کا حق ہے مثلاً نماز کے ارکان وشرائط کو ان کے حقوق کے ساتھ اور صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے، نماز میں خشوع وخضوع کی کیفیت ان پر طاری نہیں ہوتی اور نماز کی ادائیگی غفلت سے کرتے ہیں، یہ ان کی نماز ہوتی ہے جو ظاہری نماز تو ہے لیکن حقیقی اور کامل نماز نہیں۔ حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔[3]

اور حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور برائی سے نہ روکے تو اسے **اللّٰہ** تعالیٰ سے دوری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا (کیونکہ اس کی نماز ایسی نہیں جس پر ثواب ملے بلکہ وہ نماز اس کے حق میں وبال ہے اور اس کی وجہ سے بندہ عذاب کا حق دار ہے)[4]

لہٰذا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ بے حیائیوں اور برائیوں سے باز آجائے تو اس طرح نماز ادا کیا کرے جیسے نماز ادا کرنے کا حق ہے۔ ترغیب کے لئے یہاں نماز سے متعلق حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور دیگر بزرگانِ دین کے احوال پر مشتمل 4 واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہم سے اور ہم آپ سے گفتگو کر رہے ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو (آپ **اللّٰہ** تعالیٰ کی عظمت میں اس قدر مشغول ہو جاتے کہ) گویا آپ

---

1 ......ابو سعود، العنکبوت، تحت الآیة: ٤٥، ٤/٢٦١.

2 ......مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضى الله عنه، ٣/٤٥٧، الحديث: ٩٧٨٥.

3 ......درمنثور، العنکبوت، تحت الآیة: ٤٥، ٦/٤٦٦.

4 ......معجم الکبیر، طاوس عن ابن عباس، ١١/٤٦، الحديث: ١١٠٢٥.

ہمیں پہچانتے ہی نہ تھے اور نہ ہم آپ کو پہچان پاتے تھے۔ (1)

(2)......جب نماز کا وقت ہو جاتا تو حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ ایک دن کسی نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا ’’اس امانت کی ادائیگی کا وقت آ گیا ہے جسے اللّٰہ تعالٰی نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے معذرت کر لی اور اسے اُٹھانے سے ڈر گئے۔

(3)......حضرت علی بن حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بارے میں مروی ہے کہ جب آپ وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا، جب گھر والے پوچھتے کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے تو آپ فرماتے ’’کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

(4)......حضرت حاتم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ان کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ’’جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو میں مکمل وضو کرتا ہوں، پھر اس جگہ آ کر بیٹھ جاتا ہوں جہاں نماز پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ میرے اَعضا پُر سکون ہو جاتے ہیں، پھر میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، کعبہ شریف کو آنکھوں کے سامنے، پل صراط کو قدموں کے نیچے، جنت کو دائیں اور جہنم کو بائیں طرف اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے خیال کرتا ہوں اور اس نماز کو اپنی آخری نماز سمجھتا ہوں، پھر امید اور خوف کے درمیان جذبات کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں، حقیقی طور پر اللّٰہ تعالٰی کی بڑائی کا اعلان کرتا ہوں، قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں، رکوع عاجزی کے ساتھ اور سجدہ ڈرتے ہوئے کرتا ہوں، بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتا ہوں، دائیں پاؤں کو انگوٹھے پر کھڑا کرتا ہوں، اس کے بعد اخلاص سے کام لیتا ہوں، پھر مجھے معلوم نہیں کہ میری نماز قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ (2)

اللّٰہ تعالٰی ہمیں صحیح طریقے سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نماز کو ہمارے حق میں برائیوں اور بے حیائیوں سے بچنے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

تلاوتِ قرآن اور نماز کی پابندی کے [illegible]

آیت میں تلاوت و نماز دو عبادتوں کا ذکر ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن اور نماز کی پابندی ایسی عبادتیں

---

1 ......فیض القدیر، حرف الهمزة، ۳/۱۱٤، تحت الحدیث: ۲۸۲۱.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاة ومهماتها، الباب الاول، فضیلة الخشوع، ۱/۲۰٦.

ہیں جن کے فوائد و برکات شمار نہیں کیے جاسکتے اور جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پاکیزہ کلام پڑھتا ہے تو اس پر انوار وتجلّیات کی بارشیں ہوتی ہیں اور بندہ خود اپنے دل میں ایک عجیب لذت محسوس کرتا ہے۔تلاوتِ قرآن پاک کی کئی حکمتیں ہیں، اس میں لوگوں کیلئے نصیحتیں بھی ہیں اور احکام بھی، اخلاقیات کی تعلیم بھی ہے اور آدابِ زندگی بھی۔ یہ اوّلین وآخرین کے علوم کا جامع ہے، اس کے اَسرار ختم نہیں ہوسکتے اور اس کے عجائبات بے شمار ہیں اور یہ چیزیں دل کی پاکیزگی پر مَوقوف ہیں۔

﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے عظیم شے ہے نیز یادِ الٰہی سب سے افضل نیک عمل ہے بلکہ تمام عبادتوں کی اصل ذکرِ الٰہی ہی ہے مثلاً نماز اصل میں یادِ الٰہی کیلئے ہے، یہی حال بقیہ تمام عبادات کا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اس آیت کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا بہت بڑا ہے، نیز اس کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بے حیائی اور بری باتوں سے روکنے اور منع کرنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔[1]

حضرت اُمِّ درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔اگر تو نماز پڑھے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اگر تو روزہ رکھے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، ہر اچھا عمل جو تو کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور ہر بری چیز سے تمہارا بچنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور ان میں سب سے افضل اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل

آیت کی مناسبت سے یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل پر مشتمل 2 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا، سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجے والا ہے اور جو تمہارے سونے اور چاندی کو صدقہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور اس سے بھی اچھا ہے کہ تمہارا تمہارے دشمنوں سے مقابلہ ہو، تم انہیں قتل کرو اور وہ تمہیں شہید ماریں۔صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون سا عمل ہے؟ ارشاد فرمایا ’’وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔[3]

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٥، ٣/٤٥٣، مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٥، ص٨٩٤، ملتقطاً.
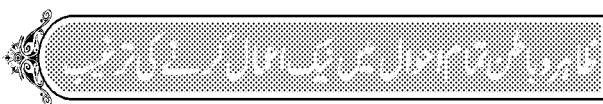
2 ......شعب الايمان، العاشر من شعب الايمان...الخ، فصل في ذكر اخبار وردت في ذكر الله عزوجل، ١/٤٥٢، الحديث: ٦٨٦.

3 ......ترمذي، كتاب الدعوات، ٦-باب منه، ٥/٢٤٦، الحديث: ٣٣٨٨.

(2)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سے بندے کا درجہ سب سے بلند ہوگا؟ ارشاد فرمایا ’’جو اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کا درجہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ بلند ہوگا؟ ارشاد فرمایا: ’’اگر وہ اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کو قتل کردے حتّٰی کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے افضل ہوگا۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت کے ساتھ اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ: اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ذکر وغیرہ نیک اعمال کو جانتا ہے، اس سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے تو وہ تمہیں ان اعمال پر بہترین جزا دے گا۔ [2]

[illegible]

علمِ الٰہی کے متعلق مذکورہ بالا قسم کی آیات عموماً اس مفہوم کیلئے ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ ہر بندے کے ہر ظاہری باطنی عمل کو جانتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے بچے اور اپنے ظاہری باطنی تمام اَحوال میں نیک اور اچھے اعمال کرنے میں مصروف رہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ’’اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمام مقامات اور احوال میں تمہارے عملوں کو جانتا ہے تو جسے اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا عمل جانتا ہے وہ گناہوں اور برے اعمال سے بچے اور تنہائی میں بھی طاعات، عبادات اور بطورِ خاص نماز کی طرف متوجہ رہے۔ [3]

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﳓ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

---

1 ......ترمذی، کتاب الدعوات، ٥-باب منه، ٥/٢٤٥، الحدیث: ٣٣٨٧.

2 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ٤٥، ٦/٤٧٦.

3 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ٤٥، ٦/٤٧٦.

وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۝۴۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے مسلمانو! کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر بہتر طریقہ پر مگر وہ جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو تمہاری طرف اُترا اور ہمارا تمہارا ایک معبود ہے اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر بہترین انداز پر سوائے ان میں سے ظالموں کے اور کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

﴿ وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ: اور اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر بہترین انداز پر۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تمہاری اہلِ کتاب سے بحث ہو تو بہترین انداز سے بحث کرو جیسے انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سے دعوت دے کر اور حجتوں پر آگاہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ، یونہی بحث کے دوران وہ سختی سے پیش آئیں تو تم نرمی سے پیش آؤ، وہ غصہ کریں تو تم حِلم اور بُردباری کا مظاہرہ کرو البتہ ان میں سے جو ظالم ہیں کہ زیادتی میں حد سے گزر گئے، عناد اختیار کیا، نصیحت نہ مانی، نرمی سے نفع نہ اٹھایا تو ان کے ساتھ سختی اختیار کرو۔ دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ وہ اہلِ کتاب جو ذِمّی ہیں اور جزیہ ادا کرتے ہیں ان کے ساتھ جب تمہاری بحث ہو تو احسن طریقے سے بحث کرو البتہ ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا اور ذمہ سے نکل گئے اور جزیہ دینے سے منع کر دیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے تو ان سے جھگڑنا تلوار کے ساتھ ہے۔[1]

1 ...... خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ٤٦، ٣/٤٥٣، مدارك، العنکبوت، تحت الآیة: ٤٦، ص٨٩٥، روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ٤٦، ٦/٤٧٧، ملتقطاً.

امام عبداللّٰہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اس آیت سے کفار کے ساتھ دینی اُمور میں مناظرہ کرنے کا جواز، اور اسی طرح علمِ کلام سیکھنے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔[1]

یاد رہے کہ عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ دینی اُمور میں بحث اور مناظرہ کرنا ان علماء کا کام ہے جو ان کے باطل عقائد ونظریات کا بہترین اور مضبوط دلائل کے ساتھ رد کر سکتے ہوں اور ان کی طرف سے دینِ اسلام اور اس کی تعلیمات واَحکام پر ہونے والے اعتراضات کا انتہائی تسلی بخش جواب دے سکتے ہوں اور مناظرہ کے فن میں بھی خوب مہارت رکھتے ہوں۔ جو عالم ایسی صلاحیت نہ رکھتا ہو اسے اور بطورِ خاص عام لوگ جنہیں عقائد ونظریات کی تفصیلی دلائل سے معلومات ہونا تو دور کی بات، فرض عبادات سے متعلق شرعی احکام بھی ٹھیک سے معلوم نہیں ہوتے، انہیں یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کفار سے دینی اُمور میں بحث مباحثہ کرنا حرام ہے اور ان لوگوں کا یہ سوچ کر بحث کرنے کی جرأت کرنا کہ ہم اپنے دین، عقیدے اور نظریات میں انتہائی مضبوط ہیں، اس لئے یہودیوں، عیسائیوں یا کسی اور کافر سے دینی امور میں بحث کرنا ہمیں کوئی نقصان نہیں دے سکتا، دین وایمان کی سلامتی کے حوالے سے انتہائی خطرناک اِقدام ہے اور ایسا شخص غیر محسوس انداز میں ایمان کے دشمن شیطان کے انتہائی خوفناک وار کا شکار ہے، اگر یہ شخص اپنے دین وایمان کی سلامتی چاہتا اور قیامت کے دن جہنم کے اَبدی عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو ان سے ہرگز بحث نہ کرے ورنہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں شیطان کے کارندے لوگوں کے دین و ایمان کو برباد کرنے کے لئے مصروفِ عمل ہیں اور انتہائی مُنَظَّم انداز میں مسلمانوں کے دلوں سے دینِ اسلام کی محبت اور اس دین کی طرف لگاؤ کو ختم کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں لیکن مسلمان اپنے دین وایمان کو بچانے کی کوشش کرنے کی بجائے اسے بے دھڑک خطرے پر پیش کئے جا رہے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اپنے ایمان کی سلامتی اور حفاظت کی فکر کرنے اور اس کے لئے خوب کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا: اور کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔﴾ یعنی جب اہلِ کتاب تم سے اپنی کتابوں کا کوئی مضمون بیان کریں تو ان سے کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو

[1] ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٦، ص ٨٩٥.

تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔[1]

اہلِ کتاب اپنی کتابوں کا مضمون بیان کریں تو سننے والے کیا کہیں؟

جب اہلِ کتاب کسی شخص سے اپنی کتابوں میں موجود کوئی مضمون بیان کریں تو اسے سننے والے کو کیا کہنا چاہئے وہ اس آیت میں بیان ہوا اور یہی بات حدیثِ پاک میں ایک اور انداز سے بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابونملہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر تھے اور ایک یہودی شخص بھی وہیں موجود تھا، اس دوران وہاں سے ایک جنازہ گزرا تو یہودی نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: کیا یہ مردہ باتیں کرتا ہے؟ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ یہودی کہنے لگا: بے شک یہ باتیں کرتا ہے۔ یہ سن کر سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! جب اہلِ کتاب تم سے کوئی مضمون بیان کریں تو تم نہ اُن کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو بلکہ یہ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے، تو (اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ) اگر وہ مضمون اُنہوں نے غلط بیان کیا ہے تو اس کی تصدیق کے گناہ سے تم بچے رہو گے اور اگر مضمون صحیح تھا تو تم اس کی تکذیب سے محفوظ رہو گے۔[2]

یاد رہے کہ ہمارا ایمان قرآن کے علاوہ دیگر کتابوں پر بھی ہے لیکن عمل صرف قرآن پر ہے نیز دیگر کتابوں پر جو ایمان ہے وہ ان پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں، موجودہ تحریف شدہ کتابوں پر نہیں بلکہ ان پر یوں ہے کہ ان کتابوں میں جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَؕ-فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖۚ-وَ مِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖؕ-وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ(۴۷)

---

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٦، ٣/٤٥٣، روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ٤٦، ٦/٤٧٧، ملتقطاً.

2 ......سنن ابو داؤد، كتاب العلم، باب رواية حديث اهل الكتاب، ٣/٤٤٥، الحديث: ٣٦٤٤، مسند احمد، مسند الشاميين، حديث ابی نملة الانصاری رضی الله تعالی عنه، ٦/١٠٢، الحديث: ١٧٢٢٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب یونہی تمہاری طرف کتاب اُتاری تو وہ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی اس پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ ان میں سے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں سے منکر نہیں ہوتے مگر کافر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! یونہی ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی تو وہ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اِس پر ایمان لاتے ہیں، اور کچھ اِن دوسروں میں سے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور کافر ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ: اور اے محبوب! یونہی ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف اسی طرح قرآن مجید نازل فرمایا جیسے اہلِ کتاب کی طرف توریت وغیرہ کتابیں اُتاری تھیں، تو وہ لوگ جنہیں ہم نے توریت عطا فرمائی جیسے کہ حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ساتھی، وہ اِس قرآن پر ایمان لاتے ہیں، اور کچھ اِن مکہ والوں میں سے بھی ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور وہی کافر ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں جو کفر میں انتہائی سخت ہیں۔[1]

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)...... یہ سورت مکیہ ہے اور حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ساتھی مدینہ منورہ میں ایمان لائے، اللّٰہ تعالیٰ نے یہاں ان کے ایمان لانے سے پہلے ان کی خبر دے دی، تو یہ غیبی خبروں میں سے ہے۔[2]

(2)...... **جُحُود** اس انکار کو کہتے ہیں جو معرفت کے بعد ہو یعنی جان بوجھ کر مکر جانا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ یہودی خوب پہچانتے تھے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللّٰہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور قرآن حق ہے، یہ سب کچھ جانتے ہوئے انہوں نے عِناد کی وجہ سے انکار کیا۔[3]

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٧، ص٨٩٥، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ٤٧، ص٣٣٩، ملتقطاً.

2 ......جمل، العنكبوت، تحت الآية: ٤٧، ٦/٧٧.

3 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٧، ٣/٤٥٣.

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تو اس وقت باطل والے ضرور شک کرتے۔

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے۔**﴾** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس قرآن کے نازِل ہونے سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، اگر آپ پڑھتے اور لکھتے ہوتے تو اس وقت اہلِ کتاب ضرور شک کرتے اور یوں کہتے کہ ہماری کتابوں میں آخری زمانے میں تشریف لانے والے نبی کی صفت تو یہ مذکور ہے کہ وہ اُمّی ہوں گے، نہ لکھتے ہوں گے اور نہ ہی پڑھتے ہوں گے جبکہ یہ تو لکھتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں اس لئے یہ آخری نبی کیسے ہوسکتے ہیں۔ مگر انہیں اس شک کا موقع ہی نہ ملا۔ (1)

غیر مسلموں کے ایک اعتراض کا جواب

اس آیتِ مبارکہ میں موجودہ زمانے کے غیر مسلموں کے اِس مشہور اعتراض کا بھی جواب ہے کہ مَعَاذَاللہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے گزشتہ کتابوں کو سامنے رکھ کر قرآن لکھا ہے۔ ان کا یہ اعتراض خلافِ حقیقت ہے کیونکہ قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کسی کتاب کا مطالعہ کرنے اور لکھنے کی نفی خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور تاریخی حقائق سے یہی ثابت ہے، لہٰذا غیر مسلموں کا یہ خود ساختہ اعتراض اپنی بنیاد سے

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٨، ص٨٩٥، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٨، ٣/٤٥٣، ملتقطاً.

ہی غلط ہے۔

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَؕ-وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ(۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ ان لوگوں کے سینوں میں روشن نشانیاں ہیں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں۔

﴿بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ: بلکہ وہ روشن نشانیاں ہیں۔﴾ اس آیت میں مذکور ضمیر ''هُوَ'' کا اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ قرآنِ کریم روشن آیتیں ہیں جو علماء اور حُفّاظ کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ روشن آیت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان کا اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والا ہونا ظاہر ہے اور یہ دونوں باتیں قرآنِ پاک کے ساتھ خاص ہیں اور اس کے علاوہ کوئی ایسی کتاب نہیں جو معجزہ ہو اور نہ ہی ایسی ہے کہ ہر زمانے میں سینوں میں محفوظ رہی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ضمیر ''هُوَ'' کا مَرجِع سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرار دے کر اس آیت کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ سرورِ عالَم، محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان روشن نشانیوں والے ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں اہلِ کتاب میں سے علم دیا گیا کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت پاتے ہیں۔ (1)

﴿وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ: اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں، جیسا کہ یہودی جو کہ معجزات ظاہر ہونے کے بعد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٩، ص٨٩٥، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٩، ٣/٤٥٣-٤٥٤، ملتقطاً.

کے سچے اور آخری رسول ہونے کو جان اور پہچان چکے لیکن آپ سے عناد کی وجہ سے آپ کے منکر ہوتے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اور حُفّاظ کا بڑا ہی درجہ ہے کہ ان کے سینے قرآن کریم کے گنجینے ہیں۔ جس کاغذ پر قرآنِ مجید لکھا جائے وہ عظمت والا ہے تو جس سینے میں قرآنِ پاک ہو وہ بھی عظمت والا ہے۔ نیز یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ قرآنِ عظیم میں کبھی تحریف نہیں ہوسکتی کیونکہ تبدیلی اور تحریف کاغذ میں ہوسکتی ہے جبکہ قرآن تو خدا نے سینوں میں محفوظ کر دیا ہے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کیوں نہ اُتریں کچھ نشانیاں اُن پر ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ نشانیاں تو اللّٰہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کفار نے کہا: اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتریں؟ تم فرماؤ: نشانیاں تو اللّٰہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

﴿ **وَ قَالُوْا: اور کفار نے کہا۔** ﴾ یہاں سے کفارِ مکہ کا ایک اور اعتراض ذکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ کفارِ مکہ نے کہا کہ اس نبی پر ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اونٹنی، حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے عصا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دسترخوان کی طرح نشانیاں کیوں نہیں اُتریں؟ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے ارشاد فرمادیں: نشانیاں تو اللّٰہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں اور وہ حکمت کے مطابق جو نشانی چاہتا ہے نازل فرماتا ہے اور میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں نافرمانی کرنے والوں کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کا صاف ڈر سنا دوں اور میں اسی کا پابند ہوں۔ (1)

(1)......خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۵۰، ۳/۴۵۴، مدارك، العنکبوت، تحت الآیة: ۵۰، ص۸۹۶، ملتقطاً۔

اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْؕ-اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۠ (۵۱)

ع۵/۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا یہ اُنہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو اُن پر پڑھی جاتی ہے بیشک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہیں یہ بات کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے۔

﴾ اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ: اور کیا انہیں یہ بات کافی نہیں۔﴿ اس آیت میں کفارِ مکہ کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ قرآنِ کریم معجزہ ہے، گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات سے زیادہ کامل ہے اور حق کے طلبگار کو تمام نشانیوں سے بے نیاز کرنے والا ہے کیونکہ جب تک زمانہ ہے قرآنِ کریم باقی اور ثابت رہے گا اور دوسرے معجزات کی طرح ختم نہ ہوگا۔[1] یعنی دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات قصہ بن کر رہ گئے ہیں مگر یہ قرآن ایسا جیتا جاگتا معجزہ ہے جو ہمیشہ دیکھا جاتا رہے گا، اس پر ایمان نہ لانا انتہائی بدنصیبی ہے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ شَهِیْدًاۚ-یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِۙ-اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ بس ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

[1] ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۵۱، ۳/۴۵۴.

اور وہ جو باطل پر یقین لائے اور اللہ کے منکر ہوئے وہی گھاٹے میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور باطل پر ایمان لانے والے اور اللہ کے منکر ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا: تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے لوگ قرآنِ پاک کے نازل ہونے کے بعد بھی آپ کی رسالت کو تسلیم نہ کریں تو یہ ان کی بدبختی ہے، آپ ان سے فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان میری رسالت کے سچے ہونے اور تمہارے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے، وہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جس کا علم جتنا کامل ہو اُس کی گواہی بھی اتنی ہی کامل ہوتی ہے اور یقیناً کامل ترین علم اللہ تعالیٰ کا ہے تو گواہی بھی اسی کی کامل ترین ہے اور یاد رکھو کہ باطل پر ایمان لانے والے اور اللہ تعالیٰ کے منکر ہی نقصان پانے والے ہیں۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اگر ایک ٹھہرائی مدت نہ ہوتی تو ضرور ان پر عذاب آجاتا اور ضرور ان پر اچانک آئے گا جب وہ بے خبر ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور اگر ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور ان پر عذاب آجاتا اور ضرور ان پر اچانک عذاب آئے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ: اور تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جس نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں

کی بارش کروادو۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کافر آپ سے جلد عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر عذاب نازل ہونے کی ایک مقررہ مدت نہ ہوتی جو اللہ تعالیٰ نے مُعَیَّن کی ہے اور جو حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے تو ان کے مطالبہ کرتے ہی ضرور ان پر عذاب آ جاتا اور اس میں کوئی تاخیر نہ ہوتی لیکن چونکہ اب ان کیلئے ایک مدت مقرر ہے تو جب وہ مدت پوری ہو جائے گی تو ضرور ان پر اچانک عذاب آئے گا اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ (1)

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔جس دن اُنہیں ڈھانپے گا عذاب اُن کے اوپر اور اُن کے پاؤں کے نیچے سے اور فرمائے گا چکھو اپنے کئے کا مزہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور بیشک جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا: اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

﴿ **یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ: تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔** ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کفار آپ سے جلد عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کررہے ہیں حالانکہ جہنم کا عذاب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے اور ان میں سے کوئی بھی جہنم کے عذاب سے نہیں بچے گا! اور جس دن عذاب کافروں کو ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے یعنی ہر طرف سے ڈھانپ لے گا اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۵۳، ۳/۴۵۴، مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۵۳، ص۸۹۶، ملتقطاً.

گا کہ اے کافرو! اب تم دنیا میں اپنے کئے ہوئے اعمال کی سزا کا مزہ چکھو تو اس دن تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ نہیں سکو گے۔(1)

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے بندو جو ایمان لائے بیشک میری زمین وسیع ہے تو میری ہی بندگی کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے مومن بندو! بیشک میری زمین وسیع ہے تو میری ہی بندگی کرو۔

﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے میرے مومن بندو!﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب مومن کو کسی سرزمین میں اپنے دین پر قائم رہنا اور عبادت کرنا دشوار ہو تو اسے چاہئے کہ وہ ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر جائے جہاں آسانی سے عبادت کر سکے اور وہاں دین کی پابندی میں دشواریاں درپیش نہ ہوں۔ **شانِ نزول:** یہ آیت مکہ مکرمہ میں موجود ان کمزور مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جنہیں وہاں رہ کر اسلام کو ظاہر کرنے میں خطرے اور تکلیفیں تھیں اور وہ انتہائی تنگی میں تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ میری بندگی تو ضروری ہے، یہاں رہ کر نہیں کر سکتے تو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کر جاؤ، وہ وسیع ہے اور وہاں امن بھی ہے۔(2)

نوٹ: ہجرت سے متعلق احکام کی معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ نساء، آیت نمبر 97 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری ہی طرف پھرو گے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۴-۵۵، ۹/۶۸، روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۴-۵۵، ۶/۴۸۵، جلالین، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۴-۵۵، ص۳۳۹، ملتقطاً۔

2 ......مدارک، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۶، ص۸۹۷، خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۶، ۳/۴۵۴-۴۵۵، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری ہی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور اس دارِ فانی کو چھوڑنا ہی ہے، پھر مرنے کے بعد ثواب و عذاب اور اعمال کی جزا کے لئے ہماری ہی طرف تم لوگ پھیرے جاؤ گے تو تم پر لازم ہے کہ ہمارے دین پر قائم رہو اور اپنے دین کی حفاظت کے راستے اختیار کرو۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَۗۖ (۵۸) الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ اُن میں رہیں گے کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے، عمل کرنے والوں کیلئے کیا ہی اچھا اجر ہے۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔﴾ یہاں سے بطورِ خاص ہجرت کرنے والوں اور عمومی طور پر ہر نیک کام کرنے والے مسلمان کی جزا بیان کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے جن میں یہ ہجرت کرنا بھی داخل ہے تو ضرور ہم انہیں جنت

کے ایسے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ہمیشہ ان بالا خانوں میں رہیں گے اور اچھے عمل کرنے والوں کیلئے یہ کیا ہی اچھا اجر ہے۔

جنتی بالا خانوں کے اوصاف

یہاں جنتی بالا خانوں کے اوصاف سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانے والوں کو ایسے دیکھیں گے جس طرح اُفُق میں مشرق یا مغرب کی جانب کسی روشن ستارے کو دیکھتے ہوں کیونکہ ان کے مقامات کے درمیان فرق ہوگا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی منزلیں ہیں، دوسرے وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ’’کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ لوگ پہنچ سکیں گے جو اللہ تعالٰی پر ایمان لائے اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق کی۔[1]

(2)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ’’یہ اس کے لئے ہیں جس نے اچھی گفتگو کی، کھانا کھلایا، ہمیشہ روزہ رکھا اور رات کے وقت جبکہ لوگ سو رہے ہوں، اللہ تعالٰی کے لئے نماز پڑھی۔[2]

﴿**اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ**: وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔﴾ یعنی اچھے عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے تکلیفوں، مصیبتوں اور سختیوں پر صبر کیا، مشرکین کی ایذائیں برداشت کیں اور ہجرت کر کے دین کی خاطر وطن بھی چھوڑ دیا مگر دینِ اسلام کو نہ چھوڑا اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالٰی پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔[3]

---

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنّة وانّها مخلوقة، ۲/۳۹۳، الحدیث: ۳۲۵۶.

2 ......ترمذی، کتاب صفة الجنّة، باب ما جاء فی صفة غرف الجنّة، ۴/۲۳۶، الحدیث: ۲۵۳۵.

3 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۵۹، ۶/۴۸۶، خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۵۹، ۳/۴۵۵، ملتقطاً.

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ﯼ اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَ اِیَّاكُمْ ﳲ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے اُنہیں اور تمہیں اور وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں جو اپنی روزی ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے (بلکہ) اللہ (ہی) انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿وَ كَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں جو اپنی روزی نہیں اٹھائے پھرتے۔﴾

شانِ نزول: مکہ مکرمہ میں ایمان والوں کو مشرکین دن رات طرح طرح کی ایذائیں دیتے رہتے تھے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُن سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کو فرمایا تو اُن میں سے بعض نے عرض کی: ہم مدینہ شریف کیسے چلے جائیں، نہ وہاں ہمارا گھر ہے نہ مال، وہاں ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اگلے دن کے لئے کوئی ذخیرہ جمع کرتے ہیں جیسا کہ چوپائے اور پرندے، اللہ تعالیٰ ہی انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے لہٰذا تم جہاں بھی ہوگے وہی تمہیں روزی دے گا تو پھر یہ کیوں پوچھ رہے ہو کہ ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ ساری مخلوق کو رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، کمزور اور طاقتور، مقیم اور مسافر سب کو وہی روزی دیتا ہے اور وہی تمہارے اقوال کو سننے والا اور تمہارے دلوں کی بات کو جاننے والا ہے۔[1]

رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی ترغیب

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کے معاملے میں خاص

1 ......خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۶۰، ۳/۴۵۵، مدارک، العنکبوت، تحت الآیة: ۶۰، ص۸۹۷-۸۹۸، ملتقطاً.

طور پر اپنے رزق کی فکر نہیں کرنی چاہیے بلکہ ساری مخلوق کو رزق سے نوازنے والے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، وہی حقیقی طور پر رزق دینے والا ہے اور وہ ہر جگہ اپنی مخلوق کو رزق دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا ہونا چاہیے تو وہ تمہیں ایسے روزی دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح بھوکے خالی پیٹ اُٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ [1]

ہمارے معاشرے میں یہ صورتِ حال انتہائی افسوسناک ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے ہوئے دین کے احکام پر عمل کرنا شروع کرتے ہیں تو کچھ لوگ اپنی شفقت ونصیحت کے دریا بہاتے ہوئے انہیں سمجھانا شروع کر دیتے ہیں کہ بیٹا اگر تم نمازی اور پرہیزگار بن گئے اور داڑھی رکھ لی تو کمائی کس طرح کرو گے اور کماؤ گے نہیں تو اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ کس طرح پالو گے، اسی طرح اگر تم دُنْیَوی علوم چھوڑ کر دین کا علم سیکھنے لگ جاؤ گے تو بھوکے مرو گے اور تمہیں لوگوں کے دیئے ہوئے صدقات وخیرات پر گزارا کرنا پڑے گا۔ اے کاش یہ لوگ اتنی بات سمجھ سکتے کہ حقیقی طور پر رزق دینے والا کوئی اور نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہ مخلوق پر اتنا مہربان ہے کہ اپنی نافرمانی کرنے والوں کو بھی رزق سے محروم نہیں کرتا بلکہ انہیں بھی کثیر رزق عطا فرماتا ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنے رزق کے دروازے کیسے بند کر دے گا، ہاں اگر رزق میں تنگی کر کے اس کی آزمائش کرنا مقصود ہوا تو یہ دوسری بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت رزق کی بندش کا سبب ہرگز نہیں بلکہ رزق ملنے کا عظیم ذریعہ ہے۔

وَلَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو ضرور

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکّل علی اللّٰہ، ۴/۱۵۴، الحدیث: ۲۳۵۱.

کہیں گے اللہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا تو ضرور کہیں گے: ''اللہ نے'' تو کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں؟

﴿وَلَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ ان کفارِ مکہ سے پوچھیں کہ اتنے بڑے اور اتنے وسیع آسمان اور زمین کس نے بنائے، سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا تو اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے: ''اللہ تعالیٰ نے'' تو پھر یہ لوگ کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں اور اس اقرار کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے سے کیوں مُنْحَرِف ہوتے ہیں۔ (1)

اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کشادہ کرتا ہے رزق اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے اور تنگ کردیتا ہے جس کیلئے چاہے، بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ: اللہ اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق تنگ کردیتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے تو اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کس چیز میں بندے

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦١، ص٨٩٨.

کی بھلائی ہے اور کس میں نقصان ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ کون کس وقت امیری کے لائق ہے اور کون کس وقت غریبی کے لائق ہے لہٰذا وہ حکمت اور مَصلحت کے مطابق ہی ہر ایک کے ساتھ معاملہ فرماتا ہے۔[1]

نوٹ: مخلوق کے درمیان رزق میں برابری نہ ہونے کی حکمتیں جاننے کے لئے سورۂ رعد، آیت نمبر 26 کے تحت مذکور کلام ملاحظہ فرمائیں۔

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۠ (۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو تم اُن سے پوچھو کس نے اُتارا آسمان سے پانی تو اس کے سبب زمین زندہ کردی مَرے پیچھے ضرور کہیں گے اللہ نے تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو بلکہ اُن میں اکثر بے عقل ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اس کے ذریعے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا؟ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔ تم فرماؤ: سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، بلکہ ان میں اکثر نہیں سمجھتے۔

﴿وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ عرب کے مشرکوں سے یہ بات پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ذریعے خشک زمین سے کھیتی، نباتات اور درخت وغیرہ اُگا کر اسے سرسبز و شاداب کیا؟ تو اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے پانی نازل فرمایا اور اسی نے زمین کو سرسبز کیا۔ یعنی وہ لوگ اس کا اعتراف اور اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ نے ہی کیا ہے۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے حق کو ایسا بنایا کہ باطل پرست اس کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے، بلکہ ان کافروں میں اکثر بے عقل ہیں کہ اس اقرار اور اعتراف کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے منکر ہیں۔[2]

ع ۲ / ۱۲ / ۲

---

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۶۲، ۶/۴۸۹، مدارك، العنکبوت، تحت الآیة: ۶۲، ص۸۹۸، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۶۳، ۶/۴۸۹، خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۶۳، ۳/۴۵۶، ملتقطاً.

وَ مَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ(۶۴)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے۔ کیا ہی اچھا تھا اگر وہ (یہ) جانتے۔

﴿وَ مَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ: اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے، جیسے بچے گھڑی بھر کھیلتے ہیں، کھیل میں دل لگاتے ہیں، پھر اس سب کو چھوڑ کر چل دیتے ہیں یہی حال دنیا کا ہے کہ انتہائی تیزی کے ساتھ زائل ہونے والی ہے اور موت یہاں سے ایسے ہی جدا کر دیتی ہے جیسے کھیلنے والے بچے مُنتَشِر ہو جاتے ہیں اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کہ وہ زندگی پائیدار ہے، دائمی ہے، اس میں موت نہیں اور زندگانی کہلانے کے لائق بھی وہی ہے، کیا ہی اچھا تھا اگر وہ مشرک دنیا اور آخرت کی حقیقت جانتے، اگر ایسا ہوتا تو وہ فانی دنیا کو آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی پر ترجیح نہ دیتے۔ [1]

دنیا کی مذمت سے متعلق احادیث

یاد رہے کہ دنیا کی مذمت کے بارے میں قرآنِ پاک کی بہت سی آیات آئی ہیں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تبلیغ کے مَقاصد میں ایک مقصد دنیا کی محبت سے لوگوں کو بچانا بھی تھا، اس لئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوموں کے سامنے مختلف انداز میں دنیا کی مذمت بیان فرمائی، ہمارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی امت کے سامنے کیسے دنیا کی مذمت بیان فرمائی، اس سے متعلق تین اَحادیث ملاحظہ ہوں،

1 ……مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٤، ص٨٩٨، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٦٤، ٣/٤٥٦، ملتقطاً.

(1)......حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ بکری اپنے گھر والوں کے نزدیک کس قدر حقیر ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: جی ہاں، (اس حقارت کی وجہ سے ہی انہوں نے اس کو پھینکا ہے) ارشاد فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جس قدر یہ بکری اپنے گھر والوں کے نزدیک حقیر ہے اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک دنیا اس سے بھی حقیر اور ہلکی ہے اور اگر اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک دنیا کی مچھر کے پر برابر بھی حیثیت ہوتی تو وہ اس سے کافر کو ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔[1]

(2)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آدمی اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، پس فنا ہونے والی پر باقی رہنے والی کو ترجیح دو۔[2]

(3)......حضرت ابو جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس آدمی پر انتہائی تعجب ہے جو دائمی زندگی والے گھر (یعنی آخرت) کی تصدیق تو کرتا ہے لیکن کوشش دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) کے لیے کرتا ہے۔[3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں دنیا کی رغبت سے محفوظ فرمائے اور اپنی آخرت کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ﳛ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ۚۛ وَ لِیَتَمَتَّعُوْا

1......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب مثل الدنيا، ٤/٤٢٧، الحديث: ٤١١٠، مستدرك، كتاب الرقاق، نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس... الخ، ٥/٤٣٦، الحديث: ٧٩١٧.

2......مسند امام احمد، مسند الكوفيين، حديث ابی موسی الاشعری رضی الله تعالی عنه، ٧/١٦٤، الحديث: ١٩٧١٧.

3......شعب الايمان، الحادی والسبعون من شعب الايمان... الخ، ٧/٣٤٨، الحديث: ١٠٥٣٩.

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂکنزالایمان: پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی پر عقیدہ لاکر پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے جبھی شرک کرنے لگتے ہیں۔ کہ ناشکری کریں ہماری دی ہوئی نعمت کی اور برتیں تو اب جانا چاہتے ہیں۔

ترجمۂکنزُالعِرفان: پھر جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کرلاتا ہے تو اس وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔ تا کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کریں اور تا کہ وہ فائدہ اٹھالیں تو عنقریب جان لیں گے۔

﴿ **فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ: پھر جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں۔** ﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیّت کے لوگ بحری سفر کرتے وقت بتوں کوساتھ لے جاتے تھے، دورانِ سفر جب ہوا مخالف چلتی اور کشتی ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تو وہ لوگ بتوں کو دریا میں پھینک دیتے اور یاربّ! یاربّ! پکارنے لگتے لیکن امن پانے کے بعد پھر اسی شرک کی طرف لوٹ جاتے۔ ان کی اس حماقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب کافر لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور سفر کے دوران انہیں ہوا مخالف سمت چلنے کی وجہ سے ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس وقت وہ اپنے شرک اور عناد کے باوجود بتوں کو نہیں پکارتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور اس وقت ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اس مصیبت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی نجات دے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں ڈوبنے سے بچا کر خشکی کی طرف لاتا ہے اور ڈوب جانے کا اندیشہ اور پریشانی جاتی رہتی ہے اور انہیں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے تو اس وقت دوبارہ شرک کرنے لگ جاتے ہیں اور نتیجے کے طور پر وہ شرک کی صورت میں ہماری دی ہوئی نجات والی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں تو عنقریب وہ اپنے کردار کا نتیجہ جان لیں گے۔ (1)

مصیبت کے وقت مخلص مؤمن اور کافر کا حال

یادرہے کہ مخلص ایمان والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اخلاص کے ساتھ شکر گزار رہتے

1 ......خازن، العنکبوت، تحت الآية: ۶۵-۶۶، ۳/۴۵۶، روح البيان، العنکبوت، تحت الآية: ۶۵-۶۶، ۶/۴۹۳-۴۹۴، ملتقطاً.

ہیں اور جب کوئی پریشان کن صورتِ حال پیش آتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے رہائی دیتا ہے تو وہ اس کی اطاعت میں اور زیادہ سرگرم ہو جاتے ہیں، مگر کافروں کا حال اس کے بالکل برخلاف ہے۔ لیکن افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کا حال بھی کافروں کے پیچھے پیچھے ہی چل رہا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اللہ اللہ کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بڑی عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ اس کی بارگاہ میں اس مصیبت سے نجات کی دعائیں کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ وہ مصیبت ان سے دور کر دیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والی اپنی پرانی رَوِش پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین پناہ بنائی اور اُن کے آس پاس والے لوگ اُچک لیے جاتے ہیں تو کیا باطل پر یقین لاتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی نعمت سے ناشکری کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین، امن وامان والی بنائی اور ان کے آس پاس والے لوگ اچک لیے جاتے ہیں۔ تو کیا وہ باطل پر یقین کرتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔

﴿ **اَوَلَمْ یَرَوْا: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا مکہ والوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے شہر مکہ مکرمہ کی حرمت والی زمین، ان کے لئے امن وامان والی بنائی کہ اس سرزمین میں رہنے والے امن وامان سے رہتے ہیں جبکہ اُن کے آس پاس کے لوگ قتل بھی کئے جاتے اور گرفتار بھی ہو جاتے ہیں، اِس امن وسکون کی نعمت پر تو انہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ بتوں پر یقین رکھتے ہیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے اور اسلام سے کفر کر کے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔ [1]

[1]......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٧، ص٨٩٩.

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے؟ کیا کافروں کیلئے جہنم میں ٹھکانہ نہیں؟

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کے لئے شریک ٹھہرائے یا جب اس کے پاس حق آئے تو وہ اس کو جھٹلا دے اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور قرآن کو نہ مانے؟ بے شک ایسے ظالموں اور حق کے منکروں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔[1]

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے پانچ صورتیں درج ذیل ہیں،

(1)......کافر کا بت پرستی کر کے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے۔

(2)......نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور کہنا کہ مجھے خدا نے نبی بنایا ہے۔

(3)...... کتابُ اللہ میں اپنی طرف سے خَلَط مَلَط کر دینا اور کہہ دینا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

(4)......نبی کا انکار کرنا اور کہنا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے نبی نہیں بنایا۔

(5)......جھوٹا مسئلہ بیان کر کے کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وغیرہ وغیرہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٨، ص٨٩٩.

اس سے معلوم ہوا کہ ہر جھوٹ برا ہے لیکن اگر جھوٹ کی نسبت کسی بڑی ہستی کی طرف کی جائے تو بڑا گناہ ہے، لہٰذا جھوٹی حدیث گھڑ کر یہ کہہ دینا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے، سخت جرم ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۠ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللّٰہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللّٰہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔﴾ اس آیت کے معنی بہت وسیع ہیں، اس لئے مفسرین نے مختلف انداز میں اسے تعبیر کیا ہے۔ یہاں چار اَقوال بیان کئے جاتے ہیں۔

(1)...... حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ جنہوں نے ہماری اطاعت کرنے میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے ثواب کے راستے دکھادیں گے۔

(2)...... حضرت جنید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ توبہ کرنے میں کوشش کریں گے، ہم ضرور انہیں اخلاص کے راستے دکھادیں گے۔

(3)...... حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ علم حاصل کرنے میں کوشش کریں گے، ہم ضرور انہیں عمل کی راہیں دکھادیں گے۔

(4)...... حضرت سہل بن عبداللّٰہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ جو سنت کو قائم کرنے میں کوشش کریں گے ہم انہیں جنت کے راستے دکھادیں گے۔[1]

1 ...... مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٩، ص٨٩٩، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٦٩، ٤٥٧/٣، ملتقطاً.

یہ آیتِ کریمہ شریعت وطریقت کی جامع ہے یعنی جو توبہ میں کوشش کریں گے انہیں اِخلاص کی، جو طلبِ علم میں کوشاں ہوں گے انہیں عمل کی، جو اِتّباعِ سنت میں کوشش کریں گے انہیں جنت کی راہ دکھا دیں گے۔ حق تعالیٰ تک پہنچنے کے اتنے راستے ہیں جتنے تمام مخلوق کے سانس ہیں۔

﴿ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ: اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے کہ دنیا میں ان کی مدد ونصرت فرماتا ہے اور آخرت میں انہیں مغفرت اور ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔[1]

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٩، ص ٩٠٠.

سورۂ روم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

اس میں **6** رکوع، **60** آیتیں، **819** کلمے اور **3534** حروف ہیں۔[2]

روم عیسائیوں کی مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام قسطنطنیہ تھا، اور اس سورت کی ابتدائی آیات میں یہ غیبی خبر دی گئی ہے کہ ابھی تو رومی مغلوب ہو گئے ہیں لیکن عنقریب چند سالوں میں وہ مجوسیوں پر غالب آ جائیں گے، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ روم'' رکھا گیا۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفات، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لانے، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت میں اعمال کی جزا ملنے کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتدا ایک غیبی خبر سے کی گئی ہے کہ رومی ایرانیوں سے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ قرآن پاک کی دی ہوئی یہ خبر حرف بہ حرف پوری ہوئی، رومی چند سالوں بعد ایرانیوں پر غالب آ گئے اور انہوں نے عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنیاد رکھی۔ قرآن پاک کی یہ غیبی خبر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر زبردست دلیل ہے۔

1......خازن، تفسیر سورة الروم، ۳/۴۵۷.

2......خازن، تفسیر سورة الروم، ۳/۴۵۷.

(2)......کفار کے علم کی حد بیان کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وقدرت پر دلائل دیئے گئے ۔

(3)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، قیامت قائم ہونے، نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا اور آخرت کا انکار کرنے والے کفار کی سزا کا بیان کیا گیا ہے۔

(4)......اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں۔

(5)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کو دینِ اسلام پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی گئی۔

(6)......یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور جو اس دین سے ہٹے گا وہ فطرت سے ہٹ جائے گا۔

(7)......رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں پر صدقہ کرنے اور سود سے بچنے اور حلال طریقوں سے مال میں اضافہ کرنے اور زکوٰۃ کے ذریعے اپنے مالوں کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا۔

(7)......کفار کے ایمان لانے سے اِعراض کرنے پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی۔

سورۂ روم کی اپنے سے ماقبل سورت ’’عنکبوت‘‘ کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی ابتداء ’’الٓمّٓ‘‘ سے کی گئی اور ان حروف کے بعد تنزیل، کتاب اور قرآن میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا گیا اور نہ سورۂ قلم کے علاوہ حروفِ مُقَطَّعات سے شروع ہونے والی دیگر سورتوں میں حروفِ مُقَطَّعات کے بعد تنزیل، کتاب یا قرآن میں سے کسی ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ عنکبوت کے آخر میں جہاد کا ذکر ہے اور سورۂ روم کی ابتداء میں رومیوں کے اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایرانیوں پر غالب آنے کی خبر دی گئی ہے۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

[1]......تناسق الدرر، سورة الروم، ص۱۰۹-۱۱۰، ملتقطاً.

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رومی مغلوب ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رومی مغلوب ہوگئے۔

﴿الٓمّٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿غُلِبَتْ: مغلوب ہوگئے۔﴾ **شانِ نزول:** ایران اور روم کے درمیان جنگ جاری تھی اور چونکہ ایران کے رہنے والے مجوسی تھے، اس لئے عرب کے مشرکین اُن کا غلبہ پسند کرتے تھے جبکہ رومی اہلِ کتاب تھے، اس لئے مسلمانوں کو اُن کا غلبہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے اپنا لشکر بھیجا تو روم کے بادشاہ قیصر نے بھی اس کے مقابلے کے لئے اپنا لشکر بھیج دیا۔ شام کی سرزمین کے قریب جب ان لشکروں کا آپس میں مقابلہ ہوا تو ایرانی لشکر رومی فوجیوں پر غالب آگیا اور انہیں شکست دے دی۔ مسلمانوں نے جب یہ خبر سنی تو انہیں بہت گراں گزری جبکہ کفارِ مکہ اس سے خوش ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہلِ کتاب ہو اور عیسائی بھی اہلِ کتاب ہیں اور ہم بھی اُمّی ہیں اور فارس والے بھی اُمّی، ہمارے بھائی یعنی فارس والے تمہارے بھائیوں یعنی رومیوں پر غالب آگئے ہیں اور جب ہماری تمہاری جنگ ہوگی تو ہم بھی تم پر غالب آجائیں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اِن میں خبر دی گئی کہ چند سال میں پھر رومی فارس والوں پر غالب آجائیں گے اور یہ غیبی خبر سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت صحیح ہونے اور قرآنِ کریم کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی روشن دلیل ہے۔

جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو انہیں سن کر حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کفارِ مکہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ اے مکہ والو! تم اس وقت کی جنگ کے نتیجے سے خوش مت ہو، ہمیں ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رومیوں کے غلبے کی خبر دے دی ہے، خدا کی قسم! رومی ضرور فارس والوں پر غلبہ پائیں گے۔ اُبی بن خلف کافر یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے کھڑا ہو گیا، پھر اس کے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے درمیان سو سو اونٹ کی شرط لگ گئی

کہ اگر نو سال میں رومی فارس والوں پر غالب نہ آئے تو حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُبی بن خلف کو سو اونٹ دیں گے اور اگر رومی غالب آ جائیں تو اُبی بن خلف حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سو اونٹ دے گا۔ جب یہ شرط لگی اس وقت تک جوئے کی حرمت نازل نہ ہوئی تھی۔ سات سال کے بعد اس خبر کی سچائی ظاہر ہوئی اور صلحِ حُدَیْبِیَہ یا جنگِ بدر کے دن رومی فارس والوں پر غالب آ گئے، رومیوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے اور عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنیاد رکھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شرط کے اُونٹ اُبی بن خلف کی اولاد سے وصول کر لئے کیونکہ وہ اس عرصے میں مر چکا تھا اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ شرط کے مال کو صدقہ کر دیں۔[1]

[illegible]

امامِ اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے نزدیک حَربی کفار کے ساتھ عقودِ فاسدہ وغیرہ جائز ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شرط لگانے والا واقعہ ان کی دلیل ہے۔ یاد رہے کہ اس مسئلے کی کچھ تفصیلات ہیں اس لئے عوامُ النّاس کو چاہئے کہ علمائے کرام سے اس مسئلے کی تفصیل معلوم کئے بغیر از خود اس پر عمل نہ کریں۔

فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۟ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۟ۙ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۟ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ چند برس میں حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا مہربان۔

[1] ......خازن، الروم، تحت الآیة: ۳، ۳/۴۵۷-۴۵۸، مدارک، الروم، تحت الآیة: ۴، ص ۹۰۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب کی زمین میں اور وہ اپنی شکست کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند سالوں میں۔ پہلے اور بعد حکم اللّٰہ ہی کا ہے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔ اللّٰہ کی مدد سے۔ وہ جس کی چاہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب، مہربان ہے۔

﴿فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ: قریب کی زمین میں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے ابتدائی حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ شام کی اس سرزمین میں رومی مغلوب ہوگئے جو فارس سے قریب تر ہے اور رومی اپنی شکست کے بعد عنقریب چند سالوں میں ایرانیوں پر غالب آجائیں گے جن کی حد 9 سال ہے۔ مشہور روایت کے مطابق رومیوں کے مغلوب ہونے کے سات سال بعد ہی رومی ایرانیوں پر غالب آگئے تھے۔ (1)

رومیوں کے غالب آنے کی مدت کو مبہم رکھنے کی حکمت

یہاں آیت میں رومیوں کے غالب آنے کی مُعَیَّن مدت ذکر نہیں کی گئی، اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’آیت میں رومیوں کے غالب آنے کی مدت کو اس لئے مُبْہَم رکھا گیا تاکہ کفار ہر وقت رعب میں رہیں اور ان کے دلوں میں خوف بیٹھا رہے۔ (2)

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رومیوں کے غالب آنے کی مدت معلوم تھی

یاد رہے کہ آیت میں رومیوں کے غالب آنے کی مُعَیَّن مدت ذکر نہ کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی اس مدت کا علم نہیں دیا گیا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وہ مدت بتا دی گئی تھی البتہ اسے ظاہر کرنے کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اسے ظاہر نہیں فرمایا تھا، جیسا کہ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اللّٰہ تعالیٰ نے رومیوں کے غالب آنے کا سال، مہینہ، دن اور وقت بھی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بتا دیا تھا البتہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کے اظہار کی اجازت نہ تھی۔ (3)

﴿لِلّٰهِ الْاَمْرُ: اللّٰہ ہی کا حکم ہے۔﴾ یعنی رومیوں کے غلبہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی اللّٰہ تعالیٰ ہی کا حکم چل رہا ہے۔

---

1 ......خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۳-۴، ۳/۴۵۸، تفسیر قرطبی، الروم، تحت الآیۃ: ۴، ۷/۴، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الروم، تحت الآیۃ: ۴، ۴/۱۵۷۵.

3 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۴، ۹/۸۰.

مراد یہ ہے کہ پہلے فارس والوں کا غلبہ ہونا اور دوبارہ رومیوں کا غالب ہو جانا یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم، ارادے اور اس کی قضا وقدر سے ہے کیونکہ جنگ میں جو مغلوب ہو جائے تو وہ کمزور ہو جاتا ہے اور کمزوری کے بعد دوبارہ غالب آ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا غلبہ اس کی اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے پر نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ پہلی بار ہی مغلوب نہ ہوتا۔ (1)

﴿ وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ: اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔ ﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کے ابتدائی حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رومی ایرانیوں پر غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے غلبے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا ہو گا تو اس دن ایمان والے اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہوں گے کہ اُس نے کتابیوں کو غیر کتابیوں پر غلبہ دیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں نے کفار کو رومیوں کے غالب آنے کی جو خبر دی تھی وہ سچی ثابت ہوئی۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق جب بدر کے دن مسلمان مشرکوں پر غالب ہوئے تو انہیں خوشی ہوئی اور اسی دن رومیوں کے غالب آنے کی خبر ملنے پر بھی مسلمان خوش ہوئے، اور ایک روایت کے مطابق صلحِ حُدَیْبِیَہ کے موقع پر رومی ایرانیوں پر غالب آئے اور بیعتِ رضوان کے دن جب مسلمانوں کو اس کی خبر ملی تو وہ خوش ہوئے۔ (2)

وَعْدَ اللّٰهِؕ-لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ(۶) یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کا وعدہ اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی اور وہ آخرت سے پورے بے خبر ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ آنکھوں

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ٤، ٤٥٨/٣، صاوى، الروم، تحت الآية: ٤، ١٥٧٥/٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٤-٥، ص٩٠٢، خازن، الروم، تحت الآية: ٤-٥، ٤٥٨/٣-٤٥٩، تفسير قرطبى، الروم، تحت الآية: ٣، ٦/٧، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

کے سامنے کی دنیوی زندگی کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

﴿وَعْدَ اللّٰهِ: اللہ کا وعدہ۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے رومیوں کے فارس والوں پر غالب آنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے کسی وعدے کے خلاف نہیں کرتا کیونکہ اس کا کلام سچا ہے اور اس کا جھوٹ بولنا قطعی طور پر محال ہے، لیکن اکثر کفار اپنی جہالت کی وجہ سے اس بات سے بے علم ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرماتا ہے۔[1]

﴿یَعْلَمُوْنَ: جانتے ہیں۔﴾ اس آیت میں کفار کے علم کی حد بیان کی گئی کہ وہ لوگ بس اپنے معاشی معاملات کے بارے جانتے ہیں کہ کیسے کام کئے جائیں، کس طرح تجارت کی جائے اور کس وقت باغبانی اور کاشتکاری کی جائے اور کب کٹائی کی جائے، جبکہ وہ اپنی آخرت سے بالکل غافل ہیں، نہ اس میں کوئی غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں۔[2]

موجودہ دور کے مسلمانوں کی علمی اور عملی حالت

اس آیت میں کفار کی جو علمی اور عملی حالت بیان کی گئی اسے سامنے رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو فی زمانہ عمومی طور پر مسلمانوں کی علمی اور عملی حالت بھی ایسی ہی نظر آتی ہے کہ یہ مال کمانے کے نت نئے طریقے اور ذرائع تو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور اس میں جائز ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کرتے جبکہ اپنی آخرت کے معاملے میں انتہائی غفلت کا شکار نظر آتے ہیں، اپنی موت، قبر اور حشر کے معاملات کے بارے میں غور وفکر نہیں کرتے اور عقائد، عبادات اور معاملات میں سے جن چیزوں کا سیکھنا فرض ہے اس کی معلومات نہیں رکھتے۔ یہ تو عام مسلمانوں کا حال ہے جبکہ خواص میں شمار کئے جانے والوں میں سے اکثر کا حال بھی کچھ کم افسوس ناک نہیں، علماء کہلانے والوں کی بڑی تعداد حقیقت میں عالم ہی نہیں اور پیر کہلانے والوں کی بڑی تعداد خود محتاجِ تربیت ہے اور یہ دونوں قسم کے حضرات عوام کو تعلیم و تربیت دینے کی بجائے جہالت وجرأت دے رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اپنا اصلی مقصد سمجھنے اور اپنی علمی و عملی حالت سدھارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ٦، ٣/٤٥٩، تفسير قرطبي، الروم، تحت الآية: ٦، ٧/٧، الجزء الرابع عشر، روح البيان، الروم، تحت الآية: ٦، ٧/٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، الروم، تحت الآية: ٧، ٣/٤٥٩.

اَوَ لَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّىؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے اپنے جی میں نہ سوچا کہ اللہ نے پیدا نہ کئے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق اور ایک مقرر میعاد سے اور بیشک بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کا انکار رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے اپنے دلوں میں غوروفکر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو حق اور ایک مقررہ مدت کے ساتھ پیدا کیا اور بیشک بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں۔

﴿ اَوَ لَمْ یَتَفَكَّرُوْا: کیا انہوں نے غوروفکر نہیں کیا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے حوالے سے بیان ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کے منکر ہیں اور اب یہاں سے وہ اسباب بیان کئے جارہے ہیں جن سے بندہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی طرف راغب ہوسکتا ہے اور اسے آخرت کے بارے میں علم بھی مل سکتا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ کی نظر صرف دُنْیَوی زندگی کی زیب و زینت پر ہے اور وہ اپنے دلوں میں غوروفکر نہیں کرتے، اگر وہ ایسا کرتے تو جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین اور جو مخلوقات ان کے درمیان ہے، ان سب کو بیکار اور باطل نہیں بنایا بلکہ ان میں بے شمار حکمتیں رکھی ہیں تاکہ لوگ ان میں غوروفکر کرکے انہیں بنانے والے کے وجود اور اس کی وحدانیَّت پر اِستدلال کریں اور اس کی قدرت وصفات کو پہچانیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو ہمیشہ کے لئے نہیں بنایا بلکہ ان کے لئے ایک مدت مُعَیَّن کردی ہے اور جب وہ مدت پوری ہوجائے گی تو یہ چیزیں فنا ہوجائیں گی اور وہ مدت قیامت قائم ہونے کا وقت ہے۔ بیشک بہت سے لوگ آخرت سے غافل ہونے اور آخرت کی معرفت دلانے والی چیزوں میں غوروفکر نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال کے حساب، ان کی جزا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں۔[1]

[1] ......روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۸، ۷/۹-۱۰، مدارک، الروم، تحت الآیۃ: ۸، ص۹۰۲-۹۰۳، ملتقطاً.

اَوَ لَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَؕ۝۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا اُنہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ اُن سے اگلوں کا انجام کیسا ہوا وہ ان سے زیادہ زور آور تھے اور زمین جوتی اور آباد کی ان کی آبادی سے زیادہ اور ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے تو اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین میں ہل چلائے اور اُنہوں نے زمین کو اُس سے زیادہ آباد کیا جتنا اِنہوں نے آباد کیا ہے اور اُن کے رسول اُن کے پاس روشن نشانیاں لائے تو اللہ کی یہ شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

﴿ **اَوَ لَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ :اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا۔** ﴾ یعنی کیا اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے والے اور آخرت سے غافل کفار نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلانے والے لوگوں کا انجام کیا ہوا، رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اب ان کے اجڑے ہوئے دیار اور ان کی ہلاکت و بربادی کے آثار، عبرت کا سامان ہیں۔ ان قوموں کا حال یہ تھا کہ وہ لوگ اہلِ مکہ سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین میں ہل چلائے اور زمین کو اُس سے زیادہ آباد کیا جتنا اِن اہلِ مکہ نے آباد کیا ہے، لیکن جب اُن کے رسول اُن کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے تو وہ اُن پر ایمان نہ لائے، اس کی وجہ سے ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ان کے حقوق کم کر کے اور انہیں جرم کے بغیر ہلاک کر کے ان پر ظلم کرتا، ہاں رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنا کر وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔[1]

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤی اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ۠ (۱۰)

ع۱ | ۴

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جنہوں نے حد بھر کی برائی کی ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ کی آیتیں جھٹلانے لگے اور ان کے ساتھ تمسخر کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر برائی کرنے والوں کا انجام سب سے برا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤی: پھر برائی کرنے والوں کا انجام سب سے برا ہوا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ گناہوں کا اِرتکاب کرتے رہنے والوں کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، حتّٰی کہ برے اعمال کی وجہ سے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے لگے اور ان آیتوں کا مذاق اڑانے لگ گئے۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے (یعنی کفر کیا تو) ان کا انجام سب سے برا ہوا کہ دنیا میں انہیں (عذاب نازل کر کے) ہلاک کر دیا گیا اور آخرت میں ان کے لئے جہنم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر نازل ہونے والی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔[2]

[illegible]

اس آیت کی پہلی تفسیر سے معلوم ہوا کہ برے اعمال پر اصرار کی وجہ سے انسان برے عقیدے اختیار کر جاتا ہے۔

---

1 ......تفسیر طبری، الروم، تحت الآیۃ: ۹، ۱۰/۱۷۰، جلالین، الروم، تحت الآیۃ: ۹، ص۳۴۱، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۹، ۳/۴۵۹، ملتقطاً۔

2 ......بیضاوی، الروم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۳۲۹، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۳/۴۵۹-۴۶۰، ابو سعود، الروم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۲۷۱، روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۷/۱۱، ملتقطاً۔

لہٰذا ہر ایک کو برے اعمال سے بچنے کی شدید حاجت ہے تا کہ وہ بدعقیدگی سے محفوظ رہے۔ کفر سے بچنے کیلئے گناہوں سے بچنا چاہیے اور گناہوں سے بچنے کیلئے مُشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یہ حدیثِ پاک ملاحظہ کریں۔ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مُشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، تو جو شُبہات سے بچے گا وہ اپنا دین اور اپنی عزت بچالے گا اور جو شبہات میں پڑے گا وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا، جس طرح کوئی شخص کسی چراگاہ کی حدود کے گرد چَرائے تو قریب ہے کہ وہ جانور اس چراگاہ میں بھی چر لیں۔ سنو ہر بادشاہ کی چراگاہ کی ایک حد ہوتی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی مقرر کردہ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ (1)

اللّٰہ تعالیٰ ہر مسلمان کو برے اعمال کرنے اور بدعقیدگی اختیار کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اَللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ پہلے بناتا ہے پھر دوبارہ بنائے گا پھر اس کی طرف پھرو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ پہلے بناتا ہے پھر وہ دوبارہ بنائے گا پھر اس کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

﴿ اَللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ: اللّٰہ پہلے بناتا ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ تمام مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور اس میں اللّٰہ تعالیٰ کا کوئی شریک اور مددگار نہیں، بلکہ اس نے اکیلے ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، پھر وہ اسے فنا اور معدوم کرنے کے بعد (قیامت کے دن) دوبارہ نئے سرے سے اسی طرح درست بنائے گا جیسے پہلی بار بنایا تھا، پھر دوبارہ بننے کے بعد تمام مخلوق اسی کی طرف لوٹائی جائے گی اور سب کو جمع کیا جائے گا تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے اور اللّٰہ تعالیٰ برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے گا۔ (2)

---

1 ......مسلم، کتاب المساقاة، باب اخذ الحلال وترك الشبهات، ص۸٦٢، الحدیث: ۱۰۷(۱۵۹۹).

2 ......تفسیر طبری، الروم، تحت الآیة: ۱۱، ۱۰/۱۷۱.

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَ كَانُوْا بِشُرَكَآىٕهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرموں کی آس ٹوٹ جائے گی۔ اور اُن کے شریک اُن کے سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہوجائیں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن الگ ہوجائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم مایوس ہوجائیں گے۔ اوران کے شریک ان کے سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہوجائیں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ الگ ہوجائیں گے۔

﴿**وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔**﴾ یہاں سے قیامت کے دن مجرموں کی کیفیت بیان کی جارہی ہے۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرموں کو کسی نفع اور بھلائی کی امید باقی نہ رہے گی۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرموں کا کلام مُنْقَطَع ہوجائے گا اور وہ خاموش رہ جائیں گے، کیونکہ اُن کے پاس پیش کرنے کے قابل کوئی حجت نہ ہوگی۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ جس دن قیامت قائم ہوگی تو اس دن مجرم رُسوا ہوں گے۔ یاد رہے کہ یہاں آیت میں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں۔(1)

﴿**وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا: اوران کے شریک ان کے سفارشی نہ ہوں گے۔**﴾ یعنی سفارش کی امید پر مشرکین جن بتوں کو پوجتے تھے وہ قیامت کے دن ان کی سفارش کرکے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچائیں گے اور مشرکین اپنے معبودوں سے مایوس ہوکران کا انکار کردیں گے اوران سے براءت کا اظہار کریں گے۔(2)

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ١٢، ٣/٤٦٠، روح البيان، الروم، تحت الآية: ١٢، ٧/١٢، جلالين، الروم، تحت الآية: ١٢، ص٣٤١، مدارك، الروم، تحت الآية: ١٢، ص٩٠٣، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ١٣، ٧/١٢، جلالين، الروم، تحت الآية: ١٣، ص٣٤٢، ملتقطاً.

﴿وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مسلمان اور کافر ایک دوسرے سے ایسے الگ الگ ہوجائیں گے کہ آئندہ پھر کبھی جمع نہ ہوں گے اور یہ اس طرح ہوگا کہ حساب کے بعد اہلِ جنت کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور کفار کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔(1) اس کی مزید تفصیل اگلی آیات میں ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓىٕكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے باغ کی کیاری میں اُن کی خاطر داری ہوگی۔ اور وہ جو کافر ہوئے اور ہماری آیتیں اور آخرت کا ملنا جھٹلایا وہ عذاب میں لا دھرے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو وہ (جنت کے) باغ میں خوش رکھے جائیں گے۔ اور جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے ملنے کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: تو وہ جو ایمان لائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں مومن اور کافر کے الگ الگ ہونے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو جنت کے باغات میں ان کا اِکرام کیا جائے گا جس سے وہ خوش ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ خاطر داری جنتی نعمتوں کے ساتھ ہوگی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ خاطر داری سے مراد سَماع ہے کہ انہیں طَرب اَنگیز یعنی شادمانی کے نغمات سنائے جائیں گے جو اللہ تبارَکَ وَتَعَالٰی کی تسبیح پر مشتمل ہوں گے۔(2)

1 ......جلالین، الروم، تحت الآیة: ۱۴، ص۳۴۲، خازن، الروم، تحت الآیة: ۱۴، ۳/۴۶۰، ملتقطاً۔

2 ......مدارك، الروم، تحت الآیة: ۱۵، ص۹۰۴، خازن، الروم، تحت الآیة: ۱۵، ۳/۴۶۰، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۱۵، ۱۳/۷، ملتقطاً۔

جولوگ دنیا میں گانے باجے سننے سے بچنے والے اور لَہو لَعب اور آلاتِ موسیقی سے دور رہنے والے ہوں گے تو ان خوش نصیب حضرات کو جنت میں شادمانی کے نغمات سنائے جائیں گے، جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا’’ وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کو شیطان کے آلاتِ موسیقی سے بچایا کرتے تھے، انہیں الگ کردو، چنانچہ انہیں مشک اور عنبر کی کتابوں میں الگ کردیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا ’’انہیں میری تسبیح، تحمید اور تہلیل سناؤ تو وہ فرشتے ایسی آوازوں سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے جیسی سننے والوں نے نہ سنی ہوگی۔[1]

﴿ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جو کافر ہوئے۔﴾ یعنی جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزا کا انکار کیا تو وہ عذاب میں داخل کردیئے جائیں گے اور اس عذاب میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ ہی وہ اس سے کبھی نکلیں گے۔[2]

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ(۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ کی پاکی بیان کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو۔

﴿ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ: تو اللہ کی پاکی بیان کرو۔﴾ یعنی اے عقل مندو! جب تم نے نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو ملنے والا ثواب اور نعمتیں یونہی جھٹلانے والے کفار کو ہونے والے عذاب کے بارے میں جان لیا تو تم صبح شام ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے سے متعلق مفسرین کا ایک

1 ……در منثور، الروم، تحت الآیۃ: ١٥، ٦/٤٨٧.

2 ……مدارك، الروم، تحت الآیۃ: ١٦، ص٩٠٤.

قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد نماز ادا کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے دریافت کیا گیا کہ کیا پانچ نمازوں کا بیان قرآنِ پاک میں ہے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ہاں اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا کہ ان میں پانچوں نمازیں اور اُن کے اوقات مذکور ہیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح بیان کرنے کے فضائل

اَحادیث میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح بیان کرنے کی بہت سی فضیلتیں وارد ہیں، یہاں ان میں سے دو فضائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزانِ عمل میں بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ (وہ دو کلمے یہ ہیں:) ''**سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم**''۔ [2]

(2)......حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے کلام میں سے چار چیزوں کو پسند فرمالیا ہے۔ **(1)** سُبْحَانَ اللّٰہ، **(2)** اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، **(3)** لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ، **(4)** اَللّٰہُ اَکْبَر۔ جس نے ''سُبْحَانَ اللّٰہ'' کہا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے بیس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے بیس گناہ مٹا دیتا ہے۔ جس نے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہا تو اس کے لئے بھی اسی کی مثل ہے۔ جس نے ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہا تو اس کے لئے بھی اسی کی مثل ہے اور جس نے اپنی طرف سے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن'' کہا تو اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے تیس گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ [3]

﴿ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ: جب شام کرو اور جب صبح کرو۔ ﴾ دوسرے قول کے مطابق اس آیت میں تین نمازوں کا بیان ہوا، شام میں مغرب اور عشاء کی نمازیں آگئیں جبکہ صبح میں نمازِ فجر آگئی۔ [4]

---

1 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ١٧، ٧/١٦، مدارك، الروم، تحت الآية: ١٧، ص٩٠٤، خازن، الروم، تحت الآية: ١٧، ٣/٤٦٠، ملتقطاً.

2 ......بخاری، كتاب الايمان والنذور، باب اذا قال: والله لا اتكلّم اليوم فصلّى... الخ، ٤/٢٩٧، الحديث: ٦٦٨٢.

3 ......مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ٣/١٦٦، الحديث: ٨٠١٨.

4 ......خازن، الروم، تحت الآية: ١٧، ٣/٤٦٠.

وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی کیلئے تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور اس وقت جب دن کا کچھ حصہ باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو۔

﴿ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ : اور جب دن کا کچھ حصہ باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ جب کچھ دن باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو تو اس وقت تسبیح کرو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب کچھ دن باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو تو اس وقت نماز ادا کرو۔ اس میں نمازِ عصر اور نمازِ ظہر کا بیان ہوا۔

نماز کے لئے پانچ اوقات مقرر فرمانے کی حکمت

یاد رہے کہ نماز کے لئے یہ پانچ اَوقات اس لئے مقرر فرمائے گئے کہ افضل اعمال وہ ہیں جو ہمیشہ ہوں اور انسان یہ قدرت نہیں رکھتا کہ اپنے تمام اوقات نماز میں صَرف کرے کیونکہ اس کے ساتھ کھانے پینے وغیرہ کے حوائج و ضروریّات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر عبادت میں تخفیف فرمائی اور دن کے شروع، درمیان اور آخر میں جبکہ رات کے شروع اور آخر میں نمازیں مقرر کیں تا کہ ان اوقات کے اندر نماز میں مشغول رہنا دائمی عبادت کے حکم میں ہو۔[1]

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

۲ ع ۹ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: وہ زندہ کو نکالتا ہے مُردے سے اور مُردے کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو جلاتا ہے اس کے مرے

(1) ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ۱۸، ۷/۱٦، مدارك، الروم، تحت الآية: ۱۸، ص۹۰٤، خازن، الروم، تحت الآية: ۱۸، ۳/٤٦۰، ملتقطاً.

پیچھے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ زندہ کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔

﴿یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ: وہ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی زندہ کو بے جان سے جیسے کہ پرندے کو انڈے سے، انسان کو نطفے سے اور مومن کو کافر سے نکالتا ہے اور بے جان کو زندہ سے جیسے کہ انڈے کو پرندے سے، نطفے کو انسان سے اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے اور زمین کو خشک ہو جانے کے بعد بارش برسا کر اور اس سے سبزہ اُگا کر زندہ کرتا ہے اور ان چیزوں کو نکالنے کی طرح تم بھی (قیامت کے دن) قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب کے لئے نکالے جاؤ گے۔ [1]

سورۂ روم کی آیت نمبر 17، 18، 19 کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے صبح کے وقت یہ کہہ دیا: ’’ **فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ** ‘‘ تو اُس دن میں جو نیکی اس سے چھوٹ گئی اس کا ثواب پالے گا اور جو شام کے وقت یہ کہہ دے تو اس رات میں جو نیکی اس سے چھوٹ گئی اس کا ثواب پالے گا۔ [2]

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’نیکی چھوٹ جانے سے مراد نوافل نیکیاں چھوٹ جانا ہیں یا فرائض عبادات میں نقصان (یعنی کمی) رہ جانا ہے، یعنی رب تعالٰی اس آیتِ کریمہ کی برکت سے بہت سی نفلی نیکیوں کا اجر عطا فرمائے گا، اور اگر آج دن رات کے فرائض میں کچھ نقصان واقع ہو گیا ہو گا تو رب تعالٰی نقصان پورا فرما دے گا۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ تمام فرائض و واجبات چھوڑ دو صرف یہ ہی آیت صبح شام پڑھ لیا کرو۔ [3]

---

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ١٩، ص٩٠٤، خازن، الروم، تحت الآية: ١٩، ٣/٤٦١، ملتقطاً.

2 ......ابو داؤد، كتاب الادب، باب ما يقول اذا اصبح، ٤/٤١٤، الحديث: ٥٠٧٦.

3 ......مراۃ المناجیح، کتاب الدعوات، باب مایقول عند الصباح والمساء والمنام، الفصل الاول، ۴/۳۳-۳۴۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر جبھی تم انسان ہو دنیا میں پھیلے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر جبھی تم انسان ہو جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہو۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں سے ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر انسان کی پیدائش سے اِستدلال کیا جا رہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جیتا جاگتا انسان بنایا اور مٹی ایک بے جان چیز ہے جس میں حیات اور حرکت کا کوئی اثر نہیں ہے، پھر یہی نہیں بلکہ تمہارے اندر شعور اور عقل پیدا کی، خیالات، احساسات اور جذبات پیدا کئے، گفتگو کرنے اور چیزوں میں تَصَرُّف کرنے کی قدرت دی اور یہ سب چیزیں مٹی کا بنیادی جُزْو نہیں ہیں، پھر تم لوگ اپنی اور اپنی صفات کی پیدائش کے بعد مختلف اَغراض و مَقاصد کی وجہ سے دنیا میں پھیلے ہوئے ہو۔ اگر تم ان چیزوں میں غور کرو گے تو تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ جس نے انسان کو پیدا کیا وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ کامل قدرت رکھتا ہے اور جو مٹی جیسی بے جان چیز سے جیتا جاگتا انسان بنانے کی قدرت رکھتا ہے وہ انسانوں کی موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔[1]

نوٹ: آیت میں جو یہ فرمایا گیا **''اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا''** اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصل حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو مٹی سے پیدا کیا اور جب انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے تو گویا کہ دیگر انسانوں کو بھی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

یہاں آیت کے ابتدائی حصے میں انسان کی مرحلہ وار تخلیق کا اِجمالی بیان ہے، جبکہ اس کا تفصیلی بیان اس آیت

1 ...... صاوی، الروم، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۱۵۷۸، تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ۲۰، ۹/۸۹-۹۰، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۲۰، ۷/۱۹، ملتقطاً۔

میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْــٴًـا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن اُٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو (اس بات پر غور کرلو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر پانی کی ایک بوند سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں اور ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں اسے ایک مقرر مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں پھر (عمر دیتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ (بالآخر) جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔

تخلیق کے ان مَراحل میں غور وفکر کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت کی معرفت حاصل کرسکتا ہے اور کفار میں سے جو شخص انصاف کی نظر سے ان میں غور وفکر کرے گا تو کوئی بعید نہیں کہ وہ ایمان اور ہدایت کی عظیم سعادت سے سرفراز ہو جائے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةًؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ اُن سے آرام

1 ......حج: ۵.

پاؤاور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ مِنۡ اٰیٰتِهٖۤ:اور اس کی نشانیوں سے ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے عورتیں بنائیں جو (شرعی نکاح کے بعد) تمہاری بیویاں بنتی ہیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اگر اللہ تعالیٰ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں صرف مرد پیدا فرماتا اور عورتوں کو ان کے علاوہ کسی دوسری جنس جیسے جِنّات یا حیوانات سے پیدا فرماتا تو مَردوں کو عورتوں سے سکون حاصل نہ ہوتا بلکہ ان میں نفرت پیدا ہوتی کیونکہ دو مختلف جنسوں کے افراد میں ایک دوسرے کی طرف میلان نہیں ہوتا اور وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل نہیں کر سکتے، پھر انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ کمال رحمت ہے کہ مردوں کے لئے ان کی جنس سے عورتیں بنانے کے ساتھ ساتھ شوہر اور بیوی کے دمیان محبت اور رحمت رکھی کہ پہلی کسی معرفت اور کسی قرابت کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ہمدردی ہو جاتی ہے۔ بے شک ان چیزوں میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں، اگر وہ ان میں غور کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس نے دنیا کے نظام کو اس احسن انداز میں قائم رکھا ہوا ہے صرف وہی عبادت کا مستحق اور کامل قدرت والا ہے۔ (1)

اسلامی معاشرے اور مغربی معاشرے میں خاندانی نظام [illegible]

اسلامی معاشرے میں خاندانی نظام قائم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور اس نظام کی عمارت چونکہ مرد اور عورت کے درمیان شوہر اور بیوی کے رشتے کی بنیاد پر ہی کھڑی ہو سکتی ہے، اس لئے اسلامی معاشرے میں اس بنیاد کو مضبوط تر بنانے کے خصوصی اقدامات کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت اور مرد کے ازدواجی رشتے میں ذہنی اور قلبی سکون اور باہمی ذمہ داریوں کی تقسیم کو اصل بنیاد بنایا اور ازدواجی تعلقات قائم کرنے

---

1 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ۲۱، ۹/۹۱-۹۲، ابن کثیر، الروم، تحت الآیة: ۲۱، ۶/۲۷۸، مدارک، الروم، تحت الآیة: ۲۱، ص۹۰۵، خازن، الروم، تحت الآیة: ۲۱، ۳/۴۶۱، ملتقطاً۔

کو ذہنی سکون حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہونے کی حیثیت دی ہے اور جب شوہر کو اپنی بیوی سے ذہنی سکون ملے گا تو ان کی باہمی زندگی پُرسکون ہوگی اور جب میاں بیوی ایک دوسرے کیلئے اطمینان وسکون کا ذریعہ ہوں گے تو ان سے بننے والا خاندان بھی خوشیوں بھرا ہوگا اور جب ہر خاندان اس دولت سے مالا مال ہوگا تو معاشرہ خود ہی امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گا۔ یہاں ہر صاحبِ عقل آدمی اس بات کا مشاہدہ کرسکتا ہے کہ معاشرے میں جہاں اسلامی تعلیمات پر عمل ہوتا ہے وہاں سکون اور چین نظر آتا ہے اور جہاں عمل نہیں ہوتا وہاں بے چینی اور بے اطمینانی پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ اسلامی معاشرے کے مقابلے میں جب مغربی معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو اس میں بسنے والے ذہنی سکون کی دولت سے محروم نظر آتے ہیں، اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان کے دُنْیَوی علوم وفنون اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں کوئی کمی باقی ہے جس کی بنا پر وہ بے سکون ہیں یا ان کے پاس مال ودولت کی کمی ہے جس کی وجہ سے وہ معاشی پریشانیوں کا شکار ہوکر ذہنی سکون سے محروم ہیں بلکہ تمام تر ترقی، دولت، آسائشوں اور سہولتوں کی بُہتات ہونے کے باوجود مغربی معاشرے میں بسنے والوں کے ذہنی سکون سے محروم ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صرف جنسی تسکین اور شہوت کی آسودگی کو بنیاد بنایا، جس کے لئے انہوں نے عورت کو بے راہ رَوی کی آزادی دیدی اور مرد کو یہ اختیار دیا کہ وہ کسی بھی عورت کے ساتھ اس کی رضامندی سے جنسی تعلقات قائم کرلے، جب مغربی معاشرے میں ذہنی سکون کی بجائے جنسی تسکین کو بنیاد بنایا گیا اور عورت کی حیثیت محض جنسی تسکین کا آلہ ہونے کی رکھی گئی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس معاشرے میں عورتوں، کنواری لڑکیوں اور بچیوں کا ناجائز بچوں کی مائیں بننا عام ہوگیا، حرامی بچوں کی پیدائش اور انہیں قتل کردیئے جانے کی وارداتوں میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا، طلاقوں کی شرح بہت بڑھ گئی، خاندانی نظام تباہ ہوکر رہ گیا، نفسیاتی اور ذہنی اَمراض میں مبتلا افراد کی تعداد بڑھنا شروع ہوگئی اور آج یہ حال ہے کہ ذہنی اور نفسیاتی امراض کے ہسپتال سب سے زیادہ وہاں ہیں، ذہنی مریضوں اور دماغی سکون کی دوائیں کھانے والوں کی تعداد بھی وہیں سب سے زیادہ ہے اور پاگل خانوں کی زیادہ تعداد بھی وہیں پر ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ مغربی معاشرے کی اندھی پیروی کرکے اپنا ذہنی سکون اور خاندانی نظام تباہی کے دہانے پر لانے کی بجائے ان کے حالات سے عبرت حاصل کریں اور اسلامی معاشرے کے اصول وقوانین پر عمل پیرا ہوکر ذہنی سکون حاصل کرنے اور خاندانی نظام کو تباہ ہونے سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

عورت اپنے شوہر کے آرام اور سکون کا لحاظ رکھے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو شوہر کے سکون اور آرام کے لئے پیدا فرمایا ہے اور عورت سے سکون حاصل کرنے کا ایک ذریعہ شرعی نکاح کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرنا ہے، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ اگر کوئی شرعی یا طبعی عذر نہ ہو تو اپنے شوہر کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے منع نہ کریں اور شوہروں کو بھی چاہئے کہ اپنی بیویوں کے شرعی یا طبعی عذر کا لحاظ رکھیں۔ جو عورت کسی عذر کے بغیر اپنے شوہر کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے منع کر دیتی ہے اس کے لئے درج ذیل دو اَحادیث میں بڑی عبرت ہے، چنانچہ

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جس شخص نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا اور بیوی آنے سے انکار کر دے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس عورت سے ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور مرد بیوی سے ناراض ہو جائے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔[2]

لہٰذا ہر بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کے آرام اور سکون کا خاص طور پر لحاظ رکھے اور اسے اپنی طرف سے کسی طرح کی کوئی پریشانی نہ آنے دے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف

1......مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها، ص۷۵۳، الحدیث: ۱۲۱(۱۴۳۶).

2......مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها، ص۷۵۳، الحدیث: ۱۲۲(۱۴۳۶).

بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں علم والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں سے ہے۔﴾ اس سے پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی وہ نشانیاں بیان فرمائیں جو انسان کی اپنی ذات میں ہیں جبکہ اس آیت میں خارجی کائنات کی تخلیق اور انسان کی لازمی صفات سے اپنی وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم آسمان کی طرف دیکھو کہ وہ انتہائی وسیع اور بلند ہے، اس میں رات کے وقت ستارے روشن ہوتے اور یہ آسمان کی زینت ہیں، اسی طرح زمین کی طرف دیکھو کہ کتنی طویل و عریض ہے، پانی کی طرح نرم نہیں بلکہ سخت ہے، اس پر پُر ہَیبت پہاڑ نصب ہیں، اس میں وسیع و عریض میدان، گھنے جنگلات اور ریت کے ٹیلے ہیں، دریا اور سمندر جاری ہیں، نباتات کا ایک سلسلہ قائم ہے، لہلہاتے ہوئے زرخیز کھیت، پھلوں سے لدے اور پھولوں کے مہکتے ہوئے باغات ہیں۔ یونہی تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو کہ کوئی عربی بولتا ہے، کوئی فارسی اور کوئی ان کے علاوہ دوسری زبان بولتا ہے۔ ایسے ہی تم اپنے رنگوں پر غور کرو کہ کوئی گورا ہے، کوئی کالا، کوئی گندمی حالانکہ تم سب کی اصل ایک ہے اور تم سب حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہو۔ اسی طرح تم اپنی جسمانی ساخت پر غور کرو کہ ہر انسان کی دو آنکھیں، دو اَبرو، ایک ناک، ایک پیشانی، ایک منہ اور دو گالیں ہیں اور انسانوں کی تعداد اربوں میں ہونے کے باوجود کسی کا رنگ، چہرہ اور نقش دوسرے سے پورا پورا نہیں ملتا بلکہ ہر ایک دوسرے سے جدا ہی نظر آتا ہے اور اگر ہر ایک کی شکل اور آواز ایک جیسی ہوتی تو ایک دوسرے کی پہچان مشکل ہو جاتی اور بے شمار مَصلحتیں ختم ہو کر رہ جاتیں، اچھے اَخلاق والے اور برے اخلاق والے میں، دوست اور دشمن میں، قریبی اور دور والے میں اِمتیاز نہ ہو پاتا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا یہ سب چیزیں خود ہی وجود میں آ گئیں ہیں یا یہ محض اتفاق ہے، یا یہ چند خداؤں نے مل کر یہ کارنامہ سر انجام دیا ہے، اگر ایسا ہے تو پھر آسمان و زمین میں ہزاروں سال سے اس قدر نظم اور تسلسل کیوں قائم ہے اور اس میں کبھی اختلاف کیوں نہیں ہوا، ان زبانوں، رنگوں اور شکلوں کا خالق کون ہے؟ اگر تم علم اور انصاف کی نظر

سے دیکھو گے تو جان لو گے کہ یہ سب صرف اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہیں۔[1]

[illegible]

یاد رہے کہ یہ کائنات نہ تو کسی سبب اور علت کے بغیر اپنے طبعی تقاضوں سے وجود میں آئی ہے اور نہ ہی اس کا انتہائی مَربوط اور مُتناسِب نظام کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ ایک ایسی ذات ضرور موجود ہے جس نے اپنی کامل قدرت سے اس کائنات اور اس میں موجود طرح طرح کے عجائبات کو پیدا فرمایا اور وہی ذات انتہائی عالیشان طریقے سے اس کے نظام کو چلا رہی ہے، جیسے ہم ایک دانے یا گٹھلی کو تر زمین میں دباتے ہیں تو ایک مخصوص مدت کے بعد اس سے کچھ شاخیں نکلتی ہیں، اوپر والی شاخ زمین سے باہر نکل کر ایک تنا وَر درخت بن جاتی ہے اور نیچے والی شاخ اس درخت کی جڑیں بن جاتی ہیں، اس درخت کی طرف دیکھیں تو اس کا تنا بھی لکڑی کا ہے اور جڑیں بھی لکڑی کی ہیں، تنا اوپر کی طرف جاتا ہے اور جڑیں نیچے کی طرف جارہی ہیں، اب اگر لکڑی کا طبعی تقاضا اوپر کی طرف جانا ہے تو جڑیں نیچے کیوں جاتی ہیں اور اگر اس کا تقاضا نیچے جانا ہے تو تنا اوپر کیوں جاتا ہے؟ ایک ہی لکڑی ہونے کے باوجود تنے کے اوپر جانے اور جڑوں کے نیچے جانے سے معلوم ہوا کہ لکڑی کا اپنا طبعی تقاضا کچھ نہیں ہے بلکہ درخت کی لکڑی پر کسی اور ذات کا تَصَرُّف ہے جس کی قدرت کامل ہے، اسی نے لکڑی کے جس حصے کو چاہا اوپر اٹھا دیا اور جس حصے کو چاہا نیچے جھکا دیا۔[2]

یونہی اس کائنات کے نظام کو دیکھیں تو نظر آئے گا کہ روزانہ سورج ایک مقررہ جہت سے طلوع ہوتا ہے اور ایک مقررہ جہت میں غروب ہو جاتا ہے، دن کے بعد رات آتی اور رات کے بعد دن نکل آتا ہے، ہر سال اپنے اپنے موسموں میں کھیتیاں پروان چڑھتی ہیں، پھول اپنے وقت پر کھلتے ہیں، پھل اپنی مدت پر نکلتے ہیں، پوری دنیا میں ایک خاص طریقے سے ہی انسان پیدا ہو رہے اور مخصوص مدت کے بعد مر رہے ہیں، حشرات الارض سے لے کر درندوں تک، چرندوں سے لے کر پرندوں تک ہر ایک کی ساخت اور تخلیق اس کے حال کے مطابق ہے اور ان کی ضرورت کے تمام اَعضاء ان میں موجود ہیں، ہر ایک کی غذا اور اسے حاصل کرنے کا طریقہ مختلف ہے اور ہر علاقے میں رہنے والے کا مزاج اسی علاقے کے ماحول کے مطابق ہے، تو کائنات کا یہ مَربوط اور حسین نظام، حکیمانہ تدبیر اور ہر مخلوق کے حال

---

1 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۲۲، ۹ /۹۲، ابن کثیر، الروم، تحت الآیۃ: ۲۲، ٦ /۲۷۹، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/٤٦۱-٤٦۲، مدارك، الروم، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۹۰۵، ملتقطاً.

2 ......تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۹۵، ٥/۷۱-۷۲، ملخصاً.

کی رعایت دیکھ کر کوئی عقلمند ہر گز یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کسی خالق اور انتظام فرمانے والے کے بغیر خود بخود عدم سے وجود میں آ گیا اور علم وحکمت کا یہ عجیب وغریب کارخانہ کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ اسے یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کائنات کا کوئی ایک خالق موجود ہے اور وہ کامل قدرت، علم اور حکمت والا ہے اور اس عظمت وشان کا مالک اللّٰہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔ سرِ دست یہاں اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے موجود ہونے پر دلالت کرنے والی دو چیزیں ذکر کی ہیں ورنہ کائنات کے ذرے ذرے میں اللّٰہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر دلالت کرنے والی علامات اور نشانیاں موجود ہیں۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا بے شک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رات اور دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں سننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر انسان کی ان صفات سے اِستدلال فرمایا ہے جو انسان سے جدا ہو جاتی ہیں، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! رات اور دن میں تمہارا سونا اور اللّٰہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں عادت کے مطابق رات میں نیند آتی ہے اور ضرورت کے وقت تم دن میں بھی سو جاتے ہو جس سے تھکن دور ہوتی اور تمہارے بدن کو راحت حاصل ہوتی ہے، یونہی دن میں تم سفر کرتے اور اپنی معیشت کے اسباب کو تلاش کرتے ہو، تو غور کرو کہ تم پر نیند کون طاری کرتا ہے اور نیند کا یہ معمول کس نے بنایا ہے اور تمہیں معیشت کے اسباب تلاش کرنے کی ہمت اور صلاحیت کس نے دی ہے؟ اگر تم

لا پرواہی اور ضد سے کام نہ لو تو تمہیں یہی کہنا پڑے گا کہ ہزاروں برس سے انسانوں کا یہ معمول اور ان کا یہ فطری نظام صرف اسی اللہ تعالٰی کا پیدا کیا ہوا ہے جو یکتا معبود ہے اور اس کی قدرت کامل ہے۔[1]

اس آیت میں مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر بھی دلیل موجود ہے اور وہ یہ کہ سونے والا مردہ کی مانند ہے تو جو ذات سونے والے کو بیدار کرنے پر قادر ہے تو وہ مرنے والے کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈراتی اور امید دلاتی اور آسمان سے پانی اُتارتا ہے تو اُس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مَرے پیچھے بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں ڈرانے اور (بارش کی) امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے تو اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے خارجی کائنات کے عارضی اوصاف سے اپنی قدرت اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر استدلال فرمایا ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کا تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھانا اور آسمان سے پانی اتار کر بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کر دینا اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو بسا اوقات تم خوفزدہ ہو جاتے ہو کہ کہیں یہ گر کر نقصان نہ پہنچا دے اور کبھی تمہیں اس سے یہ امید ہوتی ہے کہ اب بارش برسے گی نیز جب اللہ تعالٰی بارش نازل فرماتا ہے تو اس کے پانی

[1] ...... تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ۲۳، ۹/۹۳، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۲۳، ۷/۲۱-۲۲، خازن، الروم، تحت الآیة: ۲۳، ۳/٤٦۲، ملتقطاً.

سے بنجر زمین سرسبز وشاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے، کھیتیاں پھلنے پھولنے لگتی اور باغات میں درخت پھلوں سے بھرنے لگتے ہیں، یہ چیزیں دیکھ کر حقیقی طور پر غور وفکر کرنے والے اس نظام کو چلانے والے کی معرفت حاصل کرتے ہیں کہ برس ہا برس سے زمینوں کی سیرابی اور ان کی سرسبزی وشادابی کا یہی نظام ہے اور اس نظام کے تَسَلْسُل اور یکسانیّت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے بنانے والا اور اسے چلانے والا موجود ہے اور وہ واحد ہے اور اس کی قدرت کامل ہے اور اس میں یہ نشانی بھی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ جس طرح مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے اسی طرح ایک دن مردہ انسانوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔[1]

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا جبھی تم نکل پڑو گے۔ اور اسی کے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کے زیرِ حکم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا جبھی تم نکل پڑو گے۔ اور اسی کی ملکیت میں ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کے زیرِ حکم ہیں۔

﴿ **وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں سے ہے۔** ﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے خارجی کائنات کے ان اوصاف سے اپنی قدرت اور وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا جو جدا نہیں ہوتے۔ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیّت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ قیامت آنے تک آسمان وزمین کا اسی ہَیئت پر قائم رہنا اللّٰہ تعالیٰ کے حکم اور

[1] ......ابن کثیر، الروم، تحت الآیة: ۲۴، ۶/۲۷۹، تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ۲۴، ۹/۹۳-۹۴، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۲۴، ۷/۲۴، ملتقطاً۔

ارادے سے ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان اور زمین بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں۔ یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ سے منقول ہے۔ [1]

آسمان وزمین کا اس طرح قائم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں قائم کرنے والا کوئی ایک ہے اور وہ اسباب سے بے نیاز ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کے حکم سے یہ دونوں قائم ہیں۔

﴿ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ: پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمہیں قبروں سے ایک ندا فرمائے گا تو اسی وقت تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر نکل پڑو گے۔

ندا فرمانے اور قبروں سے زندہ ہو کر نکلنے کی صورت

ندا فرمانے اور قبروں سے زندہ ہو کر نکلنے کی صورت یہ ہوگی کہ حضرت اسرافیل عَلَیۡہِ السَّلَام قبر والوں کو اُٹھانے کے لئے (دوسری بار) صور پھونکیں گے اور کہیں گے کہ اے قبر والو! کھڑے ہو جاؤ، تو اَوّلین و آخرین میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو نہ اُٹھے۔ [2]

جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے پھر دوسری مرتبہ اس میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

اور فرماتا ہے کہ

---

1 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ٢٥، ٩/ ٩٤، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ٢٥، ٧/ ٢٥، خازن، الروم، تحت الآیة: ٢٥، ٣/ ٤٦٢، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الروم، تحت الآیة: ٢٥، ص٣٤٢، مدارك، الروم، تحت الآیة: ٢٥، ص٩٠٦، ملتقطاً.

3 ......زمر: ٦٨.

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے۔

اور صور کے بارے میں فرماتا ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی تو اسی وقت وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کردیئے جائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ (پھونک) تو ایک جھڑکنا ہی ہے۔ تو فوراً وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

﴿ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اور اسی کی ملکیت میں ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس ملکیت میں کوئی دوسرا کسی طرح بھی اس کا شریک نہیں اور ان میں موجود ہر چیز اللہ تعالیٰ کے زیرِ حکم ہے۔ [4]

وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے کہ اوّل بناتا ہے پھر اُسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے اور اُسی کے لئے ہے سب سے برتر شان آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

1 ......یٰس: ۵۱.
2 ......یٰس: ۵۳.
3 ......النازعات: ۱۳، ۱٤.
4 ......روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۲٦، ۷/ ۲٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جو اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور (تمہاری عقلوں کے اعتبار سے) دوسری مرتبہ بنانا اللہ پر پہلی مرتبہ بنانے سے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے بلند شان اسی کی ہے اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ: اور وہی ہے جو اوّل بناتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور اس کے ہلاک ہوجانے کے بعد پھر اسے قیامت کے دن دوبارہ بنائے گا اور تمہاری عقلوں کے اعتبار سے تو دوسری مرتبہ بنانا اللہ تعالیٰ پر پہلی مرتبہ بنانے سے زیادہ آسان ہونا چاہیے اگرچہ اللہ تعالیٰ کیلئے دونوں برابر ہیں کیونکہ انسانوں کا تجربہ اور اُن کی رائے یہی بتاتی ہے کہ کسی چیز کو دوبارہ بنانا اسے پہلی بار بنانے سے سہل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کو دوبارہ بنانا تو کچھ بھی دشوار نہیں، پھر تم دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیوں کرتے ہو؟ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں سب سے بلند شان اسی کی ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں وہ برحق معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔[1]

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لیے ایک کہاوت بیان فرماتا ہے خود تمہارے اپنے حال سے کیا تمہارے لئے تمہارے ہاتھ کے مال غلاموں میں سے کچھ شریک ہیں اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی تو تم سب اس میں برابر ہو تم اُن سے ڈرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو ہم ایسی مفصل نشانیاں بیان فرماتے ہیں عقل والوں کے لئے۔

[1] ......خازن، الروم، تحت الآیة: ۲۷، ۳/۴٦۲، جلالین، الروم، تحت الآیة: ۲۷، ص۳۴۲-۳۴۳، مدارک، الروم، تحت الآیة: ۲۷، ص۹۰٦-۹۰۷، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے (وہ یہ کہ) ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ تم اور وہ اس رزق میں برابر شریک ہو جاؤ۔ تم ان غلاموں (کی شرکت) سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو۔ ہم عقل والوں کے لئے اسی طرح مفصل نشانیاں بیان فرماتے ہیں۔

﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ: اللہ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے ایک مثال بیان فرمائی ہے جو مخلوق میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے مشرکو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے اور وہ مثال یہ ہے کہ ہم نے تمہیں جو مال و دولت اور رزق دیا ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ آقا اور غلام کو اس مال و مَتاع میں تَصَرُّف کرنے کا یکساں حق حاصل ہو اور ایسا حق ہو کہ تم اپنے مال و متاع میں ان غلاموں کی اجازت کے پابند ہو کہ ان کی اجازت کے بغیر تَصَرُّف کرنے سے اسی طرح ڈرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے (کے مشترکہ مال میں بغیر اجازت تصرف کرنے) سے ڈرتے ہو۔[1]

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے اور وہ مثال یہ کہ ہم نے تمہیں جو مال واَسباب دیا ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ تم اور وہ اس مال واَسباب میں برابر کے شریک ہوں؟ حالانکہ تمہارا حال تو یہ ہے کہ تم اپنے مال واَسباب میں ان غلاموں کے شریک ہونے سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسے تم آزاد لوگوں کے اپنے مال میں شریک ہونے سے ڈرتے ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب تم کسی بھی صورت میں اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا پسند نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک کیسے قرار دیتے ہو؟ حالانکہ جنہیں تم اپنا معبود قرار دیتے ہو وہ سب تو اس کے بندے اور مملوک ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ: اسی طرح۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے یہاں مُفَصَّل نشانی بیان فرمائی اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے مفصل

---

1 ...... جلالین، الروم، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۳٤۳، مدارک، الروم، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۹۰۷، ابو سعود، الروم، تحت الآیۃ: ۲۸، ٤/۲۷۷-۲۷۸، ملتقطاً۔

نشانیاں بیان کرتے ہیں جو اَشیاء میں غوروفکر کرنے کے لئے اپنی عقل استعمال کرتے ہیں ۔نشانیوں کا تفصیلی بیان عمومی طور پر تو سب کے لئے ہے البتہ عقل استعمال کرنے والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہی لوگ درحقیقت نشانیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔[1]

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ۚ فَمَنۡ یَّہۡدِیۡ مَنۡ اَضَلَّ اللّٰہُ ؕ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ظالم اپنی خواہشوں کے پیچھے ہو لیے بے جانے تو اُسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اور اُن کا کوئی مدد گار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ ظالموں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو جس کو اللّٰہ نے گمراہ کیا ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور ان کا کوئی مدد گار نہیں۔

﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ : بلکہ ظالموں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔﴾ یعنی جن ظالموں نے اللّٰہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا انہوں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور کسی دلیل کے بغیر اللّٰہ تعالیٰ کے لئے شریک ثابت کر دیا تو جسے اللّٰہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہو اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور مشرکوں کے لئے کوئی مدد گار نہیں جو انہیں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔[2]

فَاَقِمۡ وَجۡہَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡہَا ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ ٭ۙ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ

1 ......ابو سعود، الروم، تحت الآیۃ: ۲۸، ۴/۲۷۸.

2 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۲۹، ۹/۹۸، جلالین، الروم، تحت الآیۃ: ۲۹، ص۳۴۳، ملتقطاً.

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہوکر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا یہی سیدھا دین ہے مگر بہت لوگ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہر باطل سے الگ ہوکر اپنا چہرہ اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا رکھو۔ (یہ) اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت (ہے) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کے بنائے ہوئے میں تبدیلی نہ کرنا۔ یہی سیدھا دین ہے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا: تو ہر باطل سے الگ ہوکر اپنا چہرہ اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا رکھو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ جب معاملہ واضح ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت (روزِ روشن کی طرح) عیاں ہوچکی اور بہت سے مشرک اپنے ضد وعداوت کی وجہ سے ہدایت حاصل نہ کریں گے تو آپ ان مشرکوں کی طرف کوئی اِلتفات نہ فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے دین پر خلوص، اِستقامت اور اِستقلال کے ساتھ قائم رہیں۔[1]

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا: اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔﴾ اس آیت میں فطرت سے مراد دینِ اسلام ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایمان پر پیدا کیا، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے ’’ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔[2]

یعنی اسی عہد پر پیدا کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے ’’ **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** ‘‘ فرما کر لیا ہے، تو دنیا میں جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسی اقرار پر پیدا ہوتا ہے اگرچہ بعد میں وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے لگ جائے۔

بعض مفسرین کے نزدیک فطرت سے مراد خلقت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توحید اور دینِ اسلام قبول کرنے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور فطری طور پر انسان نہ اس دین سے منہ موڑ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا

---

1 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ۳۰، ۹/۹۸، خازن، الروم، تحت الآیة: ۳۰، ۳/۴٦۳، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه... الخ، ۱/۴۵۷، الحدیث: ۱۳۵۸، مسلم، کتاب القدر، باب کلّ مولود یولد علی الفطرة... الخ، ص۱۴۲۸، الحدیث: ۲۲(۲٦۵۸).

انکار کرسکتا ہے کیونکہ یہ دین ہر اعتبار سے عقلِ سلیم سے ہم آہنگ اور صحیح فہم کے عین مطابق ہے اور لوگوں میں سے جو گمراہ ہوگا وہ جنّوں اور انسانوں کے شَیاطین کے بہکانے سے گمراہ ہوگا۔ [1]

حضرت عیاض بن حمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’(اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے) میں نے اپنے تمام بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہنے والے تھے، بے شک ان کے پاس شیطان آئے اور ان کو دین سے پھیر دیا اور جو چیزیں میں نے ان پر حلال کی تھیں وہ انہوں نے ان پر حرام کر دیں اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا حالانکہ میں نے اس شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے، پھر اس بچے کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ [3]

نوٹ: یادر ہے کہ دُنیوی اَحکام یا اُخروی نجات میں فطری ایمان کا اعتبار نہیں بلکہ صرف شرعی ایمان معتبر ہے۔

﴿لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ: اللّٰہ کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی نہ کرنا۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم شرک کر کے اللّٰہ تعالٰی کے دین میں تبدیلی نہ کرو بلکہ اسی دین پر قائم رہو جس پر اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے جس کامل خِلقت پر تمہیں پیدا فرمایا ہے تم اس میں تبدیلی نہ کرو۔

﴿ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ: یہی سیدھا دین ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالٰی کا دین ہی سیدھا دین ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں مگر بہت سے لوگ اس کی حقیقت کو نہیں جانتے تو اے لوگو! تم اسی دین پر قائم رہو۔

مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾

---

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ۳۰، ۳/۴۶۳، مدارك، الروم، تحت الآية: ۳۰، ص۹۰۸، روح المعانی، الروم، تحت الآية: ۳۰، ۱۱/۵۶، ملتقطاً.

2 ......مسلم، كتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب الصفات التی يعرف بها فی الدنيا اهل الجنّة واهل النار، ص۱۵۳۲، الحديث: ۶۳(۲۸۶۵).

3 ......بخاری، كتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات هل يصلی عليه... الخ، ۱/۴۵۷، الحديث: ۱۳۵۸، مسلم، كتاب القدر، باب كلّ مولود يولد علی الفطرة... الخ، ص۱۴۲۸، الحديث: ۲۲(۲۶۵۸).

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

﴿مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ: اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہو اور اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے اور اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنا چہرہ دینِ اسلام کیلئے سیدھا رکھو اور اس کی مخالفت کرنے سے ڈرو اور نماز کی شرائط اور حقوق کی رعایت کرتے ہوئے وقت پر اسے ادا کرو اور ایمان قبول کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرو۔[1]

مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًاؕ-كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور ہوگئے گروہ گروہ ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان لوگوں میں سے (نہ ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود گروہ گروہ بن گئے۔ ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

﴿مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ: ان لوگوں میں سے (نہ ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔﴾ یعنی ان مشرک لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے معبود کے بارے میں اختلاف کرکے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود گروہ گروہ بن گئے۔ ان میں سے ہر گروہ اپنے مذہب پر خوش ہے اور اپنے باطل کو حق گمان کرتا ہے۔[2]

یاد رہے کہ اس آیت کا اسلامی فُقَہاء کے اختلاف سے کچھ تعلق نہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ہونا دین میں

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۳۱، ۷/۳۲-۳۳، تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۳۱، ۹/۹۹، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الروم، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۳۴۳، مدارک، الروم، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۹۰۸، ملتقطاً.

اختلاف نہیں بلکہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی نفسانیت کی وجہ سے نہیں بلکہ تحقیق کی بنا پر ہے۔ البتہ اس آیت میں گمراہ فرقے ضرور داخل ہیں خواہ وہ پرانے زمانے کے ہوں یا نئے زمانے کے۔

وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ(۳۳) لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْؕ-فَتَمَتَّعُوْا- فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ(۳۴) اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ(۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ دیتا ہے جبھی ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ کہ ہمارے دیئے کی ناشکری کریں تو برت لو اب قریب جاننا چاہتے ہو۔ یا ہم نے ان پر کوئی سند اُتاری کہ وہ اُنہیں ہمارے شریک بتا رہی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ تاکہ ہمارے دیئے ہوئے کی ناشکری کریں تو فائدہ اٹھالو تو عنقریب تم جان لوگے۔ یا کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل اتاری ہے کہ وہ دلیل انہیں ہمارے شریک بتا رہی ہے۔

﴿ **وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ:** اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب شرک کرنے والوں کو مرض، قحط یا اس کے علاوہ اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے ہی پکارتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بت ان کی مصیبت ٹال دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر

جب اللہ تعالیٰ انہیں اس تکلیف سے خلاصی عنایت کرکے اور راحت عطا فرما کر اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس وقت ان میں سے ایک گروہ عبادت میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے اور ہمارے دیئے ہوئے مال اور رزق کی ناشکری کرنے لگتا ہے، تو اے کافرو! دنیا کی نعمتوں سے چند روز فائدہ اٹھالو، عنقریب تم جان لوگے کہ آخرت میں تمہارا کیا حال ہوتا ہے اور اس دنیا طلبی کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ آرام میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور تکلیف میں اسے یاد کرنا کفار کا طریقہ ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے اور غمی، خوشی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا چاہئے۔

﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا: یا کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل اتاری ہے۔﴾ یعنی کیا ہم نے مشرکوں پر کوئی حجت یا کوئی کتاب اتاری ہے کہ وہ انہیں ہمارے شریک بتا رہی ہے اور شرک کرنے کا حکم دیتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے، ان کے پاس اپنے شرک کی نہ کوئی حجت ہے نہ کوئی سند بلکہ وہ کسی بے سند و دلیل ہی ایسا کر رہے ہیں۔[2]

وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَاؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے بدلہ اس کا جو اُن کے ہاتھوں نے بھیجا جبھی وہ نا امید ہو جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو اس وقت وہ نا امید ہو جاتے ہیں۔

﴿وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں۔﴾ یعنی جب ہم لوگوں کو تندرستی اور وسعتِ

1 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ٣٣-٣٤، ٧/٣٧، مدارك، الروم، تحت الآية: ٣٣-٣٤، ص٩٠٩، خازن، الروم، تحت الآية: ٣٣-٣٤، ٣/٤٦٤، ملتقطاً.

2 ......خازن، الروم، تحت الآية: ٣٥، ٣/٤٦٤، جلالين، الروم، تحت الآية: ٣٥، ص٣٤٣، ملتقطاً.

رزق کا مزہ دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہوجاتے ہیں اوراس کی وجہ سے اِتراتے ہیں اوراگرانہیں ان کی مَعْصِیَت اوران کے گناہوں کی وجہ سے کوئی برائی پہنچےتواس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوجاتے ہیں اور یہ بات مومن کی شان کے خلاف ہے کیونکہ مومن کا حال یہ ہے کہ جب اُسے نعمت ملتی ہےتو وہ شکر گزاری کرتا ہےاور جب اسے سختی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار رہتا ہے۔[1]

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ رزق وسیع فرماتا ہے جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لئے چاہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ رزق وسیع فرماتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ فرما دیتا ہے، بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿ اَوَلَمْ یَرَوْا: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا۔﴾ یعنی کیا مشرکوں نے اس چیز کا مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع فرما دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق تنگ فرما دیتا ہے۔ رزق کی وسعت میں حکمت یہ ہے کہ وسیع رزق میں اس شخص کی بھلائی ہوتی ہے یا اس کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں اور رزق کی تنگی میں حکمت یہ ہے کہ اس شخص کے نظام کی درستی تھوڑے رزق میں ہوتی ہے یا اس کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ رزق کی تنگی پر صبر کرتا ہے یا نہیں۔ بے شک رزق کی اس تنگی اور وسعت میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور حکمت پر اِستدلال کرتے ہیں۔[2]

---

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٣٦، ص٩٠٩، خازن، الروم، تحت الآية: ٣٦، ٣/٤٦٤، ملتقطاً.
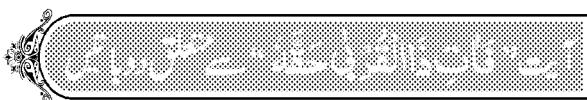
2 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ٣٧، ٧/٣٨، ملخصاً.

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِؕ-ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ٘-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے اُن کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور اُنہیں کا کام بنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو رشتے دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ: تو رشتے دار کو اس کا حق دو۔﴾ یعنی اے وہ شخص! جسے اللہ تعالیٰ نے وسیع رزق دیا، تم اپنے رشتے دار کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کر کے اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو صدقہ دے کر اور مہمان نوازی کر کے اُن کے حق بھی دو۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرنا ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کے طالب ہیں اور وہی لوگ آخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔[1]

آیت ”فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......اس آیت سے مَحرم رشتہ داروں کے نَفَقہ کا وُجوب ثابت ہوتا ہے (جبکہ وہ محتاج ہوں)۔[2]

(2)......اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور صدقہ و خیرات، نام و نَمود اور رسم کی پابندی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے وہی ثواب کا مستحق ہے۔

---

1 ......مدارک، الروم، تحت الآیة: ۳۸، ص۹۰۹، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۳۸، ۷/ ۳۹، خازن، الروم، تحت الآیة: ۳۸، ۳/ ۴۶۵، ملتقطاً.

2 ......مدارک، الروم، تحت الآیة: ۳۸، ص۹۰۹.

وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اورتم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں تو وہ اللّٰہ کے یہاں نہ بڑھے گی اور جو تم خیرات دو اللّٰہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انھیں کے دونے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مال تم (لوگوں کو) دو تا کہ وہ لوگوں کے مالوں میں بڑھتا رہے تو وہ اللّٰہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم اللّٰہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی لوگ (اپنے مال) بڑھانے والے ہیں۔

﴿وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ : اور جو مال تم لوگوں کو دو۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں وہی سود مراد ہے جسے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 279 میں حرام فرمایا گیا ہے یعنی تم قرض دے کر جو سود لیتے ہو اور اپنے مالوں میں اضافہ کرتے ہو تو وہ اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک اضافہ نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں وہ تحفے مراد ہیں جو اس نیت سے دیئے جاتے تھے کہ جسے تحفہ دیا وہ اس سے زیادہ دے گا، چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں کہ لوگوں کا دستور تھا کہ وہ دوست اَحباب اور شناسائی رکھنے والوں کو یا اور کسی شخص کو اس نیت سے ہدیہ دیتے تھے کہ وہ انہیں اس سے زیادہ دے گا یہ جائز تو ہے لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا اور اس میں برکت نہ ہوگی کیونکہ یہ عمل خالصتاً اللّٰہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوا۔[1]

[illegible]

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو شادی بیاہ وغیرہ پر اپنے عزیز رشتہ داروں یا دوست احباب کو نیوتا اور تحائف وغیرہ دیتے ہیں لیکن اس سے ان کا مقصد اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ یا تو اس لئے دیتے ہیں کہ لوگ زیادہ دینے پر ان کی خوب تعریف کریں، یا اس لئے دیتے ہیں کہ خاندان میں ان کی ناک اونچی رہے، یا صرف اس لئے دیتے ہیں کہ انہیں پانچ کے دس ہزار ملیں، ایسے لوگ ثواب کے مستحق نہیں ہیں۔

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۳۹، ۷/۴۱.

﴿وَمَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ: اور جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو۔﴾ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ اور دیگر صدقات دیتے ہیں کہ اس سے بدلہ لینا مقصود ہوتا ہے نہ نام ونمود تو ان ہی لوگوں کا اجر وثواب زیادہ ہوگا اور انہیں ایک نیکی کا ثواب دس گُنا زیادہ دیا جائے گا۔[1]

زکوٰۃ اور صدقات اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے دیئے جائیں

معلوم ہوا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ دی جائے یا دیگر نفلی صدقات نکالے جائیں، سب میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصد ہونا چاہئے تاکہ اس پر انہیں کثیر اجر وثواب ملے اور یہ مقصد نہ ہو کہ اس کے بدلے میں زکوٰۃ لینے والا ان کی خوب آؤ بھگت کرے، ان کا خدمت گار بن کر رہے اور ان کا ہر کام ایک ہی اشارے پر بجالائے، ہر وقت ان کا احسان مند رہے، لوگوں میں ان کے نام کا خوب چرچا ہو اور لوگ ان کے صدقات وغیرہ کی کثرت پر تعریفوں کے پل باندھیں۔ اگر اس مقصد سے زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ دیئے تو ثواب ملنا تو دور کی بات الٹا اس کے گناہوں کا میٹر تیز ہو جاتا ہے، لہٰذا زکوٰۃ دی جائے یا صدقات بہر صورت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہ ہو۔ نیز جو لوگ زکوٰۃ کے حقداروں کو زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ دیتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں، پھر اگر انہیں ان لوگوں سے کوئی ذاتی کام پڑ جائے اور وہ کسی وجہ سے نہ کر پائیں یا کرنے سے انکار کر دیں تو یہ انہیں حق دار ہونے کے باوجود زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ دینا بند کر دیتے ہیں کیونکہ وہ ان کا ذاتی کام نہیں کر سکے۔ ایسے حضرات اپنے دل کی حالت پر خود ہی غور کر لیں کہ اگر واقعی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ اور صدقات دیئے تھے تو ذاتی کام نہ ہو سکنے کی وجہ سے انہیں زکوٰۃ اور صدقات دینا بند کیوں کر رہے ہیں؟ ریا کاری بڑا نازک معاملہ ہے۔ بہت سے لوگ بے تَوَجُّہی میں بھی اس کا شکار ہوتے ہیں لہٰذا ہر شخص کو اپنے حال پر غور کرتے رہنا چاہیے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ

---

1 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ۳۹، ۴۲/۷، خازن، الروم، تحت الآية: ۳۹، ۴۶۵/۳، مدارك، الروم، تحت الآية: ۳۹، ص۹۰۹، ملتقطاً.

شُرَكَآىٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۠ ﴿۴۰﴾

ع ۱۲/۴

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو اُن کاموں میں سے کچھ کرے پاکی اور برتری ہے اسے ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے۔ اللّٰہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ :اللّٰہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پیدا کرنا، روزی دینا، مارنا اور زندہ کرنا یہ سب کام اللّٰہ تعالیٰ ہی کے ہیں، تو کیا جن بتوں کو تم اللّٰہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو، اُن میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام کر سکے؟ جب اس کے جواب سے مشرکین عاجز ہو گئے اور اُنہیں دَم مارنے کی مجال نہ ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔[1]

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: چمکی خرابی خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تاکہ انہیں ان کے بعض کوتکوں کا مزہ چکھائے کہیں وہ باز آئیں۔

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٤٠، ص ٩١٠.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خشکی اورتری میں فساد ظاہر ہوگیا ان برائیوں کی وجہ سے جولوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ : خشکی اورتری میں فساد ظاہر ہوگیا۔﴾ یعنی شرک اور گناہوں کی وجہ سے خشکی اورتری میں فساد جیسے قحط سالی، بارش کا رک جانا، پیداوار کی قلت، کھیتیوں کی خرابی، تجارتوں کے نقصان، آدمیوں اور جانوروں میں موت، آتش زدگی کی کثرت، غرق اور ہر شے میں بے برکتی، طرح طرح کی بیماریاں، بے سکونی، وغیرہ ظاہر ہوگئی اوران پریشانیوں میں مبتلا ہونا اس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت سے پہلے دنیا میں ہی ان کے بعض برے کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ کفر اور گناہوں سے باز آجائیں اوران سے توبہ کرلیں۔[1]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے لوگ ہزاروں قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور صحیح اَحادیث سے بھی ثابت ہے کہ کسی قوم میں اِعلانیہ بے حیائی پھیل جانے کی وجہ سے ان میں طاعون اور مختلف اَمراض عام ہوجاتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے قحط آتا اور ظالم حاکم مقرر ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے بارش رکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کا عہد توڑنے کی وجہ سے دشمن مُسلَّط ہوجاتا ہے۔ لوگوں کے مالوں پر جبری قبضہ کرنے کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حکمرانوں کے فیصلے نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کے درمیان قتل و غارت گری ہوتی ہے اور سود خوری کی وجہ سے زلزلے آتے اور شکلیں بگڑ جاتی ہیں۔[2]

آیت اور اَحادیث کے خلاصے کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ موجودہ صورتِ حال پر غور کرلے کہ فی زمانہ بے حیائی عام ہونا، ناپ تول میں کمی کرنا، لوگوں کے اَموال پر جبری قبضے کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، جوا اور سود خوری وغیرہ، الغرض وہ کونسا گناہ ہے جو ہم میں عام نہیں اور شائد انہی اعمال کا نتیجہ ہے کہ آج کل لوگ ایڈز، کینسر اور دیگر جان لیوا اَمراض میں مبتلا ہیں، ظالم حکمران ان پر مقرر ہیں، بارش رک جانے یا حد سے زیادہ آنے کی آفت کا یہ شکار ہیں، دشمن ان پر مُسلَّط ہوتے جارہے ہیں، قتل و غارت گری ان میں عام ہوچکی ہے، زلزلوں، طوفانوں اور سیلاب کی مصیبتوں

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٤١، ص ٩١٠، جلالين، الروم، تحت الآية: ٤١، ص٣٤٤، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ٤١، ٧/٤٦-٤٧، ملخصاً.

میں یہ پھنسے ہوئے ہیں، تجارتی خسارے اور ہر چیز میں بے برکتی کا رونا یہ رو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم عطا کرے اور اپنی بگڑی عملی حالت سدھارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کافروں کے ممالک جہاں کفر و شرک اور زنا و گناہ سب کچھ عام ہے وہاں فساد کیوں نہیں ہے تو اس کے دو جواب ہیں، اول یہ کہ کفار کو دنیا میں کئی اعتبار سے مہلت ملی ہوئی ہے لہٰذا وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ فساد اور بربادی صرف مال کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ بیماریوں اور ذہنی پریشانیوں بلکہ اور بھی ہزاروں اعتبار سے بھی ہوتی ہے، اب ذرا کفار کے ممالک میں جنم لینے والی اور پھیلنے والی نئی نئی بیماریوں کی معلومات جمع کرلیں یونہی یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ پاگل خانے، ذہنی مریض، دماغی سکون کی دواؤں کا استعمال، دماغی اَمراض کے مُعالجین، ذہنی مریضوں کے ادارے اور نفسیاتی ہسپتال بھی انہی کفار کے ممالک میں ہیں اور اسی طرح دنیا میں سب سے زیادہ طلاقیں، ناجائز اولادیں، بوڑھے والدین کو اولڈ ہومز میں پھینک کر بھول جانے کے واقعات، یونہی دنیا میں سب سے زیادہ خودکشیاں بھی انہی ممالک میں ہیں، جو ظاہراً تو بڑے خوشحال نظر آتے ہیں لیکن اندر سے گل سڑ رہے ہیں۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِیْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا اگلوں کا ان میں بہت مشرک تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: زمین پر چل کر دیکھو کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ ان میں اکثر لوگ مشرک تھے۔

﴿ **قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: تم فرماؤ: زمین پر چل کر دیکھو۔** ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ اے مشرکو! تم (اپنے سفر کے دوران) عذاب یافتہ قوموں کی سرزمین پر چل کر عبرت کی نگاہ سے دیکھ لو کہ تم سے پہلے برے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ ان میں اکثر لوگ مشرک اور باقی لوگ دیگر گناہوں میں مبتلا تھے تو جب انہیں ان کے

شرک اور گناہوں کی وجہ سے ہلاک اور برباد کر دیا گیا تو کفارِ قریش اور دیگر مشرکوں میں سے جو اُن کے طریقے کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور اپنے کفر پر قائم ہیں، یہ بھی ان کی طرح ہلاک اور برباد کر دیئے جا سکتے ہیں، لہٰذا انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں اور اپنے کفر و شرک سے باز آ جائیں۔[1]

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَىٕذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنا منہ سیدھا کر عبادت کے لئے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں اس دن الگ پھٹ جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس دن کے آنے سے پہلے اپنا منہ دینِ مستقیم کیلئے سیدھا کرلو جس دن کو اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے۔ اس دن لوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ: تو اپنا منہ دینِ مستقیم کیلئے سیدھا کرلو۔﴾ اس آیت میں خطاب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے اور مراد آپ اور آپ کی امت ہے اور معنی یہ ہیں کہ قیامت کا دن آنے سے پہلے پہلے دینِ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں، دینِ اسلام کو پھیلانے میں مشغول رہیں اور کافروں کے ایمان نہ لانے پر غمزدہ نہ ہوں اور قیامت کا دن ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے اور اس دن حساب کے بعد لوگ الگ الگ ہو جائیں گے کہ جنتی جنت کی طرف اور دوزخی دوزخ کی طرف چلے جائیں گے۔[2]

مَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ۙ

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ٤٢، ٤٧/٧، ملخصاً.

2 ......مدارك، الروم، تحت الآیة: ٤٣، ص ٩١٠، جلالین مع صاوی، الروم، تحت الآیة: ٤٣، ١٥٨٥/٤-١٥٨٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: جو کفر کرے اس کے کفر کا وبال اُسی پر اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی لئے تیاری کررہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی کیلئے تیاری کر رہے ہیں۔

﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ: جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے۔﴾ یعنی جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے کہ اس کے کفر سے دوسرے نہ پکڑے جائیں گے بلکہ خود وہی پکڑا جائے گا اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے فائدے ہی کیلئے تیاری کررہے ہیں کہ جنت کے درجات میں راحت و آرام پائیں گے۔[1]

ہمارے اعمال کا فائدہ یا نقصان ہمیں ہی ہوگا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال سے بے نیاز ہے اور ہم جو اچھا یا برا عمل کریں گے اس کا فائدہ یا نقصان ہمیں ہی ہوگا، اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہوگا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے اور جو برائی کرتا ہے تو اپنے خلاف ہی وہ برا عمل کرتا ہے اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اور جس طرح آخرت میں اچھے عمل کا فائدہ اور برے عمل کا نقصان عمل کرنے والے کو ہوگا اسی طرح قبر میں بھی اچھے برے اعمال کا فائدہ اور نقصان اسے ہی ہوگا۔ جس کے عمل اچھے ہوں گے تو وہ اسے قبر میں اُنْسِیَّت پہنچائیں گے، اس کی قبر وسیع اور منور کر دیں گے اور اسے قبر میں دہشتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھیں گے اور جس کے عمل برے

---

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۴۳، ۴۷/۷، ملخصاً.

2 ......بنی اسرائیل:۷.

3 ......حم السجدہ:۴۶.

ہوں گے تو وہ اسے قبر میں دہشت زدہ کریں گے، اس کی قبر کو تنگ اور اندھیری کر دیں گے اور اسے دہشتوں، مصیبتوں اور عذاب سے نہ بچائیں گے۔ لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرے تاکہ یہ قبر کی طویل اور حشر کی نہ ختم ہونے والی زندگی میں اس کے کام آئیں اور وہ خود کو کفر، گمراہی، بد مذہبی اور دیگر گناہوں سے بچائے تاکہ قبر وحشر میں اپنے برے اعمال کے نقصان سے محفوظ رہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے — اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے
اندھیرا گھر، اکیلی جان، دَم گھٹتا، دل اُکتاتا — خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ صلہ دے اُنہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اپنے فضل سے بے شک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزاعطا فرمائے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ بیشک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿لِیَجْزِیَ: تاکہ اللہ جزاعطا فرمائے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ جو لوگ اچھا کام اور نیک عمل کر رہے ہیں وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کر رہے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جزاعطا فرمائے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اس لئے الگ الگ کر دیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان لوگوں کو صلہ عطا فرمائے جنہوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال کئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ کافر سے ناراض ہے اور اسے سخت سزا دے گا۔[1]

1 ......قرطبی، الروم، تحت الآیة: ٤٥، ١٤ /٣٢، الجزء الرابع عشر، جلالین، الروم، تحت الآیة: ٤٥، ص٣٤٤، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ٤٥، ٧/ ٤٨، ملتقطاً.

اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو اس کے نیک اعمال کا صلہ دینا اور نیک اعمال کے بدلے اسے ثواب اور جزا دینا اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں اور وہ نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کا جو بھی اجر عطا فرمائے گا وہ صرف اس کا فضل و کرم ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے مژدہ سناتی اور اس لیے کہ تمہیں اپنی رحمت کا ذائقہ دے اور اس لیے کہ کشتی اس کے حکم سے چلے اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو اور اس لیے کہ تم حق مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ خوشخبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے اور تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ اس کے حکم سے کشتی چلے اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکرگزار ہو جاؤ۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بارش اور پیداوار کی کثرت کی خوشخبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے اور وہ اس لئے ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت یعنی بارش کا مزہ چکھائے اور وہ اس لئے ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا میں کشتی چلے اور تم سمندری سفر کے ذریعے اس کا فضل یعنی رزق تلاش کرو اور اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق مانو اور اس کی وحدانیت پر ایمان لا کر شکر گزار بندے بن جاؤ۔ (1)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

(1)......خازن، الروم، تحت الآية: ٤٦، ٣/ ٤٦٦، جلالين، الروم، تحت الآية: ٤٦، ص٣٤٤، روح البيان، الروم، تحت الآية: ٤٦، ٧/ ٤٩-٥٠، ملتقطاً.

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْاؕ-وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ(۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے انتقام لیا اور مسلمانوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے آپ کو آپ کی قوم کی طرف بھیجا اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے اور جس طرح آپ اپنی قوم کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے اسی طرح وہ رسول بھی اپنی قوموں کے پاس کھلی نشانیاں لائے جو اُن رسولوں کی رسالت کی تصدیق پر واضح دلیل تھیں، لیکن ان کی قوم میں سے بعض لوگ ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا۔ پھر ان رسولوں پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہم نے مجرموں سے انتقام لیا کہ دنیا میں اُنہیں عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا اور اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مسلمانوں کو نجات دینا اور کافروں کو ہلاک کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ آیت کے آخری حصے میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آخرت کی کامیابی اور دشمنوں پر فتح و نصرت کی بشارت دی گئی ہے۔[1]

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو مسلمان اپنے بھائی کی آبرو بچائے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جہنم کی آگ سے بچائے گا، یہ فرما کر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

1 ……ابو سعود، الروم، تحت الآیة: ۴۷، ۴/۲۸۲، خازن، الروم، تحت الآیة: ۴۷، ۳/۴۶۶، مدارك، الروم، تحت الآیة: ۴۷، ص۹۱۱، ملتقطاً.

كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمانوں کی مدد کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے۔(1)

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل پھر اُسے پھیلا دیتا ہے آسمان میں جیسا چاہے اور اسے پارہ پارہ کرتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہے پھر جب اُسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ اگرچہ اس کے اُتارنے سے پہلے آس توڑے ہوئے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہوائیں بادل ابھارتی ہیں پھر اللہ اس بادل کو آسمان میں جیسا چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور (کبھی) اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے بارش نکلتی ہے پھر جب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس تک وہ بارش پہنچاتا ہے تو جبھی وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ اس بارش کے اتارے جانے سے پہلے وہ بڑے ناامید ہوتے ہیں۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ: اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے موافق ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہوائیں بادل اٹھا کر لاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنی مَشِیَّت کے مطابق کبھی اس بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے کہ ہر طرف بادل چھائے ہوتے ہیں اور کبھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر

1 ......شرح السنه، كتاب البرّ والصلة، باب الذبّ عن المسلمين، ٦/٤٩٤، الحديث: ٣٤٢٢.

دیتا ہے کہ کہیں بادل اور کہیں خالی جگہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس بادل کے بیچ میں سے بارش نکلتی نظر آتی ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کے شہروں اور سرزمین کی طرف چاہتا ہے ان تک وہ بارش پہنچاتا ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو وہ بندے خوش ہوجاتے ہیں حالانکہ اس بارش کے نازل کئے جانے سے پہلے وہ لوگ بارش ہونے سے بڑے ناامید ہوچکے ہوتے ہیں۔ (1)

فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ-اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰىۚ-وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی رحمت کے اثر دیکھو کیونکر زمین کو جلاتا ہے اس کے مرے پیچھے بے شک وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ کی رحمت کے نشانات دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے بیشک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ: تو اللہ کی رحمت کے نشانات دیکھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی بارش نازل ہونے پر مُرَتَّب ہونے والے نشانات دیکھو کہ بارش زمین کو سیراب کرتی ہے، پھر اس سے سبزہ نکلتا ہے، سبزے سے پھل پیدا ہوتے ہیں اور پھلوں میں غذائیت ہوتی ہے اور اس سے جانداروں کے جسمانی نظام کو مدد پہنچتی ہے اور یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ یہ سبزے اور پھل پیدا کر کے کس طرح خشک ہوجانے والی زمین کو سرسبز و شاداب بنادیتا ہے اور جس نے خشک زمین کو سرسبز کردیا وہ بے شک مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو اس کی قدرت کے تحت آنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ (2)

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٤٨-٤٩، ص ٩١١، روح البيان، الروم، تحت الآية: ٤٨-٤٩، ٧/٥١، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ٥٠، ٧/٥٢، ابو سعود، الروم، تحت الآية: ٥٠، ٤/٢٨٣، مدارك، الروم، تحت الآية: ٥٠، ص ٩١٢، ملتقطاً.

وَ لَىٕنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں گے۔

﴿وَ لَىٕنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا: اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ بارش رک جانے سے لوگ مایوس ہوجاتے ہیں اور بارش ہوتی دیکھ کر خوش ہوجاتے ہیں اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ ان کی یہ حالت ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ اگر ہم کوئی ایسی ہوا بھیجیں جو کھیتی اور سبزے کے لئے نقصان دِہ ہو، پھر وہ کھیتی کو سرسبز وشاداب ہونے کے بعد زرد دیکھیں تو ضرور کھیتی زرد ہونے کے بعد ناشکری کرنے لگیں گے اور پہلی نعمت سے بھی مکر جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں رحمت پہنچتی ہے، رزق ملتا ہے تو وہ خوش ہوجاتے ہیں اور جب کوئی سختی آتی ہے، کھیتی خراب ہوتی ہے تو پہلی نعمتوں سے بھی مکر جاتے ہیں حالانکہ انہیں چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرتے اور جب نعمت پہنچتی تو شکر بجالاتے اور جب بلا آتی تو صبر کرتے اور دعا و اِستغفار میں مشغول ہوجاتے۔ [1]

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ(۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اس لیے کہ تم مُردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دے کر پھریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھریں۔

﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى: پس بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ اکرم، سَرورِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کافروں کی محرومی

1 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ۵۱، ۹/ ۱۰۹، ابو سعود، الروم، تحت الآیة: ۵۱، ۴/ ۲۸۳، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۵۱، ۷/ ۵۴، ملتقطاً۔

اوران کے ایمان نہ لانے پر رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ جن کے دل مرچکے اوران سے کسی طرح حق بات کوقبول کرنے کی توقُّع نہیں رہی، آپ انہیں حق بات نہیں سنا سکتے، اسی طرح جولوگ حق بات سننے سے بہرے ہوں اور بہرے بھی ایسے کہ پیٹھ دے کر پھر گئے اوران سے کسی طرح سمجھنے کی اُمید نہیں تو آپ ان بہروں کوحق کی کوئی پکارنہیں سنا سکتے۔

اس آیت سے بعض لوگوں نے مُردوں کے نہ سننے پر اِستدلال کیا ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ یہاں مردوں سے مراد موت کا شکار ہونے والے لوگ نہیں بلکہ مردہ دل کفار مراد ہیں جن کے دل مرے ہوئے ہیں جو دُنْیَوی زندگی تو رکھتے ہیں مگر وعظ ونصیحت سے فائدہ حاصل نہیں کرتے، اس لئے انہیں مُردوں سے تشبیہ دی گئی کیونکہ مردے عمل کے مقام سے گزر گئے ہوتے ہیں اور وہ وعظ ونصیحت سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر دلیل پیش کرنا درست نہیں اور بکثرت اَحادیث سے مُردوں کا سننا اور اپنی قبروں پر زیارت کیلئے آنے والوں کو پہچاننا ثابت ہے۔

نوٹ: اس کے بارے میں مزید تفصیل سورۂ نمل کی آیت نمبر 80 اور 81 کے تحت مذکور تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾

ع ۵ ۱۳ ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ تم اندھوں کواُن کی گمراہی سے راہ پر لاؤ تم تو اُسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نہ تم اندھوں کوان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہو تو تم اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہ فرمانبردار ہیں۔

﴿وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ: اور نہ تم اندھوں کوان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہو۔﴾ یہاں بھی اندھوں سے دل کے اندھے مراد ہیں۔[1]

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ۵۳، ص ۹۱۲.

﴿اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا: توتم اسی کوسنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دل کے مُردوں، بہروں اور اندھوں کو سنا سکنے کی نفی کی گئی جبکہ اس آیت میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لانے والوں کو سنا سکنا ثابت کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن (دل کا) زندہ ہے اور سن سکتا ہے کیونکہ جب مومن کے دل پر دلائل کی بارش ہوتی ہے تو اس میں سچے عقائد پیدا ہوتے ہیں اور جب وہ وعظ ونصیحت سنتا ہے تو اس سے نیک افعال صادر ہوتے ہیں۔ [1]

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾

قرء حفص بضم الضاد وفتحها في الثلاثة لكن الضم مختار.

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے تمہیں ابتدا میں کمزور بنایا پھر تمہیں ناتوانی سے طاقت بخشی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا بناتا ہے جو چاہے وہی علم وقدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا فرمایا پھر تمہیں کمزوری کے بعد قوت بخشی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہی علم والا، بڑی قدرت والا ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ: اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا فرمایا۔﴾ اس آیت میں انسان کے مختلف احوال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ پہلے وہ ماں کے پیٹ میں ایک لوتھڑا تھا، پھر بچہ بن کر پیدا ہوا اور شیر خوار رہا، یہ احوال انتہائی ضُعف اور کمزوری کے ہیں۔ پھر تمہیں بچپن کی کمزوری کے بعد جوانی کی قوت عطا فرمائی، پھر جوانی کی قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے پیدا کرتا ہے اور کمزوری، قوت، جوانی اور بڑھاپا یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے سے ہیں جو ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک طبعی عمل ہے لیکن حقیقت میں ارادۂ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق اور اندازِ تخلیق کو جانتا ہے اور اسے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلنے پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔

1 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۵۳، ۹/۱۱۱، ملخصاً۔

وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﳔ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ(۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھائیں گے کہ نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی وہ ایسے ہی اوندھے جاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھائیں گے کہ وہ تو صرف ایک گھڑی ہی رہے ہیں۔ اسی طرح وہ اوندھے جاتے تھے۔

﴿وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ صرف ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں یعنی آخرت کو دیکھ کر مجرم کو دنیا یا قبر میں رہنے کی مدت بہت تھوڑی معلوم ہوگی، اس لئے وہ اس مدت کو ایک گھڑی سے تعبیر کریں گے۔ مزید فرمایا کہ اسی طرح وہ پھیرے جاتے تھے یعنی ایسے ہی دنیا میں غلط اور باطل باتوں پر جمتے اور حق سے پھرتے تھے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے جیسا کہ اب قبر یا دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو قسم کھا کر ایک گھڑی بتا رہے ہیں۔ ان کی اس قسم سے اللہ تعالیٰ انہیں تمام اہلِ مَحشر کے سامنے رسوا کرے گا اور سب دیکھیں گے کہ ایسے مجمعِ عام میں قسم کھا کر ایسا صریح جھوٹ بول رہے ہیں۔ [1]

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى یَوْمِ الْبَعْثِ٘ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(۵٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا بے شک تم رہے اللہ کے لکھے ہوئے میں اُٹھنے کے دن تک تو یہ ہے وہ دن اُٹھنے کا لیکن تم نہ جانتے تھے۔

---

1 ……خازن، الروم، تحت الآیة: ۵۵، ۳/۴٦۷، مدارك، الروم، تحت الآیة: ۵۵، ص۹۱۳، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہیں علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے: بیشک اللہ کے لکھے ہوئے میں تم مرنے کے بعد اٹھنے کے دن تک رہے ہو تو یہ مرنے کے بعد اٹھنے کا دن ہے لیکن تم نہ جانتے تھے۔

﴿وَقَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِیۡمَانَ: اور جنہیں علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے۔﴾ یعنی انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، فرشتے اور مومنین اُن کا رد کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق علم میں لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ تم مرنے کے بعد اٹھنے کے دن تک وہاں ٹھہرے ہو اور اب جہاں تم موجود ہو وہ مرنے کے بعد اٹھنے کا دن یعنی قیامت کا دن ہے جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے، اور تم نہ جانتے تھے کہ یہ حق ہے اور ضرور واقع ہوگا۔ اب تم نے جان لیا کہ وہ دن آ گیا اور اس کا آنا حق تھا لیکن اب اس وقت کا جاننا تمہیں کوئی نفع نہ دے گا۔ (1)

فَیَوۡمَئِذٍ لَّا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَا هُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُس دن ظالموں کو نفع نہ دے گی اُن کی معذرت اور نہ ان سے کوئی راضی کرنا مانگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس دن ظالموں کو ان کا معافی مانگنا نفع نہ دے گا اور نہ ان سے رجوع کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

﴿فَیَوۡمَئِذٍ: تو اس دن۔﴾ یعنی قیامت کے دن ظالموں کو ان کا معافی مانگنا کوئی نفع نہ دے گا اور نہ اُن سے یہ کہا جائے گا کہ توبہ کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو راضی کر لو جیسا کہ دنیا میں ان سے توبہ طلب کی جاتی تھی کیونکہ اس وقت توبہ اور طاعت مقبول نہیں۔ (2)

گناہگار مسلمانوں کے لئے نصیحت

اس آیت میں ان گناہگار مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے کہ جو اپنی زندگی کے قیمتی لمحات گناہوں میں صَرف کر رہے ہیں اور اُن سے توبہ کی طرف اِن کا دل مائل نہیں ہو رہا، انہیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اگر توبہ کئے بغیر مر گئے تو آخرت میں گناہوں پر پکڑ بھی ہو سکتی ہے اور توبہ کا وقت دنیا کی زندگی ہے، آخرت میں توبہ کرنا کچھ کام نہ دے گا، لہٰذا

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ٥٦، ٣/٤٦٧، مدارك، الروم، تحت الآية: ٥٦، ص٩١٣، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ٥٧، ٧/٥٩.

انہیں چاہئے کہ اپنی زندگی کو غنیمت جان کر موت سے پہلے اپنے اعمال کا مُحاسبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہوں سے سچی توبہ کر کے نیک اعمال میں مصروف ہو جائیں۔ کثیر اَحادیث میں اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے، یہاں ان میں سے 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لو اور مشغولیّت سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کر لو۔[1]

(2)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ **(1)** بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔ **(2)** بیماری سے پہلے تندرستی کو۔ **(3)** فقیری سے پہلے مالداری کو۔ **(4)** مشغولیّت سے پہلے فُرصت کو۔ **(5)** اور اپنی موت سے پہلے زندگی کو۔[2]

(3)......حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عقلمند وہ شخص ہے جو اپنا مُحاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے، جبکہ عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے لگا دے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے۔

امام ترمذی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں مذکور الفاظ ''مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ'' کا مطلب قیامت کے حساب سے پہلے (دنیا ہی میں) نَفس کا محاسبہ کرنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قیامت کے دن اس آدمی کا حساب آسان ہوگا جس نے دنیا ہی میں اپنا حساب کر لیا۔

حضرت میمون بن مہران رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک پرہیزگار شمار نہیں ہوتا جب تک اپنے نَفس کا ایسے محاسبہ نہ کرے جیسے اپنے شریک کا کرتا ہے کہ اس نے کہاں سے کھایا اور کہاں سے پہنا۔[3]

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے، گناہوں سے بچنے، توبہ کرنے اور نیک اعمال میں مصروف

1......ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب فی فرض الجمعة، ٢/٥، الحديث: ١٠٨١.

2......مستدرك، کتاب الرقاق، نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس... الخ، ٥/٤٣٥، الحديث: ٧٩١٦.

3......ترمذی، کتاب صفة القيامة... الخ، ٢٥-باب، ٤/٢٠٧، الحديث: ٢٤٦٧.

ہونے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍؕ-وَ لَىٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ(۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ تو ضرور کافر کہیں گے تم تو نہیں مگر باطل پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ تو ضرور کافر کہیں گے تم تو نہیں مگر باطل پر۔

﴿وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی۔﴾ یعنی ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثال بیان فرما دی جس کی انہیں دین اور دنیا میں حاجت ہے اور اس میں غور و فکر اور تدبُّر کرنے والا ہدایت اور نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور مثالیں اس لئے بیان فرمائی گئیں کہ کافروں کو تنبیہ ہو اور انہیں عذاب سے ڈرانا اپنے کمال کو پہنچے، لیکن انہوں نے اپنی سیاہ باطنی اور سخت دلی کے باعث کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ جب کوئی آیتِ قرآن آئی اس کو جھٹلا دیا اور اس کا انکار کر دیا۔[1]

صُوفیاء فرماتے ہیں کہ گناہ کے تین درجے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ کہ مجرم اپنے آپ کو گنہگار جانتا ہوا گناہ کرے اور سمجھانے پر کم از کم شرمندہ ہو جائے اس کی معافی اِنْ شَآءَ اللہ ہو جائے گی۔ اس سے اوپر درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ سے لاپرواہ ہو جائے۔ گناہ کرے، نادم نہ ہو، کبھی یہ سوچے بھی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اس بیماری سے شفاء بمشکل ہوتی ہے۔ اس کے اوپر یہ کہ اپنے گناہوں کو اچھا سمجھے، دوسروں کی نیکیوں کو برا جانے، گناہوں پر فخر کرے اور نیکیوں پر طعنہ

[1]......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۵۸، ۷/۶۰، مدارك، الروم، تحت الآیة: ۵۸، ص۹۱۳-۹۱۴، ملتقطاً.

کرے، یہ دل کی مُہر کا باعث ہے۔ یہاں آیت میں کفار کا یہی تیسرا درجہ بیان ہوا ہے۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

رکوع ۶

ترجمۂ کنزالایمان: یوں ہی مُہر کر دیتا ہے اللہ جاہلوں کے دلوں پر۔ تو صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تمہیں سبک نہ کر دیں وہ جو یقین نہیں رکھتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسی طرح اللہ جاہلوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ تو صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یقین نہ کرنے والے تمہیں طیش پر نہ ابھاریں۔

﴿ كَذٰلِكَ : اسی طرح۔﴾ یعنی جس طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دی اسی طرح ان جاہلوں کے دلوں پر بھی اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے جن کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ گمراہی اختیار کریں گے اور حق والوں کو باطل پر بتائیں گے۔ [1]

﴿ فَاصْبِرْ : تو صبر کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اِن کفار کی ایذا اور عداوت پر صبر کریں، بے شک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد فرمانے کا اور دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے کا اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے اور یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اور یہ لوگ جنہیں آخرت کا یقین نہیں ہے اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب کے منکر ہیں، ان کی شِدّتیں اور ان کے انکار اور اُن کی نالائق حرکات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے طیش اور رنج کا باعث نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُن کے حق میں عذاب کی دعا کرنے میں جلدی فرما دیں۔ [2]

1 ......جلالين، الروم، تحت الآية: ٥٩، ص٣٤٥، مدارك، الروم، تحت الآية: ٥٩، ص٩١٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٦٠، ص٩١٤، خازن، الروم، تحت الآية: ٦٠، ٤٦٨/٣، ملتقطاً.

سُوْرَۃُ لُقْمٰن

سورۂ لقمان کا تعارف

سورۂ لقمان " وَلَوْ اَنَّ مَافِی الْاَرْضِ " سے شروع ہونے والی آیت نمبر 27 اور 28 کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں 4 رکوع، 34 آیتیں، 548 کلمے، 2110 حروف ہیں۔[2]

اس سورۂ مبارکہ کے دوسرے رکوع سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بَرگُزیدہ بندے حضرت لقمان حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسی وجہ سے یہ سورت ''سورۂ لقمان'' کے نام سے مَوسُوم ہوئی۔

سورۂ لقمان کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیّت پر ایمان لانے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوّت کی تصدیق کرنے، موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن کا اقرار کرنے کے بارے میں دلائل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔ اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ کی ہدایت کے دستور اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دائمی معجزے قرآنِ پاک کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کا گروہ قرآنِ پاک کی تصدیق کرتا ہے اس لئے وہ جنت میں داخل ہو کر کامیاب ہو جائیں گے اور کافروں کا گروہ قرآنِ پاک کی آیات کا مذاق اڑاتا اور ان کا انکار کرتا ہے اور اس نے اپنی جہالت اور بیوقوفی کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو وہ جہنم کے دائمی دردناک عذاب میں مبتلا ہو کر نقصان اٹھائیں گے۔

---

1 ......جلالین، سورة لقمان، ص ٣٤٥.

2 ......خازن، تفسير سورة لقمان، ٤٦٨/٣.

(2)......کائنات کی تخلیق بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا بیان فرمایا ہے۔
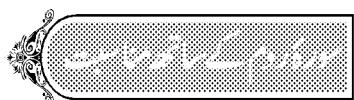
(3)......اللہ تعالیٰ نے اپنے بَرگُزیدہ بندے حضرت لقمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کا واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کیا نصیحتیں کیں، اوراس سے مقصود لوگوں کو ہدایت دینا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا چھوڑ دیں، ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کریں، ہرطرح کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچیں، نماز قائم کریں، نیکی کی دعوت دیں اور برائی سے منع کریں، تکبُّر سے بچیں اور عاجزی و اِنکساری اختیار کریں، زمین پر نرمی سے چلیں اور اپنی آوازیں ہلکی رکھیں۔

(4)......اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کا مُشاہدہ کرنے کے باوجود اپنے آباوَاَجداد کی پیروی میں شرک پر قائم رہنے والے مشرکین کی سرزَنِش کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا انکار کرنے پر ان کی مذمت بیان کی گئی اور مشرکین کو یہ بتایا گیا کہ نجات کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اسلام قبول کرنا اور نیک اعمال کرنا ہے۔

(5)......کفار کے قول اور عمل میں تضاد کو بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عبادت کا مستحق ہونے میں بتوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ بے شمار دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کئے جانے کا حقدار ہر گز نہیں ہے۔

(6)......اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دن اور رات کے آنے جانے سے، چاند اور سورج کو مُسَخَّر کئے جانے سے اور سمندروں میں کشتیوں کی رَوانی سے اِستدلال کیا گیا۔

(7)......اس سورت کے آخر میں تقویٰ و پرہیز گاری کا حکم دیا گیا، قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرایا گیا جو کہ بہر صورت آئے گا اور یہ بتایا گیا کہ مخصوص پانچ غیبی چیزوں کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبر دار ہے۔

سورۂ روم کے ساتھ مناسبت

سورۂ لقمان کی اپنے سے ماقبل سورت ''روم'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ روم کے آخر میں اور سورۂ لقمان کی ابتداء میں قرآن پاک کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ مسلمان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ تیسری مناسبت یہ ہے کہ

دونوں سورتوں میں متعدد مَضامین مُشترک ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ کفار ومشرکین پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مُضْطَرِب ہو کر دعائیں کرتے ہیں اور جب ان سے وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر وشرک کرنے لگ جاتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ہدایت اور رحمت ہیں نیکوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: الم، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ نیکوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہیں۔

﴿الٓمّٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ: یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سورت کی آیتیں اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حکمت والی ہے اور نیک اعمال کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہیں۔ (1)

قرآنِ مجید کی شان

معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید ایسی عظیم الشّان کتاب ہے کہ اس میں فلاح وکامیابی حاصل کرنے کے تمام تر سامان موجود ہیں اور نیک لوگ اس کا دامن مضبوطی سے تھام کر گمراہی اور عذاب سے بچ سکتے ہیں، نیز یہ کتاب حکمت کے

1 ......جلالین، لقمان، تحت الآیة: ۲-۳، ص۳۴۵، روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۲-۳، ۷/۶۲-۶۳، ملتقطاً۔

انمول خزانوں سے مالا مال ہے۔ لہٰذا مومن کو اسی حکمت و دانش میں مشغول ہونا چاہیے اور اسے چھوڑ کر فضول قسم کے قصے کہانیوں میں لگے رہنا مومن کی شان نہیں۔

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓىٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور آخرت پر یقین لائیں۔ وہی اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور انہیں کا کام بنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہی اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ: وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نیک لوگ وہ ہیں جو نماز کو اس کی تمام شرائط اور حقوق کے ساتھ ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں فرض ہونے والی زکوٰۃ اس کے حقداروں کو دیتے ہیں اور وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب ہونے اور اعمال کی جزا و سزا میں شک یا انکار نہیں کرتے بلکہ اس پر یقین رکھتے ہیں۔ جن کے یہ اوصاف ہیں وہی لوگ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کی گئی ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ثواب حاصل کر کے حقیقی طور پر کامیاب ہونے والے ہیں۔[1]

آیت نمبر 4 اور 5 سے معلوم ہونے والی باتیں

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...... ہر عقل مند انسان کو چاہئے کہ وہ نیک لوگوں کے اوصاف اپنا کر حقیقی کامیابی حاصل کرنے والے حضرات میں

---

[1] ......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ٤-٥، ٧/٦٣-٦٤، تفسیر طبری، لقمان، تحت الآیة: ٤-٥، ١٠/٢٠١، ملتقطاً.

شامل ہونے کی بھرپور کوشش کرے

(2)...... جب تک اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت نہ دے تب تک وہ ہدایت نہیں پا سکتا، لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرتا رہے اور نیک اعمال کی توفیق مانگتا رہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ﳓ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اُسے ہنسی بنالیں اُن کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تا کہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے بہکادیں اور انہیں ہنسی مذاق بنالیں۔ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ: اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ تجارت کے سلسلے میں دوسرے ملکوں کا سفر کیا کرتا تھا۔اس نے عجمی لوگوں کی قصے کہانیوں پر مشتمل کتابیں خریدی ہوئی تھیں اور وہ کہانیاں قریش کو سنا کر کہا کرتا تھا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) تمہیں عاد اور ثمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں تمہیں رستم، اسفندیار اور ایران کے شہنشاؤں کی کہانیاں سناتا ہوں۔ کچھ لوگ اُن کہانیوں میں مشغول ہوگئے اور قرآنِ پاک سننے سے رہ گئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: ”کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تا کہ جہالت کی بنا پر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے اور قرآنِ کریم سننے سے روکیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑائیں، ایسے لوگوں کے لیے ذِلّت کا عذاب ہے۔[1]

لَہْو یعنی کھیل ہر اس باطل کو کہتے ہیں جو آدمی کو نیکی سے اور کام کی باتوں سے غفلت میں ڈالے۔اس میں

1...... خازن، لقمان، تحت الآیة: ۶، ۳/۴۶۸، مدارک، لقمان، تحت الآیة: ۶، ص ۹۱۵-۹۱۶، ملتقطاً.

بے مقصد و بے اصل اور جھوٹے قصے، کہانیاں اور افسانے، جادو، ناجائز لطیفے اور گانا بجانا وغیرہ سب داخل ہے۔ اِس قسم کے آلاتِ لَہْو ولَعِب کو بیچنا بھی منع ہے اور خریدنا بھی ناجائز، کیونکہ یہ آیت ان خریداروں کی برائی بیان کرنے کے بارے میں ہی اتری ہے۔ اسی طرح ناجائز ناول، گندے رسالے، سینما کے ٹکٹ، تماشے وغیرہ کے اسباب سب کی خرید وفروخت منع ہے کہ یہ تمام لَهْوَ الْحَدِیْثِ یا ان کے ذرائع ہیں۔

آیت "وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......قرآن مجید سننے سے اِعراض کرنا اور دینِ اسلام سے روکنے کی خاطر بے فائدہ واقعات، جھوٹی اور بے اصل کہانیاں اور لطیفے وغیرہ سنا کر قرآنِ مجید سننے سے ہٹا دینا عظیم ترین جرم ہے اور اس جرم کا مُرتکِب دردناک عذاب کا حق دار ہے۔

(2)......لوگوں کو گمراہ کرنے والے کا عذاب گمراہ ہونے والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے کیونکہ تمام گمراہوں کا وَبال بھی اسی پر پڑے گا۔

(3)......اس آیت سے علماءِ کرام نے گانے بجانے کی حرمت پر اِستدلال کیا ہے۔

گانے بجانے کی مذمت

اس آیت میں "لَهْوَ الْحَدِیْثِ" سے متعلق ممتاز مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے، اس مناسبت سے یہاں گانے بجانے کی مذمت پر 2 اَحادیث اور حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کا طرزِ عمل ملاحظہ ہو،

(1)......حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "اس اُمّت میں زمین میں دھنسنا، مَسخ ہونا اور آسمان سے پتھر برسنا ہوگا مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، یہ کب ہوگا؟ ارشاد فرمایا "جب گانے والیوں اور موسیقی کے آلات کا ظہور ہوگا اور شرابوں کو (سرِ عام) پیا جائے گا۔[1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "جو

---

1 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف، ۴/۹۰، الحدیث: ۲۲۱۹.

شخص گانا سننے کے لئے کسی باندی کے پاس بیٹھا، اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ اُنڈیلا جائے گا۔[1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بچوں کے استاد کی طرف خط لکھا اور فرمایا: یہ خط اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے عمر امیر المومنین کی جانب سے سہل کی طرف ہے۔ اَمَّابَعْد! میں نے اپنی اولاد کی تربیت کے لیے اپنی معلومات کی بنا پر تمہیں مُنتخب کیا ہے، میں نے اپنے بچوں کو تمہارے سپرد کر دیا ہے کسی اور غلام یا کسی خاص مُعتمد کے سپرد نہیں کیا۔ لہٰذا تم ان کے ساتھ (مناسب وبقدرِ ضرورت) سختی کے ساتھ پیش آؤ کیونکہ یہ ان کے آگے بڑھنے کو زیادہ ممکن بنائے گی، عام لوگوں کی صحبت اختیار نہ کرنے دو کیونکہ یہ غفلت پیدا کرتی ہے، زیادہ ہنسنے سے روکو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مار ڈالتا ہے۔ تمہاری تعلیم سے سب سے پہلے جس چیز کا میرے بچے اِعتقاد رکھیں وہ لَہْو ولَعِب سے نفرت ہونی چاہیے جس کا آغاز شیطان کی جانب سے ہوتا ہے اور اس کا انجام رحمٰن کی ناراضگی ہے۔ اصحابِ علم میں سے ثِقہ لوگوں سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ لَہْو ولَعِب کے آلات کا سننا اور ان کا شیفتہ ہونا یہ دل میں اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی گھاس اگاتا ہے۔ میری زندگی کی قسم، ان مقامات پر حاضر ہونے کو ترک کر کے اپنے آپ کو بچانا دانشمندوں کے لیے زیادہ آسان ہے بنسبت اس کے کہ وہ اپنے دل میں نفاق کو قائم رکھیں۔ جب وہ ان گانوں سے جدا ہوتا ہے تو اسے یقین نہیں ہوتا کہ اس کے کانوں نے جو سنا ہے وہ اس سے فائدہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ ان بچوں میں سے ہر ایک کو قرآنِ حکیم کے ایک حصہ سے سبق شروع کراؤ۔ وہ اس کی قراءت میں خوب مضبوط ہو۔[2]

[illegible]

فتاویٰ رضویہ کی 24 ویں جلد میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے گانا سننے اور سنانے سے متعلق انتہائی تحقیقی کلام فرمایا ہے، یہاں اس کا خلاصہ درج ذیل ہے

مَزامیر یعنی لَہْو ولَعِب کے آلات لہو ولعب کے طور پر سننا اور سنانا بلاشبہ حرام ہیں، ان کی حرمت اولیاء اور علماء دونوں کے کلماتِ عالیہ میں واضح ہے۔ ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ اصرار کے بعد گناہِ کبیرہ ہے۔

مزامیر کے بغیر محض سننے کی چند صورتیں یہ ہیں:

1 ......ابن عساکر، حرف المیم، ۶۰۶۴-محمد بن ابراهیم ابوبکر الصوری، ۲۶۳/۵۱.

2 ......درمنثور، لقمان، تحت الآیة: ۶، ۶/۵۰۶.

(1)......گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی عورتوں ، یا بدکار عورتوں اور محلِ فتنہ اَمْرَدُوں کا گانا۔

(2)......جو چیز گائی جائے وہ مَعْصِیَت پر مشتمل ہو، مثلاً فحش یا جھوٹ یا کسی مسلمان یا ذمی کافر کی مذمت یا شراب اور زنا وغیرہ فاسقانہ کاموں کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ اَمْرَد کے حسن کی یقینی طور پر تعریف یا کسی مُعَیَّن عورت کا اگرچہ مردہ ہوا ایسا ذکر جس سے اس کے قریبی رشتہ داروں کو حیا اور عار آئے۔

(3)......لَہْو ولَعِب کے طور پر سنا جائے اگرچہ اس میں کسی مذموم چیز کا ذکر نہ ہو۔

یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں اور ایسا ہی گانا ''لہوالحدیث'' ہے اس کے حرام ہونے کی کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو صرف یہ حدیث ''کُلُّ لَعِبِ ابْنِ اٰدَمَ حَرَامٌ اِلَّا ثَلٰثَةٌ ''یعنی ابنِ آدم کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کھیلوں کے۔'' کافی ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مَزامیر ہوں، نہ گانے والے محلِ فتنہ ہوں، نہ لہو ولعب مقصود ہو اور نہ کوئی ناجائز کلام ہو اس سے بھی ان لوگوں کو روکا جائے گا جو فاسق وفاجر اور دنیا کی شہوات میں مست ہوں البتہ نفسانی خواہشات و برے خیالات سے پاک دلوں والے وہ لوگ جو اللّٰہ والے ہیں ان کے حق میں یہ بغیر آلاتِ موسیقی والے سادہ اَشعار کا سننا جائز بلکہ مستحب کہئے تو دور نہیں کیونکہ گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے، جب دل میں بری خواہش اور بیہودہ آلائشیں ہوں تو وہ انہیں کو ترقی دے گا اور جو پاک، مبارک، ستھرے دل، شہوات سے خالی اور اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں ان کے اس شوقِ محمود اور عشقِ مسعود کو افزائش دے گا۔ ان بندگانِ خدا کے حق میں اسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر حمد ونعت، منقبت، وعظ ونصیحت اور آخرت کے ذکر پر مشتمل اَشعار بوڑھے یا جوان مرد خوش اِلحانی سے پڑھیں اور نیک نیت سے سنے جائیں کہ اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع ہونے پر شریعت سے اصلاً دلیل نہیں ہے۔ حضور پُر نور، سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا حضرت حسان بن ثابت انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے خاص مسجدِ اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعتِ اَقدس سنانا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا سننا خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے واضح ہے اور عرب میں حُدی کی رسم کا صحابہ وتابعین کے زمانے بلکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے عہد میں رائج رہنا مردوں کے خوش اِلحانی کے جواز پر روشن دلیل ہے، حضرت انجشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حُدی کرنے پر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

منع نہ فرمایا بلکہ عورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے یَا اَنْجَشَۃُ رُوَیْدَ لَا تَکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ ارشاد ہوا کہ ان کی آواز دلکش ودل نواز تھی، عورتیں نرم ونازک شیشیاں ہیں جنہیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے۔غرض مدارِ کار فتنہ کے تحقُّق اور توقُّع پر ہے، جہاں فتنہ ثابت وہاں حرمت کا حکم ہے اور جہاں فتنے کی توقُّع اور اندیشہ ہے وہاں سدِّ ذریعہ کے پیشِ نظر ممانعت کا حکم ہے، جہاں نہ فتنہ ثابت نہ فتنے کی توقع تو وہاں نہ حرمت کا حکم ہے نہ ممانعت بلکہ اچھی نیت ہو تو مستحب ہوسکتا ہے۔

بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالٰی یہ چند سطروں میں تحقیقِ نفیس ہے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز حق اس سے مُتَجاوِز نہیں۔[1]

نوٹ: یہاں خلاصے میں کچھ چیزیں ترک بھی کردی ہیں۔

ہمارے معاشرے کے گمراہ گروں کے لئے عبرت

ہمارے معاشرے میں غیر مسلموں اور نام نہاد مسلمانوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو لوگوں کو دینِ اسلام سے دور رکھنے، مسلمانوں کو دینِ اسلام سے دور کرنے اور اس کا مخالف بنانے کے لئے مُنظَّم انداز میں کوششیں کرتے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے ان کے پاس ایک بڑا ذریعہ عورت ہے۔ایسے لوگ اسلامی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، جبکہ یہ خود وہ ہیں جو عورت کی جسم فروشی پر اطمینان محسوس کرتے ہیں اور ماڈل کا نام دے کر اس کی اداؤں کی قیمت لگانے کو روشن خیالی قرار دیتے ہیں یعنی عورت کی حفاظت کی جائے اور اسے گھر بیٹھے ہر چیز عزت کے ساتھ مُہَیّا کرنے کا کہا جائے جیسے اسلام کا حکم ہے تو روشن خیال کہلانے والوں کی طبیعت خراب ہوتی ہے اور بکری، گائے کی طرح اس کے جسم یا اس کے علاوہ اس کے ناچ یا اداؤں کو فروخت کیلئے پیش کیا جائے تو اِن لوگوں کی نظر میں یہ عورت کو اس کا صحیح مقام دینا قرار پاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دینِ اسلام جیسا امن وسلامتی کا داعی مذہب دنیا میں نہیں ہے، عورتوں اور بچوں کو جتنے حقوق اس دین میں دیئے گئے اور ان کے حقوق کی حفاظت کے جو اِقدامات اس دین میں کئے گئے کسی اور دین میں اس کی مثال نہیں ملتی، اس میں مقرر کی گئی جرموں کی سزائیں انسانوں کی بقا، سلامتی اور معاشرے میں امن وامان کی علمبردار ہیں۔ایسے تمام لوگوں کے لئے اس آیت میں بڑی عبرت ہے کہ اگر یہ اپنی ان ذلیل حرکات سے باز نہ آئے تو اللہ تعالٰی کے اس فرمان: ’’اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ‘‘ کے مطابق ذلت کے عذاب کے حق دار ہیں۔

1 ……فتاوٰی رضویہ، لہو ولعب، ۲۴/۷۸-۸۵، ملخصاً۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًاۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو تکبر کرتا ہوا پھرے جیسے انہیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں ٹینٹ ہے تو اُسے دردناک عذاب کا مژدہ دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا پھر جاتا ہے جیسے اس نے ان (آیات) کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے تو اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا: اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب کھیل کی باتیں خریدنے والے کے سامنے قرآنِ مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اس وقت وہ تکبُّر کرتے ہوئے ایسی حالت بنالیتا ہے جیسے اس نے ان آیات کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں کوئی بوجھ ہے جس کی وجہ سے وہ سن نہیں سکتا، تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔[1]

یہاں قرآنِ کریم کی تلاوت سننے سے متعلق دو اَحکام ملاحظہ ہوں،

(1)......قرآنِ کریم ذوق اور شوق سے سننا چاہیے۔ اس کی تلاوت کے وقت دُنْیَوی کاروبار میں مشغول رہنا اور تلاوت کی پرواہ نہ کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

(2)......قرآنِ عظیم کی تلاوت ہورہی ہو تو سننا فرض ہے، لہٰذا جہاں لوگ قرآن شریف سننے سے مجبور ہوں، کاروبار میں مشغول ہوں وہاں بلند آواز سے تلاوت نہیں کرنی چاہیے۔ یاد رہے کہ تلاوتِ قرآن کے اَحکام اور تعلیمِ قرآن کے اَحکام میں فرق ہے، ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے فقہ کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

1......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۷، ۷/۶٦.

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ ۙ﴿۸﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اُن کے لیے چین کے باغ ہیں۔ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اللّٰہ کا وعدہ ہے سچا اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ان کے لیے نعمتوں کے باغات ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے، (یہ) اللّٰہ کا سچا وعدہ ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔﴾ کافروں کی سزا ذکر کرنے کے بعد یہاں سے نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا ''بے شک وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہیں ان کے لئے نعمتوں اور چین کے ایسے باغات ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ ان سے اللّٰہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ کوئی اسے وعدہ پورا کرنے سے روک نہیں سکتا اور اس کا ہر فعل حکمت اور مَصلحت کے تمام تر تقاضوں کے عین مطابق ہے۔[(1)]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا وَ اَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ وَ بَثَّ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ﴿۱۰﴾

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۸-۹، ۷/۶۶-۶۷.

ترجمۂ کنزالایمان: اُس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر کہ تمہیں لے کر نہ کانپے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا اُگایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے آسمانوں کو ان ستونوں کے بغیر بنایا جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں لنگر ڈال دیئے تاکہ زمین تمہیں لے کر ہلتی نہ رہے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس قسم کا جوڑا اگایا۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا: اس نے آسمانوں کو ان ستونوں کے بغیر بنایا جو تمہیں نظر آئیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور قدرت پر دلالت کرنے والی 4 چیزیں بیان فرمائی ہیں،

(1)......اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بنایا۔ انہیں ستونوں کے بغیر بنانے کا ایک معنی یہ ہے کہ کوئی ستون ہے ہی نہیں اور تمہاری نظر خود اس چیز کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آسمانوں کے ستون تو ہیں لیکن وہ ایسے نہیں جنہیں تم دیکھ سکو اس لئے وہ گویا ایسا ہے جیسے ستونوں کے بغیر ہی بنا ہوا ہے۔

(2)......زمین میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں تاکہ زمین ہلتی نہ رہے۔ اسی لئے اگر پہاڑ نہ ہوں تو زمین تباہ ہو جائے، جدید سائنس سے بھی یہی چیز ثابت ہے۔

(3)......زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے۔ یاد رہے کہ بعض جانور پانی میں ہیں، بعض زمین پر اور بعض ہوا میں ہیں، مگر یہ سب زمین پر ہی ہیں کیونکہ پانی زمین پر ہے اور ہوا بھی زمین سے تعلق رکھتی ہے اور پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ کچھ جانور کسی جگہ اور دوسرے بعض کسی اور جگہ پیدا فرمائے۔

(4)......اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آسمان کی طرف سے بارش کا پانی نازل فرمایا اور اس سے زمین میں عمدہ اَقسام کی نباتات کے جوڑے پیدا کئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھاس اور درخت وغیرہ سب میں نر اور مادہ ہیں۔ نر درخت سے لگ کر جب ہوا مادہ درخت کو چھوتی ہے تو مادہ درخت حاملہ ہو کر پھل دیتا ہے۔ جدید سائنس سے بھی یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی ان عجیب و غریب صنعتوں میں غور و فکر کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت آشکار ہو جائے گی۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَا ذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۠ (۱۱)

ع ۱۱ / ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے مجھے وہ دکھاؤ جو اس کے سوا اوروں نے بنایا بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے تو (اے مشرکو!) تم مجھے کوئی ایسی چیز دکھاؤ جو اللہ کے سوا اوروں نے بنائی ہو بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ: یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو اپنی کامل قدرت اور انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت سے یہ تمام چیزیں پیدا فرمائی ہیں جنہیں تم بھی دیکھتے ہو، اب تم بتاؤ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جن بتوں کی عبادت کرتے اور انہیں پوجتے ہو، انہوں نے ایسا کونسا کمال دکھایا ہے جس کی وجہ سے تم نے انہیں عبادت کا مستحق سمجھ لیا اور ان کی پوجا کرنے میں مصروف ہوگئے، ان کافروں کا حق سے دور ہونا اور گمراہی میں مبتلا ہونا واضح ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِؕ وَ مَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کر اور جو شکر ادا کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے، حمد کے لائق ہے۔

مشہور مؤرخ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نسب یہ ہے ''لقمان بن ناعور یا باعور بن ناحور بن تارخ۔ حضرت وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھانجے تھے جبکہ مفسر مقاتل نے کہا کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خالہ کے فرزند تھے۔ آپ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا زمانہ پایا اور اُن سے علم حاصل کیا۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اعلانِ نبوت سے پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے اور جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبوّت کے مَنصب پر فائز ہوئے تو حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فتویٰ دینا بند کر دیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نبی ہونے میں اختلاف ہے، اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ آپ حکیم تھے نبی نہ تھے۔[1]

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی نہیں تھے بلکہ وہ غور و فکر کرنے والے اور دولتِ یقین سے مالا مال بندے تھے۔ انہیں اللّٰہ تعالیٰ سے محبت تھی اور اللّٰہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتا تھا اور اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں حکمت کی نعمت عطا فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ دو پہر میں سوتے ہوئے انہیں ندا کی گئی: ''اے لقمان! اگر تم پسند کرو تو تمہیں خلیفہ بنا دیا جائے تا کہ تم عدل و انصاف کو قائم کرو۔'' انہوں نے ندا کا جواب دیتے ہوئے عرض کی: اگر تو مجھے اختیار کا حق ہے تو میں عافیت کو قبول کروں گا اور اس آزمائش سے بچوں گا اور اگر منصبِ خلافت سنبھالنے کے متعلق قطعی حکم ہے تو میں دل و جان سے حاضر ہوں کیونکہ مجھے اللّٰہ تعالیٰ کے کرم پر یہ بھروسہ ہے کہ وہ مجھے غلطی سے بچائے گا۔[2]

حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دو فضائل

یہاں حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فضائل پر مشتمل دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

---

1 ......بغوی، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۲، ۳/۴۲۳، مدارک، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۹۱۷، ملتقطاً.

2 ......تفسیر ثعلبی، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۲، ۷/۳۱۲، ابن عساکر، حرف الدال، ذکر من اسمہ داود، داود بن ایشا... الخ، ۱۷/۸۵-۸۶، ملتقطاً.

نے ارشادفرمایا ''سوڈانیوں کے سردار چار ہیں: (1) حضرت لقمان حبشی رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ، (2) حضرت نجاشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، (3) حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ، (4) حضرت مہجع رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ۔[1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''سوڈانیوں کی صحبت اختیار کرو کیونکہ ان میں سے تین حضرات اہلِ جنت کے سرداروں میں سے ہیں، (1) حضرت لقمان حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، (2) حضرت نجاشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، (3) مُؤَذن حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔[2]

حکمت کی تعریف

حکمت کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں، ان میں سے چار درج ذیل ہیں۔

(1)......حکمت عقل اور فہم کو کہتے ہیں۔

(2)......حکمت وہ علم ہے جس کے مطابق عمل کیا جائے۔

(3)......حکمت معرفت اور کاموں میں پختگی کو کہتے ہیں

(4)......حکمت ایسی چیز ہے کہ اللّٰہ تعالٰی اسے جس کے دل میں رکھتا ہے یہ اس کے دل کو روشن کر دیتی ہے۔[3]

حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے حکمت بھرے ارشادات

حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حکمت سے بھرپور گفتگو فرمایا کرتے تھے، یہاں ان کے حکمت بھرے 3 کلام ملاحظہ ہوں،

(1)......لوگوں پر وہ چیز دراز ہوگئی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے حالانکہ وہ آخرت کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ بیشک دنیا پیٹھ پھیر رہی ہے تا کہ وہ چلی جائے اور آخرت سامنے آ رہی ہے اور وہ گھر جس کی طرف تم جا رہے ہو، اُس سے زیادہ قریب ہے جس سے تم نکل رہے ہو۔[4]

---

1 ......ابن عساکر، حرف الباء، ذکر من اسمه بلال، بلال بن رباح... الخ، ۴۶۲/۱۰.

2 ......معجم الکبیر، عطاء عن ابن عباس، ۱۵۸/۱۱، الحدیث: ۱۱۴۸۲.

3 ......خازن، لقمان، تحت الآیة: ۱۲، ۴۷۰/۳.

4 ......الزهد الکبیر للبیهقی، الجزء الثانی من کتاب الزهد، فصل آخر فی قصر الامل والمبادرة بالعمل... الخ، ص۲۰۱، روایت نمبر: ۵۰۱.

(2)......علماء کے ساتھ لازمی طور پر بیٹھا کرو اور حکمت والوں کا کلام سنا کرو کیونکہ **اللہ** تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ دل کو اسی طرح زندہ کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو بارش کے قطروں سے۔[1]

(3)......تم اس مرغے سے زیادہ عاجز نہ ہو جاؤ جو صبح سویرے آواز لگاتا ہے جبکہ تم اپنے بستر پر سو رہے ہوتے ہو۔[2]

سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکمت بھرے ارشادات

یوں تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہر ارشاد حکمت کے انمول موتیوں سے بھرا ہوا ہے، البتہ موضوع کی مناسبت سے یہاں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے 4 حکمت بھرے ارشادات ملاحظہ ہوں:

(1)......حکمت کی اصل **اللہ** تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔[3]

(2)......جو تھوڑا ہو اور کافی ہو وہ اس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔[4]

(3)......تقویٰ اختیار کرو تو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے اور قناعت اختیار کرو تو سب سے زیادہ شکر گزار بن جاؤ گے۔[5]

(4)......خوش نصیب وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔[6]

﴿وَمَنْ یَّشْكُرْ: اور جو شکر ادا کرے۔﴾ یعنی جو **اللہ** تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کے بھلے کیلئے ہی شکر کرتا ہے کیونکہ شکر کرنے سے نعمت زیادہ ہوتی ہے اور بندے کو ثواب ملتا ہے اور جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی ناشکری کرے تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ **اللہ** تعالیٰ اس سے اور اس کے شکر سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنی ذات وصفات اور اَفعال میں حمد کے لائق ہے اگرچہ کوئی اس کی تعریف نہ کرے۔[7]

---

1 ......معجم الکبیر، صدی بن عجلان ابو امامة الباھلی... الخ، عبید اللّٰہ بن زحر عن علی بن یزید... الخ، ۸ / ۱۹۹، الحدیث: ۷۸۱۰.

2 ......شرح السنه، ابواب النوافل، باب احیاء آخر اللیل وفضله، ۲/ ۴۸۰.

3 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/ ۴۷۰، الحدیث: ۷۴۴.

4 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، باقی حدیث ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالی عنه، ۸/ ۱۶۸، الحدیث: ۲۱۷۸۰.

5 ......ابن ماجه، کتاب الزھد، باب الورع والتقوی، ۴/ ۴۷۵، الحدیث: ۴۲۱۷.

6 ......مسلم، کتاب القدر، باب کیفیّة الخلق الادمیّ فی بطن امّه... الخ، ص۱۴۲۱، الحدیث: ۳(۲۶۴۵).

7 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۱۲، ۷/ ۷۵، مدارك، لقمان، تحت الآیة: ۱۲، ص۹۱۷، جلالین، لقمان، تحت الآیة: ۱۲، ص۳۴۶، ملتقطاً.

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللّٰہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! کسی کو اللّٰہ کا شریک نہ کرنا، بیشک شرک یقیناً بڑا ظلم ہے۔
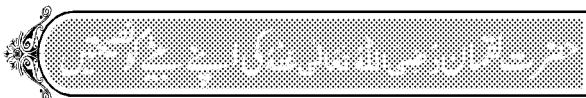
﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ: اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:﴾ حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹے کا نام اَنعم تھا اور ایک قول کے مطابق اشکم تھا۔ انسان کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ خود کامل ہو اور دوسرے کی تکمیل کرے، تو حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کامل ہونا تو ”اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ“ میں بیان فرما دیا اور دوسرے کی تکمیل کرنا ”وَهُوَ یَعِظُهٗ“ سے ظاہر فرمایا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ”اے میرے بیٹے! کسی کو اللّٰہ کا شریک نہ کرنا کیونکہ اس میں جو عبادت کا مستحق نہیں اسے مستحقِ عبادت کے برابر قرار دینا ہے اور عبادت کو اس کے محل کے خلاف رکھنا ہے اور یہ دونوں باتیں عظیم ظلم ہیں۔ (1)

آیت" وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......اس سے معلوم ہوا کہ نصیحت کرنے میں گھر والوں اور قریب تر لوگوں کو مقدم کرنا چاہئے اور نصیحت کی ابتدا عقائد کی اصلاح سے ہونی چاہیے خصوصاً انہیں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں بتانا چاہئے اور سب سے پہلے انہیں شرک سے بچانا چاہیے کہ یہ نہایت اہم ہے۔

---

1 ......خازن، لقمان، تحت الآية: ۱۳، ۳/۴۷۰.

(2)......انسان پہلے اپنے گھر والوں کو وعظ و نصیحت کرے پھر دوسروں کو۔

(3)......نصیحت نرم الفاظ میں ہونی چاہیے۔ آپ نے اسے ''اے میرے بچے'' فرما کر خطاب فرمایا۔

(4)......گزشتہ بزرگوں کی تعلیم یاد دلانا، ان کے اقوال نقل کرنا سنتِ الٰہیہ ہے۔

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے سے کہا میں نے بڑے پتھر، لوہا اور ہر وزنی چیز اٹھائی ہے لیکن میں نے برے پڑوسی سے بھاری چیز کوئی نہیں اٹھائی۔ میں نے ہر کڑواہٹ دیکھی ہے مگر فقر سے زیادہ کڑوی چیز نہیں دیکھی۔ اے میرے بیٹے جاہل کو قاصد بنا کر نہ بھیج، اگر تو کسی صاحبِ حکمت کو نہ پائے تو اپنا قاصد خود بن جا۔۔ اے میرے بیٹے جنازوں میں حاضر ہوا کر اور شادیوں میں نہ جایا کر کیونکہ جنازے تجھے آخرت کی یاد دلاتے ہیں اور شادی تجھے دنیا کی خواہش دلاتی ہے۔ اے میرے بیٹے سیر پر سیر ہو کر نہ کھا اگر تو اس کھانے کو کتے کے سامنے پھینک دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو خود اسے کھائے۔ اے میرے بیٹے اتنا میٹھا بھی نہ بن کہ تجھے نگل لیا جائے اور نہ اتنا کڑوا ہو جا کہ تجھے باہر پھینک دیا جائے۔ (1)

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِۚ-حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَؕ-اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اُس کی ماں نے اُسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے۔

النصف

❶......شعب الایمان، الرابع والثلاثون من شعب الایمان... الخ، آثار وحکایات فی فضل الصدق... الخ، ۴/ ۲۳۱، روایت نمبر: ۴۸۹۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانے کی مدت دو سال میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

﴿وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔﴾ اس آیت کی ابتدا میں فرمایا کہ **اللہ** تعالیٰ نے آدمی کو اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہنے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید فرمائی۔ پھر اس کا سبب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا، یعنی اس کی ماں کی کمزوری میں ہر وقت اضافہ ہوتا رہتا ہے، جتنا حمل بڑھتا جاتا ہے اور بوجھ زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی کمزوری میں اضافہ ہوتا ہے، عورت کو حاملہ ہونے کے بعد کمزوری، تھکن اور مشقتیں پہنچتی رہتی ہیں، حمل خود کمزور کرنے والا ہے، دردِ زِہ کمزوری پر کمزوری ہے اور وضعِ حمل اس پر اور مزید شدت ہے اور دودھ پلانا بھی مستقل مشقت کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بچے کا دودھ چھڑانے کی مدت ولادت کے وقت سے لے کر دو سال تک ہے۔[1]

ماں کو باپ پر تین درجے فضیلت حاصل ہے

یہاں ماں کے تین درجے بیان فرمائے گئے ایک یہ کہ اس نے کمزوری پر کمزوری برداشت کی، دوسرا یہ کہ اس نے بچے کو پیٹ میں رکھا، تیسرا یہ کہ اسے دودھ پلایا، اس سے معلوم ہوا کہ ماں کو باپ پر تین درجے فضیلت حاصل ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے بھی ماں کی باپ سے تین درجے زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آکر عرض کی: میری اچھی خدمت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''تمہاری ماں۔ اس نے عرض کی: پھر کون ہے؟ ارشاد فرمایا، ''تمہاری ماں''، اس نے دوبارہ عرض کی: پھر کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''تمہاری ماں۔ عرض کی: پھر کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''تمہارا باپ۔[2]

---

1 ……جلالین، لقمان، تحت الآیة: ۱۴، ص۳۴۶-۳۴۷، خازن، لقمان، تحت الآیة: ۱۴، ۳/۴۷۰، مدارك، لقمان، تحت الآیة: ۱۴، ص۹۱۷، ملتقطاً۔

2 ……صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من احقّ الناس بحسن الصحبة، ۴/۹۳، الحدیث: ۵۹۷۱۔

ماں کا حق باپ کے حق پر مقدم ہے

اعلیٰ حضرت، مُجدّدِ دین وملت، شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ارشاد فرماتے ہیں: اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم، قَالَ اللہُ تَعَالٰی:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًاؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًاؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا

ترجمہ: اور ہم نے تاکید کی آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے اور اسے جنا تکلیف سے اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں ہے۔

اس آیہ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو شمار فرمایا جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اَشد واَعظم ہو گیا مگر اس زیادت کے یہ معنی ہیں کہ خدمت میں، دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانعِ تفضیلِ مادر (یعنی ماں کو فضیلت دینے میں رکاوٹ) نہیں تو باپ کو پچیس دے ماں کو پچھتر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، وَعَلٰی ھٰذَا الْقِیَاس، نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے کر مَعَاذَ اللہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اسے جواب دے یا بے اَدبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْصِیَت ہیں، (اس میں) نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں سے کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنت ونار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا وَالْعِیَاذُ بِاللہ، مَعْصِیَتِ خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، ان کی ایسی ناراضیاں کچھ قابلِ لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے ہیں، اور تعظیم باپ کی

زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے[1]۔[2]

﴿ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ: کہ میرا اور اپنے والدین کا شکرادا کرو۔﴾ یہ وہ تاکید ہے جس کا ذکر اوپر فرمایا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین کا مقام انتہائی بلند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ بندے کے والدین کا ذکر فرمایا اور ایک ساتھ دونوں کا شکرادا کرنے کا حکم دیا، اب اگر کوئی بدقسمت اپنے والدین کی خدمت نہ کرے اور انہیں تکلیفیں دے تو یہ اس کی بدنصیبی اور محرومی ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس نے پنج گانہ نمازیں ادا کیں وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور جس نے پنج گانہ نمازوں کے بعد والدین کے لئے دعائیں کیں تو اس نے والدین کی شکرگزاری کی۔[3]

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا٘ وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو اُن کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح اُن کا ساتھ دے اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا پھر میری ہی طرف تمہیں پھر آنا ہے تو میں بتادوں گا جو تم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ دونوں تجھ پر کوشش کریں کہ تو کسی ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان

---

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: الحقوق لطرح العقوق، ۲۴/ ۳۸۷-۳۹۰، ملتقطاً۔

2 ......یہ رسالہ تسہیل وتخریج کے ساتھ بنام ''والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق'' مکتبۃ المدینہ سے جداگانہ بھی شائع ہوا ہے، وہاں سے خرید کر اس کا مطالعہ فرمائیں۔

3 ......بغوی، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/ ۴۲۳.

کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل پھر میری ہی طرف تمہیں پھر کر آنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو تم کرتے تھے۔

﴿وَ اِنۡ جَاهَدٰكَ: اور اگر وہ دونوں تجھ پر کوشش کریں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بندے! تم علم سے تو کسی کو میرا شریک ٹھہرا ہی نہیں سکتے کیونکہ میرا شریک محال ہے، ہو ہی نہیں سکتا، اب تجھے جو کوئی بھی کسی چیز کو میرے ساتھ شریک ٹھہرانے کا کہے گا تو وہ بے علمی ہی سے کہے گا، لہٰذا ایسا اگر ماں باپ بھی کہیں تو ان کا کہنا نہ مان، کیونکہ والدین کی اطاعت اگرچہ ضروری ہے لیکن اگر وہ شرک یا گناہ کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کر کیونکہ خالق کی نافرمانی کرنے میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، البتہ دنیا میں حسنِ اخلاق، حسنِ سلوک، احسان اور تحمُّل کے ساتھ اچھی طرح ان کا ساتھ دے لیکن دین میں ان کی پیروی نہ کر بلکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے راستے پر چل، پھر مرنے کے بعد میری ہی طرف تمہیں اور تمہارے والدین کو لوٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں تمہارے ایمان کی جزا دوں گا اور تمہارے والدین کو ان کے کفر کی سزا دوں گا۔[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا تھا اور جب میں نے اسلام قبول کرلیا تو میری ماں نے کہا اے سعد! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، یہ تو نے کیا نیا دین اختیار کرلیا ہے، تجھے یہ دین چھوڑنا ہوگا یا میں نہ کھاؤں گی، نہ پیوں گی، یہاں تک کہ مرجاؤں گی اور یوں میری وجہ سے تمہیں عار دلائی جائے گی اور تجھے یوں خطاب کیا جائے گا: اے اپنی ماں کے قاتل!۔ یہ سن کر میں نے کہا: اے میری ماں! ایسا نہ کر، میں کسی بھی وجہ سے یہ دین نہیں چھوڑوں گا۔ وہ ایک دن بغیر کچھ کھائے پیئے رہی، اس نے صبح کی تو بڑی مشقت میں مبتلا تھی۔ پھر وہ ایک دن اور رات مزید اسی طرح رہی تو اس کی تکلیف میں اضافہ ہوگیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو کہا: اے ماں! اللّٰہ تعالیٰ کی قسم! تو جانتی ہے کہ اگر تیری سو جانیں ہوں اور ایک ایک کرکے تیری سب جانیں نکل جائیں، تب بھی میں تیرے لئے اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ اب اگر تو چاہے تو کھا ورنہ مت کھا، جب ماں نے یہ دیکھا تو اس نے کھانا کھالیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

---

1 ......مدارك، لقمان، تحت الآية: ١٥، ص٩١٨، خازن، لقمان، تحت الآية: ١٥، ٣/٤٧٠-٤٧١، ملتقطاً.

2 ......ابن عساكر، حرف السين، ذكر من اسمه سعد، سعد بن مالك بن ابى وقاص بن اهيب... الخ، ٣٣١/٢٠.

﴿وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ: اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ دین میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے راستے پر چل۔ اسی راہ کو مذہبِ سنّت و جماعت کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے آدمی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آئے اور کہا کہ اے ابوبکر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، کیا تم نے اس مرد کی تصدیق کی ہے اور اس پر ایمان لے آئے ہو؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ ہاں میں ایمان لے آیا ہوں اور صِدقِ دل سے ان کی رسالت کو تسلیم کرلیا ہے۔ یہ سن کر وہ سب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔[1]

[illegible]

والدین کی خدمت اگرچہ عظیم چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے معاملے میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا جائے گا اور اسی کی اطاعت کی جائے گی، لہٰذا اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر کرنے کا حکم دیں تو ان کا یہ حکم نہیں مانا جائے گا، اسی طرح اگر وہ کسی فرض چیز کو چھوڑنے کا کہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو اس وقت بھی ان کا حکم ماننا لازم نہیں۔

[illegible]

دینِ اسلام میں والدین کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کو ایک خاص اہمیت دی گئی ہے اور اس سے متعلق مسلمانوں کو خصوصی احکامات دیئے گئے ہیں حتّٰی کہ کافر والدین کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنے، ان کی خدمت کرنے، ان کی طرف سے پہنچنے والی سختیوں اور نازیبا باتوں پر برداشت کا مظاہرہ کرنے اور ان پر احسان کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، یہ دینِ اسلام ہی کا عظیم کارنامہ ہے جس نے والدین کے ماں باپ ہونے کے حق کو پورا کرنے کا حکم دیا اور انہیں اَذِیّت و تکلیف پہنچانے سے منع کیا۔ فی زمانہ والدین سے متعلق اولاد کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے، آج نازوں سے پلے ہوئے بچے اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کرنے اور انہیں سنبھالنے کو بڑی

1 ......خازن، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۴۷۱.

مصیبت سمجھتے ہیں، انہیں اچھا کھانا کھلانے، اچھی رہائش دینے اور ان کے آرام وسکون کا خیال کرنے کو تیار نہیں اور کئی ملکوں میں تو اولاد کی اسی رَوِش کو دیکھ کر وہاں کے حکمرانوں نے ان بوڑھے والدین کو کچھ سہارا دینے کے لئے اولڈ ہاؤس قائم کر دیئے ہیں تاکہ یہ اپنی زندگی کے بقیہ دن وہاں کچھ تو چین سے گزار سکیں، ایسے والدین کی حسرت و یاس کا کیا عالَم ہوتا ہوگا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ان حالات کے تناظُر میں والدین سے متعلق دی ہوئی اسلام کی تعلیمات کو دیکھا جائے تو اس سے صاف واضح ہوتا ہے دینِ اسلام میں والدین کو جو حق دیئے گئے اور ان کے حقوق کو پورا کرنے کے جو اَحکام دیئے گئے ان کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔

یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے بیٹے برائی اگر رائی کے دانہ برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں ہو اللہ اُسے لے آئے گا بیشک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ اسے لے آئے گا بیشک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا خبردار ہے۔

﴿یٰبُنَیَّ: اے میرے بیٹے!﴾ آیت نمبر 14 اور 15 میں جو مضمون بیان ہوا یہ حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نہیں ہے بلکہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور شرک کی ممانعت کی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم دیا اور اس کا محل بھی ارشاد فرما دیا، اب یہاں سے پھر حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وہ قول ذکر کیا جا رہا ہے جو انہوں نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانے کے برابر ہو اور اتنی چھوٹی ہونے کے ساتھ وہ کیسی ہی جگہ میں ہو اور وہ جگہ کتنی ہی پوشیدہ ہو جیسے پتھر کی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو، لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے حاضر کر دے گا اور اس کا حساب فرمائے

گا۔ بیشک اللّٰہ تعالیٰ ہر باریکی کو جاننے والا اور اس سے خبر دار ہے اور اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے اور جو اللّٰہ تعالیٰ کی اس شان کو پہچان لے تو وہ برائی کرنے سے ضرور ڈرے گا۔[1]

معمولی سمجھے جانے والے اعمال کا بھی حساب ہوگا

اس آیت میں ہم سب کیلئے عبرت ہے کہ ہمارا معمولی سے معمولی عمل بھی قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا اور اس کا حساب دینا ہوگا۔ اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔ اور جو ایک ذرہ بھر بُرائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْــٴًـاؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَاؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کیلئے کافی ہیں۔

اور بظاہر چھوٹے سمجھے جانے والے اعمال پر بعض اوقات کس طرح گرفت ہوتی ہے اس سے متعلق یہ حکایات ملاحظہ فرمائیں، حضرت حارث محاسبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ غلہ ماپنے والا ایک شخص اس کام کو چھوڑ کر اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگیا۔ جب وہ مرگیا تو اس کے بعض احباب نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا ''مَافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ'' یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا: میرا وہ پیمانہ جس میں غلہ وغیرہ ماپا کرتا تھا، اس میں (میری بے احتیاطی کی وجہ سے) کچھ مٹی سی بیٹھ گئی تھی جس کو میں نے لاپرواہی کے سبب صاف نہ کیا تو ہر مرتبہ ماپنے کے وقت اس مٹی کی مقدار کم ہوجاتا تھا۔ میں اس قصور کے سبب عتاب میں گرفتار ہوں۔[4]

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۶، ۷/۸۱، خازن، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۶، ۳/۴۷۱، ملتقطاً.

2 ......زلزال:۷،۸.

3 ......انبیاء:۴۷.

4 ......تنبیہ المغترین، الباب الاول، ومن اخلاقہم کثرۃ الخوف من اللّٰہ تعالی ان یعذّبہم... الخ، ص۵۱، ملخصاً.

لہٰذا ہمیں دنیا میں ہی اپنے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بھی محاسبہ کر لینا اور برے اعمال سے سچی توبہ کر لینی چاہئے تاکہ مرنے کے بعد ہونے والی گرفت اور آخرت کے سخت حساب سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَؕ-اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِۚ(۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے بیٹے نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بُری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور تجھے جو مصیبت آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

﴿**یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ:** اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں ذکر ہوا کہ حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے کو عقائد کے حوالے سے نصیحت کی اور یہاں سے ان کی وہ نصیحت ذکر کی جا رہی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو ظاہری اعمال کے حوالے سے کی اور جس کا تعلق اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے ساتھ ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ جو کہ کامل ترین عبادت ہے اور لوگوں کو اچھی بات کا حکم دے اور انہیں بری بات سے منع کر اور یہ کام کرنے کی وجہ سے تم پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ وہ کام ہیں جنہیں کرنا لازم ہے۔(1)

آیت "یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۷، ۷/ ۸۲-۸۳، جلالین، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۳۴۷، مدارک، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۹۱۸، ملتقطاً۔

(1)……نماز، اچھی بات کا حکم دینا، بری بات سے منع کرنا اور مصیبت پر صبر کرنا، یہ ایسی عبادات ہیں جن کا تمام اُمتوں میں حکم تھا۔

(2)……اس میں بڑی پیاری ترتیب فرمائی گئی کہ وعظ کہنے والا عالم پہلے خود نیک عمل کرے پھر دوسروں سے کہے۔ بے عمل واعظ کا وعظ دلوں میں اثر نہیں کرتا اور چونکہ اس راہ میں تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں لہٰذا صبر کا فرمایا گیا۔ یاد رہے کہ ہر مسلمان دین کا مُبَلِّغ ہونا چاہیے اور جو مسئلہ اسے درست معلوم ہو وہ دوسروں تک پہنچائے۔ صرف علماء پر ہی تبلیغ لازم نہیں ہے۔

(3)……تبلیغ اور صبر کے اکٹھے بیان کرنے میں ایک اشارہ یہ ہے کہ تبلیغ میں صبر کے مَراحل بہت مرتبہ پیش آتے ہیں لہٰذا تکالیف کی وجہ سے تبلیغ سے باز نہیں آنا چاہیے۔

وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍۚ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں اِتراتا نہ چل بیشک اللّٰہ کو نہیں بھاتا کوئی اِتراتا فخر کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں سے بات کرتے وقت اپنا رخسار ٹیڑھا نہ کر اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چل، بیشک اللّٰہ کو ہر اکڑنے والا، تکبر کرنے والا ناپسند ہے۔

﴿وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ: اور لوگوں سے بات کرتے وقت اپنا رخسار ٹیڑھا نہ کر۔﴾ یہاں سے حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی وہ نصیحت ذکر کی جارہی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو باطنی اعمال کے حوالے سے فرمائی، چنانچہ فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب آدمی بات کریں تو تکبر کرنے والوں کی طرح انہیں حقیر جان کر ان کی طرف سے رخ پھیر لینے والا طریقہ اختیار نہ کرنا بلکہ مالدار اور فقیر سبھی کے ساتھ عاجزی واِنکساری کے ساتھ پیش آنا اور زمین پر اکڑتے ہوئے نہ

چلنا، بیشک اکڑنے والا اور تکبر کرنے والا کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔[1]

یاد رہے کہ اندرونی عظمت پر اکڑنا فخر ہے جیسے علم، حسن، خوش آوازی، نسب، وعظ وغیرہ اور بیرونی عظمت پر اکڑنا اختیال ہے جیسے مال، جائیداد، لشکر، نوکر چاکر وغیرہ، مراد یہ ہے کہ نہ ذاتی کمال پر فخر کرو اور نہ بیرونی فضائل پر اتراؤ، کیونکہ یہ چیزیں تمہاری اپنی نہیں بلکہ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی عطا کی ہوئی ہیں اور وہ جب چاہے واپس لے لے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص امیر ہو یا غریب اسے حقیر نہیں جاننا چاہئے بلکہ جس سے بھی ملاقات ہو تو اس کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہئے اور اچھے انداز میں اس سے بات چیت کرنی چاہئے۔ غریبوں کو حقیر جان کر ان سے منہ موڑنا اور ان سے بات چیت کے دوران ایسا انداز اختیار کرنا جس میں حقارت کا پہلو نمایاں ہو اسی طرح امیر لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا سب تکبر کی علامات ہیں، ان سے ہر ایک کو بچنا چاہئے۔ حدیثِ پاک میں بھی اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور سب اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔[2]

ترغیب کے لئے یہاں لوگوں کے ساتھ سلوک کے حوالے سے سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کے چند پہلو ملاحظہ ہوں، چنانچہ قاضی عیاض مالکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں سے اُلفت فرماتے اور ان سے نفرت نہ کرتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر قوم کے با اَخلاق فرد کی عزت فرماتے اور اسے اس کی قوم پر حاکم مقرر کر دیتے تھے۔ (بداخلاق) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتے، ان سے احتراز فرماتے، نہ یہ کہ ان سے منہ پھیر لیں اور بداخلاقی سے پیش آئیں۔ آپ کی بارگاہ میں حاضر کوئی شخص یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی اور بھی اس سے بڑھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نزدیک عزت والا ہے۔ جو شخص بھی آپ کے

---

1 ......مدارك، لقمان، تحت الآية: ١٨، ص٩١٩، خازن، لقمان، تحت الآية: ١٨، ٤٧١/٣، ملتقطاً.

2 ......صحيح بخاري، كتاب الادب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، ١١٧/٤، الحديث: ٦٠٦٥.

پاس بیٹھتا یا کسی ضرورت سے زیادہ قریب ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صبر فرماتے یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی اٹھ کر چلا جاتا۔ جو شخص بھی اپنی حاجت کے لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کرتا تو اسے دے کر بھیجتے یا اس سے نرم بات کرتے۔ غرض یہ کہ آپ کا اخلاق اس قدر وسیع تھا کہ وہ تمام لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ [1]

نیز سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہوتے تو اپنے دربار میں سب سے پہلے حاجت مندوں کی طرف توجہ فرماتے اور سب کی درخواستوں کو سن کر ان کی حاجت روائی فرماتے اور قبائل کے نمائندوں سے ملاقاتیں فرماتے اور اس دوران تمام حاضرین کمالِ ادب سے سر جھکائے رہتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں آنے والوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں تھی، امیر و فقیر، شہری اور دیہاتی سب قسم کے لوگ حاضرِ دربار ہوتے اور اپنے اپنے لہجوں میں سوال و جواب کرتے۔ کوئی شخص اگر بولتا تو خواہ وہ کتنا ہی غریب و مسکین کیوں نہ ہو مگر دوسرا شخص اگر چہ وہ کتنا ہی بڑا امیر کبیر ہو اس کی بات کاٹ کر بول نہیں سکتا تھا۔ جو لوگ سوال و جواب میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کمالِ حلم سے برداشت فرماتے اور سب کو مسائل اور اسلامی احکام کی تعلیم و تلقین اور وعظ و نصیحت فرماتے رہتے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قبائل سے آنے والے وفدوں کے اِستقبال، اور ان کی ملاقات کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ ہر وفد کے آنے پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہایت ہی عمدہ پوشاک زیبِ تن فرما کر کاشانۂ اَقدس سے نکلتے اور اپنے خصوصی اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو بھی حکم دیتے تھے کہ بہترین لباس پہن کر آئیں، پھر ان مہمانوں کو اچھے سے اچھے مکانوں میں ٹھہراتے اور ان لوگوں کی مہمان نوازی اور خاطرِ مُدارات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے اور ان مہمانوں سے ملاقات کے لئے مسجدِ نبوی میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر نشست فرماتے، پھر ہر ایک وفد سے نہایت ہی خوش روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو فرماتے اور ان کی حاجتوں اور حالتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنتے اور پھر ان کو ضروری عقائد و اَحکامِ اسلام کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے اور ہر وفد کو ان کے درجات و مَراتب کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ نقد یا سامان بھی تحائف اور انعامات کے طور پر عطا فرماتے تھے۔ اللّٰہ تعالٰی ہمیں لوگوں کو حقیر جاننے اور ان سے حقارت آمیز سلوک کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

1 ......الشفا، القسم الاول، الباب الثانی، فصل وامّا حسن عشرته... الخ، ص ۱۲۰، الجزء الاول.

اکڑ کر چلنے کی مذمت

آیت میں اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا گیا، اس مناسبت سے یہاں اکڑ کر چلنے کی مذمت پر مشتمل دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اکڑ کر چلتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔[1]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب میری امت اکڑ کر چلنے لگے گی اور ایران و روم کے بادشاہوں کے بیٹے ان کی خدمت کرنے لگیں گے تو اس وقت شریر لوگ اچھے لوگوں پر مُسَلَّط کر دیئے جائیں گے۔[2]

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس مذموم فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میانہ چال چل اور اپنی آواز کچھ پست کر بیشک سب آوازوں میں بری آواز، گدھے کی آواز۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے چلنے میں درمیانی چال سے چل اور اپنی آواز کچھ پست رکھ، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

﴿وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ: اور اپنے چلنے میں درمیانی چال سے چل۔﴾ حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نصیحت کرتے ہوئے مزید فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تم چلنے لگو تو نہ بہت تیز چلو اور نہ بہت سست کیونکہ یہ دونوں باتیں مذموم ہیں،

1......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنهما، ٤٦١/٢، الحدیث: ٦٠٠٢.

2......ترمذی، کتاب الفتن، باب-٧٤، ١١٥/٤، الحدیث: ٢٢٦٨.

ایک میں تکبر کی جھلک ہے اور ایک میں چھچھورا پن ہے بلکہ تم درمیانی چال سے چلو نیز شور کرنے اور چیخنے چِلّانے سے احتراز کرو، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ مقصود یہ ہے کہ شور مچانا اور آواز بلند کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے اور اس میں کچھ فضیلت نہیں، جیسے گدھے کی آواز کہ بلند ہونے کے باوجود مکروہ اور وحشت انگیز ہے۔ (1)

اطمینان اور وقار کے ساتھ، عاجزانہ شان سے زمین پر آہستہ چلنا کامل ایمان والوں کا وصف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

اور اتنا تیز چلنا جو بھاگنے کے مشابہ ہو اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تیز چلنا مومن کا وقار کھو دیتا ہے۔ (3)

یہاں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چلنے سے متعلق دو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

(1)...... حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ چلتے وقت حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ذرا جھک کر چلتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کسی بلندی سے اتر رہے ہیں۔ (4)

(2)...... حضرت ہند بن ابی ہالہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چلنے میں اطمینان سے قدم اٹھاتے، وقار کے ساتھ جھک کر چلتے، قدم لمبا رکھتے اور جب آپ چلتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپ اوپر سے نیچے اتر رہے ہوں۔ (5)

---

1 ......خازن، لقمان، تحت الآیة: ۱۹، ۳/۴۷۱، مدارک، لقمان، تحت الآیة: ۱۹، ص۹۱۹، ملتقطاً.

2 ......فرقان: ٦٣.

3 ......مسند الفردوس، باب السین، ۲/۳۳٤، الحدیث: ۳۵۰۸.

4 ......شمائل ترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ص۱۹، الحدیث: ٦.

5 ......الشفا، القسم الاول، الباب الثانی، فصل قد اتیناك اکرمك اللّٰہ من ذکر الاخلاق الحمیدة...الخ، ص۱۵۷، الجزء الاول.

آیت کی مناسبت سے یہاں چلنے کی 7 سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(1)......جوتا پہن کر چلیں۔

(2)......کوشش کر کے راستے کے کنارے چلیں درمیان میں نہ چلیں۔

(3)......درمیانی چال چلیں، نہ اتنا تیز کہ لوگوں کی نظریں اٹھیں اور نہ اتنا آہستہ کہ آپ مریض معلوم ہوں۔

(4)......احمقوں اور مغروروں کی طرح گریبان کھول کر، سینہ تان کر نہ چلیں بلکہ شریفوں کی طرح چلیں۔

(5)......راستے میں دو عورتیں کھڑی ہوں یا جا رہی ہوں تو ان کے بیچ میں سے نہ گزریں بلکہ دائیں یا بائیں طرف سے گزر جائیں۔

(6)......بلاضرورت ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نہ چلیں بلکہ بدنگاہی سے بچتے ہوئے نیچی نظریں کر کے چلیں۔

(7)......یہ بھی خیال رکھئے کہ چلتے وقت جوتے کی آواز پیدا نہ ہو۔

سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو چلتے وقت جوتوں کی آواز ناپسند تھی، چنانچہ حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سخت گرمی کے دن بقیعِ غرقد کی طرف تشریف لے جاتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے دوسرے لوگ آتے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے جوتوں کی آواز سنتے تو یہ بات آپ کو بہت ناگوار معلوم ہوتی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیٹھ جاتے حتّٰی کہ وہ لوگ آگے نکل جاتے اور آپ یہ عمل اس لئے فرماتے تاکہ دل میں فخر پیدا نہ ہو۔[1]

ضرورت سے زیادہ آواز بلند کر کے اور چلا چلا کر گفتگو کرنا ایک ناپسندیدہ فعل ہے اور اس کی مذمت بیان کرنے کے لئے یہاں اس کی مثال گدھے کی آواز سے دی گئی ہے اور حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ وہ کسی شخص کو بلند اور سخت آواز سے کلام کرتا ہوا دیکھیں اور یہ پسند فرماتے تھے کہ وہ اسے نرم آواز سے کلام کرتا ہوا دیکھیں۔[2]

1......سنن ابن ماجه، كتاب السنّة، باب من كره ان يوطأ عقباه، ۱/۱٦۰، الحديث: ۲٤٥.

2......معجم الكبير، صدى بن العجلان ابوامامة الباهلى...الخ، القاسم بن عبد الرحمن... الخ، ۸/۱۷۷، الحديث: ۷۷۳٦.

اور بلاضرورت زیادہ باتیں کرنے والے کے بارے میں حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بے شک تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے زیادہ نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ اچھے اَخلاق والے ہوں گے اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور قیامت کے دن مجھ سے زیادہ دور ہونے والے وہ لوگ ہوں گے جو زیادہ باتیں کرنے والے، لوگوں سے زبان درازی کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہوں گے۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں ناپسندیدہ گفتگو سے بچنے اور اچھی گفتگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہت تیزی کے ساتھ جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ نہایت ہی مَتانَت اور سنجیدگی سے ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے تھے اور آپ کا کلام اتنا صاف اور واضح ہوتا تھا کہ سننے والے اس کو سمجھ کر یاد کر لیتے تھے اور اگر کوئی اہم بات ہوتی تو اس جملے کو کبھی کبھی تین تین مرتبہ فرما دیتے تاکہ سننے والے اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بلاضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ اکثر خاموش ہی رہتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ''جامع کلمات'' کا معجزہ عطا کیا گیا تھا کہ مختصر سے جملے میں لمبی چوڑی بات کو بیان فرما دیا کرتے تھے۔

آیت کی مناسبت سے یہاں بات چیت کرنے کی 6 سنتیں اور آداب بھی ملاحظہ ہوں تاکہ ہمارا چلنا پھرنا بھی اور گفتگو کرنا بھی سنت کے مطابق ہو۔

(1)...... مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے بات چیت کرنا سنت ہے۔

(2)...... چلا چلا کر بات کرنا جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں رائج ہے، یہ خلافِ سنت ہے۔

(3)...... گفتگو کرتے وقت چھوٹوں کے ساتھ شفقت بھرا اور بڑوں کے سامنے ادب والا لہجہ رکھئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دونوں کے نزدیک آپ معزز رہیں گے۔

---

1 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی معالی الاخلاق، ۴۰۹/۳، الحدیث: ۲۰۲۵.

(4)...... جب تک دوسرا بات کر رہا ہو تب تک اطمینان سے سنیں اور اس کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع نہ کردیں۔

(5)...... بلا ضرورت زیادہ باتیں نہ کریں اور نہ ہی دورانِ گفتگو زیادہ قہقہے لگائیں کہ زیادہ باتیں کرنے اور قہقہہ لگانے سے وقار مجروح ہوتا ہے۔

(6)...... دورانِ گفتگو ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی دینا ٹھیک نہیں ہے کہ یہ مُعَزَّز و مُہَذَّب لوگوں کے طریقے کے خلاف ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں سنت کے مطابق گفتگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اولاد کی تربیت کے اہم امور

حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اپنے بیٹے کو کی جانے والی جو نصیحتیں یہاں ذکر ہوئیں، ان سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تربیت کرنے کے معاملے میں والدین کو درج ذیل 4 اُمور کا بطورِ خاص لحاظ کرنا چاہئے،

(1)...... ان کے عقائد کی اصلاح پر توجہ دینی چاہئے۔

(2)...... ان کے ظاہری اعمال درست کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

(3)...... ان کے باطن کی اصلاح اور درستی کی جانب توجہ کرنی چاہئے۔

(4)...... ان کی اخلاقیات بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

یہ چاروں چیزیں دنیا اور آخرت کے اعتبار سے انتہائی اہم ہیں، جیسے عقائد کی درستی دنیا میں بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات کا سبب ہے اور عقائد کا بگاڑ آفتوں، مصیبتوں اور بلاؤں کے نازل ہونے کا ذریعہ ہے اور عقائد کی درستی آخرت میں اللہ تعالٰی کی رحمت حاصل ہونے جنت میں داخلہ نصیب ہونے کا مضبوط ذریعہ ہے اور جس کے عقائد درست نہ ہوئے اور گمراہی کی حالت میں مر گیا تو وہ جہنم میں جانے کا مستحق ہو گیا اور جو کفر کی حالت میں مر گیا وہ تو ضرور ہمیشہ کے لئے جہنم کی سزا پائے گا۔ اسی طرح ظاہری اور باطنی اعمال صحیح ہوں گے تو دنیا میں نیک نامی اور عزت و شہرت کا ذریعہ ہیں اور آخرت میں جنت میں جانے کا وسیلہ ہیں اور اگر درست نہ ہوں گے تو دنیا میں ذلت و رسوائی کا سامان ہیں اور آخرت میں جہنم میں جانے کا ذریعہ ہیں، یونہی اخلاق اچھے ہوں گے تو معاشرے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے اور لوگ اس کی عزت کریں گے جبکہ برے اخلاق ہونے کی صورت میں معاشرے میں اس کا جو وقار گرے گا اور بے عزتی ہو گی وہ تو

اپنی جگہ الٹا والدین کی بدنامی اور رسوائی کا سبب ہوگا اور اچھے اخلاق آخرت میں اللہ تعالٰی کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہیں جبکہ برے اخلاق اللہ تعالٰی کی ناراضی اور لوگوں کی طرف سے اپنے حقوق کے مطالبات کا سامان ہیں۔افسوس! ہمارے معاشرے میں والدین اپنے بچوں کی تربیت کے معاملے میں یہ تو دیکھتے ہیں کہ ان کا بچہ دُنْیَوی تعلیم اور دنیا داری میں کتنا اچھا اور چالاک، ہوشیار ہے لیکن اس طرف توجہ بہت ہی کم کرتے ہیں کہ اس کے عقائد ونظریات کیا ہیں اور اس کے ظاہری اور باطنی اعمال کس رخ کی طرف جارہے ہیں۔والدین کی یہ انتہائی دلی خواہش تو ہوتی ہے کہ ان کا بچہ دنیا کی زندگی میں کامیاب انسان بنے،اس کے پاس عہدے اور منصب ہوں،عزت، دولت اور شہرت اس کے گھر کی کنیز بنے لیکن یہ تمنا نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے کہ ان کی اولاد دینی اعتبار سے بھی کامیابی کی راہ پر چلے،مسلمان ماں باپ کی اولاد ہونے کے ناطے اپنے دین و مذہب اور اس کی تعلیمات سے اچھی طرح آشنا ہو،اس کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور اس کا طرزِ زندگی اللہ تعالٰی اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔والدین کی یہ آرزو تو ہوتی ہے کہ ان کی اولاد دنیا میں خوب ترقی کرے تاکہ اولاد کے ساتھ ساتھ ان کی دنیا بھی سَنْوَر جائے اور انہیں بھی عیش وآرام نصیب ہو لیکن اس طرف توجہ نہیں کرتے کہ ان کی اولاد قبر کی زندگی میں ان کے چین کا باعث بنے اور آخرت میں ان کے لئے شفاعت ومغفرت کا ذریعہ بنے۔جو لوگ صرف اپنی دنیا سنوارنا چاہتے ہیں اور ان کا مقصد صرف دنیا کی زیب وزینت اور اس کی آسائشوں کا حصول ہے،ان کے لئے درج ذیل آیات میں بڑی عبرت اور نصیحت موجود ہے،چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہوگیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

---

(1)......ھود: ۱۵، ۱۶.

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جوجلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہوکر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اولاد کی ایسی تعلیم و تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو ان کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کا ذریعہ بنے اور والدین کے دُنْیَوی سکون اور اُخروی نجات کا سامان ہو، اٰمین۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی اور بعضے آدمی اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں یوں کہ نہ علم نہ عقل نہ کوئی روشن کتاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کو اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگا رکھا ہے اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کردیں اور کچھ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ

[1] ……بنی اسرائیل: ۱۸، ۱۹۔

(انہیں) نہ علم ہے اور نہ عقل اور نہ کوئی روشن کتاب۔

﴿اَلَمْ تَرَوْا: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ان نصیحتوں کا بیان ہوا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائیں اور اب یہاں سے وہ نعمتیں ذکر کی جارہی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر استدلال ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہیں جیسے سورج، چاند اور ستارے اور جو کچھ زمین میں ہیں جیسے دریا، نہریں، کانیں، پہاڑ، درخت، پھل، چوپائے وغیرہ، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت سے تمہارے لیے کام میں لگا رکھا ہے جس کے نتیجے میں تم آسمانی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور زمینی چیزوں سے فائدے حاصل کرتے ہو۔[1]

﴿وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً: اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کردیں۔﴾ یہاں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں جن میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ مختلف افراد کو مختلف نعمتیں عطا کی گئیں، ان مختلف اقوال میں سے 6 قول درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ظاہری نعمت سے مراد اسلام اور قرآن ہے اور باطنی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہوں پر پردے ڈال دیئے، تمہاری پوشیدہ باتیں نہ کھولیں اور تمہیں سزا دینے میں جلدی نہ فرمائی۔

(2)......ظاہری نعمت سے مراد اَعضاء کی درستی اور صورت کا حسن ہے اور باطنی نعمت سے مراد دل کا اعتقاد ہے۔

(3)......ظاہری نعمت سے مراد رزق ہے اور باطنی نعمت سے مراد حسنِ خُلق ہے۔

(4)......ظاہری نعمت سے مراد شرعی اَحکام کا ہلکا ہونا ہے اور باطنی نعمت سے مراد شفاعت ہے۔

(5)......ظاہری نعمت سے مراد اسلام کا غلبہ اور دشمنوں پر فتح یاب ہونا ہے اور باطنی نعمت سے مراد فرشتوں کا امداد کے لئے آنا ہے۔

(6)......ظاہری نعمت سے مراد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی ہے اور باطنی نعمت سے مراد ان کی

---

1 ......تفسیر کبیر، لقمان، تحت الآیة: ۲۰، ۹/۱۲۳-۱۲۴، جلالین، لقمان، تحت الآیة: ۲۰، ص۳۴۷، مدارک، لقمان، تحت الآیة: ۲۰، ص۹۲۱، ملتقطاً.

محبت ہے۔[1]

یہ تو چند نعمتیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو اتنی کثیر ہیں کہ انہیں شمار ہی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دیدیا جو تم نے اس سے مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے۔

تو کیا یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ: اور کچھ لوگ اللہ کے بارے میں علم کے بغیر جھگڑتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ ان کے پاس نہ علم ہے، نہ عقل اور نہ ہی کوئی روشن کتاب ہے، اس لئے وہ جو کہیں گے جہالت اور نادانی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی شان میں اس طرح کی جرأت اور لب کشائی انتہائی بیجا اور گمراہی ہے۔ شانِ نزول: یہ آیت نضر بن حارث، اُبی بن خلف، امیہ بن خلف اور ان جیسے دیگر کفار کے بارے میں نازل ہوئی جو بے علم اور جاہل ہونے کے باوجود نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق جھگڑے کیا کرتے تھے۔[3]

نوٹ: اس آیت کی تفسیر سے متعلق مزید کلام سورۂ حج کی آیت نمبر 8 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں جو بات نہایت اہم ہے وہ یہ ہے کہ عقائد میں کلام کرنے کو لوگوں نے بہت آسان سمجھ رکھا ہے اور اگر عوام میں بیٹھ کر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ میڈیا کی وجہ سے لوگوں نے جیسے سیاست و ریاست کے ہر مسئلے پر کلام کرنے کو اپنا حق سمجھ لیا ہے اسی طرح دین، اسلام، قرآن، ایمان، آخرت اور خدا کے بارے میں بھی بے سوچے سمجھے بس اپنے دماغ میں اپنی کوئی من پسند یا سنی سنائی بات بٹھا کر کلام کر لینے کو آسان سمجھ لیا ہے۔ یہ نہایت خطرناک رَوِش ہے۔ سیاست وغیرہ میں لوگ مختلف نکتہ ہائے نظر رکھ سکتے ہیں لیکن عقائد اور دین کا معاملہ ایسا نہیں ہے وہاں مُتَعَیَّن طور پر وہی

---

1 ......خازن، لقمان، تحت الآیة: ۲۰، ۳/۴۷۲.

2 ......ابراهیم: ۳۴.

3 ......خازن، لقمان، تحت الآیة: ۲۰، ۳/۴۷۲.

عقیدہ رکھنا فرض ہے جو قرآن و حدیث میں آیا ہے اور جسے امتِ مُسلمہ نے اپنایا ہے۔ اس لئے ایمان کی حفاظت اسی میں ہے کہ عقیدے کے معاملے میں کوئی بھی شخص اپنی ذاتی رائے ہرگز نہ دے بلکہ کوئی بات ہو تو فوراً یہی کہے کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو قرآن و حدیث میں بیان ہوا اور میں اپنی رائے سے نہ کوئی بات کہنا چاہتا ہوں اور نہ امتِ مسلمہ سے ہٹ کر کسی کی رائے سننا چاہتا ہوں۔

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم کے بغیر دینی احکام اور مسائل میں بحث نہیں کرنی چاہئے، اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو علماء اور مُفتیانِ کرام سے مسائل پوچھنے آتے ہیں اور جب انہیں اپنی پسند اور مراد کے مطابق جواب نہیں ملتا تو وہ جاہلوں کی طرح جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ ایک عالم اور مفتی کی ذمہ داری شریعت کے حکم کو بیان کرنا ہے جبکہ عوام کی ذمہ داری اس حکم کے مطابق عمل کرنا ہے نہ کہ بحث کرنا اور جاہلوں کی طرح جھگڑا شروع کر دینا تو کسی مسلمان کی شان نہیں بلکہ یہ تو کافروں کا طریقہ ہے، لہٰذا اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَاؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن سے کہا جائے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے اُتارا تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگرچہ شیطان ان کو عذابِ دوزخ کی طرف بلاتا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ کیا اگرچہ شیطان ان کو عذابِ دوزخ کی طرف بلا رہا ہو۔

﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ :اور جب ان سے کہا جائے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب ان جھگڑا کرنے والوں سے کہا جائے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمایا ہے تم اس کی پیروی کرو، تو اس کے جواب میں وہ کہتے

ہیں: ہم اس کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہی رہیں گے۔اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کیا اگرچہ شیطان انہیں جہنم کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو جب بھی وہ اپنے باپ دادا ہی کی پیروی کئے جائیں گے۔ یہ کتنے بیوقوف ہیں کہ انہیں معلوم بھی ہے کہ شیطان انہیں گمراہ کر رہا ہے اور دوزخ کی طرف بلا رہا ہے مگر پھر بھی شریعت پر چلنے کی بجائے جاہل باپ دادوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔[1]

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دے اور ہو نیکو کار تو بیشک اُس نے مضبوط گرہ تھامی اور اللہ ہی کی طرف ہے سب کاموں کی انتہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ نیک ہو تو بیشک اس نے مضبوط سہارا تھام لیا اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔

﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ: تو جو اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دے۔﴾ یعنی جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کا دین قبول کرے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو، اپنے کام اسی کے سپرد کرے اور اسی پر بھروسہ رکھے اور وہ نیک اعمال کرنے والا بھی ہو تو بیشک اس نے مضبوط سہارا تھام لیا اور اس کے ذریعے وہ اعلیٰ مَراتب پر فائز ہو جائے گا اور سب کاموں کی انتہا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تو وہ ایسے شخص کو اچھی جزا دے گا۔[2]

آخرت میں اچھی جزا پانے کے لئے ضروری عمل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آخرت میں اچھی جزا پانے کے لئے صحیح ایمان اور درست نیک اعمال دونوں کا ہونا

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/۹۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۴۷۲، روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۲، ۷/۹۲، ملتقطاً.

ضروری ہے، یہی چیز قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی بیان کی گئی ہے، چنانچہ ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

بَلٰىۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں کیوں نہیں؟ جس نے اپنا چہرہ اللّٰہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا بھی ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ﰳالْحُسْنٰىۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بہرحال جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اس کو آسان کام کہیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىٕكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اللّٰہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللّٰہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو عنقریب یہ لوگ ہدایت والوں میں سے ہوں گے۔

چنانچہ جو ایمان والا نہیں اس کا کوئی بھی عمل صالح نہیں اگرچہ وہ ظاہری اعتبار سے کیسے ہی اچھے عمل کر رہا ہو اور جو صحیح ایمان لانے کے بعد نیک عمل نہیں کر رہا وہ اپنے آپ کو خطرے پر پیش کر رہا ہے کیونکہ برے اعمال اللّٰہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہیں اور جس سے اللّٰہ تعالیٰ ناراض ہو گیا اور اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے رحم نہ کیا تو اسے اس کے برے اعمال کے حساب سے ایک عرصے تک کے لئے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے صحیح ایمان لایا جائے اور پھر نیک اعمال کئے جائیں تاکہ اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے آخرت میں اچھی جزا نصیب ہو۔

1 ...... بقرہ: ۱۱۲۔

2 ...... کہف: ۸۸۔

3 ...... توبہ: ۱۸۔

وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗؕ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۲۳) نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِیْظٍ (۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کفر کرے تو تم اس کے کفر سے غم نہ کھاؤ اُنھیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے ہم اُنہیں بتادیں گے جو کرتے تھے بیشک اللّٰہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ ہم اُنہیں کچھ برتنے دیں گے پھر اُنہیں بے بس کرکے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے۔ انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے تو ہم انہیں بتا دیں گے جو انہوں نے کیا ہوگا بیشک اللّٰہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ ہم انہیں کچھ فائدہ اٹھانے دیں گے پھر انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے۔

﴿ وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ: اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ تسلی رکھیں اور کفر کرنے والے کے کفر پر غمزدہ نہ ہوں کیونکہ اس کا کفر کرنا دنیا و آخرت میں آپ کے لئے کسی طرح نقصان دہ نہیں، ان لوگوں کو مرنے کے بعد ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم انہیں ان کے اعمال کی سزا دیں گے۔ بے شک اللّٰہ تعالیٰ جس طرح ان کے ظاہری اعمال کو جانتا ہے اسی طرح ان کے دلوں کی بات بھی جانتا ہے تو وہ انہیں اس کی بھی سزا دے گا جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔[1]

﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا: ہم انہیں کچھ فائدہ اٹھانے دیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم ان کافروں کو تھوڑی مہلت دیں گے تاکہ وہ اپنی موت تک دنیا کی نعمتوں سے مزے اٹھالیں، پھر انہیں آخرت میں سخت عذاب کی طرف جانے پر مجبور کردیں

1 ......صاوی، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۳، ۵/ ۱۶۰۴، روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۳، ۷/ ۹۲، تفسیر کبیر، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۳، ۹/ ۱۲۶، ملتقطاً۔

گے اور وہ جہنم کا عذاب ہے جس سے یہ لوگ کبھی رہائی نہ پاسکیں گے۔[1]

وَ لَىٕنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے **اللّٰہ** نے تم فرماؤ سب خوبیاں **اللّٰہ** کو بلکہ اُن میں اکثر جانتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے: ''**اللّٰہ** نے'' تم فرماؤ: تمام تعریفیں **اللّٰہ** کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں۔

﴿ وَ لَىٕنۡ سَاَلۡتَهُمۡ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر اگرچہ کفر اور شرک کی وادیوں میں گھوم رہے ہیں لیکن اگر ان سے سوال کیا جائے کہ بتاؤ یہ زمین اور آسمان کس نے بنائے ہیں؟ تو ضرور ان کا جواب یہ ہوگا کہ **اللّٰہ** تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ اُن کے اقرار سے یہ لازم آتا ہے کہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ **اللّٰہ** واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، تو واجب ہوا کہ اس کی حمد کی جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے جبکہ ان جاہلوں کا حال یہ ہے کہ خالق صرف **اللّٰہ** تعالیٰ کو مانتے ہیں اور عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ (مَعَاذَاللّٰہ) شرک **اللّٰہ** تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے۔[2]

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: **اللّٰہ** ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک **اللّٰہ** ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

---

1 ......خازن، لقمان، تحت الآية: ۲۴، ۳/۴۷۲، جلالين، لقمان، تحت الآية: ۲۴، ص۳۴۷، ملتقطاً.

2 ......مدارك، لقمان، تحت الآية: ۲۵، ص ۹۲۰، صاوی، لقمان، تحت الآية: ۲۵، ۵/۱۶۰۴، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک اللہ ہی بے نیاز، تعریف کے لائق ہے۔

﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک، مخلوق اور بندے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے تو زمین و آسمان میں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ (1)

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ: بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے، تعریف کے لائق ہے۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات اور صفات میں بے نیاز ہے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا بے نیاز نہیں بلکہ ساری کائنات اسی کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں تعریف کے لائق ہے اگرچہ کوئی بھی اس کی حمد نہ کرے۔ (2)

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی بیشک اللہ عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب قلمیں بن جاتے اور سمندر (ان کی سیاہی، پھر) اس کے بعد اس (پہلی سیاہی) کو سات سمندر مزید بڑھا دیتے تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوتیں بیشک اللہ عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ: اور زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب قلمیں بن جاتے ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے اپنی عظمت کا بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ساری زمین میں موجود تمام درختوں

1 ......جلالین، لقمان، تحت الآیة: ۲٦، ص۳٤۸.

2 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۲٦، ۷/۹۳.

کی قلمیں بنادی جائیں جو کھربوں سے بھی کھربوں گنا زیادہ ہوں گی اور لکھنے کے لئے سمندر بلکہ سات سمندروں کوسیاہی بنالیا جائے اوران قلموں اور سیاہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عظمت مثلاً علم ،قدرت ،صفات کولکھا جائے توسارے قلم اور سمندرختم ہو جائیں لیکن عظمتِ الٰہی کے کلمات ختم نہ ہوں کیونکہ سمندر سات ہوں یا کروڑوں ، جتنے بھی ہوں بہرحال وہ محدود ہیں اوران کی کوئی نہ کوئی انتہاء ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں ،تو مُتناہی چیز غیر متناہی کا احاطہ کرہی نہیں سکتی۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ،ان میں سے دوقول درج ذیل ہیں۔

(1)...... جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہودیوں کے علماء نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا: ہم نے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: ’’**وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا**‘‘ یعنی تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے۔‘‘ تو اس سے آپ کی مراد ہم لوگ ہیں یا صرف آپ کی قوم؟ ارشاد فرمایا’’سب مراد ہیں۔انہوں نے کہا: کیا آپ کی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ ہمیں توریت دی گئی ہے اوراس میں ہر چیز کا علم ہے؟ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا’’ ہر چیز کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے قلیل ہے اور تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے اتنا علم دیا ہے کہ اگر اس پر عمل کرو تو نفع پاؤ گے۔انہوں نے کہا: آپ کیسے یہ خیال فرماتے ہیں حالانکہ آپ کا قول تو یہ ہے کہ جسے حکمت دی گئی اسے خیرِ کثیر دی گئی ،تو قلیل علم اور کثیر خیر کس طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔اس صورت یہ آیت مدنی ہوگی۔

(2)...... یہودیوں نے قریش سے کہا تھا کہ مکہ میں جاکر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس طرح کا کلام کریں۔ [1]

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۲۸

ترجمۂ کنزالایمان: تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

1......مدارك، لقمان، تحت الآية: ٢٧، ص ٩٢١، جلالين، لقمان، تحت الآية: ٢٧، ص٣٤٨، خازن، لقمان، تحت الآية: ٢٧، ٤٧٣/٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ: تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور علم کے کمال کو بیان فرمایا اور اب یہاں سے قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے سے متعلق کفارِ مکہ کو سمجھایا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! تم سب کو پیدا کرنا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا اللہ تعالیٰ کیلئے ایک جان کو پیدا کرنے کے برابر ہے، یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں کیونکہ اس کی قدرت تو یہاں تک ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایک لفظ ''کُنْ'' فرما کر سب کو پیدا کر دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اَقوال کو سننے والا اور تمہارے افعال کو دیکھنے والا ہے تو وہ تمہیں تمہاری باتوں اور عملوں کا بدلہ دے گا۔[1]

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اُبی بن خلف اور کفارِ مکہ کی ایک جماعت نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مختلف مَراحل سے گزار کر ہمیں پیدا فرمایا، جیسے پہلے ہم نطفہ کی شکل میں تھے، پھر جما ہوا خون بنے، پھر گوشت کا ٹکڑا بنے، پھر ہماری ہڈیاں اور اَعضا وغیرہ بنے۔ تخلیق کے ان مراحل کو جاننے کے باوجود آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم سب کو ایک ہی گھڑی میں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا! اس پر یہ آیت نازل ہوئی[2] اور اس میں گویا کہ فرمایا گیا: یہاں بہت آہستگی سے پیدا فرمانا دوسری حکمتوں سے ہے نہ کہ رب تعالیٰ کی مجبوری کی بناء پر اور وہاں ایک دم پیدا فرمانے میں اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہوگا، لہٰذا غائب کو حاضر پر قیاس نہ کرو۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؗ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

1 ......روح البيان، لقمان، تحت الآية: ٢٨، ٧/٩٦، خازن، لقمان، تحت الآية: ٢٨، ٣/٤٧٣، مدارك، لقمان، تحت الآية: ٢٨، ص ٩٢١، ملتقطاً.

2 ......صاوی، لقمان، تحت الآية: ٢٨، ٥/١٦٠٥، ملخصاً.

خَبِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۳۰﴾

ع ۳ ۱۱/۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن کرتا ہے رات کے حصے میں اور اس نے سورج اور چاند کام میں لگائے ہر ایک ایک مقرر میعاد تک چلتا ہے اور یہ کہ اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ یہ اس لیے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہیں سب باطل ہیں اور اس لیے کہ اللّٰہ ہی بلند بڑائی والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ رات کو دن میں داخل کردیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کردیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ہر ایک ایک مقررہ مدت تک چلتا ہے اور یہ کہ اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پوجتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور یہ کہ اللّٰہ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ: اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ یہاں سے ایک بار پھر اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنی قدرت اور حکمت سے ایک موسم میں رات کے کچھ حصے کو کم کر کے دن میں داخل کر دیتا ہے اور ایک موسم میں دن کے کچھ حصے کو بڑھا کر رات میں داخل کردیتا ہے اور جو وقت ایک میں سے کم کرتا ہے اسے دوسرے میں بڑھا دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو بندوں کے نفع کے لئے کام میں لگا دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک ،مقررہ مدت تک اپنی مخصوص رفتار سے چلتا رہے گا اور کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ یہ جو عجائبات بیان ہوئے ان پر صرف اللّٰہ تعالیٰ ہی قادر ہے، اس لئے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پوجتے ہیں وہ سب باطل اور فنا ہونے والے ہیں، لہٰذا ان میں سے کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہوسکتا اور اللّٰہ تعالیٰ کی یہ قدرت وعظمت اس لئے

ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات وصفات میں بلندی والا اور بڑائی والا ہے۔[1]

یاد رہے کہ آیت نمبر 29 میں جو سورج اور چاند کے بارے میں فرمایا گیا کہ ’’ہر ایک ایک مقررہ مدت تک چلتا ہے‘‘ اس میں مقررہ مدت سے مراد قیامت کا دن ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں اپنے اپنے مُعَیَّن اوقات تک چلتے ہیں جیسے سورج سال کے آخر تک اور چاند مہینے کے آخر تک چلتا ہے۔[2]

نیز خیال رہے کہ اگرچہ بعض کفار انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوجتے ہیں مگر ان بزرگوں کو باطل نہیں کہا جاسکتا، وہ بالکل حق ہیں البتہ ان کی عبادت کرنا باطل ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے لفظ ’’مَا‘‘ ذکر فرمایا ہے اور یہ لفظ عربی زبان میں بے عقل چیزوں کے لئے آتا ہے تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جن پتھروں اور درختوں وغیرہ بے جان چیزوں کو لوگ پوجتے ہیں وہ باطل ہیں۔ یا یہاں یہ لفظ مصدر کے معنی میں ہے یعنی تمہارا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پوجنا باطل اور جھوٹ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ کشتی دریا میں چلتی ہے اللہ کے فضل سے تاکہ تمہیں وہ اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر کرنے والے شکر گزار کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ دریا میں کشتی اللہ کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک اور دلیل ذکر کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ دریا میں کشتی اللہ تعالیٰ کے فضل، اس کی رحمت اور اس کے احسان سے چلتی

1 ......روح البيان، لقمان، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ٩٦/٧-٩٨، خازن، لقمان، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ٤٧٣/٣، مدارك، لقمان، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ص٩٢١، جلالين، لقمان، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ص٣٤٨، ملتقطاً.

2 ......مدارك، لقمان، تحت الآية: ٢٩، ص٩٢١.

ہے ورنہ اس کے لئے وہاں ہزار ہا آفتیں موجود ہیں جو اس کی روانی میں رکاوٹ بن سکتی اور کشتی کو ڈبو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فضل اس لئے فرمایا تاکہ وہ تمہیں اپنی وحدت، قدرت اور علم کے بعض دلائل اور اپنی قدرت کے عجائبات کی کچھ نشانیاں دکھادے۔ بیشک کشتی کی روانی میں ہر اس شخص کیلئے نشانیاں ہیں جو بلاؤں پر بڑا صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بڑا شکر گزار ہو۔ صبر اور شکر یہ دونوں صفتیں مومن کی ہیں تو گویا ارشاد فرمایا ''اس میں ہر مومن کے لئے نشانیاں ہیں۔[1]

وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر آپڑتی ہے کوئی موج پہاڑوں کی طرح تو اللہ کو پکارتے ہیں نرے اسی پر عقیدہ رکھتے ہوئے پھر جب اُنہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اُن میں کوئی اعتدال پر رہتا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار نہ کرے گا مگر ہر بڑا بے وفا ناشکرا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب پہاڑوں جیسی کوئی موج ان پر آپڑتی ہے تو اللہ ہی پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسے پکارتے ہیں پھر جب (اللہ) انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو ان میں کوئی (ہی) اعتدال پر رہتا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ہر بڑا بے وفا، ناشکرا ہی کرے گا۔

﴿ **وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ: اور جب پہاڑوں جیسی کوئی موج ان پر آپڑتی ہے۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ جب کفار کو سمندری سفر کے دوران پہاڑوں جیسی موجیں نیست و نابود کرنے لگتی ہیں تو وہ اپنے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ وَحْدَہٗ لَا

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۱، ۷/۹۸، مدارک، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۱، ص۹۲۲، ملتقطاً.

شَرِیک کو پکارتے، اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے اور اسی سے دعا و اِلتجاء کرنے لگتے ہیں اور اس وقت اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک کو بھول جاتے ہیں اور جب اللّٰہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے صحیح سلامت ساحل پر پہنچ جاتے تو ان میں سے چند ایک ہی اپنے ایمان اور اخلاص پر قائم رہتے ہیں ورنہ اکثریت پھر کفر کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت عکرمہ بن ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی، جس سال مکہ مکرمہ فتح ہوا تو وہ سمندر کی طرف بھاگ گیا، وہاں مخالف ہوا نے گھیرا اور خطرے میں پڑ گئے تو عکرمہ نے کہا: اگر اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اس خطرے سے نجات دے تو میں ضرور دو عالَم کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا اور ان کی اطاعت کروں گا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے کرم کیا اور ہوا ٹھہر گئی۔ عکرمہ مکہ مکرمہ کی طرف آ گئے اور اسلام لائے اور بڑا اخلاص والا اسلام لائے تو یہ اعتدال پر رہنے والے تھے اور ان میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے عہد پورا نہ کیا، ان کے بارے میں اگلے جملے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ہر بڑا بے وفا، ناشکرا ہی کرے گا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ صرف مصیبت میں اللّٰہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور آرام میں بھول جانا کافروں کا عمل ہے۔ اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے کیونکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللّٰہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاٙ وَقفة وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنے بچہ کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی کامی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دے بیشک اللّٰہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللّٰہ کے حلم پر دھوکا نہ دے وہ بڑا فریبی۔

1 ......خازن، لقمان، تحت الآیة: ۳۲، ۳/۴۷۴.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللّٰہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللّٰہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ : اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔﴾ یعنی اے اہلِ مکہ! اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور قیامت کے دن سے خوف کرو جس دن ہر انسان نفسی نفسی کہتا ہوگا اور باپ بیٹے کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آسکے گا، نہ کافروں کی مسلمان اولاد انہیں فائدہ پہنچا سکے گی نہ مسلمان ماں باپ کافر اولاد کو۔ بیشک اللّٰہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور ایسا دن ضرور آنا اور دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب لئے جانے اور ان کی جزا دیئے جانے کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے تو دنیا کی زندگی جس کی تمام نعمتیں اور لذتیں فانی ہیں وہ تمہیں ہرگز دھوکا نہ دے کہ ان نعمتوں اور لذتوں کے شیفتہ ہو کر ایمان کی نعمت سے محروم رہ جاؤ اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا شیطان دور دراز کی امیدوں میں ڈال کر تمہیں اللّٰہ تعالیٰ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے اور تمہیں گناہوں میں مبتلا نہ کردے۔ [1]

اس آیت میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل عقائد کا بھی رد ہے کہ یہودی کہتے تھے: ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں اس لیے ہمیں کوئی عذاب نہ دیا جائے گا، جبکہ عیسائی یہ کہتے تھے: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہم سب کی طرف سے کفارہ ادا کر دیا ہے اس لیے ہمیں بھی کچھ نہیں ہوگا۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ عقیدے کی درستی کے بغیر کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا، ہاں عقیدہ درست ہوا تو نیک دوست، نیک والدین، نیک اولاد سب کی طرف سے فائدہ مُتَوَقَّع ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۠ (۳۴)

ع ۴ / ۱۳

[1] ……روح البيان، لقمان، تحت الآية: ٣٣، ٧ / ١٠٠-١٠١، خازن، لقمان، تحت الآية: ٣٣، ٣ / ٤٧٤، مدارك، لقمان، تحت الآية: ٣٣، ص٩٢٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ علم والا، خبر دار ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ: بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت حارث بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے، مجھے خبر دیجئے کہ بارش کب آئے گی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، مجھے بتایئے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے، لڑکا یا لڑکی؟ نیز یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا، البتہ مجھے یہ بتایئے کہ آئندہ کل کو میں کیا کروں گا؟ نیز میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا، لیکن مجھے یہ بتایئے کہ میں کہاں مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1]

[illegible]

اس آیت میں پانچ چیزوں کے علم کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی اور مخلوق کو علمِ غیب عطا کئے جانے کے بارے میں سورۂ جن کی آیت نمبر 26 اور 27 میں ارشاد ہوا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ علمِ غیب آیت میں مذکور پانچ چیزوں سے متعلق ہو یا کسی اور چیز کے بارے میں،

---

1 ……روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۴، ۷/۱۰۳.

ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے مخلوق بھی غیب جان سکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ذاتی علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معجزہ اور کرامت کے طور پر عطا ہوتا ہے، یہ اس اِختصاص کے مُنافی نہیں جو آیت میں بیان ہوا بلکہ اس پر کثیر آیتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں، بارش کا وقت اور حمل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرے گا اور کہاں مرے گا ان اُمور کی خبریں اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے بکثرت دی ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرشتوں نے حضرت اسحٰق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں، تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں (حمل کی جمع) میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دی تھیں اور ان سب کا جاننا قرآنِ کریم سے ثابت ہے، تو اس آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی مراد لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور صدہا آیات واَحادیث کے خلاف ہے۔

نوٹ: اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 26ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا رسالہ ”اَلصَّمْصَامُ عَلٰی مُشَکِّکٍ فِیْ آیَةِ عُلُوْمِ الْاَرْحَامْ“ (علومِ اَرحام سے تعلق رکھنے والی آیتوں سے متعلق کلام) کا مطالعہ فرمائیں۔

سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ

سورۂ سجدہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ سجدہ آیت نمبر18 ’’ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا ‘‘ سے شروع ہونے والی تین آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **30** آیتیں، **380** کلمے اور **1518** حروف ہیں۔[2]

’’سجدہ‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی آیت نمبر **15** میں ان مسلمانوں کا وصف بیان کیا گیا ہے جو قرآنِ پاک کی آیات سن کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ سجدہ‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ سجدہ کے فضائل

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دَہر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[3]

(2)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت تک نیند نہ فرماتے جب تک سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک کی تلاوت نہ فرما لیتے۔[4]

(3)......حضرت خالد بن معدان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’نجات دلانے والی سورت کو پڑھا کرو اور وہ سورت ’’ الٓمّٓ ۚ تَنْزِیْلُ ‘‘ ہے۔ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص صرف اسی سورت کی تلاوت کیا کرتا تھا اور وہ بکثرت گناہ بھی کرتا تھا۔ (اس شخص کے انتقال کے بعد) اس سورت نے اس کے اوپر اپنے پر پھیلا دیئے اور کہا ’’اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ،
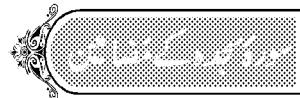
1......خازن، تفسیر سورۃ السجدۃ، ۳/۴۷۵.

2......خازن، تفسیر سورۃ السجدۃ، ۳/۴۷۵.

3......بخاری، کتاب الجمعۃ، باب ما یقرأ فی صلاۃ الفجر یوم الجمعۃ، ۱/۳۰۸، الحدیث: ۸۹۱.

4......ترمذی، کتاب الدعوات، ۲۲-باب منہ، ۵/۲۵۸، الحدیث: ۳۴۱۵.

اس کی مغفرت فرما دے، کیونکہ یہ کثرت سے میری تلاوت کیا کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں اس سورت کی شفاعت قبول فرمالی اور فرمایا ’’اس کے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دو اور اس کا ایک درجہ بلند کر دو۔‘‘[1]

سورۂ سجدہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے اور اس سورت میں بطورِ خاص مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے۔نیز اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمائی اور اس چیز میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

(2)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کو ثابت کیا گیا اور مشرکین کے اس نظریے کا رد کیا گیا کہ قرآن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے بنالیا ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلائل ذکر کئے گئے۔

(4)......کفار اور فرمانبردار مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا کہ قیامت کے دن کافر ذلت و رسوائی کا سامنا کریں گے، نیک اعمال کرنے کی خاطر دنیا میں لوٹ جانے کی تمنا کریں گے اور وہ دردناک عذاب چکھیں گے جبکہ مسلمان چونکہ دنیا میں راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، خوف اور امید رکھتے ہوئے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو پکارتے تھے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے اپنے مال راہِ خدا میں خرچ کرتے تھے، اس لئے آخرت میں انہیں ان کے اعمال کی جزاء عظیم ثواب کی صورت میں ملے گی، اللہ تعالیٰ کا فضل دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور انہیں جنت میں ہمیشہ کے لئے داخلہ نصیب ہوگا۔

(5)......یہ بتایا گیا ہے کہ کفار اور مسلمانوں کا انجام ایک جیسا نہیں ہے۔

(6)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رسالت کے درمیان مشابہت بیان کی گئی ہے۔

---

[1]......سنن دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل سورة تنزيل السجدة وتبارك، ۲/۵٤٦، الحديث: ۳٤۰۸.

(7)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر کر کے اس امت میں سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والوں کو ڈرایا گیا ہے۔

(8)......اس سورت کے آخر میں اسلام کے بنیادی عقائد، توحید، رسالت اور حشر ونشر پر کلام کیا گیا ہے۔

سورۂ لقمان کے ساتھ مناسبت

سورۂ سجدہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''لقمان'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ لقمان میں جن پانچ مخصوص غیبی چیزوں کے ذاتی علم کا اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص ہونا بیان کیا گیا ان پانچ چیزوں کی تشریح سورۂ سجدہ میں کی گئی ہے۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کتاب کا اُتارنا بیشک پروردگارِ عالَم کی طرف سے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کتاب کا اتارنا بیشک پروردگارِ عالَم کی طرف سے ہے۔

﴿الٓمّٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ: کتاب کا نازل کرنا۔﴾ اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ قرآنِ کریم کو معجزہ بنا کر نازل کرنا رَبُّ الْعٰلَمِین عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور اسی وجہ سے اس کے مثل ایک سورت یا چھوٹی سی عبارت بنانے سے عرب کے تمام فصیح و بلیغ لوگ عاجز رہ گئے۔

1......تناسق الدرر، سورة السجدة، ص ۱۱۱، ملخصاً.

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُۚ-بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا کہتے ہیں اُن کی بنائی ہوئی ہے بلکہ وہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے کہ تم ڈراؤ ایسے لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا اس امید پر کہ وہ راہ پائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟ بلکہ یہی تمہارے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ تم ان لوگوں کو ڈر سناؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا اس امید پر (ڈراؤ) کہ وہ ہدایت پائیں۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ: کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟﴾ جب حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام قرآنِ پاک کو لے کر نازل ہوئے تو کفارِ قریش نے اس کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ مُقدّس کتاب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے پاس سے بنالی ہے، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مشرکین یہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہی قرآن تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حق ہے اور یہ اس لئے نازل ہوا تاکہ آپ ان لوگوں کو، جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا اس امید پر (اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرائیں کہ وہ گمراہی سے ہدایت پاجائیں۔(1)

اس آیت میں جو بیان ہوا کہ ’’جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا‘‘ ان لوگوں سے مراد زمانۂ فَتْرَت کے لوگ ہیں۔ اہلِ عرب کے لئے اس زمانے کی مدت حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک تھی اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے وہ زمانہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بِعْثَت تک تھا کہ اس زمانہ میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا۔

(1)......تفسیر سمرقندی، السجدة، تحت الآیة: ۳، ۳/۲۷، ملخصاً.

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد دنیا میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ کسی نبی کے تشریف نہ لانے کی صراحت اس حدیث پاک میں بھی موجود ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں دنیا اور آخرت میں حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سب سے زیادہ نزدیک ہوں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کس طرح؟ ارشاد فرمایا: سارے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام علّاتی بھائی ہیں جن کی مائیں (یعنی فروعی احکام) الگ الگ ہیں اور ان کا دین (یعنی اصولی عقائد) ایک ہے اور میرے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔[1]

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا اس سے چھوٹ کر تمہارا کوئی حمایتی نہ سفارشی تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کچھ چھ دن میں بنایا پھر عرش پر استوا فرمایا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اس کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ: اللّٰہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو بنایا۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ یاد رہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے چھ دن میں بنانے اور اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمانے کی تفصیل سورۂ اَعراف، آیت نمبر **54** کے تحت

[1]......مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل عيسى عليه السلام، ص۱۲۸۷، الحديث: ۱۴۵(۲۳۶۵).

تفسیر میں گزر چکی ہے اور جن 6 دنوں میں دنیا بنائی ان کی تفصیل سے متعلق یہاں ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور اتوار کے دن زمین میں پہاڑوں کو پیدا کیا اور پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا اور منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا اور بدھ کے دن نور کو پیدا کیا اور جمعرات کے دن زمین پر چلنے والے جانداروں کو پیدا کیا اور تمام مخلوق کے آخر میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جمعہ کے دن، اس کی ساعات میں سے آخری ساعت میں، عصر کے بعد سے رات کے وقت کے درمیان پیدا کیا۔ [1]

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍ: اس کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے۔﴾ یعنی اے گروہِ کفار! اگر تم اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی کی راہ یعنی اسلام اختیار نہ کرو گے اور ایمان نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں کوئی مددگار ملے گا جو تمہاری مدد کر سکے، نہ کوئی شفیع جو تمہاری شفاعت کرے تو کیا تم اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی نصیحتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ [2]

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔
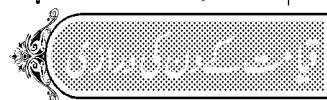
ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آسمان سے زمین تک (ہر) کام کی تدبیر فرماتا ہے پھر (ہر کام) اُس دن میں اسی کی طرف رجوع کرے گا جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار سال ہے۔

﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ: وہ آسمان سے زمین تک (ہر) کام کی تدبیر فرماتا ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ قیامت

1 ……مسلم، کتاب صفة القیامة والجنّة والنار، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیه السلام، ص ۱۵۰۰، الحدیث: ۲۷(۲۷۸۹).

2 ……جلالین، السجدة، تحت الآیة: ٤، ص ۳٤۹، مدارك، السجدة، تحت الآیة: ٤، ص ۹۲٤، ملتقطاً.

تک ہونے والے دنیا کے تمام کاموں کی اپنے حکم، اَمر اور اپنے قضاو قدر سے تدبیر فرماتا ہے۔ پھر دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد اس دن اَمر و تدبیر یعنی بندوں کو حاصل ظاہری تَصَرُّف بھی اللہ تعالیٰ کے پاس منتقل ہو جائے گا جس کی مقدار دنیا کے اَیّام کے حساب سے ہزار سال ہے اور وہ دن روزِ قیامت ہے۔[1]

یاد رہے کہ قیامت کے دن کی درازی بعض کافروں کے لئے ہزار برس کے برابر ہوگی اور بعض کے لئے پچاس ہزار برس کے برابر، جیسا کہ سورۂ معارج میں ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرشتے اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف چڑھتے ہیں، وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

اور مومن پر یہ دن ایک فرض نماز کے وقت سے بھی ہلکا ہوگا جو دنیا میں پڑھتا تھا، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! قیامت کا دن مومن پر ہلکا ہوگا حتّٰی کہ اس فرض نماز سے بھی زیادہ ہلکا ہوگا جو مومن دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔[3]

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُۙ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے ہر نہاں اور عیاں کا جاننے والا عزت و رحمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ہے (اللہ) ہر پوشیدہ اور کھلی ہوئی بات کو جاننے والا، عزت والا، رحمت والا۔

﴿ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ: یہ ہے (اللہ) ہر پوشیدہ اور کھلی ہوئی بات کو جاننے والا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ آسمان سے زمین تک (ہر) کام کی تدبیر فرماتا ہے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ اے لوگو!

1 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ٥، ٣/٤٧٥، صاوی، السجدة، تحت الآية: ٥، ٥/١٦١٢، ملتقطاً.

2 ......معارج:٤.

3 ......مسند امام احمد، مسند ابی سعيد الخدری رضی الله عنه، ٤/١٥١، الحديث: ١١٧١٧.

اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جاننے والا ہے جوتمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں اوران چیزوں کو بھی جاننے والا ہے جن کا تم مشاہدہ کرسکتے ہواور جوکوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اوراس کے غیر کو اس کا شریک ٹھہرائے اوراس کے رسولوں کو جھٹلائے تو اللہ تعالیٰ اسے سزا دینے پر قدرت رکھتا ہےاور جو اپنی گمراہی سے توبہ کرلے، اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں پر ایمان لے آئے اور نیک اعمال بجالائے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما کر رحمت فرمانے والا ہے۔[1]

الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍۚ(۷) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍۚ(۸) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَؕ-قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور پیدائشِ انسان کی ابتدا مٹی سے فرمائی۔ پھر اُس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے۔ پھر اسے ٹھیک کیا اوراس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل عطا فرمائے کیا ہی تھوڑا حق مانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی۔ پھر اس کی نسل ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے ٹھیک بنایا اوراس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت تھوڑا شکرادا کرتے ہو۔

﴿اَلَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ: وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مزید صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے جو چیز بھی بنائی وہ حکمت کے تقاضے کے عین مطابق بنائی ہے، ہر جاندار کو وہ صورت دی جو اُس کے معاش کے لئے بہتر ہے اوراس کو ایسے اعضاء عطا فرمائے جو اس کے معاش کے لئے مناسب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے بنا کر انسان کی پیدائش کی ابتداء

---

1 ......تفسیر طبری، السجدة، تحت الآیة: ٦، ١٠/٢٣٢-٢٣٣، ملخصاً.

مٹی سے فرمائی، پھران کی نسل ایک بے قدر پانی کے خلاصے یعنی نطفے سے بنائی، پھراسے مکمل درست بنایا اوراس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اوراس کو بے حس، بے جان ہونے کے بعد حسّاس اور جاندار کیا اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم سنو، دیکھو اور سمجھو اور تمہارا حال یہ ہے کہ ان عظیم نعمتوں کے مقابلے میں تم رب تعالیٰ کا بہت تھوڑا شکرادا کرتے ہو۔ (1)

وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کیا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے کیا پھر نئے بنیں گے بلکہ وہ اپنے رب کے حضور حاضری سے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم مٹی میں گم ہوجائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔

﴿**وَ قَالُوْۤا: اورانہوں نے کہا۔**﴾ قیامت کے بارے میں کفار جس شبہ میں مبتلا تھے یہاں اس کا ذکر کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مٹی میں مل کر خاک ہوجائیں گے اور ہمارے اَجزاء مٹی سے ممتاز نہ رہیں گے تو ہم پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟ ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کفار صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ہی منکر نہیں بلکہ وہ موت کے بعد اُٹھنے اور زندہ کئے جانے کا انکار کر کے اس انتہا تک پہنچ گئے ہیں کہ عاقبت کے تمام اُمور کے منکر ہیں حتّٰی کہ رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور حاضر ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔ (2)

---

1 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ٧-٩، ٣/٤٧٦، مدارك، السجدة، تحت الآية: ٧-٩، ص٩٢٥، روح البيان، السجدة، تحت الآية: ٧-٩، ٧/١١١-١١٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ١٠، ٣/٤٧٦، مدارك، السجدة، تحت الآية: ١٠، ص٩٢٥، تفسير طبرى، السجدة، تحت الآية: ١٠، ١٠/٢٣٦، ملتقطاً.

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

ع ۱۱ / ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔

﴿ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ: تم فرماؤ: تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے۔﴾ اس فرشتہ کا نام حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحیں قبض کرنے پر مقرر ہیں۔ اپنے کام میں کچھ غفلت نہیں کرتے اور جس کی موت کا وقت آ جاتا ہے، بلا تاخیر اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ مروی ہے کہ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے دنیا ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح کر دی گئی ہے تو وہ مَشارق و مَغارب کی مخلوق کی روحیں کسی مشقت کے بغیر اُٹھا لیتے ہیں اور رحمت و عذاب کے بہت سے فرشتے اُن کے ماتحت ہیں۔ (1)

[illegible]

حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام مومن اور کافر ہر انسان کی روح قبض فرماتے ہیں لیکن جب کافر کی روح قبض فرماتے ہیں تو اس وقت انتہائی ڈراؤنی شکل میں اس کے پاس آتے ہیں اور جب مومن کی روح قبض فرماتے ہیں تو انتہائی خوبصورت شکل میں اس کے پاس تشریف لاتے اور اس کے ساتھ نرمی و شفقت بھرا سلوک فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنا لیا تو حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کی خوشخبری دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو اجازت دے دی۔ جب حضرت عزرائیل عَلَیْہِ

1 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ۱۱، ۳/۴۷۶.

السَّلام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: ''اے ملک الموت! عَلَیْہِ السَّلام، مجھے دکھاؤ کہ تم کافروں کی روحیں کس طرح قبض کرتے ہو؟ حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلام نے عرض کی: اے ابراہیم! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام، آپ اس (وقت کی میری حالت) کو دیکھ نہیں سکیں گے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرمایا: ''میں دیکھ سکنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلام نے عرض کی: آپ اپنا رخ پھیر لیجئے۔ جب (کچھ دیر بعد) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے پلٹ کر ملک الموت عَلَیْہِ السَّلام کی طرف دیکھا تو وہ سیاہ رنگ کے آدمی کی شکل میں تھے، ان کا سر آسمان تک پہنچ رہا تھا، ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور ان کے جسم کا ہر بال ایک ایسے انسان کی صورت میں تھا جس کے منہ اور کانوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ (حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلام کی یہ حالت دیکھ کر) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام پر غشی طاری ہوگئی۔ کچھ دیر بعد افاقہ ہوا اور اس عرصے میں ملک الموت عَلَیْہِ السَّلام اپنی پہلی صورت میں آچکے تھے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرمایا: ''اے ملک الموت! عَلَیْہِ السَّلام، اگر کافر کو (موت کے وقت) آپ کی یہ صورت دیکھنے کے علاوہ کوئی اور غم یا آزمائش نہ بھی پہنچے تو یہی اس کے لئے کافی ہے۔ اب مجھے دکھاؤ کہ تم مومن کی روح کس طرح قبض کرتے ہو؟ حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلام نے عرض کی: اپنا رخ پھیر لیجئے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے اپنا رخ پھیر لیا اور (کچھ دیر بعد) جب ملک الموت عَلَیْہِ السَّلام کی طرف دیکھا تو وہ سفید کپڑوں میں ملبوس ایک انتہائی خوبصورت چہرے والے نوجوان کی شکل میں موجود تھے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرمایا ''اگر مومن اپنی موت کے وقت آپ کی اس صورت کے علاوہ کوئی اور آنکھوں کی ٹھنڈک یا کرامت نہ بھی دیکھ سکے تو یہی اس کے لئے کافی ہے۔ [1]

حضرت خزرج رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلام کو کھڑے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''اے ملک الموت! عَلَیْہِ السَّلام، میرے صحابی کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آنا کیونکہ وہ مومن ہے۔ حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلام نے عرض کی: ''یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ خوش رہیں اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، میں آپ پر ایمان لانے والے ہر شخص کے ساتھ انتہائی نرمی اور شفقت سے پیش آتا ہوں۔ [2]

1 ......در منثور، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۱۱، ۶/۵۴۱.

2 ......معجم الکبیر، خزرج الانصاری، ۴/۲۲۰، الحدیث: ۴۱۸۸.

﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ: پھرتم اپنے رب کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔﴾ یعنی موت کے بعد تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف واپس کئے جاؤ گے اور حساب و جزا کے لئے زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے۔[1]

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں تم دیکھو جب مجرم اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آ گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی طرح تم دیکھتے جب مجرم اپنے رب کے پاس اپنے سروں کو نیچے جھکائے ہوں گے (اور کہتے ہوں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھا اور سنا تو ہمیں واپس بھیج دے تا کہ نیک کام کریں، بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں۔

﴿وَ لَوْ تَرٰۤى: اور اگر تم دیکھتے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ (قیامت کے دن کفار کی حالت) دیکھ لیں تو بہت خوفناک منظر دیکھیں گے کہ جب کفار و مشرکین اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس اپنے افعال و کردار سے شرمندہ و نادم ہو کر، اپنے سروں کو نیچے جھکائے ہوئے ہوں گے اور عرض کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، اب ہم نے مرنے کے بعد اٹھنے کو اور تیرے وعدہ اور وعید کی سچائی کو دیکھ لیا جن کے ہم دنیا میں منکر تھے اور تجھ سے تیرے رسولوں کی سچائی کو سن لیا تو اب ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ ہم نیک کام کریں۔ بیشک اب ہم یقین کرنے والے ہیں اور اب ہم ایمان لے آئے ہیں۔ لیکن اس وقت کا ایمان لانا انہیں کچھ کام نہ دے گا۔[2]

اور کفار کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اگر انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ نیک بن جائیں گے کیونکہ ان کا حال یہ

1 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ۱۱، ص۹۲۵.

2 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ۱۲، ص۹۲۶، خازن، السجدة، تحت الآية: ۱۲، ۴۷۷/۳، جلالين، السجدة، تحت الآية: ۱۲، ص۳۴۹، ملتقطاً.

ہے کہ اگر انہیں دنیا میں واپس بھیج بھی دیا جائے تو یہ پھر پہلے کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر آپ دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا پھر یہ کہیں گے اے کاش کہ ہمیں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں۔ بلکہ پہلے جو یہ چھپا رہے تھے وہ ان پر کھل گیا ہے اور اگر انہیں لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بیشک یہ ضرور جھوٹے ہیں۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَــٴَـنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾
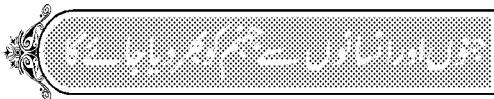
ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اُس کی ہدایت عطا فرماتے مگر میری بات قرار پاچکی کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا ان جِنّوں اور آدمیوں سب سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو اس کی ہدایت دیدیتے مگر میری یہ بات طے ہوچکی ہے کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔

﴿وَلَوْ شِئْنَا: اور اگر ہم چاہتے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو ایمان کی ہدایت اور توفیق دیدیتے اور اس پر ایسا لطف و کرم کرتے کہ اگر وہ اس کو اختیار کرتا تو راہ یاب ہوتا، لیکن ہم نے ایسا نہ کیا، کیونکہ ہم کافروں کو جانتے تھے کہ وہ کفر ہی اختیار کریں گے، اور میری یہ بات طے ہوچکی ہے کہ میں ضرور جہنم کو ان جنوں اور

[1]......انعام: ۲۷، ۲۸.

انسانوں سے بھر دوں گا جنہوں نے کفر اختیار کیا۔[1]

جہنم جنوں اور انسانوں سے بھرا جائے گا

معلوم ہوا کہ جہنم کو کافر جنوں اور انسانوں سے بھر دیا جائے گا۔ ایک اور مقام پر ابلیس کو مُخاطَب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میں ضرور تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والوں سے سب سے جہنم بھر دوں گا۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب چکھو بدلہ اس کا کہ تم اپنے اس دن کی حاضری بھولے تھے ہم نے تمہیں چھوڑ دیا اب ہمیشہ کا عذاب چکھو اپنے کیے کا بدلہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اب چکھو اس بات کا بدلہ کہ تم نے اپنے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا، بیشک ہم نے تمہیں چھوڑ دیا اور اپنے اعمال کے بدلے میں ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿فَذُوْقُوْا: تو چکھو۔﴾ جب کافر جنّات اور انسان جہنم میں داخل ہوں گے تو جہنم کے خازن اُن سے کہیں گے ’’تو اب عذاب کا مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا اور دنیا میں ایمان نہ لائے تھے، بیشک ہم نے تمہیں عذاب میں چھوڑ دیا، اب تمہاری طرف کوئی توجہ نہ ہوگی اور تم اپنے کفر و تکذیب کے بدلے میں ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔[3]

---

1 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ۱۳، ص۹۲٦، خازن، السجدة، تحت الآية: ۱۳، ۳/٤۷۷، ملتقطاً.

2 ......ص: ۸۵.

3 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ۱٤، ۳/٤۷۷، ملخصاً.

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ۩ ﴿۱۵﴾

السجدۃ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ اُنہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان آیتوں کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

﴿اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا: ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ پر اور قرآن کی آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جو قرآن میں غور و فکر کرتے اور اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب قرآن کی آیتوں کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ خشوع و خضوع سے اور اسلام کی نعمت نصیب ہونے پر شکر گزاری کے لئے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔ (1)

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر ’’سجدۂ تلاوت‘‘ کرنا واجب ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا٘ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

1 ......قرطبی، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۷/۷۴، الجزء الرابع عشر، مدارک، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ص۹۲۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اُن کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور اُمید کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ خیرات کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں اور وہ ڈرتے اور امید کرتے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خیرات کرتے ہیں۔

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ : ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں۔﴾ اس آیت میں ایمان والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ رات کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے نرم و گُداز بستروں کی راحت کو چھوڑ کر اُٹھتے ہیں اور ذکر و عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں نیز اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔

اس آیت کے مفہوم میں رات میں عبادت کرنا اور تہجد پڑھنا سب داخل ہیں، اس مناسبت سے یہاں تہجد کی نماز ادا کرنے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے روایت ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں بالا خانے ہیں جن کے بیرونی حصے اندر سے اور اندر کے حصے باہر سے نظر آتے ہوں گے۔ ایک اَعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کس کے لئے ہوں گے؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو اچھی گفتگو کرے، کھانا کھلائے، ہمیشہ روزہ رکھے اور رات میں نماز ادا کرے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ (1)

(2)......حضرت اسماء بنتِ یزید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''لوگ قیامت کے دن ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا ''وہ لوگ کہاں ہیں جن

1......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی قول المعروف، ۳۹۶/۳، الحدیث: ۱۹۹۱.

کے پہلو اپنی خواب گاہوں سے الگ رہتے تھے؟ چنانچہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ تھوڑے ہوں گے اور وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے، پھر باقی تمام لوگوں کو حساب کی (جگہ کی) طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔[1]

﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ: اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔﴾ یعنی ایمان والوں کا ایک وصف یہ ہے کہ ہم نے انہیں جو مال عطا کیا ہے اس میں سے وہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔[2]

اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرنے کی فضیلت

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنا زائد مال راہِ خدا میں خرچ کیا تو اس کے لئے سات سو گُنا اجر ہے، اور جس نے اپنی جان اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا، یا کسی مریض کی عیادت کی، یا اَذِیّت دینے والی چیز کو ہٹایا تو اس کے لئے دس گنا اجر ہے۔[3]

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صلہ اُن کے کاموں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کسی جان کو معلوم نہیں وہ آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں چھپا رکھی ہے۔

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ: تو کسی جان کو نہیں معلوم۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں آدمی کے تصور سے بڑھ کر ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی نے ایمان والوں کے لئے نیک اعمال کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے کسی جان کو اس چیز کا تفصیلی علم نہیں۔

1 ......شعب الایمان، باب الحادی والعشرون من شعب الایمان... الخ، تحسین الصلاة والاكثار منها... الخ، ۳/۱۶۹، الحديث: ۳۲۴۴.

2 ......روح البيان، السجدة، تحت الآية: ۱۶، ۷/۱۲۱.

3 ......مسند امام احمد، حديث ابی عبيدة بن الجراح واسمه عامر بن عبد الله رضی الله تعالی عنه، ۱/۴۱۴، الحديث: ۱۶۹۰.

جنتی نعمتوں سے متعلق دو احادیث

آیت کی مناسبت سے یہاں جنتی نعمتوں سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزرا۔'' اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:'' **فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ**''۔[1]

(2)......حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے دریافت کیا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، سب سے کم درجے کا جنتی کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' ایک آدمی ہوگا جو تمام اہلِ جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا: داخل ہو جا۔ وہ کہے گا: میں کیسے داخل ہوں حالانکہ تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ چکے اور انہوں نے جو کچھ لینا تھا وہ لے لیا۔ اس سے کہا جائے گا'' کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تجھے اتنا دیا جائے جتنا دنیا میں کسی بادشاہ کے پاس تھا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہاں، مجھے یہ پسند ہے۔ اس سے کہا جائے گا: تجھے اُتنا دیا گیا اور اس سے تین گُنا زائد بھی ملے گا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں راضی ہوں۔ اس سے کہا جائے گا'' تجھے یہ سب کچھ اور اس سے دس گنا مزید دیا جائے گا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں راضی ہوں۔ اس سے پھر کہا جائے گا کہ'' اس کے علاوہ تجھے وہ کچھ بھی ملے گا جس کا تمہارا جی چاہے اور جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔[2]

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی ٚ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ

وقف غفران

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنّة وانّها مخلوقة، ۲/۳۹۱، الحدیث: ۳۲٤٤.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة السجدة، ۵/۱۳۷، الحدیث: ۳۲۰۹.

اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے یہ برابر نہیں۔ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے بسنے کے باغ ہیں ان کے کاموں کے صلہ میں مہمان داری۔ رہے وہ جو بے حکم ہیں ان کا ٹھکانا آگ ہے جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اُسی میں پھیر دیئے جائیں گے اور اُن سے فرمایا جائے گا چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو نافرمان ہے؟ یہ برابر نہیں ہیں۔ بہرحال جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں مہمانی کے طور پر رہنے کے باغات ہیں۔ اور وہ جو نافرمان ہوئے تو ان کا ٹھکانا آگ ہے، جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔

﴿ **اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا: تو کیا جو ایمان والا ہے۔** ﴾ یعنی دُنْیَوی مال واَسباب اور تیزی طَرّاری، مال ودولت، قوت وطاقت جن پر لوگ ناز کرتے ہیں حقیقت میں تعریف کے قابل نہیں، انسان کا فضل وشرف ایمان اور تقویٰ میں ہے، جسے یہ دولت نصیب نہیں وہ انتہا درجے کا ناکارہ ہے لہٰذا کافر ومومن آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔

﴿ **اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: بہرحال جو ایمان لائے۔** ﴾ کافر اور مومن کے دُنْیَوی اَحوال بیان کرنے کے بعد اِس آیت سے ان دونوں گروہوں کے اُخروی مَراتب بیان کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کی جنتِ ماویٰ میں عزت واِکرام کے ساتھ مہمان نوازی کی جائے گی جبکہ دنیا میں کفر کرنے والوں کا قیامت کے دن ٹھکانا آگ ہے اور جہنم میں ان کا حال یہ ہوگا کہ جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے، یعنی وہ جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں اتنا اچھلیں گے کہ دوزخ کے منہ پر آجائیں گے، قریب ہوگا کہ تڑپ کر باہر نکل پڑیں کہ فرشتے ان کے جسموں پر گُرز مار کر پھر نیچے گرا دیں گے، اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے کہ دوزخ کے عذاب نام کی کوئی

چیز نہیں۔ (1)

وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور ہم اُنہیں چکھائیں گے کچھ نزدیک کا عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے جسے دیکھنے والا امید کرے کہ ابھی باز آئیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے قریب کا عذاب چکھائیں گے (جسے دیکھنے والا کہے) امید ہے کہ یہ لوگ باز آجائیں گے۔

﴿ وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ :اور ضرور ہم انہیں چکھائیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کو اُخروی عذاب کی وعید سنائی گئی اور یہاں فرمایا جارہا ہے کہ جس عذاب کی وعید سنائی وہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن اس سے پہلے ہم کافروں کو دنیا کا عذاب ضرور چکھائیں گے جو آخرت کے مقابلے میں قریب اور اُخروی عذاب سے کم ہے تاکہ اس عذاب کو دیکھ کر وہ اپنے کفر اور نافرمانی سے توبہ کریں اور ایمان لے آئیں۔ (2)

ادنیٰ یعنی قریبی عذاب سے مراد دنیا کے مَصائب، آفات اور بیماریاں ہیں جن میں بندوں کو اس لئے مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ کفارِ مکہ کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا کہ وہ اَمراض ومَصائب میں گرفتار ہوئے، سات برس قحط کی ایسی سخت مصیبت میں مبتلا رہے کہ ہڈیاں، مردار اور کتے تک کھا گئے اور غزوۂ بدر میں قتل اور گرفتار بھی ہوئے۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَاؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۠ ﴿۲۲﴾

ع ۲ ۱۱ ۱۵

(1)……تفسیر ابو سعود، السجدة، تحت الآیة: ۱۹-۲۰، ۴/۳۰۳، روح البیان، السجدة، تحت الآیة: ۱۹-۲۰، ۷/۱۲۳، ملتقطاً.

(2)……روح المعانی، السجدة، تحت الآیة: ۲۱، ۱۱/۱۸۱.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے اُن سے منہ پھیر لیا بیشک ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے پھر (بھی) وہ ان سے منہ پھیر لے۔ بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

﴾ وَمَنۡ اَظۡلَمُ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون۔﴿ جھٹلانے والوں کا تفصیلی حال بیان کرنے کے بعد یہاں ان کا اِجمالی حال بیان کیا جارہا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے پھر بھی وہ ان سے منہ پھیر لے اور آیات میں غور وفکر نہ کرے اور اُن کی وضاحت وارشاد سے فائدہ نہ اُٹھائے اور ایمان قبول نہ کرے، بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں تو اس شخص کا حال کیا ہوگا جو سب سے بڑھ کر ظالم اور سب سے بڑا مجرم ہے۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے یہ تین کام کئے وہ مجرم ہے۔ **(1)** جس نے ناحق جھنڈا باندھا۔ (یعنی ایسے شخص کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے جھنڈا باندھا جس کے ساتھ لڑنا اس کے لئے جائز نہ تھا) **(2)** جس نے والدین کی نافرمانی کی۔ **(3)** جو ظالم کے ساتھ اس لئے چلا تاکہ اس کی مدد کرے تو وہ مجرم ہے اور اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔[2]

لہٰذا جو شخص بھی ان تین جرموں میں سے کسی کا مُرتکِب ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے جرم سے باز آجائے ورنہ

---

1 ……صاوی، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۲۲، ۵/۱۶۱۶، مدارک، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۹۲۷-۹۲۸.

2 ……معجم الکبیر، معاذ بن جبل الانصاری عقبی بدری... الخ، جنادۃ بن ابی امیۃ عن معاذ، ۶۱/۲۰، الحدیث: ۱۱۲، کنز العمال، کتاب المواعظ والرقائق ... الخ، قسم الاقوال، الباب الثانی، الفصل الثالث، ۸ / ۱۲، الجزء السادس عشر، الحدیث: ۴۳۷۷۴.

یادرکھے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں سے انتقام لینے والا ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآىٕهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۳﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔

﴿ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کتاب تورات عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔ یا یہ معنی ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے آپ کی جو ملاقات ہوئی اس میں شک نہ کرنا، چنانچہ شبِ معراج حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملاقات ہوئی جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔[1]

اور ان میں سے ایک حدیث یہ ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’معراج کی رات میں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا کہ وہ گندمی رنگ، دراز قد اور گھنگریالے بالوں والے ہیں، گویا کہ وہ قبیلہ شَنُوءَہ کے ایک فرد ہیں۔[2]

﴿ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى: اور ہم نے اسے ہدایت بنایا۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے تورات کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔[3]

---

1 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ٢٣، ص٩٢٨، خازن، السجدة، تحت الآية: ٢٣، ٤٧٩/٣، ملتقطاً.

2 ......بخاری، كتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدكم: آمين والملائكة فى السماء... الخ، ٣٨٩/٢، الحديث: ٣٢٣٩.

3 ......جلالين، السجدة، تحت الآية: ٢٣، ص ٣٥٠، ملخصاً.

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ﱟ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُن میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ اُنہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لاتے تھے۔ بیشک تمہارا رب ان میں فیصلہ کردے گا قیامت کے دن جس بات میں اختلاف کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب بنی اسرائیل نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

﴿ وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىٕمَّةً: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے۔﴾ یعنی جب بنی اسرائیل نے اپنے دین پر اور دشمنوں کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں پر صبر کیا تو ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کو خدا عَزَّوَجَلَّ کی طاعت، اس کی فرمانبرداری، اللّٰہ تعالیٰ کے دین اور اس کی شریعت کی پیروی اور تورات کے اَحکام کی تعمیل کے بارے میں بتاتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ یہ امام بنی اسرائیل کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے یا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنے والے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر کا ثمرہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ صبر کرنے والے کو امامت اور پیشوائی نصیب ہوجاتی ہے۔ صبر کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم

1 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ۲۴، ص۹۲۸، خازن، السجدة، تحت الآية: ۲۴، ۳/۴۷۹-۴۸۰، ملتقطاً.

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بندے کو صبر سے زیادہ کوئی بھلائی عطا نہیں کی گئی۔[1]

لٰہذا جس پر کوئی آفت یا مصیبت آئی ہو یا وہ کسی پریشانی کا شکار ہو تو اسے چاہئے کہ اس پر صبر کرے اور اللہ تعالٰی کی رضا پر راضی رہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ: بیشک تمہارا رب ان میں فیصلہ کردے گا۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں اور اُن کی اُمتوں میں یا مومنین اور مشرکین کے درمیان دینی اُمور میں سے اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور حق و باطل والوں کو جدا جدا ممتاز کردے گا۔[2]

اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا اُنہیں اس پر ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی سنگتیں ہلاک کردیں کہ آج یہ اُن کے گھروں میں چل پھر رہے ہیں بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں تو کیا سنتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں جن کے رہائشی مقامات میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں تو کیا یہ سنتے نہیں؟

﴿اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ: اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی۔﴾ یعنی کیا اس بات نے اہلِ مکہ کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی اُمتیں جیسے عاد، ثمود اور قومِ لوط وغیرہ ہلاک کردیں اور آج اہلِ مکہ جب تجارت کے سلسلے میں ملکِ شام کے سفر کرتے ہیں تو ان لوگوں کے مَنازل اور شہروں میں گزرتے ہیں اور اُن کی ہلاکت کے آثار دیکھتے ہیں۔ بیشک اس ہلاکت اور اس سے متعلقہ آثار میں ضرور عبرت کی نشانیاں ہیں تو کیا یہ قرآن کو غور سے نہیں سنتے جو

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة السجدة، ما رزق عبد خيراً له... الخ، ١٨٧/٣، الحديث: ٣٦٠٥.

2 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ٢٥، ص٩٢٨، جلالين، السجدة، تحت الآية: ٢٥، ص ٣٥٠، ملتقطاً.

عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔[1]

یادرہے کہ برباد شدہ لوگوں کی بستیوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا بہت اچھا ہے اور اسی طرح مقبول بندوں کے آثار یعنی مزارات کی زیارت بھی بہت عمدہ ہے۔ پہلے سے گناہوں کا خوف اور دوسرے سے نیکیوں کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا نہیں دیکھتے کہ ہم پانی بھیجتے ہیں خشک زمین کی طرف پھر اُس سے کھیتی نکالتے ہیں کہ اس میں سے اُن کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں تو کیا انہیں سوجھتا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی بھیجتے ہیں پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں تو کیا وہ دیکھتے نہیں؟

﴿ اَوَلَمْ یَرَوْا: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔﴾ یعنی کیا مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والوں نے نہیں دیکھا کہ ہم خشک زمین کی طرف جس میں سبزہ کا نام ونشان نہیں ہوتا، پانی بھیجتے ہیں، پھر اس زمین سے پانی کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھوسہ کھاتے ہیں اور یہ لوگ خود غلہ کھاتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے کہ یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر اِستدلال کریں اور سمجھیں کہ جو قادرِ برحق خشک زمین سے کھیتی نکالنے پر قادر ہے تو مُردوں کو زندہ کر دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔[2]

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۸﴾

---

1 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ۲۶، ص۹۲۸، خازن، السجدة، تحت الآية: ۲۶، ۳/۴۸۰، روح البيان، السجدة، تحت الآية: ۲۶، ۷/۱۲۸، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، السجدة، تحت الآية: ۲۷، ۱۰/۲۵۱، مدارك، السجدة، تحت الآية: ۲۷، ص۹۲۸، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کہتے ہیں: یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو۔

﴾ وَ یَقُوۡلُوۡنَ: اور وہ کہتے ہیں۔﴿ مسلمان کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو اُن کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم پر رحمت و کرم کرے گا اور کفار و مشرکین کو عذاب میں مبتلا کرے گا، اس پر کافر مذاق اڑانے کے طور پر کہتے تھے کہ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اس کا وقت کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔ [1]

قُلۡ یَوۡمَ الۡفَتۡحِ لَا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِیۡمَانُہُمۡ وَ لَا ہُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ وَ انۡتَظِرۡ اِنَّہُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے۔ تو اُن سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو بیشک انہیں بھی انتظار کرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے گی۔ تو ان سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو بیشک وہ بھی منتظر ہیں۔

﴾ قُلۡ: تم فرماؤ۔﴿ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ فیصلے کے دن جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا تو نہ ہی انہیں توبہ کرنے یا معذرت کرنے کی مہلت نصیب ہوگی اور نہ اس وقت کافروں کا ایمان لانا انہیں کوئی نفع دے گا یعنی مرنے کے بعد حق واضح ہو جانے پر اگر وہ ایمان لے بھی آئے تو یہ انہیں نفع نہ دے گا، اس صورت میں فیصلے کے دن سے مراد غزوۂ بدر کا دن ہے جس میں کافر قتل ہوئے۔

1 ......ابوسعود، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۲۸، ۴/۳۰۵، جمل، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۲۸، ۶/۱۴۶، ملتقطاً.

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ تم جلدی نہ مچاؤ اور نہ ہی اس کا مذاق اڑاؤ کیونکہ جب فیصلے کا دن آئے گا تو اس وقت کافروں کا ایمان لانا انہیں کوئی نفع نہ دے گا اور نہ انہیں توبہ و معذرت کی مہلت ملے گی۔ اس صورت میں فیصلے کے دن سے مراد ''قیامت کا دن'' ہے۔[1]

﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ: تو ان سے منہ پھیرلو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فیصلے کے بارے میں جلدی مچانے والے مشرکین سے منہ پھیرلیں اوران پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کریں بیشک وہ بھی انتظار کررہے ہیں۔[2]

---

1 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ٢٩، ٣/٤٨٠، روح البيان، السجدة، تحت الآية: ٢٩، ٧/١٢٩-١٣٠، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبری، السجدة، تحت الآية: ٣٠، ١٠/٢٥٣، جلالين، السجدة، تحت الآية: ٣٠، ص٣٥١، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الْاَحْزَاب

سورۂ احزاب کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ اَحزاب مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **9** رکوع، **73** آیتیں، **1280** کلمے اور **5790** حروف ہیں۔[2]

’’احزاب‘‘ نام رکھنے کی وجہ

احزاب حِزب کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے گروہ، جماعت اور لشکر۔ اس سورت کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں غزوۂ احزاب کا ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ احزاب‘‘ رکھا گیا اور چونکہ مشرکینِ مکہ، یہودی اور منافقین متفق و متحد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے اس لیے اس غزوہ کو غَزْوَۃُ الْاَحْزَاب کہتے ہیں، نیز نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے جانثار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے ساتھ مل کر مدینہ کے اَطراف میں خندق کھود کر مدینہ کا دفاع کیا تھا، اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔

سورۂ احزاب کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کے لئے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالیٰ کے خوف رکھنے پر قائم رہنے، کفار و منافقین کی پیروی سے بچنے، اللّٰہ تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرتے رہنے اور اللّٰہ تعالیٰ پر توکُّل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔

(2)...... یہ بتایا گیا کہ دین و دنیا کے تمام اُمور میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم سب مسلمانوں پر نافذ ہے

---

1 ......خازن، تفسير سورة الاحزاب، ۳/۴۸۰.

2 ......خازن، تفسير سورة الاحزاب، ۳/۴۸۰.

اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات تعظیم اور حرمت میں مسلمانوں کی مائیں ہیں اور جس طرح اپنی ماں سے نکاح حرام ہے اسی طرح ان سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔

(3)......غزوۂ احزاب کا واقعہ بیان کیا گیا جس میں غزوۂ احزاب کے دن مسلمانوں پر کیا گیا انعام یاد دلایا گیا، منافقوں کا طرزِ عمل بیان کیا گیا اور ان کی سازشوں کو ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد غزوۂ بنو قریظہ اور یہودیوں کی عہد شکنی کا ذکر ہے۔

(4)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات کو چند احکام دیئے گئے ہیں نیز پردے کے متعدد احکام بیان فرمائے گئے۔

(5)......حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے نکاح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(6)......مسلمانوں کو کثرت سے اللّٰہ تعالٰی کا ذکر کرنے حکم دیا گیا، ان پر اللّٰہ تعالٰی کے مہربان ہونے اور ان کے لئے عزت کا ثواب تیار ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

(7)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف بیان کئے گئے اور ان کی تعظیم کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایات دی گئی ہیں۔

(8)......مزید یہ شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں: (1) بیوی کو ماں جیسا کہہ دینے کا حکم۔ (2) یہ بتایا گیا کہ رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کوئی اجنبی دینی برادری کی وجہ سے کسی کا وارث نہیں ہوتا۔ (3) کسی کو منہ بولا بیٹا بنا لینے کا حکم۔ (4) نکاح کے بعد بیوی کو ہاتھ لگائے بغیر طلاق دینے کا حکم۔ (5) مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللّٰہ کا یوں ہی خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کی نہ سننا بیشک اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! اللّٰہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ سننا۔ بیشک اللّٰہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ: اے نبی!۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ''يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے ساتھ خطاب فرمایا جس کے معنی یہ ہیں ''ہماری طرف سے خبریں دینے والے، ہمارے اَسرار کے امین، ہمارا خطاب ہمارے پیارے بندوں کو پہنچانے والے۔ نامِ پاک کے ساتھ یعنی ''یا مُحَمَّدُ'' کہہ کر خطاب نہ فرمایا جیسا کہ دوسرے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خطاب فرمایا ہے، اس سے مقصود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت و تکریم، آپ کا احترام اور آپ کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔ (1)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اللّٰہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ''اَلنَّبِيُّ'' کے ساتھ ندا کی ہے، نام کے ساتھ ندا کرتے ہوئے ''یا محمد'' نہیں فرمایا جس طرح دوسرے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ندا کرتے ہوئے فرمایا کہ یا آدم، یا نوح، یا موسیٰ، یا عیسیٰ، یا زکریا، اور یا یحییٰ، عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ اس سے مقصود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت و وجاہت کو ظاہر کرنا ہے اور ''اَلنَّبِيُّ'' ان اَلقاب میں سے ہے جو نام والے کے شرف اور مرتبے پر دلالت کرتا ہے۔ یاد رہے کہ سورۂ فتح میں جو ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' فرمایا ہے، اس میں آپ کا نامِ پاک اس لئے ذکر فرمایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ اللّٰہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور لوگ آپ کے رسول ہونے کا عقیدہ رکھیں اور اس کو عقائدِ حَقّہ میں شمار کریں۔ (2)

---

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۱، ص ۹۳۰.

2 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۱، ۷/۱۳۱.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’قرآنِ عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا ہے، حضور کے اَوصافِ جلیلہ واَلقابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ [1]	اے نبی ہم نے تجھے رسول کیا۔
یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ [2]	اے رسول پہنچا جو تیری طرف اترا۔
یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُۙ(۱) قُمِ الَّیْلَ [3]	اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے، رات میں قیام فرما۔
یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُۙ(۱) قُمْ فَاَنْذِرْ [4]	اے جھرمٹ مارنے والے، کھڑا ہو لوگوں کو ڈر سنا۔
یٰسٓۚ(۱) وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِۙ(۲) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ [5]	اے یٰس، مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بے شک تو مُرسلوں سے ہے۔
طٰهٰۚ(۱) مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى [6]	اے طٰہٰ، ہم نے تجھ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بِالبداہت حضور سیّد المرسلین وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔ امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں: بادشاہ جب اپنے تمام اُمراء کو نام لے کر پکارے اور ان میں خاص ایک مُقرب کو یوں ندا فرمایا کرے: اے مقربِ حضرت! اے نائبِ سلطنت! اے صاحبِ عزت! اے سردارِ مملکت! تو کیا کسی طرح محلِ رَیب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت والا اور سرکارِ سلطانی کو تمام عمائد واَراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔ [7]

1 ......احزاب: ٤٥.
2 ......مائدہ: ٦٧.
3 ......مزمل: ١، ٢.
4 ......مدثر: ١، ٢.
5 ......یس: ١۔٣.
6 ......طٰہٰ: ١، ٢.
7 ......فتاویٰ رضویہ، سیرت وفضائل وخصائص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ۳۰/۱۵۴-۱۵۵۔

اس نداء سے تین مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فقط نام شریف سے پکارنا قرآنی طریقے کے خلاف ہے، لہٰذا حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ذاتی نام کی بجائے القاب سے پکارنا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: علماء تصریح فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔ اور واقعی محلِ انصاف ہے جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوُز کرے۔(1)

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذاتی نام شریف **محمد** و**احمد** ہیں جبکہ آپ کے القاب اور صفاتی نام شریف بہت ہیں۔ نبی بھی آپ کے القاب میں سے ہے۔

(3)......رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت تمام رسولوں سے زیادہ ہے کہ اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کے نام شریف سے پکارا مگر ہمارے حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو لقب شریف سے یاد فرمایا۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ: اے نبی! **اللہ** سے ڈرتے رہنا۔**﴾** **شانِ نزول:** ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابوجہل اور ابو الاعور سُلَمی جنگِ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو کے لئے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ آپ لات، عُزّیٰ اور مَنات وغیرہ بتوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں کچھ نہ فرمایئے اور یہ فرما دیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کے لئے ہے، اس کے بدلے میں ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے، یعنی آئندہ آپ سے لڑائی وغیرہ نہیں کریں گے۔ حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی یہ گفتگو بہت ناگوار ہوئی اور مسلمانوں نے ان لوگوں کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قتل کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں اس لئے قتل نہ کرو بلکہ مدینہ شریف سے نکال دو۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان لوگوں کو نکال

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، سیرت وفضائل وخصائص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ۳۰/۱۵۷۔

دیا۔اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا ’’اے پیارے نبی! آپ ہمیشہ کی طرح اِستقامت کے ساتھ تقویٰ کی راہ پر گامزن رہئے اور کافروں اور منافقوں کی شریعت کے برخلاف بات نہ ماننے پر قائم رہئے۔بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہے اور مقصود آپ کی اُمت سے فرمانا ہے کہ جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے امان دیدی تو تم اس کے پابند رہو اور عہد توڑنے کا ارادہ نہ کرو اور کفار و منافقین کی خلافِ شرع بات نہ مانو۔ [1]

[illegible]

سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود بھی کافروں اور منافقوں کے طریقوں کی مخالفت فرمایا کرتے تھے اور آپ نے اپنی امت کو بھی ان کے طریقوں کی مخالفت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک یہودی اور عیسائی (سفید) بالوں کو نہیں رنگتے، سوتم ان کی مخالفت کرو۔ [2]

اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مونچھیں پَست کرو اور داڑھی بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عاشوراء کے دن روزہ رکھو اور اس میں یہودیوں کی اس طرح مخالفت کرو کہ عاشورا سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ [4]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر تمام کفار کے طریقوں کی مخالفت کرے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ، اور اکابر بزرگانِ دین کے طریقوں کی پیروی کرے۔

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱، ۳/۴۸۱، ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۳۰۶، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱، ۷/۱۳۱، روح المعانی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱، ۱۱/۱۹۲-۱۹۳، ملتقطاً۔

2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ۲/۴۶۲، الحدیث: ۳۴۶۲.

3 ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ص۱۵۴، الحدیث: ۵۵(۲۶۰).

4 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن العباس ... الخ، ۱/۵۱۸، الحدیث: ۲۱۵۴.

وَّ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی پیروی رکھنا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی ہوتی ہے اے لوگو اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اور اے محبوب تم اللّٰہ پر بھروسہ رکھو اور اللّٰہ بس ہے کام بنانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی پیروی کرتے رہنا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی کی جاتی ہے۔ بیشک اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ اور اللّٰہ پر بھروسہ رکھو اور اللّٰہ کافی کام بنانے والا ہے۔

﴿وَّ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ: اور اس کی پیروی کرتے رہنا جو تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قرآنِ مجید پر عمل کرتے رہیں اور کافروں کی رائے کو خاطر میں نہ لائیں اور اے لوگو! بیشک اللّٰہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے خبردار ہے اور تمہارے جیسے عمل ہوں گے ویسی تمہیں جزا دے گا اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے اپنے معاملات میں اللّٰہ تعالیٰ پر جو بھروسہ رکھا ہے اس پر قائم رہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کافی کام بنانے والا ہے۔[1]

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے اور تمہاری ان عورتوں کو جنہیں تم ماں کے برابر کہہ دو تمہاری

1 ……روح البیان، الاحزاب، تحت الآیة: ۲، ۷/۱۳۲.

ماں نہ بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ بنائے اور اس نے تمہاری ان بیویوں کو تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنا دیا جنہیں تم ماں جیسی کہہ دو اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا، یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

﴿مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ: اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ بنائے۔﴾ اس آیت کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے، علامہ ابنِ عربی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک دل میں کفر اور ایمان، ہدایت اور گمراہی، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس سے اِنحراف جمع نہیں ہو سکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک دل میں دو مُتَضاد چیزیں جمع نہیں ہوتیں۔[1] اور اگر ظاہری دو دل مراد ہوں یعنی یہ کہ ایک انسان کے اندر دو ایک قسم کے دل نہیں ہو سکتے تو یہ بھی اپنی جگہ درست ہے کہ اگر کسی میں بالفرض یہ نظر آئے کہ اس میں دل کی شکل کے دو گوشت کے لوتھڑے ہیں تو ان میں ایک حقیقی دل ہوگا اور دوسرا محض ایک اضافی گوشت ہوگا یعنی اُس آدمی کا نظامِ بدن صرف ایک حقیقی دل کے ساتھ وابستہ ہوگا۔

﴿وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ: اور اس نے تمہاری ان بیویوں کو تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنا دیا جنہیں تم ماں جیسی کہہ دو۔﴾ زمانۂ جاہلیّت میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ظِہار کرتا تھا تو وہ لوگ اس ظِہار کو طلاق کہتے اور اس عورت کو اس کی ماں قرار دیتے تھے اور جب کوئی شخص کسی کو بیٹا کہہ دیتا تھا تو اس کو حقیقی بیٹا قرار دے کر میراث میں شریک ٹھہراتے اور اس کی بیوی کو بیٹا کہنے والے کے لئے حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح حرام جانتے تھے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جن بیویوں کو تم نے ''ماں جیسی'' کہہ دیا ہے تو اس سے وہ تمہاری حقیقی مائیں نہیں بن گئیں اور جنہیں تم نے اپنا بیٹا کہہ دیا ہے تو وہ تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بن گئے اگرچہ لوگ انہیں تمہارا بیٹا کہتے ہوں۔ بیوی کو ماں کے مثل کہنا اور لے پالک بچے کو بیٹا کہنا ایسی بات ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، نہ بیوی شوہر کی ماں ہو سکتی ہے نہ دوسرے کا فرزند اپنا بیٹا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ حق بیان فرماتا ہے اور وہی حق کی سیدھی راہ دکھاتا ہے، لہٰذا

1 ......احکام القرآن لابن عربی، سورۃ الاحزاب، ۳/۵۳۷.

نہ بیوی کو شوہر کی ماں قرار دو اور نہ لے پالکوں کو ان کے پالنے والوں کا بیٹا ٹھہراؤ۔[1]

ظہار سے متعلق 3 شرعی مسائل

اس آیت میں عورت سے ظہار کرنے والوں کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں ظہار سے متعلق 3 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......ظہار کا معنی یہ ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی یا اُس کے کسی جُزوِ شائع (جیسے نصف، چوتھائی یا تیسرے حصے کو) یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عُضْو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو، مثلاً یوں کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے، یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پشت کی مثل ہے۔[2]

(2)......ظہار کا حکم یہ ہے کہ (اس سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ عورت بدستور اس کی بیوی ہی ہوتی ہے البتہ) جب تک شوہر کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے میاں بیوی والے تعلقات قائم کرنا حرام ہو جاتا ہے البتہ شہوت کے بغیر چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ شہوت کے بغیر بھی جائز نہیں۔ اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کرلیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا مگر خبر دار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قُربت کرنے دے۔[3]

(3)......ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے، ان دنوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یا رات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے، اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔[4]

نوٹ: ظہار سے متعلق شرعی مسائل کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ، جلد 13 سے ’’ظہار کا بیان‘‘ اور بہارِ شریعت، جلد 2 حصہ 8 سے ’’ظہار کا بیان‘‘ مطالعہ فرمائیں۔

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٤، ٤٨٢/٣، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤، ص٩٣١-٩٣٢، ملتقطاً.

2 ......درمختار و ردالمحتار، كتاب الظهار، ١٢٥/٥-١٢٩، عالمگیری، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار، ٥٠٥/١.

3 ......جوهرة النيره، كتاب الظهار، ص٨٢، الجزء الثاني، درمختار وردالمحتار، كتاب الظهار، ١٣٠/٥.

4 ......فتاویٰ رضویہ، باب الظہار، ۲۶۹/۱۳۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’زوجہ کو ماں بہن کہنا (یعنی تشبیہ نہیں دی، بغیر تشبیہ کے ماں، بہن کہا)، خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے: تو میری ماں بہن ہے، سخت گناہ و ناجائز ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:)

مَاهُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓیِٴْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا [1]

جورئیں (یعنی بیویاں) ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے اور وہ بے شک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے، نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔[2]

اس شرعی مسئلے کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی ضرورت ہے جو تنگ آ کر یا مذاق مَسخری میں اپنی بیوی سے یوں کہہ دیتے ہیں کہ ’’او میری ماں! بس کر۔ جا بہن چلی جاو وغیرہ۔ انہیں چاہئے کہ پہلے جتنی بار ایسا کہہ چکے اس سے توبہ کریں اور آئندہ خاص طور پر احتیاط سے کام لیں۔

﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ: یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں اشارہ بیوی کو ماں کہہ دینے اور کسی کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہہ دینے دونوں کی طرف ہے یا صرف کسی کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہہ دینے کی طرف ہے کیونکہ سابقہ کلام سے مقصود یہی ہے، یعنی تمہارا کسی کو ’’اے میرے بیٹے‘‘ کہنا تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔[3]

مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب حضرت زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح کیا تو یہودیوں اور منافقوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ (حضرت) محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے شادی کرلی ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بچپن میں اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں

---

1 ...... مجادلہ: ۲.

2 ...... فتاویٰ رضویہ، باب الظہار، ۱۳/۲۸۰۔

3 ...... ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴، ۴/۳۰۷، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴، ۷/۱۳۵، ملتقطاً.

ہبہ کر دیا تھا۔حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُنہیں آزاد کر دیا، تب بھی وہ اپنے باپ کے پاس نہ گئے بلکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کی خدمت میں رہے۔حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُن پر شفقت و کرم فرماتے تھے، اس لئے لوگ اُنہیں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرزند کہنے لگے۔حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا پہلے حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نکاح میں تھیں اور جب حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں طلاق دے دی تو عدت گزرنے کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اپنی زوجیّت میں آنے کا شرف عطا فرما دیا۔اس پر یہودیوں اور منافقوں نے اعتراض کیا تو یہاں ان کا رد بھی فرما دیا گیا کہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لوگ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بیٹا کہتے ہیں لیکن اس سے وہ حقیقی طور پر سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بیٹے نہیں ہو گئے، لہٰذا یہودیوں اور منافقوں کا اعتراض محض غلط ہے اور یہ لوگ جھوٹے ہیں۔[1]

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْؕ وَ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۵

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمہارے چچا زاد اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو نادانستہ تم سے صادر ہوا ہاں وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہیں ان کے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو لاعلمی

[1] ......جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٤، ص ٣٥١، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤، ص ٩٣١، ملتقطاً.

میں غلطی ہوئی لیکن اس میں گناہ ہے جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ: انہیں ان کے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں لے پالک بچے کو پالنے والوں کا بیٹا قرار دینے سے منع کیا گیا اور اس آیت میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ تم ان بچوں کو ان کے حقیقی باپ ہی کی طرف منسوب کر کے پکارو، یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہ ہو اور اس وجہ سے تم انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب نہ کرسکو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں اور انسانیت کے ناطے تمہارے چچازاد ہیں، تو تم انہیں اپنا بھائی یا اے بھائی کہو اور جس کے لے پالک ہیں اس کا بیٹا نہ کہو اور ممانعت کا حکم آنے سے پہلے تم نے جو لاعلمی میں لے پالکوں کو ان کے پالنے والوں کا بیٹا کہا اس پر تمہاری گرفت نہ ہوگی البتہ اس صورت میں تم گناہگار ہوگے جب ممانعت کا حکم آجانے کے بعد تم جان بوجھ کر لے پالک کو اس کے پالنے والے کا بیٹا کہو۔ اللہ تعالٰی کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے، اسی لئے وہ غلطی سے ایسا ہوجانے پر گرفت نہیں فرماتا اور جس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔[1]

گود لینے والے کا بچے کے حقیقی باپ کے طور پر اپنا نام استعمال کرنے کا شرعی حکم

بچہ گود لینا جائز ہے لیکن یہ یاد رہے کہ گود میں لینے والا عام بول چال میں یا کاغذات وغیرہ میں اس کے حقیقی باپ کے طور پر اپنا نام استعمال نہیں کرسکتا بلکہ سب جگہ حقیقی باپ کے طور پر اس بچے کے اصلی والد ہی کا نام استعمال کرنا ہوگا اور اگر اصلی باپ کا نام معلوم نہیں تو اس کی معلومات کروا کر باپ کے طور پر حقیقی باپ کا نام لکھنا ہوگا اور اگر کوشش کے باوجود کسی طرح اس کے اصلی باپ کا نام معلوم نہ ہوسکے تو گود لینے والا گفتگو میں حقیقی باپ کے طور پر اپنا نام ہرگز استعمال نہ کرے اور نہ ہی بچہ اسے حقیقی والد کے طور پر اپنا باپ کہے، اسی طرح کاغذات وغیرہ میں سرپرست کے کالم میں اپنا نام لکھے حقیقی والد کے کالم میں ہرگز نہ لکھے، اگر جان بوجھ کر خود کو حقیقی باپ کہے یا لکھے گا تو یہ بھی درج ذیل دو وعیدوں میں داخل ہے، چنانچہ

(1)......حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کا باپ کوئی اور ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو کسی غیر کی طرف منسوب کرے تو اس پر

1......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٥، ٣/٤٨٢، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥، ص ٩٣٢.

جنت حرام ہے۔ ''[1]

(2)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا یا جس غلام نے اپنے آپ کو اپنے مولیٰ کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کا کوئی فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ ''[2]

اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ جو اپنے ہاں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے یا ویسے ہی کسی دوسرے کی اولاد گود میں لیتے ہیں اور اپنے زیرِ سایہ اس کی پرورش کرتے اور اس کی تعلیم و تربیت کے اخراجات برداشت کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل تو جائز ہے لیکن ان کی یہ خواہش اور تمنا ہر گز درست نہیں کہ حقیقی باپ کے طور پر پالنے والے کا نام استعمال ہو اور نہ ہی ان کا یہ عمل جائز ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا ہے کہ **''اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ''** (انہیں ان کے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارو۔) اور جب اللّٰہ تعالیٰ نے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارنے کا حکم فرمادیا اور اَحادیث میں ایسا نہ کرنے پر انتہائی سخت وعیدیں بیان ہوگئیں تو کسی مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے حکم کے برخلاف اپنی خواہشات کو پروان چڑھائے اور خود کو شدید وعیدوں کا مستحق ٹھہرائے۔ اللّٰہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: یاد رہے کہ اَحادیث میں بیان کی گئی وعیدوں کا مِصداق وہ صورت ہے جس میں بچے کا نسب حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جائے جبکہ شفقت کے طور پر کسی کو بیٹا یا بیٹی کہہ کر پکارنا یا کوئی معروف ہی کسی اور کے نام سے ہو تو پہچان کے لئے اس کا بیٹا یا بیٹی کہنا ان وعیدوں میں داخل نہیں۔

بچہ یا بچی گود میں لینا جائز ہے لیکن جب وہ اس عمر تک پہنچ جائیں جس میں ان پر نامحرم مرد یا عورت سے پردہ کرنا لازم ہو جاتا ہے تو اس وقت بچے پر پالنے والی عورت سے اور بچی پر پالنے والے مرد سے پردہ کرنا بھی لازم ہوگا کیونکہ وہ اس بچے کے حقیقی یا رضاعی ماں باپ نہیں اس لئے وہ اُس بچے اور بچی کے حق میں محرم نہیں، لہٰذا اگر بچہ گود میں لیا جائے

[1] ......بخاری، کتاب الفرائض، باب من ادعی الی غیر ابیه، ٣٢٦/٤، الحدیث: ٦٧٦٦.

[2] ......مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة ودعاء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیها بالبرکة... الخ، ص٧١١، الحدیث: ٤٦٧ (١٣٧٠).

تو عورت اسے اپنا یا اپنی بہن کا دودھ پلا دے اور بچی گود میں لی جائے تو مرد اپنی کسی محرم عورت کا دودھ اسے پلوا دے، اس صورت میں ان کے درمیان رضاعی رشتہ قائم ہو جائے گا اور محرم ہو جانے کی وجہ سے پردے کی وہ پابندیاں نہ رہیں گی جو نامحرم سے پردہ کرنے کی ہیں، البتہ یہاں مزید دو باتیں ذہن نشین رہیں،

پہلی یہ کہ دودھ بچے کی عمر دو سال ہونے سے پہلے پلایا جائے اور اگر دو سال سے لے کر ڈھائی سال کے درمیان دودھ پلایا تو بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی لیکن اس عمر میں دودھ پلانا ناجائز ہے اور ڈھائی سال عمر ہو جانے کے بعد پلایا تو رضاعت ثابت نہ ہو گی۔

دوسری یہ کہ عورت نے بچے یا بچی کو اپنی بہن کا دودھ پلوایا تو وہ اس کی رضاعی خالہ تو بن جائے گی لیکن اس کا شوہر بچی کا محرم نہ بنے گا، لہٰذا بہتر صورت وہ ہے جو اوپر ذکر کی کہ بچے کو عورت کی محرم رشتہ دار کا دودھ پلوا لیا جائے اور بچی کو شوہر کی محرم رشتہ دار کا تاکہ پرورش کرنے والے پردے کے مسائل میں مشکلات کا شکار نہ ہوں۔ البتہ ان مسائل میں کہیں پیچیدگی پیدا ہو سکتی ہے لہٰذا ایسا کوئی معاملہ ہو تو کسی قابل مفتی کو پوری تفصیل بتا کر عمل کیا جائے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓىٕكُمْ مَّعْرُوْفًاؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور مومنوں اور مہاجروں سے زیادہ اللّٰہ کی کتاب میں رشتے دار ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ: یہ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔﴾ اَولیٰ کے معنی ہیں زیادہ مالک، زیادہ قریب، زیادہ حقدار، یہاں تینوں معنی درست ہیں اور اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ دنیا اور دین کے تمام اُمور میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم مسلمانوں پر نافذ اور آپ کی اطاعت واجب ہے اور آپ کے حکم کے مقابلے میں نفس کی خواہش کو ترک کر دینا واجب ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مومنین پر اُن کی جانوں سے زیادہ نرمی، رحمت اور لطف و کرم فرماتے ہیں اور انہیں سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔ [2]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میری مثال اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی، جب اس نے اپنے ماحول کو روشن کیا تو پروانے اور آگ میں گرنے والے کیڑے اس میں گرنا شروع ہو گئے تو وہ آدمی انہیں آگ سے ہٹانے لگا لیکن وہ اس پر غالب آ کر آگ میں ہی گرتے رہے، پس میں کمر سے پکڑ کر تمہیں آگ سے کھینچ رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرتے ہی جا رہے ہو۔ [3]

امام مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ’’تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اپنی امت کے باپ ہوتے ہیں اور اسی رشتہ سے مسلمان آپس میں بھائی کہلاتے ہیں کہ وہ اپنے نبی کی دینی اولاد ہیں۔ [4]

1 ...... توبہ: ۱۲۸.

2 ...... خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ٦، ٣/٤٨٣، مدارك، الاحزاب، تحت الآیة: ٦، ص٩٣٢، ملتقطاً.

3 ...... بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی، ٤/٢٤٢، الحدیث: ٦٤٨٣.

4 ...... مدارك، الاحزاب، تحت الآیة: ٦، ص٩٣٢.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''سچی کامل مالکیت وہ ہے کہ جان وجسم سب کو محیط اور جن وبشر سب کو شامل ہے، یعنی اَوْلٰی بِالتَّصَرُّف (تصرف کرنے کا ایسا مالک) ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو۔ یہ مالکیتِ حقہ، صادقہ، محیط، شاملہ، تامہ، کاملہ حضور پُر نور مَالِکُ النَّاس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو بخلافتِ کبریٰ حضرت کبریا عَزَّوَعَلَا تمام جہاں پر حاصل ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ — نبی زیادہ والی ومالک ومختار ہے، تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وَقَالَ اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی (اور اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے فرمایا:)

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا[1] — نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کر دیں اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ ورسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ''اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ'' میں زیادہ والی ومالک ومختار ہوں، تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے[2]۔[3]

مسلمانوں پر جو حقوق ہیں انہیں ادا کرنے کے حوالے سے دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادہ قریب ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1 ......احزاب: ٣٦.

2 ......بخاری، کتاب الکفالة، باب الدّین، ۲/۷۷، الحدیث: ۲۲۹۸.

3 ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء، ۲۴/۷۰۳-۷۰۴۔

''میں دنیا اور آخرت میں ہر مومن کا سب سے زیادہ قریبی ہوں، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یہ نبی ایمان والوں سے ان کی جانوں کی نسبت زیادہ قریب ہے۔

تو جس مسلمان کا انتقال ہو جائے اور مال چھوڑے تو وہ اس کے عَصبہ (یعنی وارثوں) کا ہے اور جو قرض یا بال بچے چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئیں کہ میں ان کا مددگار ہوں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں جب کسی مومن کا انتقال ہو جاتا تو اسے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دریافت فرماتے ''کیا اس کے ذمہ کوئی قرض ہے؟ اگر لوگ کہتے: ہاں، تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دریافت فرماتے ''کیا اس نے مال چھوڑا ہے جو اس کا قرض ادا کرنے کے لئے کافی ہو؟ اگر لوگ بتاتے: جی ہاں، تو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی نماز جنازہ پڑھتے تھے اور اگر لوگ یہ بتاتے کہ مال نہیں چھوڑا، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے: ''تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتوحات عطا فرمائیں تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں مومنوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریبی ہوں۔ جس نے قرض چھوڑا وہ میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ وارث کے لیے ہے۔ [2]

حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اپنے نفس کی اطاعت پر مقدم ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین و دنیا کے تمام اُمور میں نفس کی اطاعت پر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت مقدم ہے کہ اگر کسی مسلمان کو حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی چیز کا حکم دیں اور اس کی خواہش کوئی اور کام کرنے کی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اپنی خواہش کو پورا نہ کرے بلکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اسے ہی کرے۔ یاد رہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1 ......بخاری، کتاب فی الاستقراض واداء الدیون... الخ، باب الصلاة علی من ترك دَیناً، ۲/۱۰۸، الحدیث: ۲۳۹۹.

2 ......بخاری، کتاب الکفالة، باب الدَّین، ۲/۷۷، الحدیث: ۳۲۹۸، مسند ابو داؤد طیالسی، ما روی ابو سلمة عن عبد الرحمن عن ابی هریرة رضی الله عنهم، ص۳۰۷، الحدیث: ۲۳۳۸.

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللّٰہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کے لئے نہیں بھیجا۔

اور نفس کے مقابلے میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت نجات کا ذریعہ ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس چیز کی طرف بلاتے ہیں جس میں لوگوں کی نجات ہے اور نفس اس چیز کی طرف بلاتا ہے جس میں لوگوں کی ہلاکت ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میری اور اس کی مثال جسے دے کر اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اُس آدمی جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا: میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک بہت بڑا لشکر دیکھا ہے اور میں واضح طور پر تمہیں اس سے ڈراتا ہوں، لہٰذا اپنے آپ کو بچالو، اپنے آپ کو بچالو۔ پس ایک گروہ نے اس کی بات مانی اور کسی محفوظ مقام کی طرف چلے گئے، یوں انہوں نے نجات پالی اور دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا تو صبح سویرے وہ بڑا لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور سب کو تہ تیغ کر دیا۔[2]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دینی اور دُنیوی تمام اُمور میں اپنے نفس کی اطاعت کرنے کی بجائے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے تا کہ ہلاکت سے بچ کر نجات پاجائے۔

﴿وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ: اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔﴾ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا گیا، لہٰذا اُمَّہاتُ المومنین کا تعظیم و حرمت میں اور ان سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہونے میں وہی حکم ہے جو سگی ماں کا ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسرے احکام میں جیسے وراثت اور پردہ وغیرہ، ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا ہے یعنی ان سے پردہ بھی کیا جائے گا اور عام مسلمانوں کی وراثت میں وہ بطورِ ماں شریک نہ ہوں گی، نیز امہات المومنین کی بیٹیوں کو مومنین کی بہنیں اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو مومنین کے ماموں، خالہ نہ کہا جائے گا۔[3]

یہ حکم حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ان تمام ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے لئے ہے جن

---

1 ......النساء: ۸۰.

2 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی، ۲۴۲/۴، الحدیث: ٦٤٨٢.

3 ......بغوی، الاحزاب، تحت الآیة: ٦، ۴۳۷/۳، ملخصاً.

سے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نکاح فرمایا، چاہے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہو یا حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد انہوں نے وفات پائی ہو۔ یہ سب کی سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر لائقِ تعظیم وواجبُ الاحترام ہیں۔ (1)

﴿ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ: اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں۔ ﴾ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہجرت کے بعد بعض مہاجرین کو بعض انصار کا بھائی بنا دیا تھا اور اس رشتے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوا کرتے تھے، پھر یہ آیت نازل ہوئی اور فرما دیا گیا کہ میراث رشتہ داروں کا حق ہے اور انہی کو ملے گی، ایمان یا ہجرت کے رشتہ سے جو میراث ملتی تھی وہ اب نہیں ملے گی البتہ تم دوستوں پر اس طرح احسان کر سکتے ہو کہ ان میں سے جس کے لئے چاہو کچھ مال کی وصیت کر دو تو وہ وصیت مال کے تیسرے حصے کی مقدار وراثت پر مُقَدَّم کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، دینی برادری کے ذریعے کوئی اجنبی اب وارث نہیں ہو سکتا۔ (2)

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۙ(۷) لِّیَسْــٴَـلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا۠(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔ تاکہ سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

1 ......زرقانی علی المواهب، المقصد الثانی، الفصل الثالث فی ذکر ازواجه الطاهرات... الخ، ۴/۳۵۶-۳۵۷.

2 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ۶، ۳/۴۸۳، تفسیرات احمدیه، الاحزاب، تحت الآیة: ۶، ص۶۱۴، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے (عہد لیا) اور ہم نے ان (سب) سے بڑا مضبوط عہد لیا۔ تاکہ **اللہ** سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ، وہ وقت یاد کرو جب ہم نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے رسالت کی تبلیغ کرنے اور دینِ حق کی دعوت دینے کا عہد لیا اور خصوصیت کے ساتھ آپ سے اور حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عہد لیا اور ہم نے ان سب سے بڑا مضبوط عہد لیا تاکہ **اللہ** تعالیٰ قیامت کے دن سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ سچوں سے مراد انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور ان سے سچ کا سوال کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا اور جس کی انہیں تبلیغ کی وہ دریافت فرمائے ، یا اس کے یہ معنی ہیں کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی امتوں نے جو جواب دیئے وہ دریافت فرمائے اور اس سوال سے مقصود کفار کو ذلیل و رسوا کرنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سچوں سے مراد مومنین ہیں اور سچ کا سوال کرنے سے مراد ان کی تصدیق کے بارے میں سوال کرنا ہے۔[1]

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی افضلیت کا اظہار

اِس آیت میں بالخصوص پانچ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ انبیاء **اُولُوا العزم** رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے تھے، اور یہاں نہایت اہم نکتہ ہے کہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جن کا اس آیت میں ذکر ہوا، ان کا تذکرہ اسی ترتیب سے ہوا جس ترتیب سے وہ دنیا میں تشریف لائے لیکن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری اگرچہ تمام نبیوں کے بعد ہوئی لیکن **اللہ** تعالیٰ نے آپ کا ذکر دوسرے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے کیا اور یہ انداز تمام نبیوں پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی افضلیت کے اظہار کے لئے ہے۔

---

1 ......مدارک، الاحزاب، تحت الآیة: ۷-۸، ص۹۳۳، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیة: ۷-۸، ۱۴۱/۷-۱۴۲، ملتقطاً.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ یہاں سے جنگِ اَحزاب کے اَحوال بیان کیے جارہے ہیں جسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں اور یہ واقعہ جنگِ اُحد کے ایک سال بعد پیش آیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت فرمایا جب تم پر قریش، غطفان، بنوقریظہ اور بنونَضیر کے لشکر آئے اور انہوں نے تمہارا محاصرہ کرلیا تو ہم نے ان پر آندھی اور فرشتوں کے وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہیں آئے اور تمہارا خندق کھودنا اور میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنا اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اسی لئے اس نے کافروں کے خلاف تمہاری مدد فرمائی اور ان کے شر سے تمہیں محفوظ رکھا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر اس کا شکر ادا کرو۔ (1)

غزوۂ احزاب کا مختصر بیان یہ ہے کہ یہ غزوہ سن 4 یا 5 ہجری، شوال کے مہینے میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ

(1)......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۹، ۴۸۴/۳، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۹، ص۹۳۳-۹۳۴، روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۹، ۱۴۶/۷، ملتقطاً.

جب بنی نَضِیر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا گیا تو اُن کے سربراہ مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انہیں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست ونابود ہو جائیں ۔ابوسفیان نے اس تحریک کی بہت قدر کی اور کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے پیارا ہے جو محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی دشمنی میں ہمارا ساتھ دے۔ پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب والے ہو، ہمیں بتاؤ کہ ہم حق پر ہیں یا محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) یہودیوں نے کہا: تم ہی حق پر ہو۔اس پر کفارِ قریش خوش ہوئے اور اسی واقعے سے متعلق سورہ نساء کی آیت نمبر 51 ”اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ“ نازل ہوئی۔ پھر وہ یہودی دیگر قبائل غطفان، قیس اور غیلان وغیرہ میں گئے، وہاں بھی یہی تحریک چلائی تو وہ سب بھی ان کے موافق ہو گئے ۔اس طرح ان یہودیوں نے جابجا دورے کئے اور عرب کے قبیلہ قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کرلیا۔ جب سب لوگ تیار ہو گئے تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی۔ یہ اطلاع پاتے ہی حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مشورے سے خندق کھدوانی شروع کردی۔اس خندق میں مسلمانوں کے ساتھ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود بھی کام کیا۔ مسلمان خندق تیار کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مشرکین بارہ ہزار افراد کا بڑا لشکر لے کر اُن پر ٹوٹ پڑے اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کرلیا۔خندق مسلمانوں کے اور اُن کے درمیان حائل تھی اور اسے دیکھ کر سب کفار حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ ”یہ ایسی تدبیر ہے جس سے عرب لوگ اب تک واقف نہ تھے۔ اب انہوں نے مسلمانوں پر تیراندازی شروع کردی۔ جب اس محاصرے کو 15 یا 24 دن گزرے تو مسلمانوں پر خوف غالب ہوا اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے تو اللہ تعالٰی نے ان کی مدد فرمائی اور کافروں پر تیز ہوا بھیجی، انتہائی سرد اور اندھیری رات میں اُس ہوا نے کافروں کے خیمے گرادیئے، طنابیں توڑ دیں، کھونٹے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ دیں اور آدمی زمین پر گرنے لگے اور اللہ تعالٰی نے فرشتے بھیج دیئے جنہوں نے کفار کو لرزا دیا اور اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی مگر اس جنگ میں فرشتوں نے لڑائی نہیں کی۔ پھر رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خبر لینے کے لئے بھیجا۔ اس وقت انتہائی سخت سردی تھی اور یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے روانہ ہوتے وقت ان کے چہرے اور بدن پر دستِ مبارک پھیرا جس کی برکت سے ان

پر سردی اثر نہ کرسکی اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے۔ وہاں تیز ہوا چل رہی تھی، سنگریزے اڑاڑ کر لوگوں کولگ رہے تھے اور آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی، الغرض عجب پریشانی کا عالَم تھا۔ کافروں کے لشکر کے سردار ابوسفیان ہوا کا یہ عالَم دیکھ کر اُٹھے اور انہوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا، ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے۔ یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک شخص نے اپنے برابر والے کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دانائی سے اپنے دائیں طرف موجود شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: تو کون ہے؟ اُس نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا: اے گروہِ قریش! تم یہاں نہیں ٹھہر سکتے، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے ہیں، بنی قریظہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ہمیں اُن کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں۔ ہوا نے جو حال کیا ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، بس اب یہاں سے کوچ کر دو اور میں کوچ کر رہا ہوں۔ ابوسفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور لشکر میں کوچ کوچ کا شور مچ گیا۔ کافروں پر جو ہوا آئی وہ ہر چیز کو الٹ رہی تھی مگر یہ ہوا اس لشکر سے باہر نہ تھی۔ اب یہ لشکر بھاگ نکلا اور سامان کا سواریوں پر لاد کر لے جانا اس کے لئے دشوار ہو گیا، اس لئے کثیر سامان وہیں چھوڑ گیا۔ [1]

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کافر تم پر آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جبکہ ٹھٹک کر رہ گئیں نگاہیں اور دل گلوں کے پاس آ گئے اور تم اللّٰہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب کافر تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آئے اور جب آنکھیں ٹھٹک کر رہ گئیں اور دل گلوں کے پاس آ گئے اور تم اللّٰہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

﴿ **اِذْ جَآءُوْكُمْ: جب کافر تم پر آئے۔** ﴾ غزوۂ اَحزاب کے موقع پر جب اللّٰہ تعالٰی نے ایمان والوں پر احسان فرمایا

1 ......جمل، الاحزاب، تحت الآية: ۹، ۶/۱۵۵-۱۵۶، ملخصاً.

اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والے لشکر میں سے وادی کے اوپر کی طرف مشرق سے اسد اور غطفان قبیلے کے لوگ، مالک بن عوف نصری اور عُیَینہ بن حصن فزاری کی سرکردگی میں ایک ہزار کی جَمعِیَّت لے کر آئے اور ان کے ساتھ طلیحہ بن خویلد اسدی بنی اسد کی جمعیت لے کر اور حُیَیّ بن اخطب یہودی بنی قریظہ کی جمعیت لے کر آیا اور وادی کی نچلی جانب مغرب سے قریش اور کنانہ قبیلے کے لوگ ابوسفیان بن حرب کی سرکردگی میں آئے۔ اس وقت لوگوں کی آنکھیں ٹھٹک کر رہ گئیں اور رعب وہیبت کی شدت سے حیرت میں آ گئیں اور خوف و اِضطراب اس انتہاء کو پہنچ گیا کہ دل گویا کہ گلوں کے پاس آ گئے اور منافق تو یہ گمان کرنے لگے کہ اب مسلمانوں کا نام ونشان باقی نہ رہے گا کیونکہ کفار کی اتنی بڑی جمعیت سب کو فنا کر ڈالے گی اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آنے اور اپنے فتح یاب ہونے کی امید تھی۔[1]

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جگہ تھی کہ مسلمانوں کی جانچ ہوئی اور خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہیں مسلمانوں کو آزمایا گیا اور انہیں خوب سختی سے جھنجھوڑا گیا۔

﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ: وہیں مسلمانوں کو آزمایا گیا۔﴾ یعنی اسی دہشت ناک جگہ اور ہولناک حالات میں رعب اور محاصرے کے ذریعے مسلمانوں کے صبر و اِخلاص کو آزمایا گیا اور اس جنگ میں ناداری، داخلی دشمنوں یعنی یہودِ مدینہ کا خطرہ، خارجی دشموں کی یلغار، اس کے علاوہ اپنی بے سروسامانی وغیرہ سب مسائل جمع ہو گئے تھے اور یہ ایسی چیزیں تھیں جن سے بہادر سے بہادر کے دل چھوٹ جاتے ہیں مگر سچے غلامانِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایسی آفات میں بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ثابت قدم رہے۔

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۱۰، ص۹۳۴، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۱۰، ۴۸۹/۳، ملتقطاً.

وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا ہمیں اللہ و رسول نے وعدہ نہ دیا تھا مگر فریب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب منافق اور جن کے دلوں میں مرض تھا وہ کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے دھوکے کا وعدہ کیا۔

﴿وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ: اور جب منافق کہنے لگے۔﴾ خندق کی کھدائی کے دوران نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چٹان پر ضرب لگا کر اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور اس کے بعد یہ بشارت دی کہ فارس، روم، یمن اور حبشہ کے ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ جب کافروں نے حملہ کیا تو ان کے لشکر دیکھ کر معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو ہمیں فارس اور روم کی فتح کا وعدہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی یہ مجال بھی نہیں کہ اپنے ڈیرے سے باہر نکل سکے تو یہ وعدہ نرا دھوکا ہے۔ اس کے علاوہ منافقوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں۔ ان کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا یہ عقیدہ مضبوط ہوتا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سچے رسول ہیں تو وہ کبھی یہ بات اپنی زبان پر نہ لاتے۔ (1)

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْاۚ وَ یَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕۛ وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

مٰع

(1) ......البحر المحیط، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۲، ۷/۲۱۲، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۹۳۵، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے مدینہ والو! یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اِذن مانگتا تھا یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ والو! (یہاں) تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں، تو تم واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے یہ کہتے ہوئے اجازت مانگ رہا تھا کہ بیشک ہمارے گھر بے حفاظت ہیں حالانکہ وہ بے حفاظت نہ تھے۔ وہ تو صرف فرار ہونا چاہتے تھے۔

﴿**وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ والو!**﴾ اس آیت میں ''یثرب'' کا لفظ ذکر ہوا، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''قرآنِ عظیم میں کہ لفظ ''یثرب'' آیا وہ رَبُّ الْعِزَّت جَلَّ وَعَلَا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے۔ یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کر کے یثرب کہتے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا، حضورِ اقدس، سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ''**یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبَ وَهِیَ الْمَدِیْنَةُ**'' وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔ [1]

اور فرماتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''**اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سَمَّی الْمَدِیْنَةَ طَابَةَ**'' بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔

مرقاۃ میں ہے: ''**اَلْمَعْنٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سَمَّاهَا فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَوْ اَمَرَ نَبِیَّهٗ اَنْ یُّسَمِّیَهَا بِهَا رَدًّا عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ فِیْ تَسْمِیَتِهَا بِیَثْرِبَ اِیْمَاءً اِلٰی تَثْرِیْبِهِمْ فِی الرُّجُوْعِ اِلَیْهَا**'' اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں مدینہ منورہ کا نام ''طابہ'' رکھا ہے یا اللّٰہ تعالیٰ نے منافقوں کا رد کرتے ہوئے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ پاک کا نام طابہ رکھیں، کیونکہ منافق مدینہ منورہ کا نام یثرب اس بات

[1] ......بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب فضل المدینۃ...الخ، ۱/۶۱۷، الحدیث: ۱۸۷۱، مسلم، کتاب الحج، باب المدینۃ تنفی شرارھا، ص۷۱۷، الحدیث: ۴۸۸(۱۳۸۲).

کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رکھتے تھے کہ اس کی طرف لوٹنے میں ان کا نقصان ہے۔(ت)[1]

اسی میں ہے:" قَالَ النَّوَوِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَدْ حُکِیَ عَنْ عِیْسَی بْنِ دِیْنَارٍ اَنَّ مَنْ سَمَّاھَا یَثْرِبَ کُتِبَ عَلَیْہِ خَطِیْئَۃً وَ اَمَّا تَسْمِیَتُھَا فِی الْقُرْاٰنِ بِیَثْرِبَ فَھِیَ حِکَایَۃُ قَوْلِ الْمُنَافِقِیْنَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَرَضٌ " امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: حضرت عیسٰی بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے یہ قول حکایت کیا گیا ہے کہ جس کسی نے مدینہ طیبہ کا نام " یثرب " رکھا یعنی اس نام سے پکارا تو وہ گناہ گار ہوگا اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرانِ مجید میں مدینہ منورہ کا نام " یثرب " ذکر ہوا، تو اس کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ان منافقین کے قول کی حکایت ہے جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔(ت)[2]۔[3]

مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کا شرعی حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز وممنوع وگناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں:" مَنْ سَمَّی الْمَدِیْنَۃَ یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ ھِیَ طَابَۃُ ھِیَ طَابَۃُ " جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے۔ مدینہ طابہ ہے مدینہ طابہ ہے۔[4]

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:" فَتَسْمِیَتُھَا بِذٰلِکَ حَرَامٌ لِاَنَّ الْاِسْتِغْفَارَ اِنَّمَا ھُوَ عَنْ خَطِیْئَۃٍ " یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کا یثرب نام رکھنا حرام ہے کہ یثرب کہنے سے استغفار کا حکم فرمایا اور استغفار گناہ ہی سے ہوتی ہے۔[5]

ملا علی قاری رَحِمَہُ الْبَارِیْ مرقاۃ شریف میں فرماتے ہیں:" قَدْ حُکِیَ عَنْ بَعْضِ السَّلَفِ تَحْرِیْمُ تَسْمِیَۃِ الْمَدِیْنَۃِ بِیَثْرِبَ وَ یُؤَیِّدُہٗ مَا رَوَاہُ اَحْمَدُ (فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ الْمَذْکُوْرَ ثُمَّ قَالَ) قَالَ الطِّیْبِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ: فَظَھَرَ اَنَّ مَنْ یُحَقِّرُ شَاْنَ مَا عَظَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنْ وَصَفَ مَا سَمَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِالْاِیْمَانِ بِمَا لَا یَلِیْقُ بِہٖ یَسْتَحِقُّ

---

1 ......مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناسک، باب حرم المدینۃ حرسھا اللّٰہ تعالی، الفصل الاول، ۶۲۲/۵، تحت الحدیث: ۲۷۳۸.

2 ......مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناسک، باب حرم المدینۃ حرسھا اللّٰہ تعالی، الفصل الاول، ۶۲۲/۵، تحت الحدیث: ۲۷۳۷.

3 ......فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ۲۱/ ۱۱۷-۱۱۸، ملتقطاً۔

4 ......مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث البراء بن عازب رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ۴۰۹/۴، الحدیث: ۱۸۵۴۴.

5 ......التیسیر شرح جامع الصغیر، حرف المیم، ۴۲۴/۲.

اَنْ یُسَمّٰی عَاصِیًا'' ایک بزرگ سے حکایت کی گئی ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنا حرام ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے روایت فرمایا ہے (پھر مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی،) پھر فرمایا: علامہ طیبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: پس اس سے ظاہر ہوا کہ جو اس کی شان کی تحقیر کرے کہ جسے اللہ تعالٰی نے عظمت بخشی اور جس کو اللہ تعالٰی نے ایمان کا نام دیا اس کا ایسا وصف بیان کرے جو اس کے لائق اور شایانِ شان نہیں تو وہ اس قابل ہے کہ اس کا نام عاصی (گنہگار) رکھا جائے۔(ت)[1]۔[2]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں: ''بعض اشعارِ اکابر میں کہ یہ لفظ واقع ہوا، ان کی طرف سے عذر یہی ہے کہ اُس وقت اِس حدیث و حکم پر اطلاع نہ پائی تھی، جو مطلع ہو کر کہے اس کے لئے عذر نہیں، معہذا شرع مطہر شعر و غیر شعر سب پر حجت ہے، شعر شرع پر حجت نہیں ہوسکتا۔[3]

﴿لَا مُقَامَ لَكُمْ: (یہاں) تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔﴾ غزوۂ خندق کے موقع پر کافروں کے لشکر دیکھ کر منافقوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا کہ اے مدینہ والو! رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لشکر میں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں کیونکہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے لشکر تم پر غالب آجائیں گے، اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ تم مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کی طرف واپس چلے جاؤ، اور ان کا دوسرا گروہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ کہہ کر واپسی کی اجازت مانگنے لگا کہ مدینہ منورہ میں ہمارے گھر کمزور ہونے کی وجہ سے محفوظ نہیں اور ہمیں دشمنوں اور چوروں کی طرف سے خطرہ ہے، اس لئے آپ ہمیں واپس جانے کی اجازت دیں تا کہ ہم ان کی حفاظت کا انتظام کرلیں، اس کے بعد ہم دوبارہ لشکر میں واپس آجائیں گے۔ اللہ تعالٰی ان لوگوں کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ منافقوں کے گھر غیر محفوظ نہ تھے بلکہ وہ لوگ یہ بہانہ بنا کر میدانِ جنگ سے فرار ہونا چاہتے تھے۔[4]

---

1 ......مرقاة المفاتيح، كتاب المناسك، باب حرم المدينة حرسها الله تعالى، الفصل الاول، ٦٢٢/٥، تحت الحديث: ٢٧٣٧.

2 ......فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ۱۱۶/۲۱-۱۱۷، ملتقطاً۔

3 ......فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ۱۱۸/۲۱-۱۱۹۔

4 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ١٣، ١٥١/٧، ملخصاً.

وَ لَوۡ دُخِلَتۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ اَقۡطَارِہَا ثُمَّ سُئِلُوا الۡفِتۡنَۃَ لَاٰتَوۡہَا وَ مَا تَلَبَّثُوۡا بِہَاۤ اِلَّا یَسِیۡرًا ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ان پر فوجیں مدینہ کے اطراف سے آتیں پھر ان سے کفر چاہتیں تو ضرور ان کا مانگا دے بیٹھتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ان پر مدینہ کی (مختلف) طرفوں سے فوجیں آجاتیں پھر ان سے فتنے کا مطالبہ کیا جاتا تو ضرور ان کا مطالبہ دیدیتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی سی۔

﴾وَ لَوۡ دُخِلَتۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ اَقۡطَارِہَا : اور اگر ان پر مدینہ کی طرفوں سے فوجیں داخل کردی جاتیں۔﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کا یہ کہنا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، محض ایک بہانہ ہے اور اگر بالفرض مدینہ منورہ کے مختلف اَطراف سے فوجیں ان پر حملہ آور ہو جاتیں، پھر ان منافقوں سے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ تمہارے بچنے کی صورت یہ ہے کہ تم اسلام سے مُنْحَرِف ہو جاؤ، تو یہ لوگ ضرور ان کا مطالبہ پورا کر دیتے اور اس مطالبے کو پورا کرنے میں چند لمحوں کی ہی تاخیر کرتے۔

معلوم ہوا کہ جب بندہ یقین اور صبر کی کمی کا شکار ہوتا ہے، بزدلی اور انسانوں کا خوف اس پر غالب ہوتا ہے، ہر دینی چیز میں شک کرتا ہے اور کسی دینی حکم پر عمل کرنے کی صورت میں اگر اَذِیَّت پہنچنے کا صرف احتمال ہی ہو تو اس سے گھبرانے لگ جاتا ہے، تو اس وقت اس کا دل عقیدے کی کمزوری اور نفاق کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کہلانے کے باوجود اگر کسی ہلکی سی تکلیف سے ڈرا کر اس سے کفر و شرک کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اس مطالبے کو پورا کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔

افسوس! فی زمانہ اسی طرح کی صورتِ حال مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے اور ان میں بھی عقیدے کی کمزوری کا مرض عام ہوتا نظر آ رہا ہے اور ان کا حال یہ ہو چکا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے وجود پر کوئی عقلی اعتراضات

کرے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے کے باوجود کوئی اور نبوت کا دعویٰ کرے، قرآنِ مجید کی حقانیت پر کوئی انگلی اٹھائے اور اسلامی احکام کو اپنی عقل کے ترازو پر تول کر ان کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرے تو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے اپنے دین و مذہب سے پھرنے میں دیر نہیں لگاتے اور اگر کسی طرح اپنے دین پر قائم رہیں تو صرف ان اسلامی احکام پر عمل کے لئے تیار ہوتے ہیں جو انہیں اپنی عقل کے مطابق نظر آئیں اور جو ان کی عقل کے برخلاف ہوں تو انہیں جھٹلانے اور دینِ اسلام کے دامن پر ایک بدنما داغ قرار دینے میں تاخیر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کے وعدے کا پوچھا جائے گا۔

﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ: بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے۔﴾ یعنی جو لوگ مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کی طرف لوٹ جانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، بیشک وہ غزوۂ خندق سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر چکے تھے کہ وہ دشمنوں کو پیٹھ دکھا کر جنگ سے فرار نہیں ہوں گے، بزدلی کا مظاہرہ نہیں کریں گے اور جو غلطی ہم سے پہلے سرزد ہوئی اسے نہیں دہرائیں گے، لیکن انہوں نے وہ عہد توڑ دیا اور اپنے گھروں میں واپس جانے کی اجازت طلب کرنے لگ گئے۔ یہ یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اسے پورا نہ کرنے پر سزا دی جائے گی۔ (1)

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۵، ۷/۱۵۲۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کسی چیز کا عہد کرنا گویا رب عَزَّوَجَلَّ سے عہد کرنا ہے کیونکہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رب تعالیٰ کے نائبِ اعظم اور مختارِ مُطلق ہیں، لہٰذا آپ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنا لازم ہے۔

قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةًؕ وَ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ ہر گز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو اور جب بھی دنیا نہ برتنے دیے جاؤ گے مگر تھوڑی۔ تم فرماؤ وہ کون ہے جو اللہ کا حکم تم پر سے ٹال دے اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر مہر فرمانا چاہے اور وہ اللہ کے سوا کوئی حامی نہ پائیں گے نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر موت یا قتل سے بھاگ رہے ہو تو ہرگز تمہیں یہ بھاگنا نفع نہ دے گا اور اس وقت بھی تمہیں تھوڑی سی دنیا ہی فائدہ اٹھانے کو دی جائے گی۔ تم فرماؤ: وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے گا اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر رحم فرمانا چاہے اور وہ اللہ کے سوا کوئی حامی نہ پائیں گے اور نہ ہی مددگار۔

﴿**قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ:** **تم فرماؤ ہرگز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان اجازت طلب کرنے والوں سے فرما دیں کہ اگر تم موت یا قتل ہو جانے کے ڈر سے بھاگ رہے ہو تو اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ جو مقدر ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا، اس لئے اگر تمہاری تقدیر میں یہاں موت لکھی ہے تو وہ تمہیں آ ہی جائے گی اور اگر یہاں تمہاری موت کا وقت نہیں آیا ہے تو بھی میدانِ جنگ سے بھاگ کر صرف اتنے

ہی دن دنیا سے فائدہ اٹھا پاؤ گے جتنے دن تمہاری عمر باقی ہے اور یہ ایک قلیل مدت ہے، تو تم تھوڑی سی مَوہُوم زندگی کیلئے اتنے بڑے گناہ کا بوجھ کیوں اُٹھا رہے ہو۔ (1)

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہیں قتل اور ہلاک کرنا منظور ہو تو اسے کوئی ٹال ہی نہیں سکتا اور اگر وہ تمہیں امن و عافیت عطا فرما کر تم پر رحم فرمانا چاہے تو کوئی تمہیں قتل اور ہلاک نہیں کرسکتا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی جانوں کا کوئی حامی نہ پائیں گے اور نہ ہی انہیں کوئی مددگار ملے گا۔ (2)

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَاۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًاۙ (۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ جانتا ہے تمہارے ان کو جو اوروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں ہماری طرف چلے آؤ اور لڑائی میں نہیں آتے مگر تھوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور وہ لڑائی میں تھوڑے ہی آتے ہیں۔

﴿قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ: بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، اُن کے پاس یہودیوں نے پیغام بھیجا تھا کہ تم کیوں اپنی جانیں ابوسفیان کے ہاتھوں سے ہلاک کرانا چاہتے ہو، اُس کے لشکری اس مرتبہ اگر تمہیں پا گئے تو تم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے، ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ تم کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤ، تم ہمارے بھائی اور ہمسائے ہو اس لئے ہمارے پاس آ جاؤ۔

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۶، ۱۵۳/۷، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۶، ص۹۳۶، ملتقطاً۔

2 ......مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۹۳۶، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۷، ۱۵۳/۷، ملتقطاً۔

یہ خبر پا کر عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق اور اس کے ساتھی مؤمنین کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ڈرا کر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ساتھ دینے سے روکنے لگے اور اس میں انہوں نے بہت کوشش کی لیکن جس قدر انہوں نے کوشش کی، مومنین کی ثابت قدمی اور اِستقلال اور بڑھتا گیا۔[1]

اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہاری مدد میں گئی کرتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آئے تم انہیں دیکھو گے تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے تمہیں طعنے دینے لگیں تیز زبانوں سے مالِ غنیمت کے لالچ میں یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے عمل اکارت کردیے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مالِ غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں کے ساتھ تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿ اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ: تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں۔ ﴾ یعنی منافقوں کا حال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو جنگ

[1] ......بغوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۸، ۳/۴۴۶۔

میں ان کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ لوگ بخل کرتے ہیں اور اگر جیسے تیسے لڑائی میں کچھ شرکت کرنا پڑ ہی جائے تو اس وقت ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ خوف سے ان کی آنکھیں ہی گھوم رہی ہوتی ہیں اور جب اللّٰہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمان جنگ میں فتح یاب ہو جاتے ہیں تو پھر مالِ غنیمت لینے کے لیے سب سے پہلے پہنچ جاتے ہیں اور اپنی جرأت کی جھوٹی داستانیں سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی بہادری دکھائی اور ہماری بہادری کی وجہ سے ہی جنگ میں کامیابی اور غنیمت ملی ہے، لہٰذا ہمیں غنیمت میں سے زیادہ حصہ دیا جائے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اگرچہ اپنی زبانوں سے ایمان کا اقرار کیا ہے لیکن در حقیقت یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں اور چونکہ حقیقت میں وہ مومن نہ تھے اس لئے ان کے تمام ظاہری عمل جہاد وغیرہ سب باطل کر دیئے گئے اور عملوں کو باطل کر دینا اللّٰہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

صرف زبانی محبت کرنا اور وقت پر ساتھ نہ دینا منافقوں کا کام ہے

اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر ساتھ نہ دینا اور زبان سے محبت کا دعویٰ کرنا منافقوں کا کام ہے جبکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائی کا ساتھ دیتا ہے اور زبانی دعوے کرنے کی بجائے عملی مظاہرہ زیادہ کرتا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے بولنے کیلئے زبان ایک اور دیگر کام کرنے کیلئے اَعضاء دو دو دیئے ہیں لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ وہ کلام کم اور کام زیادہ کرے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْاۚ وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْؕ وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِيْلًا۠ (۲۰)

ع ۲ / ۱۲ / ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: وہ سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر ابھی نہ گئے اور اگر لشکر دوبارہ آئیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ کسی طرح گاؤں میں نکل کر تمہاری خبریں پوچھتے اور اگر وہ تم میں رہتے جب بھی نہ لڑتے مگر تھوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ سمجھ رہے ہیں کہ لشکر ابھی نہ گئے اور اگر وہ لشکر دوبارہ آئیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ کاش، وہ کسی گاؤں میں ہوتے (اور وہیں سے) تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھ لیتے اور اگر وہ تم میں رہتے تو جب بھی تھوڑے ہی لڑتے۔

﴿ یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا: وہ سمجھ رہے ہیں کہ لشکر ابھی نہ گئے۔﴾ یعنی منافق لوگ اپنی بزدلی اور نامَردی کی وجہ سے ابھی تک یہ سمجھ رہے ہیں کہ کفارِ قریش، غطفان قبیلے کے لوگ اور یہودی وغیرہ ابھی تک میدان چھوڑ کر بھاگے نہیں ہیں اگرچہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ وہ بھاگ چکے ہیں اور ان کی بے ہمتی کا یہ عالَم ہے کہ اگر بالفرض کفار کے لشکر دوبارہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دیں تو اب کی باران کی آرزو یہ ہوگی کہ یہ لوگ مدینہ پاک کو ہی چھوڑ کر دیہات میں بھاگ جائیں اور مدینہ منورہ آنے جانے والے لوگوں سے تمہاری ہار جیت کی خبر پوچھ لیا کریں اور خود مدینہ منورہ آنے کی ہمت کبھی نہ کریں اور اگر انہیں تمہارے درمیان ہی موجود رہنا پڑتا تب بھی ان میں سے تھوڑے لوگ ہی لڑائی کرتے اور وہ بھی صرف ریا کاری یا ذلت کے ڈر سے یا عذر پیش کرنے کے لئے تاکہ انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔[1]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہیں رسولُ اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے اس کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۲۰، ص۹۳۷، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۲۰، ۳/۴۹۱، ملتقطاً.

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ : بیشک تمہارے لئے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت میں پیروی کیلئے بہترین طریقہ موجود ہے جس کا حق یہ ہے کہ اس کی اقتدا اور پیروی کی جائے، جیسے غزوہ خندق کے موقع پر جن سنگین حالات کا سامنا تھا کہ کفارِ عرب اپنی بھر پور افرادی اور حربی قوت کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے اچانک نکل پڑے تھے اور ان کے حملے کو پسپا کرنے کے لئے جس تیاری کی ضرورت تھی اس کے لئے مسلمانوں کے پاس وقت بہت کم تھا اور افرادی قوت بھی اس کے مطابق نہ تھی، خوارک کی اتنی قلت ہوگئی کہ کئی کئی دن فاقہ کرنا پڑتا تھا، پھر عین وقت پر مدینہ منورہ کے یہودیوں نے دوستی کا معاہدہ توڑ دیا اور ان کی غداری کی وجہ سے حالات مزید سنگین ہو گئے، ایسے ہوشرُبا حالات میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی کیسی شاندار سیرت پیش فرمائی کہ قدم قدم پر اپنے جانثار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ ساتھ موجود ہیں، جب خندق کھودنے کا موقع آیا تو اس کی کھدائی میں خود بھی شرکت فرمائی، چٹانوں کو توڑا اور مٹی کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینکا، جب خوراک کی قلت ہوئی تو دوسرے مجاہدین کی طرح خود بھی فاقہ کشی برداشت فرمائی اور اس دوران اگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے فاقے کی تکلیف سے پیٹ پر ایک پتھر باندھا تو سیّد العالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک شکم پر دو پتھر بندھے ہوئے نظر آئے۔ شدید سردی کے باوجود ہفتوں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ میدانِ جنگ میں قیام فرمایا۔ جب دشمن حملہ آور ہوا تو اس کے لشکر کی تعداد اور حربی طاقت کو دیکھ کر پریشان نہیں ہوئے بلکہ عزم و ہمت کا پیکر بنے رہے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ جب بنو قریظہ کے بارے میں خبر ملی کہ انہوں نے عہد توڑ دیا ہے تو اسے سن کر مُقدّس جبین پر بل نہیں پڑے اور منافق لوگ مختلف حیلوں کے ذریعے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے لگے تب بھی پریشان نہ ہوئے اور اِستقامت کے ساتھ ان تمام حالات کا مقابلہ فرماتے رہے، جنگ میں ثابت قدمی اور شجاعت دکھائی، اس میں آنے والی سختیوں کا صبر و ہمت سے مقابلہ کیا، اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفار کے لشکروں کو شکست دی۔ ان تمام چیزوں کے پیشِ نظر مسلمانوں کو فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! تمہیں چاہیے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کی پیروی کرو اور یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کی یاد، اس سے امید اور قیامت کی دہشت ہو گی۔

نوٹ: یہ آیت مبارکہ اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے اور اس موقع

کے علاوہ بھی سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ طیبہ کے ان تمام اُمور میں پیروی کا حکم ہے جو آپ کی خصوصیت نہیں ہیں۔

[illegible]

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری اور پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معلوم ہوا کہ حقیقی طور پر کامیاب زندگی وہی ہے جو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نقشِ قدم پر ہو، اگر ہمارا جینا مرنا، سونا جاگنا حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نقشِ قدم پر ہو جائے تو ہمارے سب کام عبادت بن جائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کامل طریقے سے پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

[illegible]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ

1 ...... حشر: ۷۔
2 ...... ال عمران: ۳۱۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ پر عمل پیرا ہونے کو اپنی زندگی کا اوّلین مقصد بنایا ہوا تھا اور ان کے نزدیک تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَقوال، اَفعال اور اَحوال کی پیروی کرنے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ چیز اور کوئی نہ تھی، یہاں اسی سے متعلق صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے **5** واقعات ملاحظہ ہوں

(1)......غزوۂ اَحزاب میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہے ہیں، کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم یاد آ گیا اور رک گئے۔ [1]

(2)......پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سفرِ جہاد میں کسی منزل پر قیام فرماتے تھے تو اِدھر اُدھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ مُتَفَرِّق ہونا شیطان کا کام ہے۔ اس کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے اس کی اس شدت سے پابندی کی کہ جب بھی منزل پر اترتے تھے تو اس قدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اس کے نیچے آ جاتے۔ [2]

(3)......حضرت محمد بن اسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت بڑی عمر کے صحابی تھے، لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انہوں نے مسجدِ نبوی میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خدا کی قسم! میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھی، حالانکہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر واپس نہ جائے، یہ کہہ کر چادر اٹھاتے اور مسجدِ نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کے گھر واپس آتے۔ [3]

(4)......حضرت حمران بن ابان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: ہم حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تھے، آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور جب وضو کر کے فارغ ہوئے تو مسکرائے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا؟ پھر (خود ہی جواب دیتے ہوئے) فرمایا: ’’جس طرح میں نے وضو کیا اسی طرح رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وضو فرمایا تھا اور اس کے بعد مسکرائے تھے۔ [4]

---

1 ......مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة الاحزاب، ص۹۸۸، الحديث: ۹۹(۱۷۸۸).

2 ......ابو داؤد، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر من انضمام العسكر وسعته، ۵۸/۳، الحديث: ۲۶۲۸.

3 ......اسد الغابه، باب الميم والحاء، محمد بن اسلم، ۸۰/۵ ملتقطا.

4 ......مسند امام احمد، مسند عثمان بن عفان رضی اللّٰہ تعالی عنه، ۱۳۴/۱، الحديث: ۴۳۰.

(5)......حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پہلے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے دریافت کیا کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کفن میں کتنے کپڑے تھے اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات شریف کس دن ہوئی؟[1]

اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آرزو تھی کہ کفن اور یومِ وفات میں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مُوافقت ہو۔ زندگی میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع تو کرتے ہی تھے وہ وفات میں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کی اتباع چاہتے تھے۔[2]

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی ہر ایک کے لئے کامل نمونہ ہے

یادر ہے کہ عبادات، معاملات، اَخلاقیات، سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرنے میں اور نعمتوں پر اللّٰہ تعالٰی کا شکر ادا کرنے میں، الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں اور ہر پہلو کے اعتبار سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک زندگی اور سیرت میں ایک کامل نمونہ موجود ہے، لہٰذا ہر ایک کو اور بطورِ خاص مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اَقوال میں، اَفعال میں، اَخلاق میں اور اپنے دیگر احوال میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک سیرت پر عمل پیرا ہوں اور اپنی زندگی کے تمام معمولات میں سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کریں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''شانِ حبیب الرحمٰن'' میں اس آیت پر بہت پیارا کلام فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سرکارِ اَبد قرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک ذات ہر درجے اور ہر مرتبے کے انسان کے لئے نمونہ ہے، جیسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے توکُّل کا حال یہ تھا کہ دو دو ماہ تک گھر میں آگ نہیں جلتی، صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا، تو امت کے مَساکین کو چاہئے کہ ان مبارک حالات کو دیکھیں اور صبر سے کام لیں۔

جو سلطنت اور بادشاہت کی زندگی گزار رہا ہے، تو وہ ان حالات کا ملاحظہ کرے کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، تمام وہ کفار سامنے حاضر ہیں جنہوں نے بے انتہا تکلیفیں پہنچائی تھیں، آج موقع تھا کہ ان تمام گستاخوں سے بدلہ لیا جائے مگر ہوا یہ کہ فتح فرماتے ہی عام معافی کا اعلان فرما دیا کہ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے، جو اپنا دروازہ

1......بخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، ۱/۴٦۸، الحدیث: ۱۳۸۷۔

2......عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، ٦/۳۰۰، تحت الحدیث: ۱۳۸۷۔

بند کر لے اس کو امن ہے، جو ہتھیار ڈال دے اس کو امن ہے، الغرض، حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر دس بھائیوں نے چند گھنٹے ظلم و ستم کیا جس کے نتیجے میں ایک مختصر عرصے تک آپ آزمائشوں میں مبتلا رہے اور جب وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سلطنت میں غلہ لینے حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا: ''**لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ**'' آج تم پر کوئی سختی نہ ہو گی، اللہ تمہاری مغفرت فرمادے۔ مگر حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے **13** سال تک اپنے اوپر اہلِ مکہ کی سختیاں برداشت کیں، صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ عظام، ان کے گھر والے اور ان حضرات کی جان و مال، عزت و آبرو سب ہی خطرے میں رہے اور آخر کار دیس کو چھوڑ کر پردیسی ہونا پڑا، مگر جب اپنا موقع آیا تو سب کو معاف فرمادیا، لہٰذا قیامت تک کے سَلاطین اس کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔

اگر کوئی مالداری اور خوشحالی کی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو ان حالات کو ملاحظہ کرے کہ ایک شخص کے کھیت میں لمبی ککڑی پیدا ہوئی، تحفہ کے طور پر بارگاہ میں حاضر کی، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے عِوَض میں ایک لپ بھر سونا عنایت فرمایا۔ ایک بار بکریوں سے بھرا ہوا جنگل حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ملکیت میں آیا، کسی نے عرض کی: **یاحَبِیْبَ اللہ!** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اب اللہ تعالیٰ نے حضور کو بہت ہی مالدار بنادیا۔ ارشاد فرمایا: ''تو نے میری مالداری کیا دیکھی؟ عرض کی: اس قدر بکریاں ملکیت میں ہیں۔ ارشاد فرمایا: جا سب تجھ کو عطا فرمادیں۔ وہ اپنی قوم میں یہ مال لے کر پہنچے اور قوم والوں سے کہا: اے لوگو! ایمان لے آؤ، رب کی قسم! **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اتنا دیتے ہیں کہ فقر کا خوف نہیں فرماتے۔ حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایک بار اتنا دیا کہ وہ اٹھا نہ سکے، لہٰذا مالدار یہ واقعات اپنے خیال میں رکھیں اور زندگی گزاریں۔

اگر کسی کی زندگی اہل وعیال کی زندگی ہے تو وہ یہ خیال کرے کہ میری تو ایک یا دو یا زیادہ سے زیادہ چار بیویاں ہیں اور کچھ اولاد مگر محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی **9** بیویاں ہیں، اولاد اور اولاد کی اولاد، غلام، لونڈیاں، مُتَوَسِّلین اور مہمانوں کا ہجوم ہے، پھر کس طرح ان سے برتاؤ فرمایا اور اسی کے ساتھ ساتھ کس طرح رب عَزَّوَجَلَّ کی یاد فرمائی۔

اگر کوئی تارک الدنیا اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو غارِ حرا کی عبادت، وہاں کی ریاضت، دنیا کی بے رغبتی کو دیکھے۔

سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوت وطاقت کا یہ حال ہے کہ جنگِ حُنَین میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خچر پر تنہا رہ گئے، مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، کفار نے خچر کو گھیر لیا، حضرت عباس اور ابوسفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

عَنْہُمَا باگ پکڑے ہوئے تھے، جب ملاحظہ فرمایا کہ کفار نے یلغار کی ہے تو خچر سے اترے اور فرمایا: ہم جھوٹے نبی نہیں ہیں، ہم عبدالمطلب کے پوتے ہیں، اس پر کسی کی ہمت اور جرأت نہ ہوئی کہ سامنے ٹھہر جاتا۔ ابورکانہ عرب کا مشہور پہلوان تھا، جو کبھی بھی کسی سے مغلوب نہ ہوتا تھا، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین بار اسے زمین پر دے مارا، وہ اسی پر حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مداح بن گیا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رحم و کرم کا یہ حال کہ نہ کبھی کسی کو برا فرمایا نہ خادم یا اہلِ خانہ کو ہاتھ سے مارا (لہٰذا طاقت اور قوت رکھنے والے ان حالات پر غور کریں) غرض کہ ساری قومیں (اور ہر مرتبے کے انسان سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ مبارک کو) اپنے لئے نمونہ بنا کر دنیا میں آرام اور ہدایت سے رہ سکتے ہیں۔ (1)

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ٘ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًاؕ(۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے وہ جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللّٰہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللّٰہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللّٰہ کی رضا پر راضی ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب مسلمانوں نے لشکر دیکھے تو کہنے لگے: یہ وہ ہے جس کا ہمیں اللّٰہ اور اس کے رسول نے وعدہ دیا تھا اور اللّٰہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس بات نے ان کے ایمان اور اللّٰہ کی رضا پر راضی ہونے کو اور زیادہ کردیا۔

﴿وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ: اور جب مسلمانوں نے لشکر دیکھے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں منافقوں کی بزدلی، بے ہمتی اور حیلے بہانوں کا بیان کیا گیا اور اب یہاں سے باہمت مومنوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب غزوۂ خندق کے دن مسلمانوں نے کفار کے لشکر دیکھے تو کہنے لگے: یہ وہ ہے جس کا ہمیں اللّٰہ تعالٰی

1 ......شان حبیب الرحمٰن، ص۱۵۸-۱۶۰، ملخصاً۔

اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وعدہ دیا تھا کہ تمہیں شدت اور مصیبت پہنچے گی اور تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور پہلوں کی طرح تم پر سختیاں آئیں گی اور لشکر جمع ہو ہو کر تم پر ٹوٹیں گے لیکن آخر میں تم ہی غالب آؤ گے اور تمہاری مدد فرمائی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر پہلے لوگوں جیسی حالت نہ آئی۔ انہیں سختی اور شدت پہنچی اور انہیں زور سے ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کہہ اُٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ارشاد فرمایا: ’’آئندہ نو یا دس راتوں میں لشکر تمہاری طرف آنے والے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اس مدت کے پورا ہونے پر لشکر آ گئے تو کہا: یہ ہے وہ جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وعدہ دیا تھا۔‘‘ اور اس کے تمام وعدے سچے ہیں، سب یقینی طور پر واقع ہوں گے، ہماری مدد بھی ہوگی، ہمیں غلبہ بھی دیا جائے گا اور مکہ مکرمہ، روم اور فارس بھی ہمارے ہاتھوں فتح ہوں گے اور ان لشکروں کے آنے نے ان کے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے میں اور اضافہ کر دیا۔[2]

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ﳲ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًاۙ (۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت

---

1 ......بقرہ: ۲۱٤.

2 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۲۲، ص۹۳۷، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۲۲، ۳/٤۹۲، ملتقطاً.

پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی ابھی انتظار کر رہا ہے اور وہ بالکل نہ بدلے۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا۔﴾ حضرت عثمانِ غنی، حضرت طلحہ، حضرت سعید بن زید، حضرت حمزہ اور حضرت مصعب اور دیگر چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے نذر مانی تھی کہ وہ جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہاد میں شرکت کا موقع پائیں گے تو ثابت قدم رہیں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں۔ ان کے بارے میں اس آیت میں ارشاد ہوا کہ انہوں نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور ان میں سے کوئی ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا جیسے کہ حضرت حمزہ اور حضرت مصعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اور کوئی ابھی (جہاد پر ثابت قدمی کے باوجود) شہادت کا انتظار کر رہا ہے، جیسے کہ حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا، اور یہ حضرات بالکل نہ بدلے بلکہ شہید ہو جانے والے بھی اور شہادت کا انتظار کرنے والے بھی دونوں اپنے عہد پر ویسے ہی ثابت قدم رہے جبکہ منافق اور دل کے بیمار لوگ اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔[1]

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میرے چچا حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غزوۂ بدر کے موقع پر موجود نہ تھے، یہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے مشرکین کے ساتھ جو پہلی جنگ لڑی تھی میں اس میں موجود نہ تھا، اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے جنگ آزمائی کا پھر موقع دیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور دکھا دے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب اُحد کی معرکہ آرائی کا دن آیا اور بعض مسلمان جنگ کے میدان میں ٹھہر نہ سکے، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور عرض کی: یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں اُس حرکت سے علیحدگی کا اظہار کرتا ہوں جو ہمارے بعض ساتھیوں سے سرزد ہوئی اور میں اُس فعل سے بیزار ہوں جس کے یہ مشرکین مُرتکب ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے مشرکین کی جانب پیش قدمی فرمائی تو راستے میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے فرمایا: اے سعد بن معاذ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، نضر کے رب عَزَّوَجَلَّ

[1]......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۲۳، ص۹۳۷-۹۳۸.

کی قسم! مجھے اُحد کی اس جانب سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رسالت میں ان کا حال یوں عرض کیا کرتے تھے کہ یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو جوانمردی حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دکھائی وہ میری بساط سے باہر ہے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب (جنگ کے بعد) ہم نے حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جامِ شہادت نوش کئے ہوئے پایا تو ان کے جسم پر 80 سے زیادہ تلواروں، تیروں اور نیزوں کے زخم تھے۔ مشرکین نے ان کے کان اور ناک وغیرہ کاٹ لئے تھے جس کے باعث انہیں کوئی پہچان نہ سکا البتہ صرف ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہمارا خیال اور گمان ہے کہ یہ آیت "مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ" ان کے بارے میں اور ان جیسے حضرات ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔[1]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُحد سے واپس تشریف لائے تو حضرت مصعب بن عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس سے گزرے جو کہ شہید ہو کر راستے میں پڑے ہوئے تھے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللّٰہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی ابھی انتظار کر رہا ہے اور وہ بالکل نہ بدلے۔

پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک شہید ہیں، تو تم ان کے پاس آیا کرو اور ان کی زیارت کیا کرو اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔[3]

1 ......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول اللّٰه تعالی: من المؤمنین رجال صدقوا... الخ، ۲/۲۵۵، الحدیث: ۲۸۰۵.
2 ......احزاب: ۲۳.
3 ......مستدرک، کتاب التفسیر، زیارة قبور الشهداء وردّ السلام منهم الی یوم القیامة، ۲/۶۲۹، الحدیث: ۳۰۳۱.

لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۚ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب کرے اگر چاہے یا انہیں توبہ دے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے یا انہیں توبہ کی توفیق دے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لِیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ: **تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے۔**﴾ یعنی غزوۂ اَحزاب میں جو اُمور واقع ہوئے جیسے مخلص ایمان والوں نے اخلاص کے ساتھ عمل کئے اور منافقوں نے نفاق سے متعلق اپنی روایت کو برقرار رکھا، یہ سب اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے، ایمان والوں کو دنیا میں اقتدار عطا فرمائے اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف انہیں فتح نصیب کرے جبکہ آخرت میں انہیں اچھا ثواب دے اور جنت کی دائمی نعمتوں میں ہمیشہ کے لئے رکھے اور منافقوں سے جو اقوال اور افعال سرزد ہوئے ہیں اس پر اگر چاہے تو انہیں عذاب دے یا ان میں سے جو لوگ توبہ کرلیں ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کے گناہوں کو چھپانے والا اور اسے جنت وثواب دے کر اس پر رحم فرمانے والا ہے۔[1]

یاد رہے کہ جو منافق دنیا میں اپنے نفاق سے سچی توبہ کرلیں گے ان پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے آخرت میں عذاب نہ فرمائے گا اور جو اپنے کفر ونفاق سے توبہ کئے بغیر مر گیا تو اسے آخرت میں عذاب ضرور ہوگا۔

راہِ خدا میں قربانیاں دینے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو قربانیاں دیتے ہیں اور

1 ......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۴، ۳۱۶/۴، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۴، ۱۶۰/۷، ملتقطاً۔

اس راہ میں آنے والی سختیوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ضائع نہیں فرماتا بلکہ اپنی شانِ کریمی سے اُن ایمان والوں کو دنیا میں بھی بہترین صلہ عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی اعلیٰ ترین اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ان کی قربانیوں کا جو صلہ دنیا میں عطا کیا گیا وہ آج ہم اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ رہے ہیں کہ سینکڑوں برس گزر جانے کے باوجود بھی دنیا انہیں خیر سے یاد کر رہی ہے، زمانہ ہر چیز کو مٹا دیتا ہے مگر ان کا ذکرِ خیر آج تک نہ مٹ سکا اور اِنْ شَآءَ اللہ قیامت تک نہ مٹ سکے گا۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ﴿۲۵﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ پلٹایا کہ کچھ بھلا نہ پایا اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت دی اور اللہ زبردست عزت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ واپس لوٹا دیا، انہیں کچھ بھی بھلائی نہ ملی اور اللہ مسلمانوں کیلئے لڑائی میں کافی ہوگیا اور اللہ قوت والا، عزت والا ہے۔

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ: اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ واپس لوٹا دیا۔﴾ یعنی غزوۂ اَحزاب میں جو واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش اور غطفان وغیرہ کے لشکروں کو ان کے دلوں کی جلن اور حسرت کے ساتھ واپس لوٹا دیا اور ان کا حال یہ ہوا کہ جن ناپاک ارادوں کے ساتھ ان لوگوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تھی ان میں سے کوئی بھی پورا نہ ہوا اور وہ اپنے مَقاصد میں ناکام و نامُراد ہو کر واپس لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے لڑائی میں کافی ہو گیا چنانچہ مسلمانوں کو کافروں کے خلاف باقاعدہ لڑنا نہیں پڑا اور دشمن نصرتِ الٰہی اور ہوا کی سختیوں سے بھاگ نکلے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ہر ارادے کو ظاہر فرمانے پر قوت رکھنے والا اور ہر چیز پر غالب اور عزت والا ہے۔[1]

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۵، ۷/۱۶۰-۱۶۱، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۴۹۳، ملتقطاً.

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو واحد ہے، جس کا لشکر غالب ہے، جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا کافروں کی جماعتوں کو شکست دی، اس کے سوا کوئی چیز (باقی) نہیں ہے۔[1]

حضرت عبداللّٰہ بن اوفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غزوۂ احزاب کے دن کفار کے لشکروں کے خلاف یوں دعا فرمائی: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، کتاب کو نازل کرنے والے، جلد حساب کرنے والے، اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، ان لشکروں کو شکست دے اور ان کے قدموں کا ڈگمگا دے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ اگر رب عَزَّوَجَلَّ چاہے تو مسلمانوں کو ہوا کے ذریعے سے اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مکڑی کے کمزور جالے کے وسیلے سے دشمن سے بچالے اور چاہے تو فرعون کو مضبوط قلعہ سے نکال کر غرق کردے اور ابابیل جیسے چھوٹے سے پرندوں سے ہاتھیوں کو ہلاک فرمادے۔

وَ اَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رُعب ڈالا ان میں ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جن اہل کتاب نے اُن (مشرکوں) کی مدد کی تھی (اللّٰہ نے) انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا، ان میں ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید کرتے ہو۔

1 ......بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الاحزاب، ۳/۵۵، الحدیث: ۴۱۱۴.

2 ......بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الاحزاب، ۳/۵۵، الحدیث: ۴۱۱۵.

﴿وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی انہیں اتارا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں غزوۂ احزاب کے احوال بیان ہوئے اور اب یہاں سے بنوقریظہ کے یہودیوں کے ساتھ ہونے والی جنگ کے حالات بیان کئے جارہے ہیں جنہوں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں قریش اور غطفان وغیرہ کے لشکروں کی مدد کی تھی۔

غزوۂ بنوقریظہ

غزوۂ بنوقریظہ غزوۂ خندق کا ایک قسم کا تتمّہ ہے۔ یہ غزوہ سن 4 یا 5 ہجری، ماہِ ذی قعدہ کے آخری دنوں میں واقع ہوا۔ یہاں اس کے کچھ احوال پر مشتمل چار اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنگِ خندق سے واپس لوٹے تو آپ نے ہتھیار اتار دیئے اور غسل فرمالیا۔ فوراً حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ان کا سر گرد وغبار سے اٹا ہوا تھا، انہوں نے عرض کی: آپ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ میں نے ابھی نہیں اتارے۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اب کدھر کا ارادہ ہے؟ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ادھر کا، اور بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فوراً ہی بنوقریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔[1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جنگِ اَحزاب کے دن ارشاد فرمایا: ''کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں جا کر۔ چنانچہ بعض حضرات کو راستے میں عصر کا وقت ہو گیا مگر وہ کہنے لگے کہ ہم منزلِ مقصود پر پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے اور بعض حضرات نے راستے میں ہی نماز پڑھ لی اور فرمایا کہ ہمیں نماز پڑھنے سے تو منع نہیں فرمایا گیا۔ جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے اس صورتِ حال کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی فریق پر بھی ناراضی کا اظہار نہیں فرمایا۔[2]

(3)...... اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے، حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب ہم غزوۂ احزاب

---

1 ......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الغسل بعد الحرب والغبار، ۲/۲۵۸، الحدیث: ۲۸۱۳.

2 ......بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الاحزاب... الخ، ۳/۵۶، الحدیث: ۴۱۱۹.

سے واپس لوٹے تو رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں یہ ندا فرمائی: بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے کوئی شخص ظہر کی نماز نہ پڑھے۔ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے وقت ختم ہونے کے خوف سے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی اور دوسرے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے کہا: ہم اسی جگہ نماز پڑھیں گے جہاں نماز پڑھنے کا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں حکم دیا ہے اگرچہ نماز قضا ہو جائے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فریقین میں کسی کو ملامت نہیں کی۔ [1]

مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا تھا، بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اور بعض نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی، تو جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں جا کر ظہر کی نماز پڑھنا اور جنہوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی، ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھنا۔ [2]

(4)...... حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: بنو قریظہ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو منصف بنائے جانے پر قلعے سے نیچے اتر آئے کیونکہ فریقین نے حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو منصف تسلیم کر لیا تھا۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ان کا یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جو مرد لڑنے کے قابل ہیں انہیں قتل کر دیا جائے، ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ [3]

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فیصلہ فرمانے کے بعد مدینہ منورہ کے بازار میں خندق کھودی گئی اور وہاں لا کر اُن سب یہودیوں کی گردنیں ماری گئیں۔ ان لوگوں میں قبیلہ بنو نضیر کا سردار حُیَی بن اخطب اور بنو قریظہ کا سردار کعب بن اسد بھی تھا اور یہ لوگ چھ سو یا سات سو جوان تھے جو گردنیں کاٹ کر خندق میں ڈال دیئے گئے۔ [4]

مذکورہ بالا حدیث پاک نمبر 2 اور 3 میں نماز کے مسئلے پر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ میں ہونے والے جس

---

1 ......مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب المبادرة بالغزو... الخ، ص٩٧٤، الحدیث: ٦٩(١٧٧٠).

2 ......شرح نووی علی المسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب المبادرة بالغزو... الخ، ٦/٩٨، الجزء الثانی عشر.

3 ......بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من الاحزاب... الخ، ٣/٥٦، الحدیث: ٤١٢٢.

4 ......جمل، الاحزاب، تحت الآیة: ٢٦، ٦/١٦٤-١٦٥، ملخصاً.

اختلاف کا ذکر ہوا اس کی وجہ شارحین نے یہ بیان کی ہے کہ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے اس ممانعت کو حقیقت پر محمول کیا اور اسے اس ممانعت پر ترجیح دی جس میں نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے سے منع کیا گیا تھا اسی لئے انہوں نے وقت نکل جانے کی پرواہ نہ کی اور بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے اس ممانعت کو حقیقت پر محمول نہیں کیا بلکہ مقصود پر نظر کی کہ اس کا مقصد بنو قریظہ میں جلد پہنچنا ہے اس لئے انہوں نے راستے میں نماز ادا کر لی۔ اس سے جمہور علماءِ کرام نے یہ اِستدلال کیا ہے کہ مُجتہد گناہگار نہیں ہوگا اور اگر کسی ایک مسئلے میں دو مجتہدین کا اختلاف ہو تو دونوں میں سے کسی کو بھی ملامت نہیں کی جائے گی (کیونکہ یہاں گناہ کا پہلو نہیں اور) اگر گناہ کا پہلو ہوتا تو پھر گناہ کی وجہ سے ضرور ملامت کی جاتی۔[1]

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِیَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـٴُـوْهَاؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا۠ (۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تمہارے ہاتھ لگائے ان کی زمین اور ان کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہیں ان کی زمین اور ان کے مکانات اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ: اور اللہ نے تمہیں ان کی زمین کا وارث بنا دیا۔﴾ یعنی یہودیوں کو تو سزا ملی اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ انہیں بنو قریظہ کی کھیتیوں اور باغات کا، ان کے قلعوں اور مکانات کا، ان کے نقد اَموال، اثاثہ جات اور مویشیوں وغیرہ کا مالک بنا دیا اور مزید یہ احسان فرمایا کہ مسلمانوں کو اس زمین کا بھی وارث بنا دیا جس پر ابھی انہوں نے قدم نہ رکھے تھے۔ اس زمین سے کونسی زمین مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد خیبر کی زمین ہے جو غزوۂ بنو قریظہ کے بعد مسلمانوں کے قبضے میں آئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مکہ کی زمین ہے۔ تیسرا

1 ......فتح الباری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب...الخ، ۸/۳۴۹، تحت الحدیث: ۴۱۱۹.

قول یہ ہے کہ روم وفارس کی زمین مراد ہے، اور چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر وہ زمین ہے جو قیامت تک فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والی ہے۔[1]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! اپنی بیویوں سے فرمادو: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ تاکہ میں تمہیں مال دُوں اور تمہیں اچھی طرح چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

﴿ **يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ:** اے نبی! اپنی بیویوں سے فرمادو۔﴾ **شانِ نزول:** سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات نے آپ سے دُنْیَوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی، جبکہ یہاں تو دنیا سے بے رغبتی اپنے کمال پر تھی اور دنیا کا سامان اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے ان کا یہ مطالبہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ اطہر پر گراں گزرا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا۔ اس وقت

1 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۲۷، ۱۶۱/۷، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۲۷، ۴۹۳/۳، ملتقطاً.

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی 9 اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ تھیں۔ان میں سے 5 کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا اور وہ یہ ہیں: (1) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا۔ (2) حضرت حفصہ بنتِ فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا۔ (3) حضرت اُمِّ حبیبہ بنتِ ابی سفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا۔ (4) حضرت اُمِّ سلمٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بنتِ اُمیہ۔ (5) حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بنتِ زَمْعَہ۔

اور 4 اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کا تعلق قبیلہ قریش کے علاوہ دیگر قبائل سے تھا، اور وہ یہ ہیں: (1) حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بنتِ جحش اسدیہ۔ (2) حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بنتِ حارث ہلالیہ۔ (3) حضرت صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بنتِ حُیَیْ بن اخطب خیبر یہ۔ (4) حضرت جویریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا بنتِ حارث مصطلقیہ۔

سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اور اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو۔ انہوں نے عرض کی: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللّٰہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ نے بھی یہی جواب دیا۔[1]

فقہی مسئلہ: جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے شوہر کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو اَحناف کے نزدیک ایک بائنہ طلاق واقع ہوتی ہے۔

نوٹ: طلاق سے متعلق مزید مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہارِ شریعت حصہ 8 کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ: اور اگر تم اللّٰہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔﴾ معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اختیار کرنا درحقیقت اللّٰہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے، جسے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مل گئے اسے خدا اور ساری خدائی مل گئی اور جو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دور ہوا وہ اللّٰہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کی نیکیوں کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہے۔

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۸،۲۹، ۳/۴۹۷، ملخصاً۔

يٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے نبی کی بیبیو جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دُونا عذاب ہوگا اور یہ **اللہ** کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی کی بیویو! جو تم میں حیا کے خلاف کوئی کھلی جرأت کرے تو اسے دوسرں کے مقابلے میں دُگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ **اللہ** پر بہت آسان ہے۔

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ: اے نبی کی بیویو! جو تم میں حیا کے خلاف کوئی کھلی جرأت کرے۔﴾ یہاں آیت میں ''حیا کے خلاف کھلی جرأت'' سے زنا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کرنا اور اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش نہ آنا ہے کیونکہ **اللہ** تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیویوں کو بدکاری سے پاک رکھتا ہے اور حیاء کے خلاف کھلی جرأت کرنے پر انہیں دگنا عذاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی دوسروں کے قصور سے زیادہ سخت قرار دیا جاتا ہے اسی لئے عالِم کا گناہ جاہل کے گناہ سے زیادہ قبیح ہوتا ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ تمام جہان کی عورتوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں اسی لئے اُن کی ادنیٰ بات سخت گرفت کے قابل ہے۔[1]

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں فاحشۂ مُبَیِّنَہ سے مراد گناہِ کبیرہ ہے اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ اس سے زنا مراد ہے کیونکہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس سے معصوم ہیں کہ آپ کی ازواجِ مطہرات اس بے حیائی کی مرتکب ہوں۔۔۔۔۔ یہاں فاحشہ سے مراد شوہر کی نافرمانی کرنا اور گھریلو معاملات میں بے اِعتدالی کرنا ہے اور چونکہ ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیرِ

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۳۰، ص ۹٤۰، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۳۰، ۳/٤۹۷، ملتقطاً.

سایہ اور زیرِ تربیت رہتی ہیں، ان کے سامنے وحی اترتی اور احکام نازل ہوتے ہیں اور ان کا رتبہ اور مقام عام عورتوں سے بلند ہے، اس لئے ان پر گرفت بھی بہت سخت ہے اور اگر بالفرض وہ کوئی کبیرہ گناہ کرلیں تو جس طرح نیک اعمال پر انہیں دگنا اجر دیا جاتا ہے اسی طرح گناہ پر دگنا عذاب بھی ہوگا۔[1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات سے خطاب فرمایا ہے تاکہ ان کی فضیلت اور اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے رتبے کی عظمت ظاہر ہو کیونکہ عِتاب اور خطاب میں سختی ان کے بلند رتبے کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ازواجِ مطہرات کو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے انتہائی زیادہ قرب حاصل ہے اور یہ جنت میں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواج ہوں گی، تو جتنا انہیں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قرب حاصل ہے اتنا ہی انہیں اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل ہوگا۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا گمان یہ ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت، آپ سے قرب اور آپ کے ساتھ تعلق شرک ہے۔ (یعنی قربِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی باتیں کرتے ہی کئی لوگوں کو شرک کی بو آنا شروع ہو جاتی ہے ان کا یہ اعتقاد باطل ہے۔)[2]

1 ......البحر المحيط، الاحزاب، تحت الآية: ٣٠، ٧/٢٠٠، ملخصاً.

2 ......صاوى، الاحزاب، تحت الآية: ٣٠، ١٦٣٦/٥.

مآخذ ومراجع

❁	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	❁ ❁ ❁ ❁ ❁
نمبرشمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابوالصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

1	تفسیرِ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیرِ سمرقندی	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
3	تفسیرِ ثعلبی	ابواسحاق احمد بن محمد ثعلبی نیسابوری، متوفی ۴۲۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
4	تفسیرِ بغوی	امام ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	احکام القرآن	ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن عربی، متوفی ۵۴۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
6	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیرِ قرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ بیضاوی	ناصر الدین عبداللہ بن ابوعمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ مدارك	امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
11	البحرُ المحیط	ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
12	تفسیر ابن کثیر	ابوفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
13	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
14	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

15	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
16	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابوسعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
17	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملاّ جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
18	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
19	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
20	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
22	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب الحدیث و متعلقاته

1	مسند ابو داؤد طیالسی	سلیمان بن داؤد بن جارود فارسی بصری، متوفی ۲۰۴ھ	دار المعرفہ، بیروت
2	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	دارمی	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
4	ادب المفرد	امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	مدینۃ الاولیاء، ملتان
5	بخاری	امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابن ماجه	امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابو داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
10	سنن نسائی	امام ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
11	مسند ابی یعلی	امام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

12	معجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
13	معجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
14	مستدرک	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
15	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
16	سنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
17	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
18	شرح السنّۃ	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
19	مسند الفردوس	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی، متوفی ۵۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
20	ابن عساکر	امام ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
21	مشکاۃ المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
22	جامع صغیر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
23	کنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب شروح الحدیث

1	شرح نووی علی المسلم	امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ
2	فتح الباری	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
3	عمدۃ القاری	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
4	مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
6	التیسیر شرح جامع صغیر	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض ۱۴۰۸ھ
7	مراٰۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، مرکز الاولیاء لاہور

کتب الفقه

1	الجوھرۃ النیرۃ	امام ابوبکر بن علی حدادی عبادی، متوفی ۸۰۰ھ	باب المدینہ کراچی
2	درّ مختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
4	ردّ المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
5	فتاوٰی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
6	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التصوف

1	الزھد	امام عبد اللہ بن مبارک مروزی، متوفی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
2	الزھد	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الغد الجدید، ۱۴۲۶ھ
3	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
4	الزھد الکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
5	احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
6	منھاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیروان، بیروت ۱۴۱۶ھ
7	تنبیہ المغترین	عبد الوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ

کتب السیرۃ

1	شمائل ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
2	الشفا	قاضی ابو الفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
3	مدارج النبوت	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
4	نسیم الریاض	شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ

5	شرح الزرقانی علی المواھب	محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
6	شانِ حبیب الرحمٰن	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	نعیمی کتب خانہ، گجرات
7	سیرتِ مصطفٰی	مولانا عبد المصطفٰی اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

الکتب المتفرقة

1	عیون الحکایات	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
2	اسد الغابہ	ابو الحسن علی بن محمد جزری، متوفی ۶۳۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ
3	روض الریاحین	عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی مالکی، متوفی ۷۶۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

رزقِ حلال

مصائب وآزمائشیں

صبر وشکر وتوکل

حکمت

عبرت ونصیحت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تلاوتِ قرآن کا حکم اور قرآنِ مجید کے تقاضے

حضرت عبیدہ مُلَیْکِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ (یعنی قرآنِ مجید سے غافل اور بے فکر نہ ہو جاؤ) اور دن رات اس کی ایسے تلاوت کرو جیسے تلاوت کا حق ہے اور اسے پھیلاؤ، اسے خوش آوازی سے پڑھو، اس کے معنی میں غور و فکر کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو اور اس کی تلاوت میں جلد بازی نہ کرو کیونکہ اس (تلاوتِ قرآن) کا بہت ثواب ہے۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوتہ، ۲/۳۵۰، الحدیث: ۲۰۰۷)

ISBN 978-969-631-566-7
0126084

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net